الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد رفیق ڈوگر

الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد رفیق ڈوگر

دید شنید پبلشرز

چوتھی جلد

ترتیب

چوتھی جلد کیوں؟

☆ ''بہت ہی بابرکت ہے وہ اللہ
جس کے دست قدرت میں بادشاہی ہے
اور جو ہر چیز پر قادر ہے'' (۶۷:۱)
اس قادر مطلق نے ایک بے علم بندے پر کرم کیا اور الامین ﷺ کی چوتھی جلد بھی مکمل ہوگئی۔
بندہ اپنے رب کے کس کس کرم کا شکر ادا کرے!
الامین ﷺ کی تین جلدین لکھنے کے مراحل میں بہت سے سوال پریشان کرتے رہے۔
کیا واقعی الامین ﷺ کی دعوت توحید کے پہلے تین سال میں ایک سو سے بھی کم افراد اسلام لائے تھے؟
کیا واقعی عرب کے الامین ﷺ تین سال تک چھپ چھپ کر دعوت توحید دیتے رہے تھے؟
کیا واقعی دعوت توحید کے اس تین سال کے عرصہ میں زیادہ تر غلام، مساکین، کنیزیں اور نوجوان ہی مسلمان ہوئے تھے؟
کیا واقعی دعوت وحید نوجوانوں ہی کی تحریک تھی؟
کیا واقعی رسول اللہ ﷺ نے اہل توحید کو ظلم سہتے رہو اور ظالم کے سامنے ہاتھ تک نہ اٹھاؤ کا حکم دے رکھا تھا؟
ایسے مفروضے اور نظریات مقام رسالت ﷺ کے منافی ہیں۔
حالات و واقعات بھی ان کی سچائی کی شہادت نہیں دیتے۔
اگر ایسے مفروضوں کو مان لیا جائے تو تین سال کے اس عرصہ میں دعوت توحید کی ہمہ جہت وسعت، پھیلاؤ، اثر انگیزی اور گہرائی بہت محدود ہو جاتی ہے جبکہ دعوت توحید نے تو ان تین سالوں میں شرک اور ظلم کی بنیادیں ہلا دی تھیں۔

مگر تساہل، تقلید اور روایات کی بنیادوں پر قائم و دائم ایسے مفروضوں اور نظریات کی زنجیروں کو توڑنے کے لئے طویل مباحث کی ضرورت تھی اور مباحث کی طوالت سے واقعات کے تسلسل میں جھول کا خدشہ تھا۔ اس مجبوری کے تحت ان مفروضوں اور ایسے نظریات کو تحقیق اور دلیل سے بے بنیاد ثابت کرنے کا معاملہ مؤخر کرنا پڑا تھا

الحمدللہ اللہ نے توفیق دی رہنمائی کے اسباب خود فراہم کیے اور ان بے بنیاد مفروضوں کی زنجیریں ٹوٹ گئیں

اللہ تعالیٰ نے محمد بن عبداللہ ﷺ کو جب اپنی زمین پر اور اپنے بندوں کے دلوں پر اپنی حاکمیت کے قیام کا مشن سونپا تھا اس وقت محمد بن عبداللہ ﷺ اکیلے تھے۔ مکہ اور عرب میں آپ ﷺ اکیلے ہی توحید کا پرچم اٹھا کر شرک اور ظلم کے مقابلہ کے لئے میدان جہاد میں نکلے تھے۔ لیکن جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو سارے جزیرہ نمائے عرب پر اللہ کی حاکمیت بحال ہو چکی تھی۔ عرب کے جن صحراؤں اور ریگستانوں پر کبھی کسی شاہ و شہنشاہ کی حکومت قائم نہیں ہو سکی تھی ان سب صحراؤں اور ریگستانوں پر اور ان میں بسنے اور گھومنے پھرنے والے سب خود سر اور مغرور مشرکوں کے دلوں پر اللہ کی حاکمیت بحال ہو چکی تھی۔

اللہ کے ایک بندے نے اللہ کی مدد سے اللہ کی اس زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام کے لئے کن پالیسی اصولوں پر عمل کیا تھا؟

حق کی فتح اور باطل کی شکست فاش کے لئے کیا تدابیر اختیار کی تھیں؟

اور دور حاضر کی حق و باطل کی جنگ میں الامین ﷺ کی امت آپ ﷺ سے پالیسیوں میں کیسے رہنمائی حاصل کر سکتی ہے؟

اس جلد میں ان پہلوؤں کا بھی طالب علمانہ جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

آج مسلمان اجتماعی زوال کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ ان کی رہنمائی کے لئے اللہ کا کلام بھی موجود ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت بھی موجود ہے اس کے باوجود یہ زوال اور عذاب کیوں؟

اہل توحید کا زوال اور عذاب اللہ کے رسول ﷺ کی متعین کردہ راہوں اور پالیسی اصولوں سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ اس انحراف کی صورتیں کیا ہیں؟

اہل اختیار اور اہل علم نے

اپنے اپنے ذاتی مفادات کے حصول و تحفظ کے لئے

ایسے انحراف کے ذریعے امت کے زوال میں کس کس انداز میں کردار ادا کیا تھا اور کیا جا رہا ہے؟

اگر آج بھی کوئی حکمران یا حکمران جماعت اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم کرنا چاہے تو اللہ کے کلام اور اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت میں اس کے لئے مکمل رہنما اصول موجود ہیں۔

مگر کیا آج وہ نظام خلافت قائم ہو سکتا ہے جسے امت کی اجتماعی نجات کے لئے بعض حلقے ضروری سمجھتے ہیں؟

اگر نہیں تو پھر اس کا متبادل کیا ہو سکتا ہے؟

امت مسلمہ مجموعی طور پر شرک اور ظلم کی جابر قوتوں کے جبر اور ظلم کے شکنجے میں پھنس چکی ہے۔ اگر کوئی گروہ اس ظلم اور جبر کے خلاف آواز اٹھائے یا ان ظالم اور جابر عالمی قوتوں کے عالمی مفادات کے حصول اور تحفظ میں

ان کا ساتھ نہ دے تو اسے ''دہشت گرد'' قرار دے دیا جاتا ہے۔ کیا ظلم اور جبر کے شکار مسلمانوں کو جابر اور ظالم قابض قوتوں کے خلاف جنگ کا حق حاصل ہے؟ یہ سوال بھی اہم ہے۔
ان مجبور مسلمانوں کی جدوجہد میں مسلم حکمران اور ریاستیں کہاں تک ان کا ساتھ دے سکتی ہیں؟ دور حاضر کے مسلمانوں کا یہ ایک اجتماعی مسئلہ ہے۔
ان سوالوں کے جواب بھی اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت مبارک اور ریاست مدینہ کی پالیسی میں ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔
ریاست مدینہ میں یہودی بھی تھے اور عیسائی بھی۔
ان غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کیا ہوتے تھے؟ اور فرائض کیا کیا تھے؟
اللہ کے رسول ﷺ نے جو ریاست قائم کی تھی
اس میں انتظامی اکائیوں کے عمل کی آزادی کی حدود کیا تھیں؟
مرکز کا اختیار کہاں تک تھا؟
اور اجتماعی پالیسی کے مقاصد کیا ہوتے تھے؟
ریاست مدینہ کا نظام صدارتی تھا یا دور حاضر کی جمہوریت کی اصطلاح میں غیر صدارتی ہوتا تھا؟
اللہ کے رسول ﷺ کے عمل کی روشنی میں حاکم اور منصب دار میں کن خصوصیات کا ہونا لازم ہے؟
اور حاکم اور منصب دار کا انتخاب کرنے والوں (ووٹروں) کے کیا دینی فرائض ہیں؟
دور حاضر کے ایسے سوالات کے جواب بھی اللہ کے رسول ﷺ کے عمل سے تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ ایک بے علم بندے کی طالب علمانہ کوشش ہے۔

محمد رفیق ڈوگر

15 جنوری 2005ء

قرآن اور اسوۃ الامین ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارک توحید اور شرک کے درمیان ایک عظیم جنگ کی تفصیل ہے جس میں ایک طرف اللہ کے آخری نبی ﷺ تھے اور دوسری طرف دنیا اور عرب کے سارے مشرک تھے اس جنگ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس دو ہی ہتھیار تھے ایک اللہ کا کلام اور دوسرا آپ ﷺ کا ذاتی کردار یہ جنگ 610ء کے موسم گرما کی ایک رات کے پچھلے پہر شروع ہوئی تھی جب جبریلؑ غار حرا میں محمد بن عبداللہ ﷺ کے پاس اللہ کا پیغام لائے تھے کہ

☆ ''کہو (اعلان کرو) اپنے رب کے نام کے ساتھ جو پیدا کرنے والا ہے
(جس نے) خون کی پھٹکی سے انسان کو پیدا کیا ہے
کہو کہ تیرا رب سب سے زیادہ کرم کرنے والا ہے
وہ (رب) جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا ہے
اور انسان کو وہ کچھ سکھایا ہے جو وہ نہیں جانتا تھا'' (96:1 تا 5)

مارچ 632ء میں رسول اللہ ﷺ کے قافلہ حج میں ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب اہل توحید شامل تھے جو جزیرہ نمائے عرب کے دور و نزدیک کے سب شہروں، صحراؤں اور ریگستانوں سے آئے تھے اور اللہ نے اکیلے شرک کے سب لشکروں کو شکست فاش دے دی تھی اور توحید نے شرک کے سارے سپاہیوں، جرنیلوں اور محافظوں کے دل و دماغ فتح کر لئے تھے۔

دوپہر ڈھل چکی تھی رسول اللہ ﷺ نے عرفات کے میدان میں ان ایک لاکھ تیس ہزار حاجیوں سے پوچھا ''اللہ کے ہاں تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تم وہاں کیا جواب دو گے؟''

حاجیوں نے جواب دیا ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ اس کا حق ادا کر دیا اور پوری

خیر خواہی کی۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اے اللہ گواہ رہنا! اے اللہ گواہ رہنا! اے اللہ گواہ رہنا!"

اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری آ گئی

☆ "میں نے آج

تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے

اور تم پر اپنی نعمت کمال تک پہنچا دی ہے

اور اسلام

تمہارے لئے دین کامل مقرر کر دیا ہے" (3:5)

اس کے ساتھ ہی قرآن مکمل ہو گیا اسلام بھی مکمل ہو گیا اور وہ مشن بھی مکمل ہو گیا تھا جو اللہ نے 610ء میں آپ ﷺ کو سونپا تھا اللہ کی طرف سے محمد بن عبداللہ ﷺ کو دین حنیف کی تکمیل کا مشن سونپنے اور اس کی تکمیل کی خوشخبری آنے کے درمیان اکیس سال چھ سات ماہ کا فاصلہ ہے اتنے کم عرصہ میں اتنے عظیم اور مشکل مشن کی تکمیل ایک عظیم معجزہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مشن سونپا تھا تو اس کی زمین پر آپ ﷺ اکیلے تھے اور جب اس کی تکمیل کی خوشخبری آئی تھی تو عرفات کے میدان میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ تیس ہزار حاجی تھے اور جس ملک عرب کے صحراؤں کو کسی بادشاہ یا شہنشاہ کی فوجیں کبھی فتح نہیں کر سکی تھیں اس کے سب شہروں، صحراؤں اور ریگستانوں پر اور ان میں رہنے والوں کے دلوں پر اللہ کی حاکمیت قائم ہو چکی تھی توحید نے ایسے انسانوں کے دل و دماغ فتح کر لئے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بتایا تھا کہ "وہ اللہ کی مقرر کردہ سب حدود کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور اپنے کو ہی سب کچھ سمجھنے لگے ہیں" (96:6 تا 8) وہ خود سر انسان جو گھمنڈ، غرور اور شیخی کے مریض تھے انہوں نے اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرماتے ہیں

☆ "بیشک ابراہیمؑ ایک امت (جماعت) کی مثل تھا

اللہ کا مطیع، فرمانبردار، یکسو

اور وہ مشرک نہیں تھا

وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا تھا

(اللہ تعالیٰ) نے اسے منتخب کر لیا تھا

اور راہ راست کی طرف ہدایت کی تھی" (16:121، 122)

حضرت ابراہیمؑ کی مانند اللہ نے محمد بن عبداللہ ﷺ کو منتخب کر لیا تھا، راہ راست کی طرف آپ ﷺ کی رہنمائی فرمائی تھی توحید اور شرک کی اس جنگ کے ہر مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رہنمائی فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کہا ''میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔'' اللہ تعالیٰ حضرت جبریلؑ کے ذریعے آپ ﷺ کو پیغامات، احکامات اور ہدایات بھیجتے رہے، آپ ﷺ اللہ کے احکامات پر عمل کرتے رہے ان کے نفاذ کی منصوبہ سازی کرتے رہے ان منصوبوں میں رنگ بھرنے کی جدو جہد کرتے رہے اور جب جزیرہ نمائے عرب پر اللہ کی حاکمیت بحال ہوگئی تو آپ ﷺ کو سونپا گیا مشن بھی مکمل ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہارے لیے اسلام دین کامل کر دیا۔ '' کامل'' وہ ہوتا ہے جس میں کوئی نقص نہ ہو جس میں کسی ترمیم واضافہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ خالق و مالک کامل

اسلام دین کامل

قرآن کتاب کامل

اور محمد بن عبداللہ ﷺ انسان کامل

اس انسان کامل کا فرمان ہے ''جو کوئی اللہ کی کتاب اور میری سنت کی پیروی کرے گا وہ کبھی راہ راست سے نہیں بھٹکے گا''

لہٰذا جو کوئی بھی راہ راست پر قائم رہنا چاہتا ہے اس کیلئے قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارک میں کامل رہنمائی ہے شرک کے خلاف اس جنگ عظیم میں رسول اللہ ﷺ کے پیغمبرانہ عمل و کردار سے جو بھی کوئی روشنی حاصل کرنا چاہے اس کیلئے جزیرہ نمائے میں اللہ کی حاکمیت کے قیام کے مختلف مراحل اور ان مراحل کی مشکلات میں اللہ کے رسول ﷺ کی حکمت عملی سے آگاہی ضروری ہے۔

تحریک کوئی بھی ہو اس کی بنیاد کسی نظریہ پر ہوتی ہے جس بھی کسی تحریک کا تعلق زمین پر بسنے والے انسانوں سے ہو اس کا ایک قائد ہوتا ہے جو اس نظریہ کے مطابق تحریک منظم کرتا ہے دین حنیف کی تکمیل کی تحریک کا نظریہ توحید ہے اور اس نظریہ کے مطابق تحریک منظم کرنے اور اسے کامیابی تک پہنچانے والے قائد انسانیت محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں اس لئے جو کوئی بھی اسلام اور تحریک تجدید توحید کی کامیابی کے اسباب کو جاننا چاہے اس کیلئے نظریہ کے ساتھ ساتھ قائد تحریک کی سیرت سے مکمل واقفیت بھی لازم ہے جس کے بغیر نظریہ بھی پوری طرح سمجھ نہیں آسکتا کیونکہ نظریہ فضاء اور ہوا سے متعلق نہیں زمین پر بسنے والے انسانوں کی فلاح سے متعلق ہے اور انسانی فلاح کی تحریک تجدید توحید زمین پر چلی تھی اور اس کی حمایت اور مخالفت میں دونوں طرف سے انسانوں نے حصہ لیا تھا اور محمد بن عبداللہ ﷺ اس کامیاب جماعت کے قائد ہیں۔ آپ ﷺ کی بے مثل

قیادت اور اس کامیاب تحریک کے شعور اور تجزیہ کو نظریاتی حدود اور زمینی حقائق سے الگ نہیں کیا جا سکتا لہٰذا مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی رہنمائی اور فلاح کیلئے قرآن کریم کے بعد اسوۂ الامین ﷺ سب سے اہم، ضروری اور بنیادی کتاب ہدایت ہے۔

بے بنیاد مفروضے

دین حنیف کی تکمیل کا مشن سونپنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ ﷺ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا تھا۔ جبریلؑ آئے آپ ﷺ کے سامنے وضو کیا اور نماز پڑھی اس کے بعد آپ ﷺ نے اسی طریقے سے وضو کیا اور نماز مکمل کی اور سیدہ خدیجہؓ کو وضو اور نماز سکھائے ایک روز اللہ کے رسول ﷺ اور سیدہ خدیجہؓ نماز پڑھ رہے تھے علیؓ بن ابوطالب نے پوچھا "یا محمد یہ کیا ہے؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یہ اللہ کا دین ہے اللہ نے جتنے بھی نبی بھیجے تھے وہ اسی دین کا پیغام لائے تھے اللہ کا حکم ہے کہ اس کے بندے اسی دین کی پیروی کریں۔"

علیؓ بن ابوطالب خاموش رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں بھی ایک اللہ پر ایمان لانے، صرف اس کی عبادت کرنے اور لات و عزیٰ کا انکار کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

دس سالہ علیؓ نے جواب دیا "میں نے تو یہ بات پہلے کبھی نہیں سنی میں تو اس بارے میں اپنے باپ سے پوچھے بن کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔"

رسول اللہ ﷺ نے علیؓ بن ابوطالب کو قرآن کا کچھ حصہ سنایا اگلی صبح علیؓ بن ابوطالب نے اپنے والد سے پوچھے بغیر ہی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا "اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوطالب سے مشورہ کئے بغیر پیدا کیا تھا میں اللہ کی عبادت کیلئے ان سے کیوں مشورہ کروں۔"

علیؓ بن ابوطالب نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ ایمان لانے والے مردوں میں حضرت علیؓ پہلے تھے جبکہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے ایمان لانے والے مرد تھے اس بحث میں پڑے بن کہ ان دونوں میں سے کون پہلے ایمان لایا تھا اس میں اختلاف نہیں کہ پہلے ایمان لانے والے دو مرد علیؓ بن ابوطالب اور حضرت ابوبکرؓ صدیق تھے۔

سیدہ خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام مکہ کے ایک بڑے سردار تھے ایک روز ان کے گھر میں کچھ لوگ جمع تھے ان میں مکہ کی شہری ریاست کا نظام چلانے والی دس رکنی کابینہ کے رکن ابوبکرؓ بھی تھے حکیم بن حزام کی

لونڈی نے ان سے کہا'' آپ کی پھوپھی آج کہہ رہی تھیں کہ ان کے شوہر اللہ کے نبی ﷺ ہیں' ابو بکر نے سنا تو فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے'' اے محمد ﷺ کیا یہ بات درست ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اے ابو بکر بے شک میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں میں تمہیں اللہ کے سچے دین کی طرف دعوت دیتا ہوں تم اس خدا کو مانو جس کا کوئی شریک نہیں اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو''

رسول اللہ ﷺ نے ابو بکرؓ کو قرآن سنایا اور ابو بکرؓ ایمان لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے سیدہ خدیجہؓ اور حضرت علیؓ بھی نماز میں شامل تھے ابو طالب نے دیکھ کر پوچھا '' بھتیجے یہ تم نے کس دین کی پیروی شروع کر دی ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' یہ اللہ کا سچا دین ہے، اللہ کے فرشتے بھی اسی دین پر کار بند ہیں حضرت ابراہیمؑ اور ان سے پہلے آنے والے سب نبیوں کا بھی یہی دین تھا۔ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں اس کے بندوں کو اس دین کی دعوت دوں میں آپ کو بھی اللہ کے سچے دین کی دعوت دیتا ہوں آپ اس دین پر ایمان لے آئیں اور اس دعوت میں میری مدد کریں۔''

ابو طالب نے جواب دیا'' بھتیجے میں اپنے باپ دادا کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا مگر جب تک زندہ ہوں آپ کا ساتھ دوں گا'' انہوں نے اپنے فرزند سے کہا'' محمد ﷺ کے ساتھ رہو وہ تمہیں بھلائی کے سوا کسی اور چیز کی دعوت نہیں دیں گے۔''

اس طرح مشن کا آغاز نماز اور دعوت سے ہوا تھا اس دین کی طرف دعوت سے جسے سب نبی مانتے تھے آپ ﷺ جس کسی کو بھی اس دین کی طرف دعوت دیتے تھے اسے اللہ کا کلام سناتے تھے اور اللہ اور صرف اللہ کی عبادت کرنے اور بتوں سے انکار کر دینے کو کہتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

☆ '' کیا تم نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے
(میرے) بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے'' (10،9:96)

وہ کون تھا؟ جو نماز پڑھنے سے روکتا تھا؟ اہل علم کا خیال ہے کہ ابو جہل ہو گا ابو جہل ہو یا کوئی اور مشرک ہو وہ جو بھی کوئی تھا مکہ کے مشرکوں کا بڑا سردار ہی ہو سکتا ہے۔ وہ کہاں نماز پڑھنے سے روکتا تھا؟ اپنے گھروں میں اور مکہ سے باہر وادیوں میں نماز پڑھنے سے تو کبھی کسی نے اللہ کے رسول ﷺ اور کسی مسلمان کو نہیں روکا تھا اور نہ ہی کبھی کسی نے کسی کو اس طرح نماز پڑھنے سے روکا تھا جس طرح مشرک بھی کبھار نماز پڑھا کرتے تھے وہ جو بھی کوئی تھا اس طرح نماز پڑھنے سے روکتا تھا جس طرح اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا تھا اور وہ حرم کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکتا تھا مگر وہ کس زمانے میں حرم کعبہ میں اللہ کے بتائے

طریقہ کے مطابق نماز پڑھنے سے روکا کرتا تھا؟ بلاشبہ وہ زمانہ فترہ ختم ہونے سے پہلے کا زمانہ تھا کیونکہ فترہ کا خاتمہ ہی سورہ اقراء کی 9 تا 20 آیات سے ہوا تھا (مصحف مدینۃ النبویہ ص 1979) جن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

☆ "کیا تم نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے
(میرے) بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے
کیا تم نے دیکھا اگر وہ ہوتا ہدایت پر
یا حکم کرتا برائی سے بچنے کا
کیا تم نے دیکھا اگر اس نے جھٹلایا (ہدایت کو) اور منہ موڑا
تو کیا اسے نہیں معلوم کہ اللہ دیکھ رہا ہے
ہرگز نہیں اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور گھسیٹیں گے اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر
وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے
تو وہ بلائے اپنے ہم مجلسوں کو
ہم بھی بلاتے ہیں اپنے فرشتے عذاب والے
نہیں نہیں اس کی بات نہ مان
نماز ادا کر اللہ کا قرب حاصل کر" (96:9 تا 20)

اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ یہی کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریلؑ کی طرف سے وضو اور نماز کا طریقہ سکھانے کے ساتھ ہی دعوت توحید اور حرم کعبہ میں نماز ادا کرنا شروع کر دیئے تھے اور کعبہ میں مجلس جمانے والے بتوں کے مجاور آپ ﷺ کو حرم میں نماز پڑھنے سے روکنے لگے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعوت کھلی تھی اور اس کا سب کو علم تھا ورنہ خفیہ نماز میں رکاوٹ کا کیا مطلب؟ اور وہ رکاوٹ تو ایسی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رکاوٹ ڈالنے والے کو سخت الفاظ میں خبردار کیا تھا کہ "اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔"

کسی کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنا اس کی انتہائی ذلت اور رسوائی ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو بھی انتہائی ذلت اور رسوائی سے خبردار کیا تھا اس کا فعل اللہ کو بہت ناگوار گزرا تھا اور ایسا فعل خفیہ نہیں ہو سکتا اور جب ردِ عمل خفیہ نہیں تھا تو عمل کیسے خفیہ ہو گیا؟ رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت کے بارے میں جب حکیم بن حزام کی لونڈی تک کو معلوم تھا اور اس لونڈی نے حکیم بن حزام کو بھری محفل میں بتایا تھا تو اسے خفیہ کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اور یہ وہ زمانہ تھا جب ابھی مردوں میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لایا تھا اور اگر لایا بھی تھا تو علیؓ

9 4 4 7 8

ابن ابی طالب لایا ہوگا جو آپ ﷺ کے گھر میں رہتا تھا۔

مکہ کے مشرکوں کا وہ سردار حرم کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکتا کیوں تھا؟ اور مکہ کے باقی مشرک اور ان کے سردار اپنے اس ساتھی کو ایسا کرنے سے روکتے اور ٹوکتے کیوں نہیں تھے؟ مکہ کے مشرکوں کے باقی سرداروں کو اس روکنے والے کو نہ روکنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے ان سب مشرکوں کا تعاون اور رضا مندی حاصل تھے اور وہ سب اس کے نماز پڑھنے سے روکنے سے واقف تھے مگر وہ سب مشرک اس کے ساتھ کیوں ہو گئے تھے؟

مکہ کے قریش کا خاص بت تو ہبل تھا مگر بیت اللہ کے احاطے میں وہ سب بت نصب تھے جو عرب کے کسی بھی حصہ میں پوجے جاتے تھے یا جنہیں عرب کا کوئی بھی چھوٹا موٹا قبیلہ پوجتا تھا اور بعض بڑے قبیلوں کے خصوصی بتوں کو بھی قریش نے اپنے خاص بتوں میں شامل کر لیا تھا جن میں بنو غطفان کا بت عزیٰ، بنو ثقیف کا خاص بت لات اور اوساف اور نائلہ وغیرہ شامل تھے اس کے باوجود کہ ان میں سے بعض بتوں کے پجاریوں کے عقائد مکہ کے قریش کو پسند نہیں تھے طائف والوں کا بت لات تھا وہ بھی اپنے بت کے مندر کے احاطہ کو اسی طرح مقدس سمجھتے تھے جس طرح حرم کعبہ کا احاطہ مقدس تھا اور لات کے مندر کے احاطے میں کوئی مجرم بھی آجائے تو وہ اسے سزا نہیں دیا کرتے تھے بنو ثقیف لات کے بت خانہ کو بیت اللہ کے مقابلہ میں لانے کی کوششیں کرتے تھے ان کی اس خواہش اور کوشش میں ان کا مکہ کے قریش سے مسابقت کا جذبہ سب سے اہم تھا مکہ کے قریش کو نہ تو ان کا یہ عقیدہ پسند تھا اور نہ ہی ان کا مسابقت کا جذبہ پسند تھا اس کے باوجود انہوں نے طائف والوں کو اپنا بت حرم میں نصب کرنے کی اجازت دے رکھی تھی اور لات کو اپنے پسندیدہ بتوں میں شامل کر لیا تھا منات کے پجاری حج کے بعد اپنے سروں کے بال مکہ میں نہیں منڈواتے تھے وہ حج کے بعد سیدھے منات کے مندر پر جاتے تھے اس کے چکر لگاتے تھے اور وہاں اپنے بال منڈواتے تھے قریش کو منات کے پجاریوں کی یہ حرکت اور عقیدہ بھی پسند نہیں تھے مگر انہوں نے منات کا بت بھی حرم کے احاطہ میں نصب کرنے کی اجازت دے رکھی تھی قریش مکہ لات، منات یا کسی اور بت کے پجاریوں کو تو ان کے کسی عقیدے یا اپنا الگ بت پوجنے سے نہیں روکتے تھے انہوں نے تو تین سو ساٹھ کے قریب بت حرم کے احاطہ میں نصب کرنے کی اجازت دے رکھی تھی اور کبھی کسی کو نہیں روکا تھا تو پھر ایسے فراخ دل اور کسی دوسرے کے مذہبی عقائد پر اعتراض نہ کرنے والے مکہ کے قریش اللہ کے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو حرم میں نماز پڑھنے سے کیوں روکتے تھے؟

اس لئے کہ سب بت پرستوں میں ایک قسم کا عقیدے کا اشتراک تھا وہ خواہ کسی بھی بت کے پوجنے والے تھے تھے تو بت پرست ہی مگر اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ان کا کسی قسم کا عقیدے کا کوئی اشتراک نہیں تھا

آپ ﷺ ان کے سب بتوں سے انکار کی دعوت دیتے تھے آپ ﷺ کی نماز اور عبادت کی روح توحید تھی اور مشرکوں کی عبادت کی روح شرک تھی اس لئے نماز اور عبادت کا تنازعہ اصل میں توحید اور شرک کا تنازعہ تھا مکہ کے قریش کو رسول اللہ ﷺ سے کوئی ذاتی دشمنی ہرگز نہیں تھی وہ تو آپ ﷺ کو امین مانتے تھے کیونکہ وہ سب اس دین اور عقیدے کے خلاف تھے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ لوگوں کو دعوت دیتے تھے اس لئے وہ سب آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے تھے اسلام میں کائنات کا خالق و مالک کامل ہے ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے توحید یہ ہے کہ اللہ خالق ہے، مالک ہے، ہر چیز پر قادر ہے، ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے اور شرک اللہ کے حقوق میں مداخلت ہے اللہ کے علاوہ کسی اور کو حاجت روا جاننا اور ماننا اصل میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو ناقص اور نامکمل سمجھنا ہے شرک ایک ذہنی اور فکری بیماری ہے مشرک فکری انتشار کے مرض میں مبتلا ہوتا ہے اس کی اپنی شخصیت منتشر اور کمزور ہوتی ہے اس وجہ سے اس کا عقیدہ اور عمل بھی انتشار کی زد میں آجاتے ہیں کسی بھی فکری مریض کو اپنی ذاتی صلاحیتوں پر اعتماد نہیں رہتا اس لئے وہ کسی سہارے اور سفارش کی تلاش میں رہتا ہے مکہ اور عرب کے مشرک اللہ کو تو مانتے تھے مگر وہ اللہ کو قادر مطلق نہیں مانتے تھے جو کوئی اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق کامل اور مکمل مانتا ہے وہ کسی اور چیز کی عبادت نہیں کر سکتا اس کیلئے باقی سب کا انکار لازم ہوتا ہے اور یہی توحید اور شرک میں بنیادی فرق ہے چونکہ اللہ کے نبی ﷺ اور مکہ کے مشرکوں کے دین میں کوئی قدر مشترک نہیں تھی اس وجہ سے مشرک اللہ کے رسول ﷺ کو حرم کعبہ میں نماز ادا کرنے اور عبادت کرنے سے روکا کرتے تھے اور مشرکوں کی طرف سے مسلمانوں کو حرم میں نماز سے روکنا فترہ ختم ہونے سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔

مشرک بہت سخت مذہبی لوگ تھے ان کا جو بھی کوئی مذہب تھا وہ اس پر بڑی سختی سے کاربند تھے اور اپنے آباؤ اجداد کے رسوم و رواج کو بھی مذہب ہی سمجھتے تھے اور اس کیلئے کٹ مرنا اور مال و جان کی قربانی دینا بڑی سعادت سمجھتے تھے وہ اپنے اجداد کے دین کے خلاف کوئی بات برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے اور اللہ کے نبی ﷺ انہیں اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر ایک اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے وہ اسے کیسے برداشت کر سکتے تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنے تایا ابو طالب کو دین حق کی طرف دعوت دی تو اس نے جواب دیا تھا ”بھتیجے میں اپنے باپ دادا کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا“

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا

☆”اے چادر اوڑھے ہوئے

اٹھ اور خبردار کر

اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کر

اور اپنا لباس پاک رکھ

اور پلیدی سے دور رہ

اور احسان اس نیت سے نہ کر کہ

اس کا زیادہ بدلہ ملے گا

اور اپنے رب کی خاطر صبر کر'' (74:1 تا 7)

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کس زمانے میں دیا تھا؟ مسلم اور بخاری نے سورہ مدثر کے نازل ہونے کے زمانے کے بارے میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں ان کے بارے میں ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے ''دونوں حدیثوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ فترہ وحی کے بعد سب سے پہلے المدثر نازل ہوئی تھی''

اگر فترہ کے بعد نازل ہونے والی یہ پہلی سورت نہ بھی ہو تب بھی فترہ ختم ہونے کے فوراً بعد نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو صبر اور استقلال کے ساتھ لوگوں کو خبردار کرنے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرنے کا حکم دیتے ہیں فترہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں جن میں فترہ (وحی میں وقفہ) کی مدت چھ ماہ سے دو سال تک بتائی گئی ہے لیکن قرآن کریم کی اندرونی شہادتوں روایات اور حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ فترہ کی مدت زیادہ نہیں تھی اول تو یہ بات ہی ناقابل یقین ہے کہ صرف آٹھ آیات نازل کر کے اور محمد بن عبداللہ ﷺ کو دین حنیف کی تکمیل کا مشن سونپ کر اللہ تعالیٰ نے اتنا لمبا عرصہ آپ ﷺ کو اس کے بارے میں کوئی ہدایت ہی نہ دی ہو اور کوئی وحی ہی نہ بھیجی ہو حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ صدیق اسلام قبول کرنے والے پہلے دو مرد تھے ان دونوں کے اسلام قبول کرنے کی روایات میں یہ بھی تو کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دینے کے بعد قرآن کریم کی وہ آیات بھی تلاوت کر کے سنائی تھیں جو اس وقت تک نازل ہو چکی تھیں تو کیا آپ ﷺ نے انہیں صرف آٹھ آیات ہی پڑھ کر سنائی تھیں ؟اور وہ صرف آٹھ آیات سن کر ہی قرآن پر ایمان لے آئے تھے؟ ابتدائی دور میں ایمان لانے والے صحابہ کے بارے میں روایات میں بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ انہیں بھی قرآن کی آیات تلاوت کر کے سنایا کرتے تھے اگر ایسا تھا تو اس وقت تک قرآن کریم ان ابتدائی آٹھ آیات سے کافی زیادہ نازل ہو چکا تھا۔

قرآن کریم کی سورتوں کے نزول کے زمانہ کے بارے میں روایات میں سے بعض کے مطابق سورۃ القلم کا ابتدائی حصہ فترہ کے بعد نازل ہوا تھا جبکہ بعض روایات کے مطابق فترہ کے بعد سورہ المزمل کی ابتدائی آیات نازل ہوئی تھیں بعض دیگر روایات میں ہے کہ فترہ کے بعد الضحیٰ نازل ہوئی تھی اور ہم اوپر یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ فترہ کے بعد المدثر نازل ہوئی تھی ان روایات کی بنیاد پر یہ تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ مذکورہ سورتیں یا ان کی کچھ آیات پہلی وحی کے جلد ہی بعد نازل ہوئی تھیں لیکن پہلے کونسی سورت یا آیات نازل ہوئی تھیں اور بعد

میں کونسی؟ یہ طے کرنا مشکل ہے ایسی روایات کی بنیاد پر قرآن کریم کی سورتوں اور آیات کے نزول کے زمانہ کے تعین کی اہلِ علم کی کوششیں زیادہ اہم نہیں اصل چیز ان سورتوں کی اندرونی شہادت ہے کہ وہ دعوت کے کس دور اور مرحلہ سے متعلق ہیں قرآن کی سورتوں اور آیات کے نزول کو کسی نہ کسی واقعہ سے منسلک کرنے کا رجحان خطرناک بھی ہے جس کی وجہ سے مستشرقین کو یہ کہنے کا جواز میسر آ گیا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ ہر واقعہ کا جواز فراہم کرنے یا صفائی دینے کیلئے کچھ آیات بنالیا کرتے تھے اگر فترہ کے بعد کونسی سورت نازل ہوئی تھی کے بارے میں اتنی متضاد روایات موجود ہیں تو ایسی روایات کی بنیاد پر سارے قرآن کریم اور آیات کے نزول کا زمانہ کیسے متعین کیا جاسکتا ہے؟ ہاں اگر کسی سورت میں کسی واقعہ کا ذکر موجود ہے تو اسے اس واقعہ سے الگ نہیں کیا جاسکتا جب حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے وہ قرآنی آیات جو وہ پڑھ رہے تھے چھپا لی تھیں اس سے کیا اندازہ ہوتا ہے؟ یہی کہ اس وقت تک قرآن کریم اتنا نازل ہو چکا تھا اور لکھا جاچکا تھا کہ اسے چھپانا ضروری تھا اگر چند آیات اور سورتیں ہوتیں تو وہ تو زبانی بھی یاد کی جاسکتی تھیں معلوم ایسے ہوتا ہے کہ ایک تو فترہ کی مدت زیادہ نہیں تھی اور دوسرے پہلی وحی کے جلد ہی بعد قرآن کریم کی بہت سی سورتیں نہیں تو بہت سی آیات نازل ہو چکی تھیں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص ابتدائی چھ سات مسلمانوں میں سے ایک ہیں جب ان کی ماں کو ان کے اسلام قبول کرنے کا علم ہوا تو اس نے کھانا پینا ترک کر دیا تھا اور کہا تھا کہ جب تک تو نیا دین نہیں چھوڑے گا میں کچھ نہیں کھاؤں گی سورہ عنکبوت کی آیت نمبر آٹھ کے شانِ نزول کے بارے میں مفسرین کرام کہتے ہیں کہ یہ اس واقعہ سے متعلق ہے اگر تو یہ آیت اسی واقعہ سے متعلق ہے تو اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دعوت توحید شروع کی تھی تو قرآن کریم اس سے زیادہ نازل ہو چکا تھا جتنا فترہ سے پہلے نازل ہو چکا بتایا جاتا ہے کیونکہ بخاری کی روایت کے مطابق وہ کہتے ہیں کہ میں پہلا مسلمان ہوں ایک اور روایت کے مطابق وہ تیسرے مسلمان تھے اور محدثین کے مطابق ساتویں یا آٹھویں مسلمان تھے اگر ایسا نہیں تو پھر ابو عیسیٰ ترمذی کی اس روایت کا کیا بنے گا جس کی بنیاد پر مفسرین سورہ عنکبوت کی آیت آٹھ کو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی ماں کی بھوک ہڑتال سے متعلق بتاتے آئے ہیں؟ محدثین کے مطابق وہ آٹھویں مسلمان تھے تو مفسرین کے مطابق ان کے مسلمان ہونے پر ان کی ماں نے بھوک ہڑتال کر دی تھی اور یہ آیت نازل ہوئی تھی مگر جب ابتدائی دنوں میں نازل ہوئی ان آیات اور سورتوں کی فہرست بنائیں جو فترہ سے پہلے اور فوری بعد نازل ہوئی بتائی جاتی ہیں تو ان میں یہ آیت کیوں شامل نہیں؟

اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت کے حوالے سے توحید اور شرک کی جنگ کے مختلف مراحل کی تفہیم و تجزیہ میں قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور آیات کو ان کی اندرونی اور بیرونی شہادتوں کی اچھی طرح جانچ پرکھ کئے بغیر محض روایات کی بنیاد پر مختلف آیات کو مختلف واقعات سے منسلک کر دینا خطرات سے خالی نہیں فترہ کی مدت دو

سال بھی مان لی جائے (اگرچہ ایسا ممکن نہیں) تو بھی قرآن کریم کی گواہی یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے پہلی وحی کے فوری بعد رب کی بڑائی بیان کرنا شروع کر دیا تھا اور لوگوں کو خبردار کرنے لگے تھے ویسے بھی یہ تو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے حکم کے باوجود ''چھپ چھپ کر'' اللہ کی بڑائی بیان کرتے اور ''خفیہ طور پر'' لوگوں کو خبردار کرتے ایسا کرنا اللہ کے حکم کے بھی منافی ہوتا اور اللہ کے رسول ﷺ کی شان رسالت کے بھی منافی ہے۔

نوجوان حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص کے بارے میں عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے والے تیسرے فرد تھے ان کی بیٹی جن کی پیدائش حبشہ میں ہوئی تھی کہتی ہیں کہ ''میرے والد اسلام قبول کرنے والے پانچویں تھے ان سے پہلے ابن ابی طالب (حضرت علیؓ) ابن ابو قحافہ (حضرت ابو بکر صدیقؓ) زیدؓ بن حارثہ اور سعدؓ بن ابی وقاص مسلمان ہو چکے تھے'' حضرت خالدؓ بن سعید نے حبشہ کی پہلی ہجرت کی تھی اور دوسری بھی وہ تیسرے تھے، چوتھے تھے یا پانچویں اس تنازعہ میں پڑے بن یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ پہلی وحی کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مسلمان ہو گئے تھے اب ان کے مسلمان ہو جانے کے بعد کے واقعات پر غور کریں ان کے باپ ابواحیحہ کو ان کے اسلام کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں اور مولیٰ رافع کو بھیجا کہ جاؤ خالد کو تلاش کر کے لاؤ وہ انہیں پکڑ کر ابواحیحہ کے پاس لے گئے باپ نے اسلام چھوڑنے کو کہا تو بیٹے نے انکار کر دیا ابواحیحہ نے کوڑے سے انہیں پیٹتے ہوئے کہا ''تم نے محمد ﷺ کی پیروی کر لی ہے حالانکہ تم اپنی قوم سے ان کی مخالفت دیکھ رہے ہو وہ ہمارے معبودوں اور مرے ہوئے آباؤ اجداد کی عیب گوئی کرتے ہیں'' حضرت خالدؓ نہ مانے تو باپ نے انہیں گھر سے نکال دیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے لگے ابواحیحہ کو اتنا غصہ آیا کہ وہ مکہ اور اپنے خاندان کو چھوڑ کر طائف کے قریب نظریہ چلا گیا اور کہا ''میں کبھی واپس آ کر اپنے آباؤ اجداد کو گالیاں اور اپنے معبودوں کی مذمت نہیں سنوں گا اپنے بیٹوں کے ساتھ رہنے کی نسبت مجھے مکہ سے چلے جانا زیادہ پسند ہے'' ابواحیحہ نے اپنے بیٹے عمرو کو مخاطب کر کے جو اشعار کہے تھے ان کے معنی اس طرح ہیں ''اے کاش عمرو تو مضبوط اور جوان ہو چکا ہوتا تو ہتھیار اٹھانے کے قابل ہوتا اور میں تجھ سے پوچھتا ''عمرو تو قوم کو اس ہنگامے میں ہی چھوڑ دے گا اور اپنے سینے میں موجزن غیض و غضب کا اظہار نہیں کرے گا؟'' یہ الگ بات ہے کہ اس کے مکہ چھوڑ جانے کے بعد اس کا بیٹا عمرو بھی مسلمان ہو گیا تھا جسے اس نے مسلمانوں کے خلاف غیض و غضب کے ہتھیار اٹھا لینے کو کہا تھا مگر اس واقعہ اور ان اشعار سے اس میں کوئی بھی شک نہیں رہتا کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلی وحی کے ساتھ ہی دعوت توحید کھلے عام شروع کر دی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کو ''راز دار رسول ﷺ'' کہا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود بھی اسلام میں داخل ہونے والے ابتدائی درجن بھر نوجوانوں میں سے ایک ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں اسلام کی

پہلی تربیت گاہ قائم کرنے سے بھی پہلے مسلمان ہوئے تھے اور حضرت ارقم بن ابی ارقم جن کے وسیع وعریض گھر میں وہ تربیت گاہ قائم کی گئی تھی خود فرمایا کرتے تھے کہ وہ اسلام میں داخل ہونے والے بارھویں تھے گویا یہ تربیت گاہ بہت پہلے قائم ہوگئی تھی ایک روز صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ قریش مکہ کو بلند آواز میں قرآن پڑھ کر سنانا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور نے ابھی تک ان کے سامنے قرآن کی بلند آواز میں تلاوت نہیں کی۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کہا میں کروں گا مشرکین کے سامنے قرآن کی تلاوت نوجوان صحابہ نے کہا تمہارا تو مکہ میں کوئی اپنا قبیلہ بھی نہیں کسی ایسے مسلمان کو قریش کے سامنے قرآن کی تلاوت کرنا چاہیے جس کا اپنا قبیلہ ہوتا کہ وہ اسے مارنا چاہیں تو اس کے قبیلہ والے اس کو بچالیں حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کہا تم اس کی فکر نہ کرو میرا اللہ مجھے ان سے بچالے گا چنانچہ اگلے روز حضرت عبداللہؓ بن مسعود حرم گئے قریش اپنی محفلیں جمائے بیٹھے تھے وہ مقام ابراہیم میں کھڑے ہو کر بلند آواز میں تلاوت کرنے لگے قریش نے ایک دوسرے سے پوچھا ''ابن ام عبد کیا کہہ رہے ہیں؟'' پھر غور سے سن کر کہا ''یہ وہی عبارتیں پڑھ رہے ہیں جو محمد ﷺ بیان کرتے ہیں'' اور وہ انہیں زدوکوب کرنے لگے حضرت عبداللہؓ بن مسعود مار کھاتے رہے اور قرآن کی تلاوت کرتے رہے اور جتنا قرآن پڑھنا چاہتے تھے پڑھ کر اپنے ساتھیوں میں واپس آگئے ان کے چہرے پر تماچوں کے نشان تھے ساتھیوں نے کہا ''وہی ہوا جس کا ہمیں ڈر تھا'' تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا ''خدا کی قسم خدا کے یہ دشمن میری نظروں میں اتنے بے وقعت کبھی نہ تھے جتنے بے وقعت مجھے آج محسوس ہو رہے تھے۔ اگر تم کہو تو کل میں پھر ان کے سامنے اسی طرح قرآن کی تلاوت کروں گا'' صحابہ نے کہا ''نہیں اتنا ہی کافی ہے تم نے وہ چیز انہیں سنادی جو وہ سننا نہیں چاہتے تھے'' عبیداللہ بن احمد یہ روایت بیان کر کے کہتے ہیں ''عبداللہؓ بن مسعود رسول اللہ ﷺ کے بعد پہلے شخص ہیں جنہوں نے مکہ میں قرآن باعلان پڑھا تھا۔''

ان دونوں روایات اور ان کے واقعات سے کیا پتہ چلتا ہے؟ اول یہ کہ رسول اللہ ﷺ کھلے عام قریش کو قرآن سناتے تھے ورنہ انہیں کیسے پتہ چلتا کہ ''ابن ام عبد وہی عبارتیں پڑھ رہا ہے جو محمد ﷺ بیان کرتے ہیں دوم یہ کہ توحید اور شرک کی جنگ اس وقت بھی کافی تیز تھی جب حضرت خالدؓ بن سعید مسلمان ہوئے تھے اور اس وقت تک مکہ کے مشرک دعوت اسلام کو اپنے بزرگوں کو گالیاں اور اپنے معبودوں کی توہین قرار دینے لگے تھے اور وہ تلوار کے زور سے قوم کو اس ہنگامے سے بچانے کی ضرورت محسوس کرنے لگے تھے سوم یہ کہ قریش کے مشرک کسی ایسے مسلمان پر تشدد نہیں کر سکتے تھے جس کا مکہ میں اپنا قبیلہ تھا کیونکہ اس کے قبیلہ والے اپنے قبیلہ کے مسلمانوں پر کسی اور کو تشدد نہیں کرنے دیتے تھے چہارم یہ کہ اسلام قبول کرنے والے قریشی مسلمانوں پر جو بھی ظلم ہو رہا تھا وہ ان کے اپنے عزیز واقارب ہی کر رہے تھے پنجم یہ کہ اسلام قبول کرنے والے اپنے والدین سے اپنا دین چھپاتے تھے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ چھپ چھپ کر دعوت دیتے تھے ایسے بہت سے

اور بھی واقعات بیان کئے جاسکتے ہیں لیکن اصل مقصد طویل بحث نہیں اس غلط مفروضہ کو مسترد کرنا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ چھپ کر دعوت دین دیتے تھے اور جو کوئی بھی اسلام قبول کر لیتا تھا وہ چھپتا پھرتا تھا۔

قریش کے اتحّاد کی بنیادیں

توحید اور شرک، حق اور باطل کے درمیان معرکہ کا آغاز مکہ سے ہوا تھا اسی شہر سے جس میں محمد بن عبداللہ ﷺ یتیم پیدا ہوئے تھے جہاں آپ ﷺ نے بکریاں چرائی تھیں اور جب اس شہر کے حکمران طبقوں میں حجر اسود کی تنصیب کے تنازعہ پر تلواریں نکل آئی تھیں اور انہوں نے کسی صورت پیچھے نہ ہٹنے کی قسمیں اٹھائی تھیں تو سب نے آپ ﷺ کا فیصلہ دل و جان سے مان لیا تھا اور جہاں آپ ﷺ نے ظالم سے خواہ وہ کتنا ہی طاقتور ہو مظلوم کا حق دلانے کے معاہدے میں شرکت کی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال سے زیادہ تھی عمر کا وہ حصہ جو امنگوں اور خواہشوں سے لبریز ہوتا ہے کافی پیچھے رہ گیا تھا آپ ﷺ زندگی کے اس حصہ میں داخل ہو چکے تھے جس میں انسان اپنی جسمانی توانائیوں کے عروج کے دنوں کی کمائی سے لطف اندوز ہونا پسند کرتا ہے اور آرام اور سکون کا خواہش مند ہوتا ہے آپ ﷺ خوشحال تاجر تھے عرب کے معزز ترین خاندان کے فرزند تھے آپ ﷺ کی کاروباری فراست اور دیانت کی ہر جگہ شہرت تھی اور آپ ﷺ مکہ اور عرب کے ''الامین'' تھے جن لوگوں میں آپ ﷺ نے اپنا بچپن اور جوانی گزارے تھے وہ سب آپ ﷺ کا احترام کرتے تھے مکی معاشرے میں آپ ﷺ کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا اپنے خاندان اور مکہ کے قریش میں آپ ﷺ کو باوقار مرتبہ حاصل تھا آپ ﷺ قبیلے اور قریش مکہ کی اُمیدوں کا مرکز تھے دیانت، فراست، اصول پسندی، معاملہ فہمی، کاروبار اور معاشرتی امور کی سوجھ بوجھ جو اللہ نے آپ ﷺ کو دی تھی مکہ کے کسی اور فرد میں نہیں تھی کسی بھی اور شخص میں ایسی جملہ خصوصیات ایک جگہ نہیں ملتی تھیں سیدہ خدیجہؓ آپ ﷺ کی شریک تجارت بھی رہی تھیں اور شریک حیات بھی تھیں وہ کسی بھی اور فرد کی نسبت سے آپ ﷺ کو بہت قریب سے اور بہتر طور پر جانتی تھیں ان کی آپ ﷺ کے بارے میں رائے تھی: ''آپ انتہائی ایماندار ہیں، سچ بولتے ہیں، مہمان نواز ہیں، بے سہاروں کا سہارا ہیں، غریبوں کو کھلاتے ہیں، رشتہ داروں سے

نیک سلوک کرتے ہیں اور کریمانہ اخلاق کے مالک ہیں۔"

یہ وہ خصوصیات تھیں جن کی عرب معاشرے میں بہت قدر ہوتی تھی ان بے مثل خصوصیات کی وجہ سے دنیاوی رفعتوں کے سب دروازے آپ ﷺ کے سامنے کھلے تھے کہ اس مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ مشن سونپ دیا جو بہت ہی کٹھن اور مشکل تھا جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا "خدیجہؓ اب سکون اور سونے کے دن گئے۔"

کامیابی، خوشحالی اور عزت واحترام کے جس مقام پر آپ ﷺ تھے اور عمر کے جس حصے میں آپ ﷺ داخل ہو چکے تھے اس عمر میں ایسے مقام پر فائز کسی بھی دنیادار شخص کیلئے ایسا کٹھن مشن قبول کرنا ممکن نہیں ہوتا مگر آپ ﷺ کو تو آپ کے ﷺ بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ اس مشن کیلئے تیار کر رہے تھے اس لئے جب آپ ﷺ کو اس مشن کی تکمیل سونپ دی گئی تو آپ ﷺ نے اللہ کے نام سے دعوت توحید کا آغاز کر دیا۔

مکہ میں اللہ کے اپنے گھر پر اور عربوں کے دل ودماغ پر بتوں کا مکمل قبضہ تھا اور مکہ کے قریش اللہ کے گھر پر قابض بتوں کے مجاور تھے اس لئے توحید اور شرک، حق اور باطل کے درمیان اس تصادم اور اس جنگ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو سمجھنے کیلئے مکہ کے قریش کے بارے میں بعض بنیادی چیزوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

آپس میں لڑائی سے پرہیز

مکہ میں قریش کے بہت سے قبیلے رہتے تھے لیکن قریش مکہ کے ان قبیلوں کے درمیان آپس میں کبھی نیزوں اور تلواروں سے لڑائی نہیں ہوئی تھی وہ بڑے سے بڑا اہم تنازعہ بھی آپس میں مل بیٹھ کر طے کر لیا کرتے تھے۔ قصی نے موت سے پہلے اپنے سارے دینی اور دنیاوی منصب اپنے ایک ہی بیٹے عبدالدار کو سونپ دیئے تھے عبدالدار کی وفات کے بعد اس کے بھائی عبدمناف کی اولاد نے ان مناصب میں سے حصہ طلب کیا تو مکہ کے قریش دو گروہوں میں بٹ گئے۔ لڑائی کی صورت پیدا ہوگئی تو سب نے بزرگوں کا فیصلہ مان لیا اور "سقایہ" اور "رفادہ" عبدمناف کی اولاد کو دے دیئے گئے۔

ایک بار قحط کے زمانے میں ہاشم بن عبدمناف نے مکہ والوں کی دعوت کی تو ان کی بہت شہرت ہوگئی ان کے بھائی عبدالشمس کے بیٹے امیہ کو اپنے تایا کی سرداری اور شہرت ناگوار گزرتی تھی اس نے ہاشم کو چیلنج کر دیا کہ وہ ان سے بڑا ہے تنازعہ بڑھ گیا تو قریش نے کہا یہ فیصلہ ثالث کرے گا کہ ہاشم اور امیہ میں سے بلند مرتبہ کس کا ہے دونوں نے قریش کی بات مان لی ثالث نے فیصلہ ہاشم کے حق میں دے دیا تو امیہ کو پچاس اونٹنیاں جرمانہ دینا اور شام میں دس سال جلاوطنی کی زندگی گزارنا پڑی تھی۔

عبدالمطلب نے چاہ زم زم تلاش کرلیا تو اس کی ملکیت کا جھگڑا بڑھ گیا آخر اسے بھی ثالث کے ذریعے طے کرنے پر اتفاق ہوگیا تھا ہاشم کے بعد ان کے دونوں منصب ان کے بیٹے عبدالمطلب کو مل گئے تھے اور ان کی بھی عرب میں کافی شہرت ہوگئی تھی اسی امیہ کے بیٹے حرب نے ان سے ویسا ہی جھگڑا شروع کردیا تو حضرت عمرؓ کے دادا نفیل کو ثالث مقرر کیا گیا نفیل نے عبدالمطلب کی برتری کے حق میں فیصلہ دے دیا تو حرب کو اس کا فیصلہ قبول کرنا پڑا تھا۔ بنو سہم کے سردار عاص بن وائل نے ایک یمنی تاجر کی رقم ادا کرنے سے انکار کردیا تو حضور ﷺ کے تایا زبیر کی دعوت پر بنی ہاشم، بنی مطلب، بنی اسد، بنی زہرہ، اور بنی تیم نے ظلم کرنے والوں کے خلاف طاقت استعمال کرنے کا اعلان کردیا عاص بن وائل نے فوراً اس تاجر کی رقم ادا کردی حالانکہ بنی مخزوم، بنی سہم، بنی جمح، بنو عدی اور بنو عبدالدار نے یمنی تاجر کی حمایت کرنے سے انکار کردیا تھا مگر مظلوم کی مدد کیلئے اتحاد کی کسی نے مخالفت نہیں کی تھی۔

حجر اسود کی تنصیب پر فریقین نے خون میں انگلیاں بھگو بھگو کر قسمیں اٹھائیں دونوں طرف سے تلواریں نکل آئیں مگر ابو امیہ نے معاملہ صلح صفائی سے طے کرلینے کی درخواست کی تو سب مان گئے کہ اگلی صبح جو بھی کوئی باب بنو شیبہ سے سب سے پہلے حرم کے احاطہ میں داخل ہوگا وہ جو بھی فیصلہ کرے گا سب کو ماننا ہوگا اگلی صبح الامین ﷺ سب سے پہلے اس دروازے سے حرم کے احاطہ میں داخل ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے جیسے فرمایا سب نے مان لیا تھا۔

قصی نے مکہ کے دینی اور دنیاوی امور انجام دینے کیلئے جو منصب قائم کئے تھے وہ سب اس کی اولاد کے پاس چلے آرہے تھے ان مناصب کے بارے میں جو بھی اختلافات پیدا ہوئے تھے وہ قصی کی اولاد کے درمیان ہی ہوا کرتے تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قریش کے باقی قبیلوں کی افرادی قوت اور امارت میں اضافہ ہوگیا تو انہیں بھی مکہ کی شہری ریاست کے امور میں شامل کرلیا گیا اور نئے منصب قائم کرکے قریش کے دیگر قبیلوں میں بانٹ دیئے گئے تاکہ کسی کو بھی احساس محرومی نہ رہے۔ مکہ کے قریش کے مختلف قبیلوں میں آپس میں اختلافات تو پیدا ہوتے رہتے تھے ان کی آپس میں گروہ بندیاں بھی تھیں لیکن مکہ کے قریش آپس میں لڑے کبھی نہیں تھے وہ بیرونی دشمنوں سے بھی بہت ہی مجبوری کی صورت میں لڑائی کرتے تھے اور ایسی لڑائیوں میں آپس کے اختلافات اور گروہ بندیوں کے باوجود وہ سب ایک جھنڈے کے نیچے اکٹھے ہو جایا کرتے تھے۔

انحصار اور تعاون کی مجبوریاں

مکہ کے قریش انسانی ضروریات میں سے نہ کوئی چیز پیدا کرتے تھے اور نہ ہی بناتے تھے مکہ میں نہ زراعت ہوتی تھی اور نہ کوئی صنعت تھی قریش کی روزی روٹی اور مال و دولت کے تین ذریعے تھے بھیڑ بکریاں

اور اونٹ پالنا، دکانداری اور تجارت۔ مکہ ملک عرب کا سب سے بڑا تجارتی مرکز بن چکا تھا سارے عرب سے لوگ حج اور عمرہ کرنے مکہ آتے تھے مکہ والے اپنی ضروریات زندگی کے علاوہ حج اور عمرہ کیلئے آنے والوں کی ضروریات کی اشیا بھی باہر کے دور دراز علاقوں اور ملکوں سے لایا کرتے تھے ایسا نہیں تھا کہ ہر دکاندار اکیلا جا کر کہیں سے ضرورت کی اشیاء خرید لائے، تجارتی قافلے بھی ایک دو یا تین چار افراد یا قبیلے نہیں لے جا سکتے تھے سارے مکہ والوں کا ایک ہی تجارت کا قافلہ ہوتا تھا جس کا ایک ہی سربراہ ہوتا تھا اس کی قیادت میں سینکڑوں اور کبھی ہزاروں اونٹوں پر لدا تجارت کا مال دور دراز ملکوں کی طرف لے جایا جاتا تھا مکہ کے سارے باسی تو ایسے قافلوں کے ساتھ نہیں جا سکتے تھے اکثر خواتین وحضرات ایک دوسرے کے ساتھ حصہ داری کی تجارت کرتے تھے کچھ لوگوں کا مال ایک بندہ لے جاتا تھا دوسرے گروہ کے مال واسباب کا نگران کوئی اور ہوتا تھا اس طریق تجارت میں ان سب کو ایک دوسرے پر انحصار کرنا پڑتا تھا ان کی دکانداری اور تجارت کی بنیاد باہمی تعاون اور انحصار پر تھی اس تعاون کے بغیر نہ ان کی دکانداری چل سکتی تھی اور نہ ہی تجارت کامیاب ہو سکتی تھی اور دکانداری اور تجارت کے بغیر ان کی معیشت اور امارت نہیں چل سکتی تھیں اس لئے وہ ایک دوسرے پر انحصار کرنے ،مل جل کر رہنے اور باہمی تعاون پر مجبور ہوتے تھے اور اس وقت کے خاندانی قبائلی اور معاشرتی نظام کی بنیاد اجتماعیت پر تھی۔

رشتے اور سماجی تعلقات

جہاں کھانے پینے اور روزمرہ کی ضرورت کی ہر چیز باہر سے آتی ہو اور اس کیلئے سب کو ایک دوسرے پر انحصار اور باہمی تعاون کرنا پڑتا ہو وہاں کوئی بھی بندہ ایک دوسرے سے بے نیاز اور لاتعلق نہیں رہ سکتا مکہ بڑا شہر تھا لیکن دور جدید کے شہروں کی مانند نہیں تھا کہ ایک پڑوسی دوسرے کو نہ جانتا ہو اور لوگوں کو دوسروں کو جاننے اور ان سے تعلق قائم کرنے کی بھی کوئی مجبوری نہ ہو مکہ کے قریش ایک ہی قبیلے کی مختلف شاخیں تھے اور کئی نسلوں سے مکہ میں اکٹھے رہ رہے تھے آپس میں ان کی رشتہ داریاں تھیں وہ صبح شام حرم میں محفلیں جماتے تھے باہمی معاملات پر بحث کرتے تھے جو کوئی باہر سے آتا تھا وہ مکہ کے کسی سردار یا قبیلہ سے تحفظ یا دوستی کے معاہدے کے بغیر وہاں نہیں رہ سکتا تھا اس لئے مکہ کے سب باسی ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تھے اور سب کے معاملات سے واقف ہوتے تھے اور کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی ان سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔

شہری بدو

مکہ شہر تھا لیکن مکہ میں رہنے والے قریش کے سب قبیلے صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے بدو

قبیلوں کے طور طریقوں کے پابند تھے صحرائی بدوؤں کی مانند مکہ کے ہر قبیلے کا بھی ایک سردار ہوتا تھا اور قبیلے کے باقی سب افراد اس کے احکام کی پابندی کرتے تھے ہر قبیلے کا سردار سارے قبیلے کی عزت اور وقار کا محافظ سمجھا جاتا تھا اس حوالے سے مکہ کے قریش ایک قسم کے شہری بدو تھے قریش کے مختلف قبیلوں میں آپس کا قبائلی تعصب بھی تھا مگر اس اندرونی تعصب یا باہمی تعصبات کے اوپر ایک وسیع تر قریشی تعصب کا خول چڑھا ہوا تھا فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کیلئے امان کی درخواست قبول فرمائی تھی مکہ کے قریش کی رسوائی اور اپنی ذاتی شکست کے صفوان بن امیہ کے زخم ابھی تازہ تازہ تھے کہ مسلمانوں کی بنو ثقیف کے متحدہ لشکر کے ساتھ حنین کی لڑائی کا مرحلہ آ گیا صفوان بن امیہ اپنی زخمی انا کے ساتھ کھڑا لڑائی کا نظارہ کر رہا تھا جب گھاٹیوں میں چھپے دشمن کے تیروں کی وجہ سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو صفوان کے ماں جائے بھائی نے خوش ہو کر کہا ''آج تو ان کا جادو ٹوٹ گیا''

مشرک صفوان نے غصہ سے کہا تھا ''چپ رہ۔ اللہ تیرا منہ بند کر دے۔ واللہ مجھے کسی بدو کی بجائے کسی قریشی کی ماتحتی زیادہ پسند ہے۔''

اجتماعیت کی زنجیریں

ایسے بدوانہ شہری معاشرے میں کسی قسم کی انفرادیت یا انفرادی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا مکہ کا ہر باسی خاندان اور قبیلہ قریش کی اس درجہ بدرجہ اجتماعیت میں بندھا ہوا تھا خاندان سے اختلاف کرنا قبیلے سے اختلاف کرنا اور پھر سارے قریش سے اختلاف کرنا ان کے معبودوں کا انکار کرنا اور ان کے آباؤ اجداد کے دین سے الگ ہو جانا اجتماعیت کی اس زنجیر کی ساری کڑیوں کو توڑ کر سب کے خلاف بغاوت کے مترادف ہوتا تھا اور ایسی بغاوت کا اس معاشرے میں کبھی کسی نے تصور بھی نہیں کیا تھا مکہ والے اپنے قدیم قبائلی، خاندانی، معاشرتی اور مذہبی تصورات اور رسوم ورواج کے پرستار ہوتے تھے اور ان کا تحفظ اپنا دینی اور قومی فرض سمجھتے تھے۔

ہجو اور طعنوں کا خوف

اس دور کے قبائلی عرب معاشرے میں شاعروں کی ہجو، خواتین کے طعنوں اور ''لوگ کیا کہیں گے'' کا بہت خوف ہوتا تھا ہجو قافلوں اور مسافروں کے ساتھ سفر کرتی ہوئی سارے عرب میں پھیل جاتی اگر کوئی اپنے قبیلے کی روایات اور عربوں کے رسوم ورواج سے انحراف کرتا تھا تو شاعر اس کی سخت مذمت کرتے تھے اور ایسے ہجویہ شعر میلوں اور بازاروں میں گائے اور سنائے جاتے تھے مختلف راستوں سے آنے والے قافلے اور مسافر جب بھی کسی جگہ اکٹھے ہوتے تھے تو سب سے پہلے ''کیا خبر لائے ہو'' پوچھتے تھے اجنبی بھی اور واقف بھی

اوران میں سے جس کسی کے پاس جو خبر اور ہجو ہوتی تھی وہ دوسروں کے حوالے کر دیتا تھا ایسی خبریں اور نظمیں ایک طرح کا سفرنامہ ہوتا تھا جو ہر مسافر ہر محفل میں سنایا کرتا تھا

غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی کہ مکہ کے مشرکوں کے سردار ابوالبختری کو قتل نہ کیا جائے قریش کو شکست ہوگئی تو میدان سے بھاگتے ہوئے ابوالبختری کا حضرت المجذرؓ سے سامنا ہو گیا اس کے ساتھ جنادہ بن ملیحہ بھی تھا حضرت المجذرؓ نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے تو ابوالبختری نے پوچھا "کیا تم میرے ساتھی جنادہ کو بھی چھوڑ دو گے؟"

حضرت المجذرؓ نے جواب دیا "واللہ اسے تو ہم نہیں چھوڑیں گے ہمیں صرف تمہیں قتل نہ کرنے کا حکم ہے"

ابو **البختری** نے کہا "واللہ میں ایسا نہیں کر سکتا میں اس کے ساتھ ہی مروں گا تاکہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہیں کہ اپنی جان بچالی اور اپنے ساتھی کو چھوڑ دیا۔"

ابوالبختری اپنے ہتھیار حوالے کر کے قیدی بننے کو تو تیار تھا لیکن ساتھی کو چھوڑ دینے پر عورتوں کے طعنوں کے ڈر سے مارا گیا تھا۔

قریش کی عورتیں بدر میں مارے گئے اپنے عزیز واقارب کے ماتمی جلوس نکالتی تھیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہند کا باپ عتبہ قریش کے لشکر کا کمانڈر انچیف تھا اور وہ اپنے بیٹے اور بھائی سمیت بدر میں مارا گیا تھا مگر ہند ان ماتمی جلوسوں میں شرکت نہیں کرتی تھی قریش کی خواتین مل کر اس کے پاس گئیں تو اس نے جواب دیا تھا "میں اپنے عزیزوں کا ماتم کر کے محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقعہ دوں اور خزرج کی خواتین کی خوشی کا سبب بن جاؤں میں تو ہرگز ایسا نہیں کروں گی" "لوگ کیا کہیں گے؟" کا اندازہ حضرت خالدؓ بن سعید کے والد ابواحیحہ کے واقعہ سے بھی کیا جا سکتا ہے جو اپنے بیٹے کے مسلمان ہو جانے پر مکہ ہی چھوڑ گیا تھا۔

خواتین کا کردار

توحید اور شرک کی اس جنگ کو سمجھنے کیلئے اس دور کے عربی اور مکی معاشرے میں خواتین کے کردار خاص طور پر بڑے گھرانوں کی خواتین کے کردار کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔ عرب قبائل میں منصف کی بہت قدر ہوتی تھی اس کے فیصلوں کو مانا جاتا تھا اور ان پر عمل ہوا کرتا تھا اور اس قابل احترام عہدے پر خواتین بھی فائز ہوا کرتی تھیں اس سلسلے میں ہند بنت الخس الایادی جمعہ بنت حابس الایادی، صحر بنت لقمان، فصیلہ بنت عامر بن الظرب العدوانی اور حذام بنت الریان بہت مشہور منصف گزری ہیں۔ قریش مکہ کی خواتین صرف کھانا پکانے، کپڑے دھونے اور بچوں کی پرورش کرنے والی گھریلو خواتین ہی نہیں تھیں قریش کے بڑے گھرانوں کی خواتین جو شاعری کرتی تھیں اس کا جائزہ لیا جائے تو اس کا کافی بڑا حصہ اس دور کے لڑائی جھگڑوں

اور تاریخی واقعات کے بارے میں اور اس معاشرے کے رسم و رواج سے متعلق ہے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ معاشرتی اور سماجی معاملات کے بارے میں ان خواتین کی شعوری سطح مرد شاعروں کے برابر تھی اور ایسے معاملات کے بارے میں وہ بڑی آزادی سے اظہار خیال کیا کرتی تھیں اور ان میں عملی حصہ بھی لیا کرتی تھیں قریش کی خواتین دکانداری بھی کرتی تھیں اور تجارت بھی عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ سے ہاشم کی ملاقات ایک تجارتی بازار میں ہی ہوئی تھی اور ان کی کاروباری فراست سے متاثر ہو کر ہی ہاشم نے انہیں شادی کا پیغام بھجوایا تھا سب سے بڑی مثال تو سیدہ خدیجہؓ کی ہے جو بڑے باپ کی بیٹی تھیں لیکن اپنی کامیاب آزادانہ تجارت کیا کرتی تھیں اور کسی کی کسی طرح بھی محتاج نہیں تھیں۔ابوسفیان کی بیوی ہند اس وقت بھی اپنی الگ تجارت کیا کرتی تھیں جب ان کا بیٹا امیر دمشق تھا اور اس نے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں تجارت کیلئے بیت المال سے قرض لیا تھا۔ام المومنین حضرت سودہؓ کے بارے میں ام المومنین اور حفصہؓ کی کنیز خلیسہ کی روایت ہے کہ وہ مدینہ میں بھی طائفی کھالیں بنایا کرتی تھیں حضرت سائب بن اقرع ثقفی کی والدہ ملیکہ عطر بیچا کرتی تھیں اور ایک بار حضور ﷺ کے پاس بھی عطر بیچنے آئی تھیں۔مکی معاشرے میں بڑے گھرانوں کی مشرک خواتین کو جو اہمیت حاصل تھی اس کی وجہ سے مشرک خواتین نے توحید اور شرک کی لڑائی میں بھی نہایت اہم کردار ادا کیا تھا رسول اللہ ﷺ کے تایا ابولہب کی بیوی ام جمیل ابوسفیان کی بہن تھی وہ شرک کے بڑے سردار کی بیوی اور بڑے سردار کی بیٹی اور بہن تھی وہ ہند کی نند تھی اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت میں اس سے بھی آگے نکلنے کی کوشش کیا کرتی تھی ام جمیل کانٹے دار جھاڑیاں رسول اللہ ﷺ دروازے کے سامنے پھیلا دیا کرتی تھی اور آپ ﷺ کے خلاف شعر لکھ کر گایا کرتی تھی وہ آپ ﷺ کے خلاف فتنے اور افواہیں پھیلاتی تھی لیکن بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب میں سے کوئی اسے روک نہیں سکتا تھا عبدالمطلب کے بارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں لیکن ابولہب کا ماں جایا بہن بھائی کوئی نہیں تھا وہ ان کی بیوی لبنیٰ سے واحد اولاد تھا اس کے باوجود بنو مطلب مین سے کوئی اس کی بیوی کی ''آزادی'' میں رکاوٹ نہیں بن سکا تھا۔ام جمیل کی اسلام دشمنی کا اندازہ قرآن کریم کی ان آیات سے لگایا جا سکتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆''وہ عنقریب شعلوں والی آگ میں پڑے گا
اور اس کی بیوی بھی
جبکہ وہ ایندھن اٹھانے والی ہوگی
اور اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی'' (111:3تا5)

ابو طالب کی وفات کے بعد ابولہب بنو ہاشم اور بنو مطلب کا سردار بن گیا تھا بدر کے میدان میں قریش کی ذلت اور رسوائی کے غصہ کی حالت میں اس نے عباس بن عبدالمطلب کے غلام ابو رافع کو تھپڑ مار دیا تو

عباس کی بیوی ام فضل نے بھری محفل میں اس کی ہتھوڑے سے پٹائی کردی تھی۔ایک خاتون کے اپنے قبیلے کے سردار کی پٹائی سے اس معاشرے میں خواتین کے کردار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے بدر میں قریش کی ذلت اور رسوائی کے بعد مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑ کانے اور ان سے بدلہ لینے کیلئے تیار کرنے کی مہم میں مرد شاعروں کے ساتھ ساتھ قریش کی خواتین شاعروں نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا تھا ابوسفیان کی بیوی ہند نے قسم کھائی تھی کہ اپنے باپ، بھائی اور چچا کا بدلہ لینے تک وہ نہ تو اپنے سر میں تیل ڈالے گی اور نہ ہی آرائش کرے گی۔

مسلمانوں سے بدر کی ذلت اور رسوائی کا بدلہ لینے کیلئے قریش کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو صفوان بن امیہ نے کہا "اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لے چلو وہ ہمیں بدر میں مارے جانے والوں کی یاد اور ان کا بدلہ لئے بن خود بھی زندہ واپس نہ آنے کے ہمارے عہد یاد دلاتی رہیں گی سب سے پہلے میں اعلان کرتا ہوں کہ میری بیوی لشکر کے ساتھ جائے گی۔"

عمرو بن عاص اور عکرمہ بن ابو جہل نے اس کی تجویز کی حمایت کی تو نوفل بن معاویہ نے ابوسفیان سے کہا ایسا نہ کرو اگر اس دفعہ بھی مسلمانوں کو فتح ہوگئی تو عورتوں کے بارے میں ذلت اٹھانی پڑے گی اس پر ابو سفیان کی بیوی ہند نے شور مچا دیا "ہم تو ضرور جائیں گی" اور ابوسفیان بھی اس کی مخالفت نہیں کر سکا تھا اور مشرک سرداروں کی بیویاں، بیٹیاں اور مائیں لشکر میں شامل ہوگئی تھیں۔

جب قریش کا جھنڈا گر گیا تو انہی قریشی خواتین میں سے ایک عمرہ بنت الحارث نے آگے بڑھ کر گرا ہوا جھنڈا اٹھا کر بلند کر دیا تھا اور قریش کے میدان سے بھاگ جانے کے بعد بھی وہ جھنڈا اٹھائے میدان میں موجود رہی تھی جس کی وجہ سے قریش کو پلٹ کر اکٹھا ہونے کا موقعہ مل گیا تھا۔

قریش کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ کی بیوی سلافہ بھی ان خواتین میں شامل تھی طلحہ اور اس کے بیٹے جنگ احد میں مارے گئے تو مکہ پہنچتے ہی سلافہ نے اعلان کر دیا تھا کہ جو کوئی اس کے بیٹوں کے قاتل کا سر لائے گا وہ اسے سو اونٹ انعام دے گی اور اسی انعام کے لالچ میں سفیان بن خالد نے دھوکہ سے رجیع کے کنویں پر حضرت عاصمؓ اور ان کے تین ساتھیوں کو شہید کر دیا تھا اور حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو پکڑ کر مکہ لے گیا تھا جہاں قریش نے انہیں پھانسی پر چڑھا کر شہید کر دیا تھا۔

احد کے میدان میں اپنے زیور اتار کر حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے والے ابودسمہ کو انعام میں دینے والی اور سید الشہداء کا کلیجہ نکال کر چبانے والی ہند نے فتح مکہ کے وقت اپنے خاوند کی زبان سے مشرکوں کیلئے رسول اللہ ﷺ کا امان کا اعلان سن کر قریش کے مجمع میں اس کی مونچھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا تھا "لوگو آگے بڑھو اور اس بڈھے کو قتل کر دو" توحید اور شرک کے اس معرکے میں قریش کی خواتین کے کردار کو نظر انداز کرنے سے اس معرکے کی تفہیم مشکل ہو جاتی ہے اپنے بیٹوں، بھائیوں، عزیز و اقارب اور خاوند کی موت یا قتل پر عرب خواتین جو

قصیدے کہتی تھیں ان میں مرنے والوں کی بہادری، قبیلے کیلئے ایثار و قربانی اور اس کی مہمان نوازی پر فخر کیا جاتا تھا اور ایسی چیزوں کی بڑائی کے دعوے کئے جاتے تھے جو قبیلے کے نام و نمود اور جاہلانہ فخر و غرور کی بنیاد ہوتی تھیں۔

دامادی رشتہ

عرب معاشرے میں داماد کو اس کی بیوی کا سارا قبیلہ اپنے میں سے ہی سمجھتا تھا اور سسرالی قبیلے کی ساری طاقت داماد کی اپنی قوت بن جاتی تھی اور بڑے اور طاقتور قبیلوں کے داماد سسرالی قبیلے کی طاقت اور اثر و رسوخ سے اکثر مرعوب بھی ہوا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کا تایا ابولہب بنیادی طور پر بزدل انسان تھا لیکن اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کے دین کی ابولہب کی طرف سے مخالفت کی ایک وجہ اس کی ابوسفیان اور بنو عبد الشمس سے سسرالی رشتہ داری بھی تھی حضرت علیؓ کے بڑے بھائی عقیل بن ابو طالب کی بیوی فاطمہ ابوسفیان کی بیوی ہند کی بہن اور عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی اور عقیل نے بھی اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی مخالفت کی تھی جبکہ اس کے باپ نے ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا تھا جنگ بدر کے قیدیوں میں عقیل بھی شامل تھا اور اس کی بیوی فاطمہ نے فتح مکہ کے روز اپنی بہن ہند کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔

شادی کی سیاسی اہمیت

اپنی سسرالی قوت میں اضافہ کی خاطر عربوں کے بڑے سردار کئی کئی شادیاں کرتے تھے اور باپ کی موت کے بعد بڑے قبیلے سے تعلق رکھنے والی اپنے باپ کی بیوی کو بھی اپنی بیوی بنا لیتے تھے تاکہ وہ رشتہ قائم رہے۔ابوسفیان کی بیوی ہند بڑے خاندان سے تھی اس نے مکہ کے معاملات میں بڑا سرگرم حصہ لیا تھا اس لئے شہرت اسی کو حاصل ہوئی اگرچہ ابن جریج کی روایت کے مطابق ابوسفیان اور صفوان بن امیہ کی چھ چھ بیویاں تھیں صفوان بن امیہ کی بیویوں کا اگر شمار کیا جائے تو وہ چھ سے بھی زیادہ تھیں اور باپ کی موت کے بعد اس نے اپنے باپ کی بیوی فاختہ بنت اسود بن مطلب کو بھی اپنی بیوی بنا لیا تھا کیونکہ اس کا تعلق قریش کے بڑے قبیلے سے تھا اس کی دیگر چھ بیویوں میں سے ایک عاتکہ دختر ولید بن مغیرہ حضرت خالدؓ بن ولید کی بہن اور ابوجہل کی چچازاد بہن تھی اس کی ایک بیوی ابوجہل کے بھائی حارث کی بیٹی تھی جبکہ اس کی بیوی امیمہ ابوسفیان بن حرب کی بیٹی تھی۔ حضرت عروہؓ بن مسعود بنو ثقیف کے بڑے سردار تھے ان کی بیویوں میں چار مکہ کے قریش کی بیٹیاں تھیں جن میں زینب دختر ابوسفیان بن حرب بھی شامل تھیں اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری کئی بیویاں ہیں کیا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے چار کا انتخاب کر لو تو انہوں نے جن چار کا انتخاب کیا تھا ان میں زینب دختر ابوسفیان بھی شامل تھی اسلام نے جن خواتین کو ان کے خاوندوں کے

بیٹوں سے نجات دلائی تھی ان میں ابوطلحہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان کی بیٹی حمنہ، اسود بن مطلب کی بیٹی فاختہ، صخر بن مالک کی بیٹی ام عبید اور خارجہ بن سنان بن حارثہ کی بیٹی ملیکہ بھی شامل تھیں۔

بدوانہ روحانیت

جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مشرق اور شمال میں چھوٹی چھوٹی نئی پرانی نیم خود مختار حکومتیں تھیں جنوب میں حبشہ والوں کے، جنوب اور مشرق میں ایران اور شمال میں رومیوں کے سیاسی اور تہذیبی اثرات موجود تھے لیکن حجاز اور نجد میں کبھی کوئی چھوٹی بڑی حکومت نہیں رہی تھی یہ مارو صحراؤں اور ریگستانوں کے خطے اور خالص بدو تہذیب کے علاقے تھے ان علاقوں کے حکمران اگر کسی کو کہا جا سکتا تھا تو وہ مکہ کے قریش تھے اور ان کی اس حکمرانی کی بنیاد ان کا مکہ پر قبضہ اور بیت اللہ کی مجاوری تھی مکہ سارے عربوں اور بدوؤں کا روحانی مرکز تھا اس مرکز کا دینی اور دنیاوی کنٹرول قریش کے پاس تھا اس وجہ سے وہ سارے بت پرست بدوؤں کے ایک طرح سے روحانی پیشوا تھے۔ حالات نے اونٹ اور بھیڑ بکریاں چرانے والے قریش کو بدوؤں کے روحانی مرکز سے جاہ پرست تجارت پیشہ مجاور بنا دیا تھا اس وجہ سے اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ان مشرکوں کے اتحاد کی بنیادیں ان کی بدوانہ دینی روحانی معاشرتی سیاسی اور تجارتی مجبوریاں تھیں۔

توحید کی قوت

توحید صرف عقیدہ ہی نہیں یہ ایک طرز فکر اور طریق زندگی ہے اور جب تک توحید پر ایمان رکھنے والوں کے فکر و عمل عقیدہ توحید کے تابع نہ ہو جائیں توحیدی معاشرہ وجود میں نہیں آ سکتا اور جب تک توحیدی معاشرہ وجود میں نہ آئے اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت بحال نہیں ہوتی اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کا مشن سونپا گیا تھا اس مقصد کے حصول کیلئے اللہ کے بندوں کے دلوں پر سے بتوں اور جھوٹے معبودوں کا قبضہ ختم کر کے انہیں پاک صاف کرنا ان پر اللہ کی حاکمیت بحال کرنا انہیں توحیدی طرز معاشرت کی تربیت دینا اور ایسے تربیت یافتہ افراد کی جماعت تیار کرنا بنیادی ضرورت تھی تا کہ توحیدی معاشرے اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی راہ ہموار ہو جائے اس کے لئے ایک وسیع تر اور ہمہ جہتی تربیتی پروگرام کی ضرورت تھی اللہ کے رسول ﷺ نے پہلی وحی کے جلد ہی بعد دار ارقم میں ایسے وسیع تر ہمہ جہتی تربیتی پروگرام کا آغاز کر دیا۔

حضرت ارقمؓ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے ایک روایت کے مطابق وہ اسلام قبول کرنے والے ساتویں تھے اور دوسری روایت کے مطابق بارھویں تھے وہ نو عمر بھی نہیں تھے ان کا تو نوجوان بیٹا عثمانؓ بھی جنگ بدر میں شہیدوں میں شامل تھا اور بدر کے سب سے کم عمر شہید عمیرؓ بن ابی وقاص سولہ سال سے زیادہ عمر کے تھے۔ حضرت ارقمؓ کا تعلق ابوجہل کے قبیلے بنو مخزوم سے تھا اُن کا دادا اسد ابوجہل کے دادا مغیرہ کا بھائی تھا حضرت ارقمؓ کی پھوپھی ام حذیفہ ابوجہل کے حقیقی چچا ابو حذیفہ سے بیاہی ہوئی تھیں اور حضرت ارقمؓ کے پھوپھی زاد اور ابوجہل کے چچا زاد حضرت ہشامؓ بن ابو حذیفہ بھی دار ارقم میں تربیت حاصل کرنے والی ابتدائی جماعت میں شامل تھے۔

دار ارقم بیت اللہ کے قریب ہی واقع تھا مکہ کے مشرک صبح شام حرم کے احاطے میں محفلیں منعقد کیا کرتے تھے اور دار ارقم بھی حرم کا حصہ تھا عربی زبان میں ''دار'' بڑے گھر یا حویلی کو کہتے ہیں چھوٹے گھر کو

''بیت'' کہا جاتا ہے ابن سعد دارارقم کے بارے میں کہتے ہیں ''اسی میں آپ ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور اسی میں کثیر قوم اسلام لائی'' رسول اللہ ﷺ رات کو وہاں نہیں رہتے تھے اور نہ ہی دیگر مسلمان رات کو دار ارقم میں چھپے ہوتے تھے سارے مسلمان اپنے اپنے گھروں میں ہی رہتے تھے اپنا اپنا کاروبار بھی کرتے تھے اور دارارقم میں اکٹھے ہو کر قرآن سنا اور پڑھا کرتے تھے وہ وہاں نمازیں ادا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ انہیں دینی اور دنیاوی معاملات کی تعلیم اور ایک دوسرے کی مدد اور تعاون اور مل جل کر مشکلات کا مقابلہ کرنے کی تربیت دیتے تھے دارارقم بچوں کی تعلیم کا مرکز نہیں تھا جہاں لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہو دارارقم مسلمانوں کی مسجد بھی تھا دار المشورہ بھی تھا انتظامی ہیڈ کوارٹر بھی تھا اور دار الفلاح بھی ہوتا تھا مسلمان وہاں دروازے بند کر کے دن رات چھپے نہیں رہتے تھے ابو جہل اور ان کے ساتھی حرم کے احاطہ میں محفلیں جمائے بیٹھے ہوتے تھے اور ان سے تھوڑے فاصلے پر ابو جہل کے چچازاد کی حویلی میں اہل توحید کا تربیتی پروگرام جاری ہوتا تھا اور مکہ کے سب لوگ اس سے واقف تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید کے ابتدائی تین سال بہت مشکل تھے مگر انہی تین سالوں میں اہل توحید کی وہ جماعت تیار ہوئی جس نے اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکیت کے قیام میں بہت ہی اہم کردار ادا کیا تھا جس کا جائزہ ہم آگے چل کر لیں گے مگر ان ابتدائی سالوں میں مشکلات کیا تھیں؟

اہل عرب اور اہل مکہ کے دلوں پر بتوں اور جھوٹے معبودوں کا قبضہ تھا

مسلمانوں کے پاس دنیاوی وسائل اور افرادی قوت نہ ہونے کے برابر تھے

مکہ کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی ڈھانچے پر اہل شرک کا قبضہ تھا

ان سب مشکلات کا مقابلہ کرنے کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس دو ہی چیزیں تھیں اللہ کا کلام اور اپنا ذاتی کردار۔

اللہ کا کلام

جو کوئی بھی اللہ کا کلام سنتا تھا وہ اسے اللہ کی طرف سے ماننے پر مجبور ہو جاتا تھا عرب شاعر اور شعر شناس تھے صحرائی زندگی کی جذباتیت کو شعر میں بیان کرنے کی وہاں بہت پرانی روایت تھی اور شعر کی جذباتیت عربوں کے دلوں پر بہت زیادہ اثر کرتی تھی نثر میں دلیل کے ساتھ بات کرنے اور دماغ پر اثر انداز ہونے کی روایت اگرچہ کمزور تھی مگر موجود تھی اور اللہ کا کلام ان کے دلوں کو بے قابو کر دیتا تھا اور دماغوں کو بدل دیتا تھا۔ اس میں شعری لذت اور لطافت بھی تھی اور دلیل سے حق ثابت کرنے اور باطل کو رد کرنے والی نثری قوت بھی تھی۔ اللہ کا کلام سننے والوں کے دل و دماغ میں پیوست ہو جاتا تھا۔

الامین ﷺ کا ذاتی کردار

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے چالیس سال مکہ میں اہل مکہ کے درمیان گزارے تھے وہ آپ ﷺ کی پیدائش سے آغاز مشن تک کی زندگی کے ایک ایک لمحہ سے واقف تھے مگر اللہ کے دین کے کسی بڑے سے بڑے دشمن نے بھی آپ ﷺ سے دشمنی کے سارے زمانے میں کبھی یہ نہیں کہا کہ جن بتوں اور جھوٹے معبودوں کی عبادت سے آپ ﷺ ہمیں منع فرماتے ہیں کل تک تو آپ ﷺ خود ان کی عبادت کیا کرتے تھے کبھی کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی یہ نہیں کہہ سکا تھا کہ آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ بولا تھا یا کسی کو دھوکہ دیا تھا جو بھی کوئی سنتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا رسول مقرر فرمایا ہے اور خلوص نیت سے آپ ﷺ سے اللہ کا کلام سنتا تھا اس کے دل و دماغ مان لیتے تھے کہ قرآن اللہ کا سچا کلام ہے اور آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ ان کے دل و دماغ تو اللہ کے رسول ﷺ کی سچائی اور دیانت کے پہلے ہی گواہ ہوتے تھے حضرت یاسرؓ بھی اسلام نہیں لائے تھے ایک روز انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عمارؓ سے پوچھا ''تم کہاں جا رہے ہو؟''

نوجوان عمارؓ نے جواب دیا ''میں محمد ﷺ کے پاس جا رہا ہوں''

حضرت یاسرؓ نے کہا ''محمد ﷺ اگر کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو وہ سچ کہتے ہیں کیونکہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور مکہ میں کوئی ایک فرد بھی نہیں کہہ سکتا کہ محمد ﷺ نے اس سے کبھی جھوٹ بولا ہے''

رومی شہنشاہ ہرقل نے اللہ کے دین کے دشمنوں کے سردار ابوسفیان سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا تھا

ہرقل: ''نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تم نے کبھی انہیں جھوٹ بولتے پایا ہے؟''

ابوسفیان: ''جی نہیں''

ہرقل: ''وہ عہد شکنی کرتا ہے؟''

ابوسفیان: ''جی نہیں''

پیغمبرانہ طریق تربیت

رسول اللہ ﷺ کی اللہ کے دین کی طرف دعوت کا مقصد صرف قرآن پڑھنے والے اور عبادت گزار افراد تیار کرنا ہی نہیں تھا اس دعوت کا مقصد ایسے انسان تیار کرنا تھا جو دوسروں کیلئے نمونہ ہوں دینی زندگی میں بھی اخلاقی معاملات میں بھی اور عملی زندگی میں بھی جو کوئی بھی اس تربیتی پروگرام میں شامل ہو جاتا تھا وہ دارارقم میں قرآن بھی پڑھتا تھا نماز بھی ادا کرتا تھا اور روزمرہ کی عملی زندگی کو توحیدی معاشرے کی ضرورتوں کے مطابق ڈھالنے کی بھی تربیت حاصل کرتا تھا مگر ایسا نہیں تھا کہ مسلمان صرف دارارقم میں بند ہو کر ہی قرآن اور نمازیں

پڑھا کرتے تھے وہ اپنے گھروں میں بھی قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور مکہ کی وادیوں اور اپنے اپنے گھروں میں بھی نمازیں ادا کرتے تھے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے گھر میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد یا جگہ بنائی تھی وہ اس جماعت کے اہم رکن حضرت عمارؓ بن یاسر تھے عبادت اور تلاوت سے مسلمانوں کے دلوں پر خدا کی حاکمیت قائم ہو جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ کے ڈر کے علاوہ ان کے دلوں سے ہر کسی کا ہر قسم کا ڈر اور خوف دور ہو جاتے تھے ان کے دل بتوں، جھوٹے معبودوں اور شرک کے سرداروں کے خوف اور ڈر سے اور ان کیلئے محبت سے پاک اور صاف ہو جاتے تھے اللہ کے دین اور رسول ﷺ سے تعلق، رشتہ اور محبت باقی سب تعلقات اور رشتوں پر غالب آجاتے تھے ان کی سوچ، فکر اور عمل اللہ کے خوف اور ڈر کے احاطے میں آجاتے تھے۔

مشرک معاشرے اور اس کے افراد کا کوئی مقصد حیات نہیں ہوتا تھا اس معاشرے میں انسان حیوانی سطح پر زندگی گزارتے تھے کھانا، پینا، پہننا، بچے پیدا کرنا، دولت کمانا، عیش وعشرت کرنا اور مرجانا اس معاشرے کی اور اس کے افراد کی کوئی اخلاقی اور روحانی منزل نہیں تھی جب ایسی کوئی منزل ہی نہیں تھی تو اس کے حصول کی کوئی کوشش بھی وہاں دکھائی نہیں دیتی ان کی ساری کوششوں اور بدوانہ قبائلی اخلاقیات کا محور ومرکز زیادہ سے زیادہ دولت کمانا اور اثر ورسوخ پیدا کرنا تھا تا کہ ان کی اس حیوانی زندگی کی ضروریات پوری ہوتی رہیں جن انسانوں کی زندگی کا کوئی اعلیٰ تر مقصد نہیں تھا اللہ کے دین اور رسول ﷺ نے انہیں عظیم تر مقصد حیات سے آشنا کر دیا تو دل ودماغ کے بعد ان کا طرز فکر اور طرز زندگی بھی بدل گئے ان کی زندگی کی ایک منزل متعین ہوگئی تو قریش کے اعلیٰ خاندانوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں اور غلاموں اور نچلے طبقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے درمیان ایک اعلیٰ تر با مقصد اخلاقی اور روحانی تعلق اور وحدت پیدا ہو گئے، آقا وغلام اور چھوٹے بڑے کی تمیز ختم ہوگئی ایسی توحیدی وحدت پرانے نظام اور اس کے محافظوں اور مجاوروں کو کسی صورت قبول نہیں تھی کیونکہ ایسی وحدت ان کے وراثتی، معاشرتی اور سیاسی اقتدار کے خلاف تھی انہیں یہ بھی دکھ تھا کہ ان کے بیٹے، بیٹیاں، بہن، بھائی اور عزیز واقارب ان سے ہر قسم کا تعلق ختم کر کے غلاموں اور نچلے طبقوں کے افراد میں شامل ہوتے جارہے تھے اور ان کے ساتھ اسلامی رشتہ ہی ان کیلئے سب سے اہم رشتہ بن جاتا تھا وہ اسے اپنی بڑی توہین اور بے عزتی خیال کرتے تھے بلکہ یہ تو ان کے سارے قبیلے اور معاشرے کی توہین اور بے عزتی ہوتی تھی۔ مشرک تو اپنی اور اپنے قبیلے کی عزت کی خاطر جانیں قربان کرنا فخر سمجھتے آئے تھے ان کے شاعر تو ایسی قربانیوں کے قصیدے لکھا کرتے تھے وہ ایسی توہین اور بے عزتی کیسے برداشت کر سکتے تھے؟

توحید والوں کے دل ودماغ پر اللہ کا قبضہ ہو گیا ان کو اعلیٰ ترین مقصد حیات مل گیا اس مقصد اور منزل کے حصول کے لئے وہ سب توحیدی جماعت بن گئے تھے ان کے پاس نہ زیادہ وسائل تھے اور نہ افرادی قوت تھی اور سیاسی، معاشی اور معاشرتی ڈھانچے پر شرک کے سرداروں کا قبضہ تھا جو اپنی انفرادی اور اجتماعی توہین اور

بے عزتی کا بدلہ لینے کیلئے اسلام قبول کرنے والے غلاموں اور لونڈیوں پر بے پناہ ظلم کرنے لگے تھے اور قریش کے اعلیٰ خاندانوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے اپنے والدین اور عزیز و اقارب نے بھی ان کی مار پٹائی شروع کردی تھی کسی نے اپنے بیٹے کو قید کردیا تھا تو کسی دوسرے نے اپنے بیٹے کا روٹی پانی بند کردیا تھا۔

بھائی بندی

رسول اللہ ﷺ نے ایسی معاشرتی اور معاشی مشکلات پر قابو پانے کیلئے دو دو مسلمانوں میں بھائی چارہ قائم کردیا مدینہ میں انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی چارے سے بہت پہلے دعوت کے آغاز میں ہی اللہ کے رسول ﷺ نے اکثر صحابہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کرکے توحیدی وحدت مضبوط کرنے کا آغاز کردیا تھا۔ قریش کے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے والے حضرت عبیدہؓ بن الحارث کو حضرت بلالؓ حبشی کا دینی بھائی بنا دیا تھا عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرانے والے عبداللہؓ بن مسعود کو مکہ کے اعلیٰ خاندان کے کامیاب تاجر زبیر بن العوام کا بھائی بنا دیا گیا تھا حضرت ابو حذیفہؓ کے مولیٰ حضرت سالمؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے درمیان بھائی چارہ قائم کردیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا گیا تھا اور حضرت سعیدؓ بن زید حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کے ساتھ بھائی بندی کے رشتے میں منسلک ہو گئے تھے اور مسلمان ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہو گئے تھے بعد میں جب حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ فاروق مسلمان ہو گئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ابو طالب کے فرزند حضرت حمزہؓ کے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضرت عمرؓ فاروق کے بھائی بنا دیا تھا۔ جیسے جیسے لوگ مسلمان ہوتے رہے ان کے درمیان بھائی بندی کا تعلق قائم کیا جاتا رہا اور نسل، رنگ، سردار، غلام، چھوٹے بڑے کی تمیز کے بغیر بھائی بندی کے اس نظام نے نظریاتی وحدت اور معاشرے کی بنیاد رکھ دی تھی اور مکی معاشرے میں مسلمان ایک منفرد معاشرتی دینی اور سیاسی جماعت اور قوت کے طور پر سامنے آ گئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا ''سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور پانی کی مانند ہیں جو طوفان میں بھی یکجان رہتا ہے۔''

مسلمان دین میں بھی بھائی تھے اس بھائی چارے سے معاشرتی معاملات میں بھی بھائی بھائی ہو گئے تو کمزور اور غلام بڑے خاندانوں اور طاقتور قبیلوں کے افراد کے بھائی بن گئے ان کی قوت اور وسائل سے انہیں سہارا مل گیا مختلف قبیلوں کے افراد میں بھائی بندی سے پرانے قبائلی امتیازات ختم ہو گئے جن مسلمانوں کے پاس وسائل تھے وہ کمزوروں کی مدد کرنے لگے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے سات غلاموں، لونڈیوں اور کنیزوں کو ان کے ظالم مالکوں سے خرید کر آزاد کردیا حضرت عامرؓ بن فہیرہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بیوی ام رومان (حضرت عائشہ صدیقہ کی والدہ) کے پہلے خاوند سے بیٹے طفیل کے غلام تھے۔ طفیل ان پر بہت ظلم کرتا

تھا حضرت ابوبکرؓ صدیق نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا اور معاوضے پر اپنی بکریاں چرانے کو رکھ لیا۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ مکہ کے ایک بازار میں جا رہے تھے حضرت عثمانؓ بن عفان بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے سامنے ابوجہل اس کا غلام اور آوارہ لڑکے رسیوں میں بندھے حضرت یاسرؓ ان کی بیوی اور بیٹے عبداللہ کو ڈنڈوں سے پیٹ رہے تھے اور انہیں اسلام چھوڑنے کیلئے کہہ رہے تھے رسول اللہ ﷺ سے ان کی حالت دیکھی نہیں گئی آپ ﷺ نے بلند آواز میں فرمایا ''صبر کرو یا آل یاسرؓ'' عرب کے مشرک معاشرے کی قدیم روایات کے مطابق مالک اپنے غلام سے جو چاہے سلوک کرے خواہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے کوئی دوسرا اسے روک نہیں سکتا تھا۔ توحید کی قوت سے وہ لوگ اتنے مضبوط ہو گئے تھے کہ ظالم اور ظلم پسپائی پر مجبور تھے۔

دعوت کے پہلے تین سال

رسول اللہ ﷺ حج کیلئے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کے ساتھ حج کرنے والے مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے ان حاجیوں کا تعلق عرب کے سب علاقوں سے تھا ان میں مرد بھی تھے اور خواتین بھی تھیں لیکن ان سب کے ناموں کی فہرست کہیں نہیں ملتی اللہ کے رسول ﷺ نے جس لشکر کے ساتھ مکہ فتح کیا تھا اس میں دس ہزار اہل توحید شامل تھے مگر ان سب کے ناموں کی بھی کوئی فہرست دستیاب نہیں۔ مکہ سے آپ ﷺ حنین کے غزوہ کیلئے گئے اور وہاں سے طائف تشریف لے گئے ان غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھیوں کی تعداد بارہ ہزار تھی جن میں چند خواتین بھی شامل تھیں لیکن اگر کوئی ان سب کے ناموں کی فہرست تیار کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا کیونکہ ان کی یا کسی بھی اور غزوہ میں شامل صحابہ کی مکمل فہرست نہیں ملتی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں بہت سی کتب دستیاب ہیں لیکن ان ساری کتب میں جن صحابہ کرام کا ذکر ملتا ہے خواہ وہ چند سطروں میں ہو یا تفصیل کے ساتھ ان کی تعداد دس ہزار بھی نہیں بنتی حالانکہ ان میں بعض ایسے صحابہ کے نام بھی شامل ہیں جن کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ ''انہیں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تھی''یعنی وہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ تو حج میں شامل تھے اور نہ ہی کسی غزوہ میں کبھی شامل ہوئے تھے

یہ مشکل کیوں ہے؟

اس لئے کہ سب نام کبھی بھی کسی رجسٹر میں نہیں لکھے جاتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے کافی عرصہ بعد جب سیرت مبارک سے متعلق واقعات اور روایات جمع کرنے کا کام شروع کیا گیا تو ان ہی صحابہ کرام اور صحابیات کے نام لکھے گئے۔

جن کا کسی واقعہ میں ذکر آ گیا تھا

جنہوں نے کوئی روایت بیان کی تھی

مگر سب صحابہ کرامؓ کا تو کسی واقعہ سے تعلق کے حوالے سے ذکر نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اگر کوئی کسی غزوہ میں شامل بھی تھا مگر نہ ان کے پاس کمان تھی نہ جھنڈا تھا نہ وہ شہید یا زخمی ہوا تھا تو اس کا ذکر واقعات اور روایات میں نہیں آیا اس لئے اہل علم کی ساری کوششوں کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے جملہ صحابہ کرامؓ اور صحابیات کے نام کہیں نہیں ملتے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے ابتدائی تین سال میں اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام اور صحابیات کی فہرست کی تیاری میں بھی یہی مشکل درپیش رہی ہے اگر اسلام قبول کرنے والوں میں سے کسی پر مشرکین مکہ نے ظلم اور زیادتی کیئے تھے تو اس کا ذکر آ گیا اگر کسی کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی تھی تو اس کا بھی ذکر آ گیا لیکن کیا سارے ہی اسلام قبول کرنے والوں نے ہجرت کی تھی؟ ایسا نہیں۔ کیا سب کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا؟ ایسا بھی نہیں۔ لہٰذا ایسے واقعات اور روایات کی بنیاد پر اس دور میں اسلام قبول کرنے والے صحابہ اور صحابیات کی تعداد کا تعین کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ روایات میں انہی صحابہ کرام کا ذکر آیا ہے جن کے حوالے سے اس دور میں کوئی ''خبر'' بن گئی تھی اور اس دور میں روایت خبر کی ہی بنتی تھی۔ اس دور میں کتنے افراد نے اسلام قبول کیا تھا؟ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے سیرت سرور عالم میں یہ تعداد ایک سو چونتیس دی ہے جو کسی بھی سیرت کی کتاب کی نسبت سے سب سے زیادہ ہے لیکن کسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں، حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کے نام اس فہرست میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں فہرست میں حضرت ابو بکرؓ صدیق، ام المومنین حضرت خدیجہؓ حضرت علیؓ اور زیدؓ بن حارثہ کے نام بھی شامل نہیں۔ فہرست میں ایک سو انتیس ناموں کے بعد ام فضل کو شامل کر کے ایک سو چونتیس کی تعداد دی گئی ہے۔ اس فہرست میں حضرت ہشام بن ابو حذیفہ کو دو بار شامل کیا گیا ہے ایک بار ہاشم بن ابو حذیفہ کے نام سے اور دوسری بار ہشام بن ابو حذیفہ کے نام سے روایات میں ان کے یہ دونوں نام تو آتے ہیں مگر وہ ہیں ایک ہی شخص۔ مولانا کی تیار کردہ فہرست میں حضرت ولید بن ولید بن مغیرہ، حضرت حارثؓ بن سعید اور بنو عدی کے حضرت مسعودؓ بن سوید بن حارثہ بن نصلہ کو بھی پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والوں میں شامل کیا گیا ہے مگر ہم نے جو فہرست تیار کی ہے (جو آگے آئے گی) اس میں وہ شامل نہیں۔ دعوت توحید کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والوں کی ہماری تیار کردہ فہرست بھی حتمی اور بالکل مکمل اور درست نہیں کہی جا سکتی ہو سکتا ہے مزید تحقیق سے مزید نام مل جائیں یا ہماری تیار کردہ فہرست میں سے بھی بعض نام نکالنا پڑیں اصل حقیقت یہ ہے کہ پہلے تین سال میں اسلام میں داخل ہونے والے افراد کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی جو سیرت کی کتب میں بتائی جاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے دار ارقم میں جو تربیتی ادارہ قائم کیا تھا وہ کئی سال چلتا رہا تھا اس گھر میں مکہ کے دوسرے قبیلوں اور حصوں سے آ آ کر لوگ مسلمان ہوتے رہے لیکن روایات میں اس گھر کے اپنے صرف دو ہی اسلام قبول

کرنے والوں کا ذکر ملتا ہے حضرت ارقمؓ کا اور ان کے جوان بیٹے عثمانؓ کا۔ کیا اس گھر اور خاندان میں صرف وہ باپ بیٹا دو ہی افراد تھے اور ان دونوں میں سے کسی کی بھی بیوی نہیں تھی؟ ارقم کا کوئی اور بیٹا یا بیٹی نہیں تھے؟ اگر تھے تو وہ سب ہی غیر مسلم ہی رہے تھے؟ یا ان میں سے بھی کوئی ایک مسلمان بھی ہو گیا تھا؟ اس بارے میں کسی روایت میں کوئی ذکر نہیں ملتا ایسا ممکن نہیں تھا کہ جو گھر اتنا عرصہ دعوت اسلام کا مرکز رہا ہو اس پورے خاندان میں صرف دو ہی افراد نے اسلام قبول کیا ہو مگر روایات کو ہی بنیاد بنایا جائے تو ایسا ہی ہے ان روایات کی بنیاد پر پہلے تین سال میں اسلام لانے والوں کی تعداد بہت تھوڑی بنتی ہے اور سارے ہی مورخ اور اہل سیرت ہمیشہ سے یہی لکھتے آئے ہیں کہ ان تین سال میں بہت تھوڑے افراد نے اسلام قبول کیا تھا حالانکہ ایسا نہیں تھا سیرت نگاروں، مفسروں اور مورخوں نے ایسی مشکلات اور عقلی پہلوؤں کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کی تعداد کے بارے میں سائنسی تحقیقی طریقہ کبھی نہیں اپنایا اور نہ ہی عملی اور عقلی پہلوؤں پر کبھی غور فرمایا ہے اور ان روایات کو ہی حقیقت اور سب کچھ سمجھ لیا ہے۔

مگر ان سب روایات کو جانچ کر اور ان کی پرکھ کر کے ان کی بنیاد پر ان تین سالوں میں مسلمان ہونے والوں کی اصل تعداد معلوم کرنے کی بھی کسی نے کبھی کوشش نہیں کی حالانکہ ان روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان تین سالوں میں اس سے کافی زیادہ افراد اسلام قبول کر چکے تھے جن کا سیرت تاریخ اور تفسیر کی کتب میں ذکر پایا جاتا ہے ہم نے ان پہلوؤں کو سامنے رکھ کر صحابہ کرام اور صحابیات کے بارے میں دستیاب کتب میں درج روایات اور واقعات کی جانچ پڑتال کر کے ابتدائی تین سال میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اور ان ہی روایات کی بنیاد پر ان مسلمانوں کے اور ان کے الگ الگ قبیلوں کے نسب کے شجرے تیار کئے گئے ہیں تاکہ یہ بھی معلوم ہو سکے کہ ان میں سے کون کس کا کیا لگتا تھا اور اس کا قبیلے کے سردار یا اہم افراد سے کیا رشتہ تھا اور دوسرے قبیلوں کے سرداروں اور مسلمانوں سے اس کی کیا رشتہ داری تھی کسی قبیلہ کے ہمارے تیار کردہ شجرہ نسب کو اس قبیلے کا مکمل شجرہ نسب نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ایک تو روایات میں کسی بھی قبیلے کے سارے افراد کا ذکر نہیں دوسرے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ اصل ضرورت یہ تھی کہ کسی قبیلے کے اسلام قبول کرنے والے افراد کا اس قبیلے کے سردار سے رشتے کا تعین کیا جائے اور پھر ان مسلمانوں کا آپس میں رشتہ معلوم کر کے اندازہ کیا جائے کہ دعوت توحید کے پہلے تین سال میں شرک کے سرداروں کے دکھ اور غضب میں ان کے اسلام قبول کرنے والے عزیز و اقارب کا کتنا حصہ تھا اس سے یہ بھی اندازہ ہو سکے گا کہ توحیدی دعوت نے تین ہی سال میں مشرک معاشرے کی کس طرح بنیادیں کھوکھلی کر کے توحیدی معاشرے کی بنیادیں رکھ دی تھیں اور آگے چل کر جو بھی کامیابیاں حاصل ہوئیں ان کی اصل بنیاد پہلے تین سال کی یہی تعلیم و تربیت تھی۔

ابن سعد کے مطابق اس وقت مکہ میں اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے بڑے بڑے دشمن بیس تھے (1) ابوجہل بن ہشام (2) ابولہب بن عبدالمطلب (3) اسود بن یغوث (4) حارث بن قیس (5) ولید بن مغیرہ (6) امیہ بن خلف (7) اُبی بن خلف (8) ابوقیس بن الفاکہ بن المغیرہ (9) نضر بن حارث (10) منیہ بن الحجاج (11) عاص بن وائل (12) زہیر بن امیہ (13) سائب بن صیفی بن عاید (14) اسود بن عبد الاسد (15) عاص بن سعید بن العاص (16) عاص بن ہاشم (17) عقبہ بن ابی معیط (18) ابن الاصدیٰ (19) حکم بن ابی العاص (20) عدی بن الحمراء

ابن سعد کی اس فہرست میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کا نام درج نہیں حالانکہ وہ بھی اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اس فہرست میں عمرو بن العاص، حکیم بن حزام اور سہیل بن عمرو کے نام بھی شامل نہیں اگرچہ اللہ کے دین کے دشمنوں میں وہ بھی شرک کے اہم محافظ تھے۔ (شجرے ترتیب وار باب کے آخر میں ہیں)

ابوجہل کے عزیز واقارب

ابوجہل شرک کا سردار اور اللہ کے دین کا سب سے بڑا دشمن تھا اس کا تعلق قبیلہ بنومخزوم سے تھا اس کے قبیلے کے جو افراد ان ابتدائی تین سالوں میں مسلمان ہوئے تھے ان کی تفصیل اس طرح ہے

نمبر شمار	نام مسلمان	ابوجہل سے رشتہ
1	حضرت سلمہؓ بن ہشام	ابوجہل کا حقیقی بھائی
2	حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ	ابوجہل کا ماں جایا اور چچازاد بھائی (ابوجہل کے باپ نے اس کی ماں کو طلاق دے دی تھی اور اس کے چچا ابی ربیعہ نے اس سے نکاح کر لیا تھا ابوجہل کی ماں اس وقت زندہ تھی)
3	حضرت ہشامؓ بن ابوحذیفہ	ابوجہل کا چچازاد بھائی (حضرت ارقمؓ کا پھوپھی زاد)
4	حضرت اُمِ سلمہ بنت ابی امیہ	ابوجہل کی چچازاد بہن
5	حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد	حضرت ابوسلمہؓ اور ابوجہل کے دادا حقیقی بھائی تھے (حضرت ابوسلمہ کی والدہ برہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں)
6	حضرت عبداللہؓ بن قیس	حضرت ابوسلمہؓ کے بھتیجے
7	حضرت ہبارؓ بن قیس	حضرت ابوسلمہؓ کے بھتیجے
8	حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم	حضرت ارقمؓ کے دادا اور ابوجہل کے دادا آپس میں حقیقی بھائی تھے
9	حضرت عثمانؓ بن ارقم	حضرت ارقمؓ کے فرزند

10	حضرت عمرؓ بن سفیان	حضرت عمرؓ کے دادا ابوجہل کے دادا کے بھائی تھے
11	حضرت شماسؓ بن عثمان	مخزوم کے بیٹے عامر کی اولاد سے تھے (ابوسفیان کی بیوی ہند کے پھوپھی زاد اور عتبہ بن ربیعہ کے بھانجے)
12	حضرت اُم حبیبؓ	مخزوم کے بیٹے عامر کی اولاد سے تھیں

ابوجہل کے ان تین سال میں اسلام قبول کرنے والے دیگر رشتہ دار

نمبر شمار	نام	رشتہ
1	حضرت ہشامؓ بن عاص	ابوجہل کے بھانجے (اس کی بہن حرملہ کے بیٹے)
2	حضرت خالدؓ بن سعید	ابوجہل کے پھوپھی زاد (ان کی پھوپھی صفیہ کے بیٹے تھے)
3	حضرت عمروؓ بن سعید	ابوجہل کے پھوپھی زاد (ان کی پھوپھی صفیہ کے بیٹے تھے)
4	حضرت یزیدؓ بن زمعہ	ابوجہل کی چچازاد بہن قریبہ کے بیٹے
5	حضرت ابن ام مکتومؓ	ابوجہل کی رشتہ میں پھوپھی عاتکہ کے بیٹے
6	حضرت فاطمہؓ بنت خطاب	ابوجہل کی چچازاد بہن کی بیٹی (حضرت عمرؓ فاروق کی بہن)
7	حضرت سعیدؓ بن زید	ابوجہل کی بھانجی فاطمہ کے خاوند
8	حضرت صفیہؓ بنت خطاب	ابوجہل کی چچازاد بہن کی بیٹی (حضرت عمرؓ فاروق کی بہن)
9	حضرت قدامہ بن مظعونؓ	حضرت صفیہؓ کے خاوند
10	حضرت اسماؓ بنت سلامہ	ابوجہل کے ماں جائے بھائی کی بیوی
11	حضرت نعمؓ بنت حسان	حضرت شماسؓ کی بیوی
12	حضرت صفیہ بنت ربیعہ	حضرت شماسؓ کی والدہ (ابوسفیان کی بیوی ہند کی پھوپھی عتبہ بن ربیعہ کی بہن)
13	حضرت عثمانؓ بن عفان	ابوجہل کی بیوی کے بھتیجے

ابتدائی تین سالوں میں ابوجہل کے چچا ابوحذیفہ کے چار اتحادیوں نے بھی اسلام قبول کیا تھا جن میں حضرت یاسرؓ، ان کے بیٹے حضرت عمارؓ بن یاسر اور عبداللہؓ بن یاسر اور بیوی حضرت سمیہؓ شامل تھیں۔ حضرت عمارؓ بن یاسر کے باپ، ماں اور بھائی کو ابوجہل نے ان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مار مار کر شہید کر دیا۔

ابتدائی تین سالوں میں بنومخزوم کے اسلام قبول کرنے والے کل افراد 12

مرد 10

خواتین 2

بچے X

پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے ابوجہل کے رشتہ دار 25

مرد 18

خواتین 7

بچے X

حلیف 4

مرد 3

خاتون 1

بچے X

عمرؓ بن خطاب کے عزیز واقارب

حضرت عمرؓ بن الخطاب ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کا تعلق مکہ کے طاقتور قبیلے بنوعدی سے تھا اور وہ مکہ کی شہری ریاست کے وزیر خارجہ تھے اللہ کے دین اور رسول ﷺ سے ان کی عداوت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ تلوار لہراتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کرنے نکل پڑے تھے مگر ان کی اور ان کے قبیلے کی اسلام دشمنی کے باوجود بنوعدی کے بہت سے افراد نے ان تین سالوں میں اسلام قبول کرلیا تھا ان کی تفصیل اس طرح ہے:

نمبر شمار	نام	عمر بن الخطاب سے رشتہ
1	حضرت زیدؓ بن الخطاب	حضرت عمرؓ کے بڑے بھائی
2	حضرت فاطمہؓ بنت الخطاب	حضرت عمرؓ کی بہن
3	حضرت صفیہؓ بنت الخطاب	حضرت عمرؓ کی بہن
4	حضرت سعیدؓ بن زید	حضرت عمرؓ کے بہنوئی اور چچا کے پوتے (حضرت فاطمہؓ کے خاوند)
5	حضرت عاتکہؓ بنت زید	حضرت عمرؓ کے چچا کی پوتی (حضرت خالدؓ بن زید کی بہن)
6	حضرت نعیمؓ بن عبداللہ	بنوعدی کے سردار اسید کے پوتے
7	حضرت عدیؓ بن نصلہ	بنوعدی کے سردار عبدالعزیٰ کے پوتے

8	حضرت نعمانؓ بن عدی	حضرت عدیؓ بن نصنلہ کے بیٹے
9	حضرت نعیمؓ بن عدی	حضرت عدیؓ بن نصنلہ کے بیٹے (حبشہ میں فوت ہو گئے تھے)
10	حضرت عروہؓ بن اثاثہ	(بنو سہم کے سردار عمرو بن العاص کے ماں جائے بھائی)
11	حضرت معمرؓ بن عبداللہ	حضرت عمرؓ کے والد کے متبنّٰی
12	حضرت لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ	حضرت عامرؓ بن ربیعہ عنزی کی بیوی

ذیل کی فہرست حضرت عمرؓ بن الخطاب کے ان تین سالوں میں اسلام قبول کرنے والے رشتہ داروں کی ہے:

نمبر شمار	نام	حضرت عمرؓ بن الخطاب سے رشتہ
1	حضرت قدامہؓ بن مظعون	بہنوئی اور بیوی کے بھائی (حضرت صفیہ کے خاوند)
2	حضرت عثمانؓ بن مظعون	برادر نسبتی (بیوی زینب کے بھائی)
3	حضرت عبداللہؓ بن مظعون	برادر نسبتی (بیوی زینب کے بھائی)
4	حضرت سائبؓ بن عثمان	حضرت عمرؓ کی بیوی زینب کے بھتیجے
6	حضرت حارثؓ بن معمر	ہم زلف (بیوی زینب کی بہن قتیلہ کے خاوند)
7	حضرت قتیلہؓ بنت مظعون	سالی (بیوی زینب کی بہن)
8	حضرت معمرؓ بن حارث	سالی قتیلہ کے بیٹے
9	حضرت حطابؓ بن حارث	سالی قتیلہ کے بیٹے
10	حضرت حاطبؓ بن حارث	سالی قتیلہ کے بیٹے
11	حضرت محمدؓ بن حاطب	حضرت حاطب کے بیٹے
12	حضرت حارث بن حاطب	حضرت حاطب کے بیٹے
13	حضرت فکیہؓ بنت یسار	حضرت حاطب کی بیوی
14	حضرت عمیرؓ بن ریاب	سالی ام وائل کے بیٹے
15	حضرت خولہؓ بنت حکیم	برادر نسبتی عثمان بن مظعون کی بیوی
16	حضرت ضعیفہؓ بنت العاص	برادر نسبتی کی بیوی (حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی)
17	بنت نعجہ بن خویلد	حضر عدی بن نصنلہ کی بیوی

حضرت عمرؓ بن الخطاب کے والد کے حلیف جوان تین سالوں میں اسلام لائے:

نمبر شمار	نام	رشتہ
1	حضرت واقدؓ بن عبداللہ	حضرت عمرؓ کے والد نے انہیں اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا
2	حضرت عامرؓ بن ربیعہ العنزی	انہیں بھی حضرت عمرؓ کے والد نے اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا
3	حضرت لیلیٰؓ بنت حثمہ	حضرت عامرؓ بن ربیعہ العنزی کی بیوی
4	حضرت خالدؓ بن بکیر عبد یالیل لیثی	
5	حضرت ایاسؓ بن بکیر عبد یالیل لیثی	
6	حضرت عامرؓ بن بکیر عبد یالیل لیثی	
7	حضرت عاقلؓ بن بکیر عبد یالیل لیثی	

پہلے تین سال میں بنو عدی کے اسلام قبول کرنے والے کل افراد 12

مرد 7

خواتین 5

بچے X

اس عرصہ میں عمر بن الخطاب کے اسلام قبول کرنے والے دیگر رشتہ دار 16

مرد 11

خواتین 5

بچے 2

پہلے تین سالوں میں اسلام قبول کرنے والے بنو عدی کے حلیف

مرد 6

خواتین 1

بچے x

نوٹ: حضرت عمرؓ کی والدہ ابو جہل کی چچازاد بہن تھی اس حوالے سے بنو مخزوم کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے بارہ افراد بھی ان کے رشتہ دار تھے۔

ابوسفیان کے عزیز واقارب

بدر کے غزوہ میں مشرکین مکہ کے لشکروں کا کمانڈر انچیف بنوعبدالشمس کا سردار عتبہ بن ربیعہ تھا وہ جنگ بدر میں مارا گیا تو قریش کے لشکروں کے کمانڈر انچیف کا عہدہ اور مکہ کے قریش کی سرداری بنوعبدالشمس کے ابوسفیان بن حرب کو مل گئی تھی ابوسفیان بن حرب عتبہ بن ربیعہ کا داماد تھا اس قبیلے کے سرداروں کی اسلام دشمنی کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت کے پہلے تین سال میں ان کے بہت سے رشتہ دار مسلمان ہو گئے تھے ان تین سالوں میں بنوعبدالشمس کے اسلام قبول کرنے والے افراد کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر شمار	نام	ابوسفیان سے رشتہ
۱	حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان	بیٹی
۲	حضرت فارعہ بنت ابوسفیان	بیٹی
۳	حضرت ابوؓحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ	برادر نسبتی (ابوسفیان کی بیوی ہند کا بھائی اور عتبہ بن ربیعہ کا بیٹا)
۴	حضرت فاطمہؓ بنت ولید	ابوسفیان کے برادر نسبتی کی بیٹی (ہند کی بھتیجی اور عتبہ بن ربیعہ کی پوتی حضرت سالمؓ کی بیوی)
۵	حضرت صفیہؓ بنت ربیعہ	ابوسفیان کی بیوی ہند کی پھوپھی (عتبہ بن ربیعہ کی بہن)
۶	حضرت عثمانؓ بن عفان	ابوسفیان کے چچا العاص کے پوتے
۷	حضرت خالدؓ بن سعید	ابوسفیان کے چچا العاص کے پوتے (حضرت عثمانؓ بن عفان کے چچازاد بھائی اور ابوجہل کے پھوپھی زاد بھائی)
۸	حضرت عمروؓ بن سعید	ابوسفیان کے چچا العاص کے پوتے (حضرت عثمانؓ بن عفان کے چچازاد بھائی اور ابوجہل کے پھوپھی زاد بھائی)
۹	حضرت ارویٰؓ بنت کریز	حضرت عثمانؓ بن عفان کی والدہ اور رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ام حکیم بیضا کی بیٹی
۱۰	حضرت ضعیفہ بنت العاص	ابوسفیان کی چچازاد بہن

☆ کل افراد ۱۰

مرد ۴ خواتین ۶ بچے x

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے ابوسفیان کے دیگر رشتہ داروں کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر	نام	ابوسفیان سے رشتہ
۱	عبیدؓ اللہ بن جحش	ابوسفیان کا داماد (حضرت ام حبیبہؓ کا خاوند)
۲	حضرت ابو احمدؓ بن جحش	ابوسفیان کا داماد (حضرت فارعہ کا خاوند)
۳	حضرت سہلہؓ بنت سہیل	حضرت ابوحذیفہؓ کی بیوی (سہیل بن عمرو کی بیٹی)
۴	حضرت شماسؓ بن عثمان	ابوسفیان کی بیوی ہند کا پھوپھی زاد بھائی (حضرت صفیہؓ کا بیٹا)
۵	حضرت نعمؓ بنت حسان	حضرت شماسؓ کی بیوی
۶	حضرت سعدؓ بن ابی وقاص	ابوسفیان کی چچازاد بہن حمنہ کے بیٹے
۷	حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص	ابوسفیان کی چچازاد بہن حمنہ کے بیٹے
۸	حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ	حضرت عثمانؓ کی اہلیہ
۹	حضرت ارویٰؓ بنت کریز	حضرت عثمانؓ بن عفان کی والدہ
۱۰	حضرت خالدؓ بن سعید	ابوسفیان کے چچا کے پوتے
۱۱	حضرت عمروؓ بن سعید	ابوسفیان کے چچا کے پوتے
۱۲	حضرت ہمینہؓ بنت خلف	حضرت خالدؓ بن سعید کی بیوی
۱۳	حضرت فاطمہؓ بنت صفوان بن امیہ	حضرت عمروؓ بن سعید کی بیوی
۱۴	حضرت عامرؓ بن ابی وقاص	ابوسفیان کی چچازاد بہن کا بیٹا
۱۵	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف	ابوسفیان کا ہم زلف (عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ام کلثوم کا خاوند جس سے حضرت عبدالرحمٰن کا بیٹا سالم اکبر تھا جو قبل از اسلام مر گیا تھا)

☆ کل افراد ۱۵

مرد ۹ خواتین ۶ بچے x

بنوعبدالشمس کے اتحادی قبیلہ بنوغنم کے ان تین سالوں میں اسلام قبول کرنے والے افراد کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر شمار	نام	تفصیل
۱	حضرت عبداللہؓ بن جحش	ابوسفیان کے حلیف (رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کے بیٹے)
۲	حضرت عبیداللہؓ بن جحش	ابوسفیان کے داماد (رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کے بیٹے)
۳	حضرت ابواحمدؓ بن جحش	ابوسفیان کے داماد (رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کے بیٹے)
۴	حضرت محمدؓ بن عبداللہ بن جحش	
۵	حضرت زینبؓ بنت جحش	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی
۶	حضرت ام حبیبہؓ بنت جحش	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی
۷	حضرت حمنہؓ بنت جحش	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی (حضرت مصعبؓ بن عمیر کی بیوی)
۸	حضرت عکاشہؓ بن محصن	
۹	حضرت شجاعؓ بن وہب	
۱۰	حضرت قیسؓ بن عبداللہ اسدی	ابوسفیان کے داماد عبیداللہ بن جحش کا رضاعی باپ
۱۱	حضرت برکہؓ بنت یسار	ابوسفیان کے داماد عبیداللہ بن جحش کی رضاعی ماں
۱۲	حضرت آمنہؓ بنت قیس	حضرت قیس بن عبداللہ کی بیٹی
۱۳	حضرت معیقیبؓ بن ابی فاطمہ دوسی	
۱۴	حضرت سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہ	فاطمہؓ بنت ولید کے خاوند

☆ کل افراد ۱۴

مرد ۹ خواتین ۵ بچے ۱

عمرو بن العاص کے عزیز واقارب

ابن سعد نے اسلام کے جن بیس بڑے دشمنوں کی فہرست دی ہے ان میں سے تین منبہ بن الحجاج، العاص بن وائل اور حارث بن قیس کا تعلق قبیلہ بنوسہم سے تھا۔ عمرو بن العاص اسی العاص بن وائل کا بیٹا اور منبہ بن الحجاج کا داماد تھا مکہ میں شرک کے جو سردار قرآن کا مذاق اڑایا کرتے تھے ان میں بنوسہم کے یہی العاص بن

وائل اور حارث بن قیس بھی سب سے آگے ہوتے تھے مگر ان کی ساری عداوت کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے پہلے تین سال میں ان کے قبیلے کے اور ان کے بہت سے رشتہ دار مسلمان ہو گئے تھے ذیل کی فہرست بنو سہم کے ان مسلمانوں کی ہے جو ان تین سالوں میں اسلام لائے تھے۔

نمبر شمار	نام	تفصیل رشتہ
۱	ہشامؓ بن العاص	العاص بن وائل کا بیٹا عمرو بن العاص کا بھائی (ابو جہل کا بھانجا)
۲	حضرت عبد اللہؓ بن عمرو بن العاص	العاص کا پوتا عمرو بن العاص کا بیٹا اور منبہ بن الحجاج کا نواسہ
۳	حضرت ابو قیسؓ بن حارث	حارث بن قیس کا بیٹا (وہی حارث جو قرآن کا مذاق اڑاتا تھا)
۴	حضرت معمرؓ بن حارث	حارث بن قیس کا بیٹا (اس حارث بن قیس کے حقیقی اور سوتیلے بہت سے بیٹے تھے)
۵	حضرت تمیمؓ بن حارث	حارث بن قیس کا بیٹا
۶	حضرت سائبؓ بن حارث	حارث بن قیس کا بیٹا
۷	حضرت عبد اللہؓ بن حارث	حارث بن قیس کا بیٹا
۸	سعیدؓ بن حارث	حارث بن قیس کا بیٹا
۹	حضرت بشیرؓ بن حارث	حارث بن قیس کا بیٹا
۱۰	حارثؓ بن حارث	حارث بن قیس کا بیٹا
۱۱	حضرت حجاجؓ بن قیس	حارث بن قیس کا بھائی
۱۲	حضرت خنیسؓ بن حذافہ	حارث بن قیس کا بھتیجا (اس وقت تک ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ سے ان کی شادی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد ہوئی تھی)
۱۳	حضرت عبد اللہؓ بن حذافہ	حارث بن قیس کا بھتیجا
۱۴	حضرت قیسؓ بن حذافہ	حارث بن قیس کا بھتیجا
۱۵	حضرت عمیرؓ بن ریاب	العاص کے چچا مہشم کے پوتے
۱۶	حضرت عمروؓ بن ریاب	العاص کے چچا مہشم کے پوتے

۱۷	حضرت رملہؓ بنت ابوعوف	العاص کے چچا سبرہ کی پوتی

☆ کل افراد ۱۷

مرد ۱۶ خواتین ۱ بچے x

ان تین سال میں بنوسہم کے اسلام قبول کرنے والے حلیف

نمبر شمار	نام	تفصیل رشتہ
۱	حضرت محمیہؓ بن الجزز	عباس بن عبدالمطلب کی بیوی ام فضل کے ماں جائے بھائی
۲	حضرت سعیدؓ بن عمرو	حارث بن قیس کے بیٹوں تمیم اور بشیر کے ماں جائے بھائی

☆ کل افراد ۲

مرد ۲ خواتین x بچے x

نوٹ: ان کے دیگر قبیلوں سے تعلق رکھنے والے رشتہ داروں کی فہرست ہم چھوڑ رہے ہیں۔

امیہ بن خلف کے عزیز واقارب

بنوجمح کے سردار امیہ بن خلف اور ان کے بھائی اُبی بن خلف اسلام کے دشمنوں کی صف اول میں رہے لیکن ان کی دشمنی اور عداوت بھی ان کے عزیز واقارب اور رشتہ داروں کو اسلام قبول کرنے سے نہیں روک سکی تھی دعوت توحید کے پہلے تین سال میں بنوجمح کے ذیل کے افراد نے اسلام قبول کیا تھا۔

نمبر شمار	نام	امیہ بن خلف سے رشتہ
۱	حضرت سفیانؓ بن معمر	امیہ کے برادر نسبتی (ان کی بیوی صفیہ بنت معمر کے بھائی)
۲	حضرت حارثؓ بن سفیان	امیہ کے برادر نسبتی حضرت سفیانؓ کے بیٹے
۳	حضرت جنادہؓ بن سفیان	امیہ کے برادر نسبتی حضرت سفیانؓ کے بیٹے
۴	حضرت جابرؓ بن سفیان	امیہ کے برادر نسبتی حضرت سفیانؓ کے بیٹے
۵	حضرت حارثؓ بن معمر	امیہ کے برادر نسبتی (ان کی بیوی صفیہ کے دوسرے بھائی اور حضرت عمرؓ کے ہم زلف)
۶	حضرت معمرؓ بن حارث	امیہ کے برادر نسبتی حضرت حارثؓ کے بیٹے
۷	حضرت حطابؓ بن حارث	امیہ کے برادر نسبتی حضرت حارثؓ کے بیٹے
۸	حضرت حاطبؓ بن حارث	امیہ کے برادر نسبتی حضرت حارثؓ کے بیٹے

۹	حضرت محمدؓ بن حاطبؓ بن حارث	امیہ کے برادر نسبتی حضرت حارثؓ کے پوتے
۱۰	حضرت حارثؓ بن حاطب بن حارث	امیہ کے برادر نسبتی حضرت حارثؓ کے پوتے
۱۱	حضرت عثمانؓ بن ربیعہ	امیہ کے چچازاد بھائی
۱۲	حضرت نبیہؓ بن عثمانؓ بن ربیعہ	امیہ کے چچازاد بھائی حضرت عثمانؓ بن ربیعہ کے بیٹے
۱۳	حضرت ربیعہؓ بن عثمان	امیہ کے چچازاد بھائی ربیعہ بن احبان کے پوتے
۱۴	حضرت عثمانؓ بن مظعون	امیہ کے چچا حبیب کے پوتے (حضرت عمرؓ بن الخطاب کے برادر نسبتی)
۱۵	حضرت عبداللہؓ بن مظعون	امیہ کے چچا حبیب کے پوتے (حضرت عمرؓ بن الخطاب کے برادر نسبتی)
۱۶	حضرت قدامہؓ بن مظعون	امیہ کے چچا حبیب کے پوتے (حضرت عمرؓ بن الخطاب کے برادر نسبتی اور بہنوئی)
۱۷	حضرت سائبؓ بن مظعون	امیہ کے چچا حبیب کے پوتے (حضرت عمرؓ بن الخطاب کے برادر نسبتی)
۱۸	حضرت قتیلہؓ بنت مظعون	امیہ کے چچا حبیب کی پوتی (حضرت عمرؓ کی سالی حضرت حارث بن معمرؓ کی بیوی)
۱۹	حضرت سائبؓ بن عثمان بن مظعون	امیہ کے چچا حبیب کے پوتے حضرت عثمانؓ کے بیٹے

☆ کل افراد ۱۹

مرد ۱۸ خواتین ۱ بچے ۲

ان تین سالوں میں دیگر قبیلوں سے تعلق رکھنے والے امیہ بن خلف کے مندرجہ ذیل رشتہ داروں نے اسلام قبول کیا تھا۔

نمبر شمار	نام	امیہ بن خلف سے رشتہ
۱	حضرت عمیرؓ بن ریاب	امیہ کی سالی ام وائل کے فرزند

۲	حضرت یزیدؓ بن زمعہ	امیہ کی بیوی فاختہ بنت اسود کے بھتیجے (امیہ کی موت کے بعد اس کے بیٹے صفوان نے اس کی اسی بیوی کو اپنی بیوی بنالیا تھا)
۳	حضرت خولہؓ بنت حکیم	امیہ کے چچازاد بھائی مظعون کی بہو (حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بیوی)
۴	حضرت صفیہؓ بنت الخطاب	امیہ کے چچازاد بھائی مظعون کی بہو (حضرت قدامہ بن مظعون کی بیوی)
۵	حضرت حسنہؓ	امیہ کے برادر نسبتی حضرت سفیانؓ کی بیوی
۶	حضرت فاطمہؓ بنت مجلل (ام جمیل)	امیہ کے برادر نسبتی حضرت حارثؓ کی بہو (حضرت حاطبؓ کی بیوی)
۷	حضرت فکیہؓ بنت یسار	امیہ کے برادر نسبتی حضرت حارثؓ کی بہو (حضرت حطابؓ کی بیوی)
۸	حضرت شرجیلؓ بن حسنہ	حضرت جنادہؓ اور حضرت جابرؓ کے ماں جائے بھائی

☆ کل افراد ۸

مرد ۳ خواتین ۵ بچے ۲

نضر بن حارث کے عزیز واقارب

بنوعبدالدار بن قصی کا سردار نضر بن حارث اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف بدزبانی میں سب سے آگے رہا لیکن ان تین سالوں میں اس کا اپنا بیٹا اور بنوعبدالدار کے بہت سے دیگر افراد مسلمان ہو گئے تھے بنوعبدالدار سے نسبتی تعلق رکھنے والے ان مسلمانوں کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر شمار	نام	تفصیل تعلق
۱	حضرت فراسؓ بن نضر بن حارث	نضر بن حارث کا بیٹا
۲	حضرت مصعبؓ بن عمیر	بنوعبدالدار کے سردار عمیر کا بیٹا
۳	حضرت ابوالرومؓ بن عمیر	حضرت مصعبؓ بن عمیر کے بھائی
۴	حضرت جہمؓ بن قیس	
۵	حضرت عمروؓ بن جہم	حضرت جہمؓ کے فرزند
۶	حضرت خذیمہؓ بن جہم	حضرت جہمؓ کا بیٹا

۷	حضرت سویبطؓ بن سعد	

☆ کل افراد ۷

مرد ۷ خواتین x بچے ۲

پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے بنوعبدالدر کے گھرانوں کے وہ مسلمان جن کا نسبی تعلق دیگر قبیلوں سے تھا۔

نمبر شمار	نام	تفصیل رشتہ
۱	حضرت ام حرملہؓ بنت عبد بن اسود	حضرت جہمؓ کی بیوی (حبشہ میں وفات پائی)
۲	حضرت حریملہؓ بنت مالک	حضرت سویبطؓ کی بیوی
۳	حضرت ہنیدہؓ بنت خباب	حضرت سویبطؓ کی والدہ
۴	حضرت ابوفکیہؓ	بنوعبدالدر کے مولیٰ

☆ کل افراد ۴

مرد ۱ خواتین ۳ بچے x

سہیل بن عمرو کے عزیز و اقارب

خطیب قریش سہیل بن عمرو کا تعلق قبیلہ بنو عامر بن لوی سے تھا رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے پہلے تین سال میں اس قبیلے سے نسبی تعلق رکھنے والے اسلام قبول کرنے والے افراد کی تفصیل اس طرح ہے

نمبر شمار	نام	سہیل بن عمرو سے رشتہ
۱	حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو	بیٹا
۲	حضرت ام کلثومؓ بنت سہیل بن عمرو	بیٹی (حضرت ابوسبرہ کی بیوی۔ ابوسبرہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی برہ کے بیٹے اور حضرت ابوسلمہؓ کے ماں جائے بھائی تھے)
۳	حضرت سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو	بیٹی (حضرت ابوحذیفہؓ کی بیوی)
۴	حضرت سلیطؓ بن عمرو	بھائی
۵	حضرت ابوحاطبؓ بن عمرو	بھائی
۶	حضرت سکرانؓ بن عمرو	بھائی

۷	حضرت عمرۃؓ بنت سعدیٰ	سہیل کے چچا وقدان کی پوتی (حضرت مالکؓ بن زمعہ کی بیوی)
۸	حضرت مالکؓ بن زمعہ	سہیل کے چچا قیس کا پوتا
۹	حضرت سودہؓ بنت زمعہ	سہیل کے چچا قیس کی پوتی (جنہیں حضرت خدیجہؓ کے بعد ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا)
۱۰	حضرت ابوسبرہؓ بن ابی رہم	سہیل کا داماد
۱۱	حضرت عبداللہؓ بن مخزمہ	حضرت ابوسبرہ کے بھتیجے
۱۲	حضرت فاطمہؓ بنت مجلل	حضرت حاطب بن حارث جمحی کی بیوی
۱۳	حضرت ابن ام مکتومؓ	سیدہ خدیجہؓ کے ماموں زاد بھائی
۱۴	حضرت وہبؓ بن سعد	
۱۵	حضرت لہطمؓ بنت علقمہ	سہیل بن عمرو کے بھائی سلیطؓ کی بیوی

☆ کل افراد ۱۵

مرد ۹ خواتین ۶ بچے x

دعوت توحید کے پہلے تین سال میں سہیل بن عمرو کے اسلام قبول کرنے والے رشتہ دار

۱	حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ	سہیل بن عمرو کا داماد

ان تین سال میں عام بن لوی کے حلیف حضرت سعدؓ بن خولہ نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔

حلیف ۱

حکیم بن حزام کے عزیز و اقارب

بنو اسد مکہ کا ایک چھوٹا قبیلہ تھے لیکن اس کے تین سردار اس اجلاس میں شامل تھے جس میں اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا حکیم بن حزام، زمعہ بن اسود اور ابو البختری جن سرداروں نے ہجرت کی رات رسول اللہ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا حکیم بن حزام اور زمعہ بن اسود ان میں بھی شامل تھے زمعہ کا باپ اسود بن مطلب قرآن کا مذاق اڑانے والوں میں شامل ہوتا تھا۔ (اسی اسود بن مطلب کی بیٹی فاختہ کو امیہ کے بدر میں قتل کے بعد اس کے بیٹے صفوان نے اپنی بیوی بنا لیا تھا) لیکن بنو اسد کی اس اسلام دشمنی کے باوجود تین ابتدائی سالوں میں اس کے سرداروں کے اپنے بھائی بیٹے اسلام قبول کرتے رہے تھے جس کا اندازہ اس

فہرست سے لگایا جا سکتا ہے۔

نمبر شمار	نام	رشتہ کی نوعیت
۱	حضرت خدیجہؓ بنت خویلد	حکیم بن حزام کی پھوپھی
۲	حضرت ہالہؓ بنت خویلد	حکیم بن حزام کی پھوپھی
۳	حضرت خالدؓ بن حزام	حکیم بن حزام کا بھائی
۴	حضرت زبیرؓ بن العوام	حکیم بن حزام کا چچازاد بھائی اور برادر نسبتی
۵	حضرت اسودؓ بن نوفل	حکیم بن حزام کا چچازاد بھائی
۶	حضرت یزیدؓ بن زمعہ بن اسود	زمعہ بن اسود کا بیٹا اور اسود بن مطلب کا پوتا (رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن قریبہ کا بیٹا)
۷	حضرت عمروؓ بن امیہ بن حارث	

☆ کل افراد ۷

مرد ۵ خواتین ۲ بچے x

دعوت توحید کے ابتدائی تین سالوں میں بنو اسد کے اسلام قبول کرنے والے وہ افراد جن کا نسبتی تعلق دیگر قبیلوں سے تھا

۱	حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب	حکیم بن حزام کی چچی اور خوش دامن (حضرت زبیرؓ کی والدہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی)

اس عرصہ میں بنو اسد کے حلیف حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔

حلیف ۱

بنو تیم کے افراد

بنو تیم حضرت ابو بکر صدیق کا قبیلہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے ابتدائی تین سال میں بنو تیم کے اسلام قبول کرنے والے افراد کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر شمار	نام	نوعیت رشتہ
۱	حضرت ابو بکرؓ صدیق	

۲	حضرت ام الخیرؓ بنت صخر	حضرت ابوبکرؓ صدیق کی والدہ (حضرت عائشہؓ صدیقہ کی روایت کے مطابق)
۳	حضرت عائشہؓ بنت ابوبکرؓ	حضرت ابوبکرؓ صدیق کی صاحبزادی
۴	حضرت اسمٰاؓ بنت ابوبکرؓ	حضرت ابوبکرؓ صدیق کی صاحبزادی
۵	حضرت عبداللہؓ بن ابوبکرؓ	حضرت ابوبکرؓ صدیق کے بیٹے
۶	حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ	
۷	حضرت عثمانؓ بن عبیداللہ	حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے بھائی
۸	حضرت حارثؓ بن خالد	حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ماموں زاد بھائی
۹	حضرت ریطہؓ بنت حارث	حضرت حارثؓ بن خالد کی بیوی
۱۰	حضرت عمروؓ بن عثمان	حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے چچا

☆ کل افراد ۱۰

مرد ۶ خواتین ۴ بچے x

نوٹ: حضرت حارث بن خالد کے چار بچے حبشہ میں پیدا ہوئے تھے فاطمہ، عائشہ، زینب اور موسیٰ حبشہ سے واپسی کے سفر میں ان میں سے تین عائشہ، زینب اور موسیٰ زہریلا پانی پینے سے فوت ہو گئے تھے اس لئے ان بچوں کو شامل نہیں کیا جا رہا۔

پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکرؓ صدیق اور ان کے قبیلہ کے مسلمانوں کے وہ رشتہ دار جن کا نسبی تعلق دوسرے قبیلوں سے تھا۔

نمبر شمار	نام	نوعیت رشتہ
۱	حضرت اُمِ رومانؓ	حضرت ابوبکرؓ صدیق کی اہلیہ (حضرت عائشہؓ صدیقہ کی والدہ)
۲	حضرت عاتکہؓ بنت زید	حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بہو ان کے بیٹے عبداللہ کی بیوی (حضرت عمر کے بہنوئی حضرت سعیدؓ بن زید کی بہن)
۳	حضرت صعبہؓ بنت حضرمی	حضرت طلحہؓ اور عثمانؓ کی والدہ (زہری کی روایت کے مطابق وہ حضرت ام الخیرؓ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئی تھیں)

نوٹ: حضرت صعبہؓ پہلے ابوسفیان بن حرب کے نکاح میں تھیں اس سے پہلے وہ عبداللہ بن عباد حضرمی کے نکاح میں تھیں جن سے ان کے تین بیٹے تھے عمرو حضرمی جو نخلہ میں قتل ہوا عامر حضرمی جو بدر میں مارا گیا اور علاء

حضرمی جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بحرین کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ اس طرح وہ حضرت طلحہؓ اور عثمانؓ کے ماں جائے بھائی تھے۔

دعوت توحید کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے بنو تیم کے حلیف اور وہ غلام اور لونڈیاں جنہیں خرید کر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے آزاد کر دیا تھا۔

۱	حضرت صہیبؓ بن سنان رومی	حلیف
۲	حضرت عامر بن فہیرہؓ	حضرت اُمِ رومانؓ کے پہلے خاوند سے بیٹے طفیل بن عبداللہ کا غلام جسے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خرید کر آزاد کر دیا تھا
۳	حضرت بلالؓ بن رباح	امیہ کا غلام جسے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خرید کر آزاد کر دیا تھا
۴	حضرت حمامہؓ	حضرت بلالؓ بن رباح کی والدہ
۵	حضرت ام عبیسؓ	کنیز جنہیں حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خرید کر آزاد کیا تھا
۶	حضرت نہدیہؓ	حضرت ام عبیسؓ کی والدہ انہیں بھی حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خرید کر آزاد کر دیا تھا
۷	حضرت زنیرہؓ رومیہ	کنیز جسے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خرید کر آزاد کر دیا تھا
۸	حضرت لبینہؓ	کنیز جنہیں حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خرید کر آزاد کر دیا تھا

☆ کل افراد ۸

مرد ۳ — خواتین ۵

بچے x — حلیف ۱

بنوزہرہ کے افراد

بنو زہرہ بڑا اور بااثر قبیلہ تھا رسول اللہ ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی والدہ ہالہ اسی قبیلہ سے تھیں دعوت توحید کے پہلے تین سال میں بنو زہرہ کے اسلام قبول کرنے والے افراد کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر شمار	نام	نوعیت رشتہ
۱	حضرت سعدؓ بن ابی وقاص	حضرت حمزہؓ کے ماموں زاد بھائی (حضرت سعد کی والدہ حمنہ ابو سفیان بن حرب کی چچازاد بہن تھی)

۲	حضرت عامرؓ بن ابی وقاص	حضرت حمزہؓ کے ماموں زاد اور حضرت سعدؓ کے بھائی
۳	حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص	حضرت حمزہؓ کے ماموں زاد اور حضرت سعدؓ کے بھائی
۴	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف	ابوسفیان بن حرب کے ہم زلف ان کی بیوی ام کلثوم عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی جس سے ان کا بیٹا سالم اکبر پیدا ہوا تھا جو قبل از اسلام فوت ہوگیا تھا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی ایک بیوی عتبہ کے بھائی شیبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی مگر اس کا نام معلوم نہیں ہوسکا
۵	حضرت ام قاسمؓ بنت عبدالرحمٰن بن عوف	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی بیٹی (شیبہ بن ربیعہ کی نواسی)
۶	حضرت شفاؓ بنت عوف	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی والدہ
۷	حضرت مطلبؓ بن ازہر	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے چچازاد بھائی
۸	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ازہر	حضرت مطلبؓ کے بھائی (حبشہ میں فوت ہوگئے تھے)
۹	حضرت طلیبؓ بن ازہر	حضرت مطلبؓ کے بھائی (یہ بھی حبشہ میں فوت ہوگئے تھے)
۱۰	حضرت عبداللہؓ بن شہاب	حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے بھانجے (ہجرت حبشہ سے پہلے مکہ میں فوت ہوگئے تھے)

☆ کل افراد ۱۰

مرد ۸ خواتین ۲ بچے x

بنوزہرہ کے اسلام قبول کرنے والے افراد جن کا نسبی تعلق دوسرے قبیلوں سے تھا

۱	حضرت ام کلثومؓ بنت عتبہ بن ربیعہ	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی بیوی عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی)
۲	حضرت رملہؓ بنت ابوعوف	حضرت مطلبؓ بن ازہر کی بیوی

پہلے تین سال میں بنوزہرہ کے اسلام قبول کرنے والے کل افراد ۱۲

☆ مرد ۸ خواتین ۴ بچے ۲

دعوت توحید کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے بنوزہرہ کے حلیف۔

۱	حضرت عبداللہؓ بن مسعود	حضرت عبداللہؓ بن شہاب کے ماموں
۲	حضرت عتبہؓ بن مسعود	حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے بھائی

۳	حضرت ام عبدؓ	حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی والدہ
۴	حضرت مقدادؓ بن عمرو	حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے چچا عبد یغوث کے متبنیٰ
۵	حضرت خبابؓ بن الارت	
۶	حضرت مسعودؓ بن ربیع	
۷	حضرت مسعود القاریؓ	جنہیں رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے مال غنیمت کا نگران مقرر کیا تھا
8	حضرت شرجیلؓ بن حسنہ	

☆ کل افراد ۸

مرد ۷ خواتین ۱ بچے x

بنو فہر کے افراد

بنو فہر بن مالک قریش کا ایک چھوٹا قبیلہ تھے دعوت توحید کے پہلے تین سال میں اس قبیلے کے اسلام قبول کرنے والے افراد کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر شمار	نام	تفصیل
ا	حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح	حضرت ابو عبیدہؓ کے والد کا نام عبداللہ تھا ان کی کنیت ان کے دادے الجراح بن ہلال کے حوالے سے تھی
۲	حضرت سہیلؓ بن بیضاء	حضرت سہیلؓ کے والد کا نام وہب تھا بیضاء ان کی والدہ تھیں
۳	حضرت وہبؓ بن ابی سرح	حضرت سہیلؓ کے چچازاد بھائی
۴	حضرت عمروؓ بن ابی سرح	حضرت وہبؓ کے بھائی
۵	حضرت عیاضؓ بن زہیر	حضرت سہیلؓ کے چچازاد بھائی کے بیٹے
۶	حضرت عثمانؓ بن غنم	حضرت عیاضؓ کے چچازاد بھائی (حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے پھوپھی زاد بھائی)
۷	حضرت عمروؓ بن حارث	حضرت عیاضؓ اور عثمان کے چچازاد بھائی

۸	حضرت سعدؓ بن عبد بن قیس	بعض روایات میں ان کا نام سعید بن قیس آیا ہے مگر ابن اثیر کے مطابق ان کا نام سعد تھا اور ان کے والد کا نام عبد بن قیس بن لقیط تھا
۹	حضرت حارثؓ بن عبد بن قیس	حضرت سعدؓ بن عبد بن قیس کے بھائی

☆ کل افراد ۹

مرد ۹ خواتین x بچے x

بنو ہاشم کے افراد

بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کا اپنا قبیلہ تھا اس قبیلہ کے ابولہب بن عبدالمطلب اللہ کے دین کے سب سے بڑے دشمن تھے عبدالمطلب کی پانچ بیویوں میں سے بارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں لیکن ابولہب عبدالمطلب کی ایک بیوی سے اکیلا ہی تھا۔ بنو ہاشم کے جو افراد اس تین سال کے عرصے میں اسلام لائے ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر شمار	نام	نوعیت رشتہ
۱	حضرت زینبؓ بنت محمد ﷺ	رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی
۲	حضرت رقیہؓ بنت محمد ﷺ	رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی
۳	حضرت ام کلثومؓ بنت محمد ﷺ	رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی
۴	حضرت فاطمہؓ بنت محمد ﷺ	رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی
۵	حضرت علیؓ بن ابوطالب	رسول اللہ ﷺ کے تایازاد بھائی
۶	حضرت جعفرؓ بن ابوطالب	رسول اللہ ﷺ کے تایازاد بھائی
۷	حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی
۸	حضرت اروٰیؓ بنت عبدالمطلب	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی

☆ کل افراد ۸

مرد ۲

خواتین ۶

بچے ۲

رسول اللہ ﷺ اور بنو ہاشم کے دوسرے قبیلوں سے نسبی تعلق رکھنے والے جو عزیز و اقارب دعوت توحید کے اس تین سال کے عرصہ میں مسلمان ہوئے تھے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے ان میں سے کچھ یہ تھے۔

نمبر شمار	نام	نوعیت رشتہ
۱	حضرت خدیجہؓ بنت خویلد	ام المومنین
۲	حضرت ہالہؓ بنت خویلد	حضرت خدیجہؓ کی بہن
۳	حضرت اسودؓ بن نوفل	حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے
۴	حضرت زبیرؓ بن العوام	حضرت خدیجہؓ کی بھتیجے (رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد)
۵	حضرت خالدؓ بن حزام	حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے
۶	حضرت یزیدؓ بن زمعہ	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن قریبہ کے بیٹے
۷	حضرت طلیبؓ بن عمیر	رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی
۸	حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد	رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی
۹	حضرت عبداللہؓ بن قیس	حضرت ابوسلمہؓ کے بھتیجے
۱۰	حضرت بہارؓ بن قیس	حضرت ابوسلمہؓ کے بھتیجے
۱۱	حضرت ام سلمیٰؓ بنت ابی امیہ	حضرت ابوسلمہؓ کی بیوی
۱۲	حضرت عثمانؓ بن عفان	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے نواسے اور حضرت رقیہؓ کے خاوند
۱۳	حضرت ارویٰؓ بنت کریز	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن
۱۴	حضرت عبداللہؓ بن جحش	رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی
۱۵	حضرت عبیداللہؓ بن جحش	رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی
۱۶	حضرت ابواحمدؓ بن جحش	رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی
۱۷	حضرت محمدؓ بن عبداللہ بن جحش	رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد کے بیٹے
۱۸	حضرت زینبؓ بنت جحش	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی
۱۹	حضرت ام حبیبہؓ بنت جحش	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی
۲۰	حضرت حمنہؓ بنت جحش	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی

۲۱	حضرت ابو سبرہؓ بن ابی رہم	رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی
۲۲	حضرت ام کلثومؓ بنت سہیل	حضرت ابو سبرہؓ کی بیوی
۲۳	حضرت عبداللہؓ بن مخرمہ	حضرت ابو سبرہؓ کے بھتیجے
۲۴	حضرت سعدؓ بن ابی وقاص	رسول اللہ ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ کے چچازاد بھائی کے بیٹے
۲۵	حضرت عامرؓ بن ابی وقاص	رسول اللہ ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ کے چچازاد بھائی کے بیٹے
۲۶	حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص	رسول اللہ ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ کے چچازاد بھائی کے بیٹے
۲۷	حضرت طلیبؓ بن عمیر بن وہب	رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی
۲۸	حضرت امؓ فضل	عباس بن عبدالمطلب کی بیوی (ابن سعد کے مطابق حضرت خدیجہ کے بعد ایمان لانے والی وہ دوسری خاتون ہیں)
۲۹	حضرت اسماءؓ بنت عمیس	حضرت جعفرؓ بن ابو طالب کی بیوی

☆ کل افراد ۲۹

مرد ۱۹

خواتین ۱۰

بچے x

دعوت توحید کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور کنیزیں۔

نمبر شمار	نام	تفصیل رشتہ
۱	حضرت زیدؓ بن حارثہ	رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ غلام
۲	حضرت ابو رافعؓ	رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام
۳	حضرت اُمِ ایمنؓ	حضرت زیدؓ بن حارثہ کی بیوی

☆ کل افراد ۳

مرد ۲

خواتین ۱

بچے x

نوٹ: حضرت اسامہ بن زید پیدائشی مسلمان تھے

متفرق

دعوت توحیذ کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے مکہ کے قریش کے متفرق افراد۔

نمبر شمار	نام	تفصیل
۱	حضرت طلیبؓ بن عمیر بن وہب	ان کا تعلق بنو عبد بن قصی سے تھا (رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اروی کے بیٹے)
۲	حضرت عبید اللہؓ بن حارث	ان کا تعلق بنو مطلب سے تھا (جب اسلام لائے تو ان کی عمر پچاس سال تھی ان کے چھ بیٹوں کا ذکر ملتا ہے لیکن ان میں سے کوئی مسلمان بھی تھا؟ کوئی پتہ نہیں چلتا)
۳	حضرت عتبہؓ بن غزوان	بنو نوفل کے حلیف

☆ کل افراد ۳

مرد ۳ — خواتین x

بچے x — حلیف ۱

مکہ سے باہر کے افراد

دعوت توحید کے ابتدائی تین سالوں میں مکہ سے باہر کے عرب قبائل کے اسلام لانے والے افراد کے بارے میں مکمل معلومات دستیاب نہیں ذیل کی فہرست ان افراد کی ہے جن کا روایات میں ذکر ملتا ہے۔

نمبر شمار	نام	تفصیل
۱	حضرت ابوذرؓ غفاری	حافظ ابن اثیر نے انہیں پانچویں مسلمان لکھا ہے اس کا مطلب مکہ سے باہر کے اسلام لانے والوں میں پانچواں مسلمان ہوگا۔
۲	حضرت انیسؓ غفاری	حضرت ابوذرؓ غفاری کے بھائی جنہوں نے ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا۔
۳	حضرت ابو ذرؓ غفاری کی والدہ	انہوں نے اپنے بیٹوں کے ساتھ ہی مکہ میں اسلام قبول کیا تھا۔
۴	حضرت محجنؓ بن ادرع	ان کا تعلق قبیلہ بنو اسلم سے تھا۔

۵	حضرت عمروؓ بن عبسہ اسلمی	ان کا علاقہ تیما تھا حافظ ابن اثیر نے انہیں چوتھے مسلمان لکھا ہے۔
٦	حضرت ابوؓموسیٰ الاشعری	ان کے بارے میں یہ تو اتفاق ہے کہ وہ شروع میں ہی مکہ میں اسلام لائے تھے اور اپنے قبیلہ کی طرف چلے گئے تھے وہاں ان کی تبلیغ سے ان کے دو بھائیوں ابو بردہ اور ابورہم سمیت ان کے قبیلے کے اٹھاون افراد مسلمان ہو گئے تھے ان کی اپنی روایت ہے کہ وہ انسٹھ افراد ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے ان کے بھائی ابو بردہ کی روایت میں ہے ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جعفرؓ بن ابی طالب کے ہمراہ نجاشی کے ملک جانے کا حکم دیا قریش کے لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے عمرو بن العاص اور عمار بن الولید کو بھیجا انہوں نے نجاشی کے لئے ہدیہ جمع کیا۔ نجاشی کے پاس ہم بھی آئے اور وہ بھی آئے۔'' اس روایت اسے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ انسٹھ مہاجر اس وقت حبشہ میں موجود تھے ان میں مرد کتنے تھے اور خواتین کتنی تھیں؟ یہ معلوم نہیں ہو سکتا مگر اندازہ ہے کہ اکثریت مرد ہی تھے۔
۷	حضرت اربدؓ بن حمیر	ان کا تعلق قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تھا اور انہوں نے بھی حبشہ ہجرت کی تھی۔

☆ کل افراد ٦۵

خواتین ١

بچے x

مکہ میں اسلام لانے والے کل افراد

نمبر شمار	قبیلہ	کل افراد	مرد	خواتین	بچے	
١	بنو ہاشم	۸	٢	٦	٢	حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ (بچے)

	بنوہاشم کے غلام اور کنیزیں	۳	۲	۱		
۲	بنومخزوم	۱۲	۱۰	۲		
	بنومخزوم کے حلیف	۴	۳	۱		
۳	بنوعدی	۱۲	۸	۴		
	بنوعدی کے حلیف	۷	۶	۱		
۴	بنوعبدالشمس	۱۰	۴	۶		
	بنوعبدالشمس کے حلیف	۱۶	۹	۷	۱	محمدؓ بن عبداللہ بن جحش (بچے)
۵	بنوسہم	۱۷	۱۶	۱		
	بنوسہم کے حلیف	۲	۲			
۶	بنوجمح	۱۹	۱۸	۱	۲	محمدؓ بن حاطب اور حارثؓ بن حاطب (بچے)
۷	بنوعبدالدار	۷	۶	۱	۲	عمرو بن جہم اور خذیمہ بن جہم (بچے)
	بنو عبدالدار کے حلیف (مولیٰ)	۱	۱			
۸	بنوعامر بن لوی	۱۵	۹	۶		
	بنو عامر بن لوی کے حلیف	۱	۱			
۹	بنواسد	۷	۵	۲		
	بنواسد کے حلیف	۱	۱			
۱۰	بنوتیم	۱۰	۶	۴		
	بنوتیم کے حلیف	۱	۱			

	آزاد کردہ غلام اور کنیزیں	۷	۲	۵		
۱۱	بنوزہرہ	۱۰	۸	۲		
	بنوزہرہ کے حلیف	۸	۷	۱		
۱۲	بنوفہر بن مالک	۹	۹			
۱۳	متفرق قریشی	۲	۲			
۱۴	متفرق حلیف	۱	۱			
۱۵	عرب قبائل سے نسبی تعلق رکھنے والی خواتین	۱۵	-	۱۵		یہ وہ خواتین ہیں جو مختلف عرب قبائلی کی بیٹیاں تھیں اور مکہ کے قریش میں بیاہی ہوئی تھیں
میزان		۲۰۵	۱۳۹	۶۶	۷	

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے پہلے تین سال میں مکہ میں اسلام لانے والے افراد ۲۰۵

مرد ۱۳۹

خواتین ۶۶

بچے ۷

دعوت کے پہلے تین سال میں مکہ سے باہر کے اسلام لانے والے کل افراد ۶۵

مرد ۶۴

خاتون ۱

روایات کی بنیاد پر ان تین سال میں پورے عرب میں جو افراد اسلام لائے ۲۷۰

مرد ۲۰۳

خواتین ۶۷

بچے ۷

روایات کی زنجیریں

سیرت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں موجود کتب میں دو باتوں کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے ایک یہ کہ پہلے سالوں میں دعوت خفیہ ہوتی تھی۔ دوسرا یہ کہ تین سال کی اس خفیہ دعوت میں بہت کم افراد اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ہم نے اس عرصہ میں اسلام قبول کرنے والوں کے جو اعداد و شمار جمع کئے ہیں ان کی بنیاد بھی سیرت اور صحابہ اکرام کی سیرت کے بارے میں کتب میں موجود روایات ہی ہیں لیکن اگر عملی اور عقلی پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے تو دعوت توحید کے پہلے تین سال میں اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی جو ہم نے روایات کی بنیاد پر جمع کی ہے اس سلسلے میں چند پہلو قابل غور ہیں۔

اس عرصہ میں مکہ میں اسلام میں داخل ہونے والے بالغ مردوں کی تعداد ایک سو انتالیس (139) ہے۔

روایات کے مطابق ان میں سے شادی شدہ یا جن کے ساتھ ان کی بیویوں کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ملتا ہے ان کی تعداد صرف سینتیس (37) ہے۔

اس دور میں اسلام میں داخل ہونے والی جن خواتین کا کتب میں ذکر ملتا ہے ان میں سے

نابالغ	۲
بزرگ خواتین	۱۳
غیر شادی شدہ بالغ خواتین	۸
غلام خواتین جنہیں حضرت ابوبکرؓ نے آزاد کر دیا تھا	۴
شہید	۱
جس کا خاوند مشرک تھا	۱
میزان	۲۹ خواتین
شادی شدہ خواتین	۳۸
ان میں سے چونکہ ایک مسلمان کی دو بیویاں تھیں	
اس لئے شادی شدہ مسلمانوں کی تعداد	۳۷
نابالغ مرد مسلمان	۵
روایات کے مطابق مکہ کے غیر شادی شدہ بالغ مسلمان	۹۷

ان غیر شادی شدہ مسلمانوں میں حضرت عبیداللہؓ بن حارث بھی شامل ہیں جن کے اس وقت پانچ جوان بیٹے تھے اور وہ چھیالیس سال سے زائد عمر میں اسلام لائے تھے مگر کسی بھی روایت میں ان کے خاندان کے کسی اور فرد کے پہلے تین سال کے اس عرصے میں اسلام لانے کا ذکر نہیں۔

بنو سہم کے سولہ بالغ مردوں نے اسلام قبول کیا تھا لیکن ان میں سے کسی ایک کی بھی بیوی کا ذکر نہیں ملتا۔ حضرت

خنیسؓ کے ساتھ بعض جگہ حضرت حفصہؓ کا ذکر کیا گیا ہے مگر اس وقت تو ابھی حضرت خنیسؓ کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی۔

بنو جمح کے اٹھارہ بالغ مردوں نے اسلام قبول کیا مگر روایات کے مطابق ان میں سے صرف پانچ شادی شدہ ہیں

بنو فہر کے نو بالغ مرد اسلام لائے تھے لیکن روایات میں ان میں سے بھی کسی کی بیوی کا ذکر نہیں

قرآن کا مذاق اڑانے والے حارث بن قیس کے حقیقی اور سوتیلے بیٹوں میں سے سات مسلمان ہو گئے تھے مگر کتب سیرت میں کسی ایک کی بیوی کا کوئی ذکر نہیں نہ ہی کسی کے کسی بچے کا ذکر ہے

کیا ایسا ممکن تھا؟ جبکہ عرب میں پندرہ سولہ سال کی عمر میں شادی کر دیا کرتے تھے اور وہاں رشتے کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوتا تھا خاص طور پر قریش کے قبیلوں میں تو کسی نوجوان کو رشتہ نہ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور روایات میں جو شادی شدہ بتائے جاتے ہیں ان سینتیس (37) مسلمانوں کے بچے بھی کیا صرف سات ہی تھے؟ مکہ کے باہر کے جن افراد کے اس دور میں اسلام قبول کرنے کا ذکر ملتا ہے وہ سب بالغ تھے ان میں خاتون ایک ہی ہیں جو حضرت ابوذر غفاریؓ کی والدہ ہیں باقی چونسٹھ بالغ مسلمانوں میں سے کسی کی بھی بیوی اور بچوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ''روایت'' جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے اس زمانے کی ''خبر'' ہوتی تھی جس کا تعلق کسی واقعہ سے ہوتا تھا اور ایک آدمی دوسرے کو جو زبانی خبر سنایا کرتا تھا وہ روایت بن جاتی تھی اور جن مسلمانوں کے اسلام لانے کی کوئی خبر نہیں بنی تھی یا بنی تھی تو پھیلی نہیں تھی وہ روایات میں شمار نہیں ہو سکے یا جن کے بیوی بچے خبر کا حصہ نہیں تھے وہ سب شمار ہونے سے رہ گئے ہیں۔ روایات میں وہی مسلمان آئے جن سے کوئی واقعہ متعلق تھا۔ مار، پٹائی، ہجرت یا کوئی اور واقعہ۔ ان پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے تو کیا یہ نہیں اندازہ ہوتا کہ دعوت توحید کے پہلے تین سال میں مکہ میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد اس سے کافی زیادہ تھی جو کتابوں میں بتائی جاتی ہے اور صرف روایات کی بنیاد پر اس تعداد کا تعین کرنا درست نہیں مثلاً حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا زمانہ ذوالحج چھ نبوی ہے اور روایات میں بتایا جاتا ہے کہ وہ چالیسویں مسلمان تھے یعنی ان سے پہلے صرف انتالیس (39) افراد مسلمان ہوئے تھے جبکہ ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے چھ نبوی کے محرم تک جو مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے ان کی تعداد ابن اسحاق کے مطابق بھی عورتوں اور بچوں کو نکال کر ۸۳ تھی لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو روایات کی زنجیروں سے ہٹ کر وسیع تر عقلی، علمی، معاشرتی اور خاندانی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

اب اس تعداد کو ایک اور حوالے سے دیکھتے ہیں۔ روایات کی بنیاد پر ہماری تحقیق کے مطابق دعوت کے پہلے تین سال میں جن خواتین و حضرات نے مکہ میں اسلام قبول کیا تھا ان میں

قریش کے گھرانوں سے تعلق رکھنے والے افراد ۱۵۴

قریش کے مختلف قبیلوں کے حلیف	۴۲
غلام/کنیزیں	۹
مولیٰ	۱

کنیزوں اور چار غلاموں کو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خرید کر آزاد کر دیا تھا حضرت سالمؓ مولیٰ ابو حذیفہؓ آزاد کردہ غلام تھے حضرت زیدؓ بن حارثہ عرب کے ایک معزز قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنا متبنیٰ بنالیا تھا اس لئے وہ کسی حوالے سے بھی ادنیٰ طبقہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے حضرت اسامہ ان کے فرزند تھے قریش کے مختلف قبیلوں کے حلیفوں کی اکثریت بھی عرب کے معزز قبیلوں سے تعلق رکھتی تھی اور ان سے قریش کی رشتہ داریاں بھی تھیں ان میں سے چھ تو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کی اولاد تھے اور پانچ آپ ﷺ کے پھوپھا کے قبیلے بنو غنم سے تعلق رکھتے تھے۔ ابوسفیان کے دو داماد بھی ان میں سے تھے۔ باقی ایک سو چون (154) مسلمانوں کا تعلق قریش کے مختلف قبیلوں سے تھا ان میں حضرت ابوبکرؓ صدیق جیسے مکی ریاست کی کابینہ کے رکن اور مالدار تاجر بھی شامل تھے اور ابوجہل کے اپنے بھائی بھی ان سب مسلمانوں کا مکہ کے معزز گھرانوں سے تعلق تھا حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت زبیرؓ اور کئی دیگر مسلمان مکہ کے کامیاب تاجر تھے لہٰذا یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ اسلام میں غریب اور پسماندہ افراد ہی شامل تھے بلکہ ان کی اکثریت تو مکہ کے ہونہار باشعور قریشی مسلمانوں کی تھی۔

دعوت کبھی بھی خفیہ نہیں تھی

تین سال کی دعوت توحید سے راویات کے مطابق مکہ میں جو دو سو سے زیادہ افراد مسلمان ہو گئے تھے ان میں ابوجہل کے چوبیس (24) اور عمر بن الخطاب کے بائیس (22) رشتہ دار شامل تھے۔ مغیہ اور عاص بن وائل کے اٹھارہ اور امیہ بن خلف کے اٹھائیس رشتہ داروں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور یہ ان کے کوئی دور کے رشتہ والے نہیں تھے ان میں ان کے بیٹے، بیٹیاں، بہن، بھائی سب ہی شامل تھے جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اللہ کے دین کے جن دشمنوں کے گھروں اور عزیز و اقارب میں اتنے زیادہ لوگ مسلمان موجود تھے کیا انہیں تین سال تک علم ہی نہیں ہوسکا تھا کہ محمد بن عبداللہ ﷺ کیا دعوت دے رہے ہیں؟ ان کے جن غلاموں اور کنیزوں نے اس دور میں اسلام قبول کیا تھا وہ ان پر خود مظالم کیا کرتے تھے تین کو تو ابوجہل نے مار مار کر شہید کر دیا تھا تو پھر کیا یہ دعوت خفیہ تھی یا خفیہ کہی جاسکتی ہے؟ مکہ کا تو بچہ بچہ اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت اور حضرت بلالؓ اور دوسرے کمزور مسلمانوں پر قریش کے مظالم سے واقف تھا بلکہ مکہ کے باہر کے لوگ بھی قریش کے اس ظلم سے واقف ہوتے تھے اس دور میں نہ تو اللہ کے رسول ﷺ مشرکوں سے چھپ چھپ کر دعوت دیا کرتے تھے اور

نہ ہی شرک کے سردار دعوت توحید سے بے خبر تھے۔ صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ مکہ کے بازاروں اور گلیوں میں تبلیغی جلسے نہیں کیا کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ افراد اور گروہوں کو اللہ کا کلام اور پیغام پہنچاتے تھے اور جو افراد توحیدی جماعت میں شامل ہو جاتے تھے دار ارقم میں ان کی تعلیم و تربیت کرتے تھے اور ان کے انفرادی اور اجتماعی مسائل حل فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک، احادیث اور تفاسیر میں ان تین سالوں میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد اور روایات کے تجزیہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ صرف ''اخباری خبروں'' (روایات) کی بنیاد پر ہی عمارت اٹھا دی گئی اور ان خبروں کو ہی سب کچھ مان لیا گیا۔ ایک نے خبر سنی اور درج کر دی جس کسی کی خبر نہیں بنی تھی یا جس کسی سے کوئی واقعہ یا حادثہ وابستہ نہیں تھا وہ شمار ہونے سے رہ گیا جس واقعہ کی شہرت ہو گئی تھی اس کی روایت یا خبر بن گئی جس کی شہرت نہ ہوئی وہ ریکارڈ ہونے سے رہ گیا اور اہل علم نے روایات کو ہی سب کچھ مان لیا اور ان کے سب مآخذ کو دیکھنا بھی ضروری نہ جانا۔

بنومخزوم کا شجرہ نصب

دعوت کے پہلے تین سال میں ابوجہل کے قبیلہ بنومخزوم کے اسلام قبول کرنے والے افراد کے نام کے گرد حاشیہ ہے

مخزوم

عمر عمران عامر

عبداللہ عائذ ہرمی عنکشہ

عمرو شرید یربوع عنکشہ

ہبیرہ ابووہب فاطمہ (1) عثمان سعید عاتکہ (2)

عاتکہ (3) فاطمہ حزن شماس ام حبیب

اشفاء مسیب

عثمان اسد ہلال مغیرہ صفیہ

عمرو ام حذیفہ ابی ارقم عبدالاسد (10)

حریث ارقم ابوسلمہ قیس ابوالاسد شقیر سفیان اسود (8)

سعید عمر عثمان آمنہ فاطمہ (4)

عبداللہ عبداللہ ہبار عبیداللہ عمر اسود

ہشام حفص ہاشم ولید ابی ربیعہ ابی امیہ (9) ابوحذیفہ صفیہ

خیثمہ (5) العاص (6) عیاش عبداللہ مہاجر ہشام ام زہیر قریبہ عبداللہ زہیر ام سلمہ ہشام ابوامیہ

ابوعمرو احمد خالد ولید ہاشم عمارہ عاتکہ فاطمہ

ابوجہل سلمہ حارث ام حرملہ

جویریہ (7) عکرمہ ام حکیم

1. رسول اللہ ﷺ کی دادی حارث، ابوطالب، زبیر، عبداللہ، عاتکہ، برّہ، امیمہ، اروٰی اور بیضا کی والدہ

2. حضرت ابن مکتوم کی والدہ

3. زبیر بن عبدالمطلب کی بیوی

4. فتح مکہ کے وقت چوری کے جرم میں جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا

5. حضرت عمر فاروق ؓ کی والدہ

6. حضرت عمر فاروق کے ماموں جنہیں جنگ بدر میں حضرت عمر فاروق ؓ نے خود قتل کیا تھا

7. جس سے حضرت علیؓ شادی کرنا چاہتے تھے

8. جسے جنگ بدر میں حضرت حمزہ نے قتل کیا تھا

9+10. یہ دونوں رسول ﷺ کے پھوپھا تھے

بنوعدی کا شجرہ نسب

پہلے تین سال میں اسلام لانے والے افراد کے نام کے گرد حاشیہ ہے۔

- عدی
  - زراح
    - قرط
      - عبداللہ
        - تمیم
          - حبیب
        - ریاح
          - عبدالعزیٰ
            - نفیل
              - خطاب
                - عمر
                - زید
                - فاطمہ
                - صفیہ
              - عمرو
                - زید
                  - عاتکہ
                  - سعید
          - اداۃ
        - صداد
          - خلف
  - عوتج
    - عبید
      - عوف
        - نضلہ
          - حارثہ
            - اسود
              - مسعود
            - سوید
              - مسعود
              - مطیع
        - حرثان
          - عبدالعزیٰ
            - اثاثہ
              - عروہ
            - نضلہ
              - عبداللہ
                - معمر(۱)
              - عدی
                - تعمان
                - نعیم
        - اسید
          - عبداللہ
            - نعیم
      - عبداللہ
        - عامر
          - غانم
            - حذیفہ
              - ابی حثمہ
                - لیلیٰ
              - نبیہ
              - خارجہ
              - ابوجہم
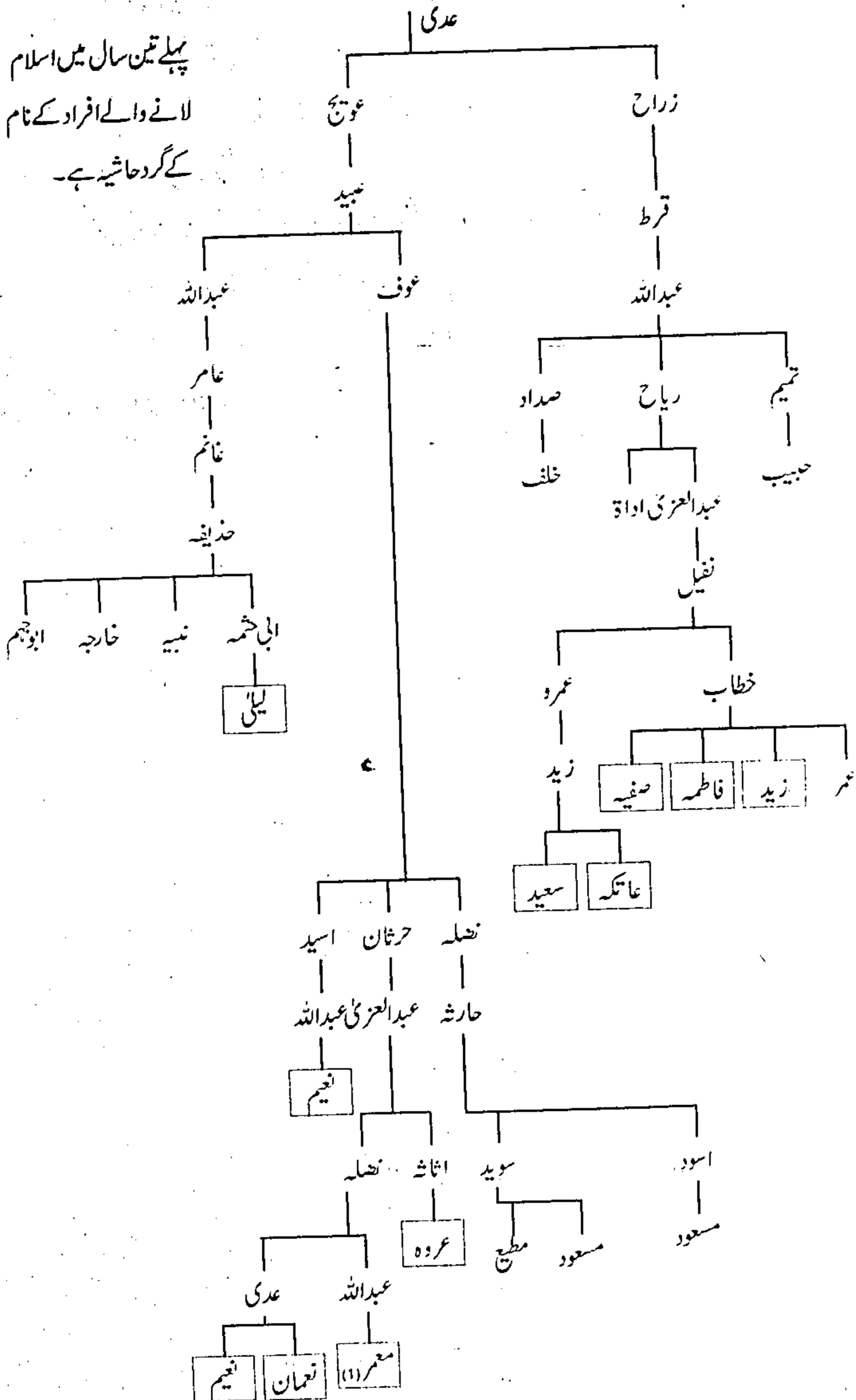
عتبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب کے خاندان بنو عبدالشمس کے جن خواتین و حضرات نے دعوت توحید کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کیا تھا ان کے باہمی تعلق کو ان کے شجرہ نسب سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کے نام گرد حاشیہ ہے۔

عبدمناف
- عبدشمس
  - نوفل
  - حبیب
    - ربیعہ
      - (1) کریز
        - (2) اروی
        - طلحہ
        - عامر
          - عبداللہ
        - ام طلحہ
  - عبدالعزیٰ
    - ربیع
      - عدی
        - (4) کنانہ
      - (3) ابوالعاص
  - امیہ
    - حرب
      - ابوسفیان
        - ام حبیبہ
          - حبیبہ
        - فارعہ
        - امیمہ
      - (5) حارث
    - العاص
      - (6) اروی
      - صفیہ
      - اسید
        - (7) عتاب
      - سعید
        - عبداللہ (حکم)
        - عمرو
        - خالد
      - عفان
        - عثمان
      - (10) ضعیفہ
      - (12) ام حبیب
      - مغیرہ
        - (9) معاویہ
    - سفیان
      - حمنہ
    - ابوعمرو
      - ابی معیط
        - عقبہ
          - (8) ام کلثوم
          - ولید
          - عمارہ
          - خالد
          - عامر
  - ربیعہ
    - عتبہ
      - ابوحذیفہ
      - ولید
        - فاطمہ
      - (11) ہندہ
      - (13) فاطمہ
    - شیبہ
    - صفیہ

(1) کریز: رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ام حکیم بیضا کے خاوند حضرت عثمانؓ بن عفان کے نانا۔

(2) اروی: حضرت عثمانؓ بن عفان کی والدہ۔

(3) ابوالعاص: رسول اللہ ﷺ کے داماد حضرت زینبؓ کے خاوند۔

(4) کنانہ: ابوالعاص کے بھتیجے جو حضرت زینبؓ کو مدینہ لے جا رہے تھے۔

(5) حارث: رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ پہلے ابوسفیان کے اس بھائی حارث کے نکاح میں تھیں اس کی موت کے بعد حضرت صفیہؓ نے العوام سے نکاح کیا تھا۔

(6) اروی: ابوجہل کی بیوی حضرت عثمانؓ کی پھوپھی جن کی بیٹی جویریہ سے حضرت علیؓ نکاح کرنا چاہتے تھے۔

(7) عتاب: رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جنہیں مکہ کا امیر مقرر فرمایا تھا حضرت عتابؓ حضرت عثمانؓ بن عفان کے چچازاد بھائی تھے۔

(8) ام کلثوم: حضرت عثمان کی ماں جائی بہن ان کے والد عفان کی وفات کے بعد ان کی والدہ اروی نے عقبہ بن معیط سے نکاح کیا تھا جن سے ام کلثوم، خالد اور ولید پیدا ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد یہی ام کلثوم اسلام قبول کر کے مدینہ گئی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے بھائیوں خالد اور ولید سے فرمایا تھا کہ واپسی کا معاہدہ خواتین پر لاگو نہیں ہوتا۔

(9) معاویہ: حضرت عثمانؓ کا چچازاد بھائی جس نے احد کے بعد حضرت عثمان کی پناہ لی تھی اور پناہ ختم ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے اسے قتل کرا دیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت حمزہؓ کا مثلہ اسی معاویہ نے کیا تھا۔

(10) ضعیفہ: حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی حضرتؓ سائب کی والدہ حضرت عثمان بن عفان کی پھوپھی۔

(11) ہندہ: ابوسفیان کی بیوی جس کی شادی پر عتبہ نے یہودی سردار ابوالحقیق کے پاس اپنا بیٹا ولید رہن رکھ کر زیور خریدے تھے۔

(12) ام حبیب: حضرت عثمانؓ بن عفان کی پھوپھی مطعم بن عدی کی بیوی جبیر بن مطعم کی والدہ جس نے اپنے بیٹے کی شادی حضرت عائشہؓ سے کرنے سے انکار کیا تھا۔

(13) فاطمہ: حضرت علیؓ کے بڑے بھائی عقیل کی بیوی مسلمؓ بن عقیل کی والدہ

یہ بنو غنم کا شجرہ نسب ہے۔ دعوت توحید کے پہلے تین سال میں بنو غنم کے جو خواتین و حضرات مسلمان ہوئے تھے ان کے نام کے گرد حاشیہ ہے۔

- خذیمہ
  - اسد
    - دودان
      - غنم
        - کبیر
          - مالک
            - صہیب
              - ربیعہ
                - وہب
                  - (5) شجاع
          - مرہ
            - قیس
              - حرثان
                - محصن
                  - عکاشہ
                  - عبد
                    - وہب
            - صبر
              - یعمر
                - ریاب
                  - عبداللہ
                    - (6) جابر
                  - (7) رقیش
                - رباب
                  - جحش
                    - عبداللہ
                      - محمد
                    - (1) عبیداللہ
                      - حبیبہ
                    - (2) ابواحمد
                    - (4) زینب
                    - ام حبیبہ
                    - (3) حمنہ
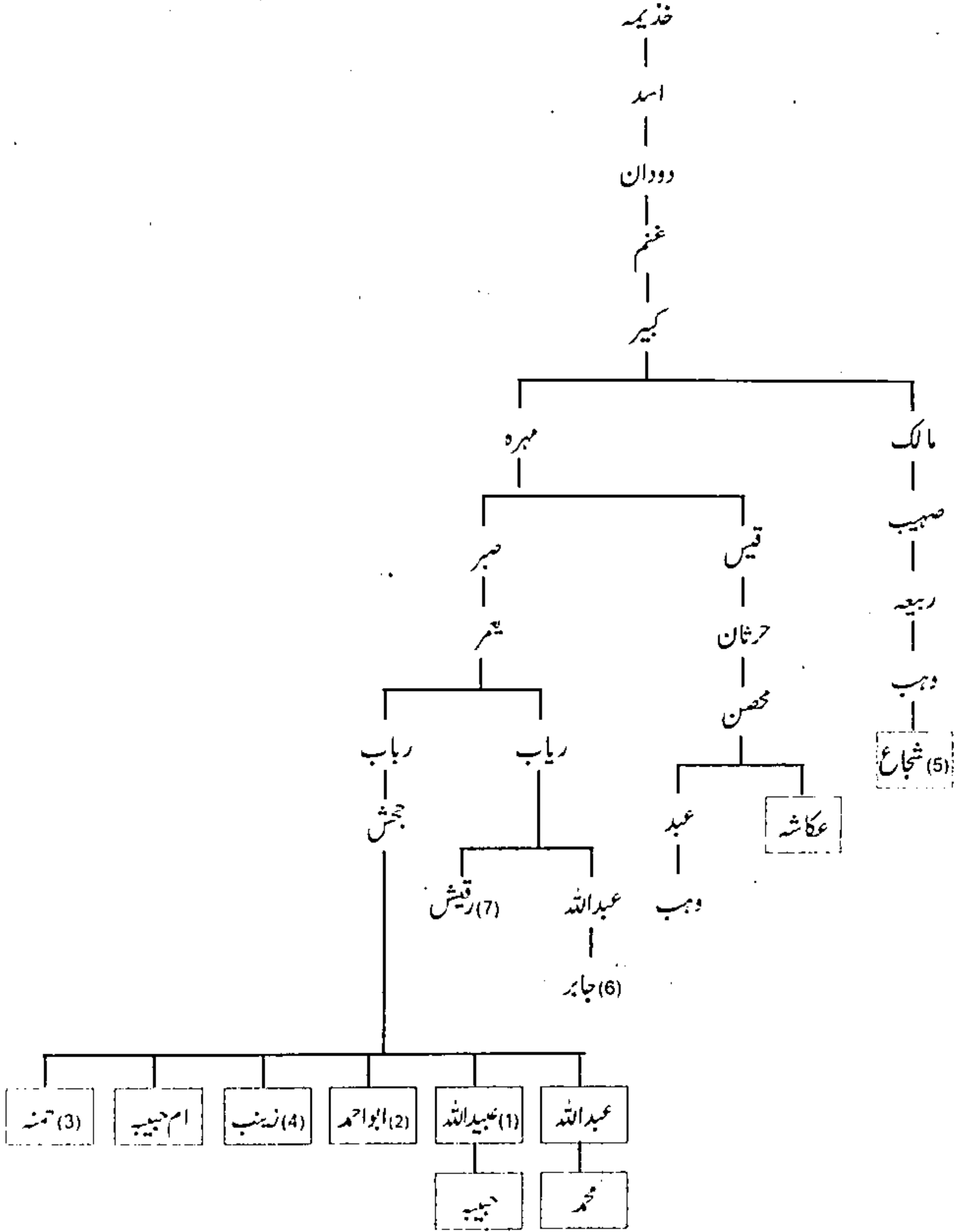
(1) عبیداللہ: رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کے بیٹے ابوسفیان کے داماد ام المومنین ام حبیبہؓ پہلے ان کے نکاح میں تھیں۔ عبیداللہ حبشہ میں عیسائی مذہب اختیار کرنے کے بعد فوت ہو گیا تھا

ان کی بیٹی حبیبہ حبشہ میں پیدا ہوئی تھی۔

(2) ابواحمدؓ: رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کا بیٹا ابوسفیان کی بیٹی فارعہ کا خاوند۔

(3) حمنہؓ: رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی حضرت مصعبؓ بن عمیر کی بیوی۔

(4) زینبؓ: رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی جن کا نکاح حضرت زیدؓ بن حارثہ سے ہوا تھا اور ان کے طلاق دینے کے بعد حضرت زینب کو ام المومنین بننے کا اعزاز حاصل ہوا تھا۔

(5) شجاع: رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک یہی شجاع بن وہب حارث بن شمر کے پاس لے گئے تھے۔

(6) جابر: یہ بھی جنگ بدر میں شامل تھے۔

(7) رقیش: یہ بھی جنگ بدر میں شامل تھے۔

یہ بنو سہم کا شجرہ نسب ہے اس قبیلہ کے جن افراد نے دعوت توحید کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کیا تھا ان کے نام کے گرد حاشیہ ہے۔

لوی
کعب
ہصیص
عمرو
سہم

سعید — سعد

مہشم — سعیرہ — ہاشم — حذافہ — حذیفہ — عدی

رباب — ابوعوف — وائل — مسعود — عامر — قیس

عمیر — عمرو — رملہ — (2)عاص — الحجاج — ابوالعاص — حجاج — حذافہ — (1)حارث

عمرو — ہشام — منبہ — قیس

(4)عبداللہ — (3)ریطہ — عثمان

(5)خنیس — عبیداللہ — قیس

حارث — بشیر — سعید — عبداللہ — سائب — تمیم — معمر — ابوقیس
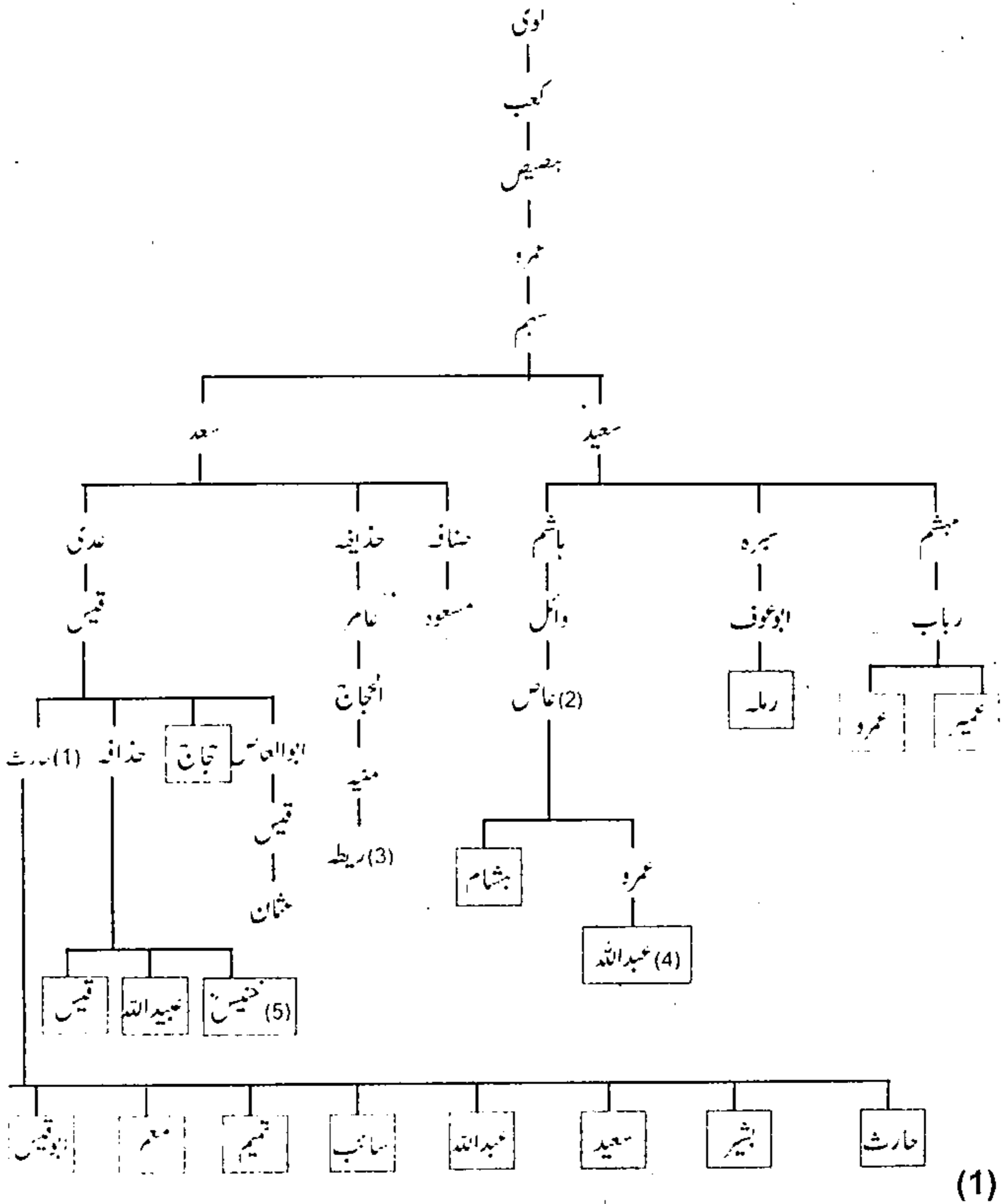
(1) حارث: جو قرآن کا مذاق اڑایا کرتا تھا اس کے حقیقی اور سوتیلے بہت سے بیٹے تھے جن میں سے سات ابتدائی مسلمان تھے۔

(2) عاص: یہ بھی قرآن کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔

(3) ریطہ: عمرو بن عاص کی بیوی حضرت عبداللہؓ کی والدہ۔

(4) عبداللہؓ: رسول اللہ ﷺ نے جنہیں حدیث لکھنے کی اجازت دی تھی وہ جو کچھ آپ ﷺ سے سنتے تھے لکھ لیا کرتے تھے اس مجموعہ احادیث کو "صحیفہ صادقہ" کہا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ؓ حافظ حدیث تھے۔

(5) خنیسؓ: حضرت عمر فاروق کی بیٹی حضرت حفصہؓ ان کے نکاح میں تھیں۔ خنیسؓ کی وفات کے بعد انہیں ام المومنین کا شرف حاصل ہوا۔

قریش کے قبیلہ بنو جمح کا شجرہ نسب پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے اس قبیلہ کے افراد کے نام کے گرد حاشیہ ہے۔

عمرو
جمح
وہب — ربیعہ

وہب: خلف، احبان، ربیعہ، حبیب

خلف: امیہ، ابی
امیہ: (6) صفوان، (5) ربیعہ

احبان — ربیعہ — عثمان — ربیعہ

ربیعہ — عثمان — نبیہ

حبیب: مظعون، معمر

مظعون: (3) قتیلہ، عثمان، عبداللہ، قدامہ، سائب، (2) زینب
عثمان: سائب، عبدالرحمٰن

معمر: حارث، سفیان، جمیل، (1) صفیہ، ام وائل
حارث: حاطب، حطاب، معمر
حاطب: محمد، حارث
سفیان: حارث، جنادہ، جابر

ربیعہ — اوزان
اوزان: خذیمہ، معبر
خذیمہ — عامر — سعید
معبر — (4) ابو محذورہ
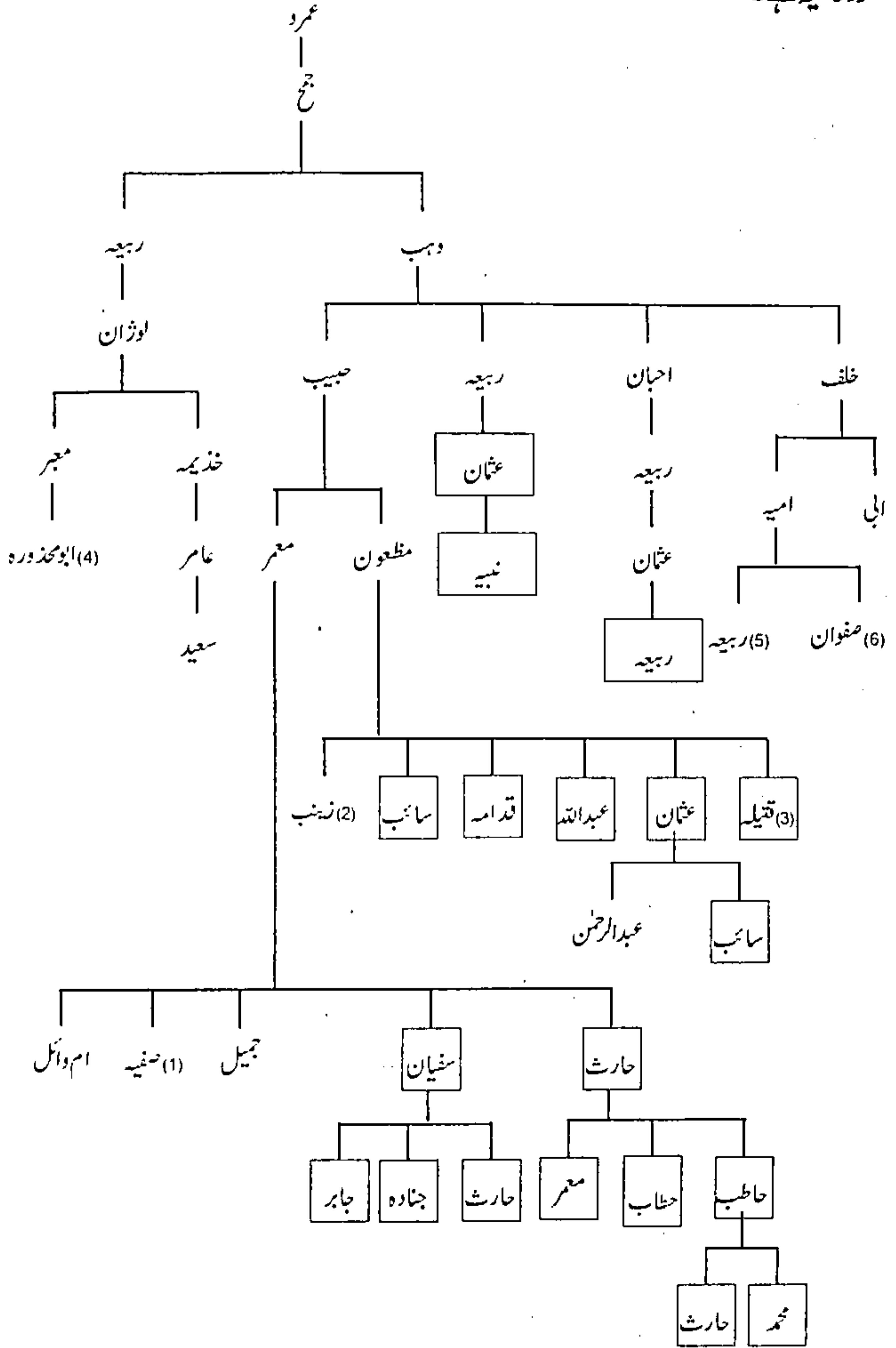
(1) صفیہ: امیہ بن خلف کی بیوی صفوان کی ماں

(2) زینب: حضرت عمر فاروق کی بیوی

(3) قتیلہ: حضرت حاطب، حضرت حطاب اور حضرت معمر کی والدہ، حضرت عمرؓ فاروق کی سالی۔

(4) ابومحذورہؓ: رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جنہیں حرم میں اذان دینے کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

(5) ربیعہ: حج البلاغ کے وقت میدان عرفات میں یہی ربیعہ بن امیہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے پاس کھڑے تھے اور جو کچھ آپ ﷺ فرماتے تھے ربیعہ بلند آواز میں دہراتے جاتے تھے۔

(6) اسلام قبول کرتے وقت صفوان کی سات بیویاں تھیں جن میں اس کے باپ امیہ کی بیوی فاختہ بنت اسود بھی تھی۔ اپنے باپ کے بدر میں قتل کے بعد اس نے فاختہ کو بھی اپنی بیوی بنا لیا تھا اور اسلام نے اسے نجات دلائی تھی۔ صفوان کی ایک بیوی حضرت خالد بن ولید کی بہن عاتکہ تھی۔ حضرت خالد بن ولید کی بھانجی ام جمیلہ جو ابوجہل کے بھائی حارث کی بیٹی تھی وہ بھی صفوان بن امیہ کی بیویوں میں شامل تھی۔

یہ قریش کے قبیلہ بنوعبدالدار کا شجرہ نسب ہے اس قبیلے کے جن افراد نے دعوت کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کیا تھا ان کے نام کے گرد حاشیہ ہے۔

قصی
عبدالدار
عبدمناف — سباق — عثمان
کلدہ — ہاشم — حارث — عمیلہ — عبدالعزی
حاقمہ — شرجیل — عمیلہ — عامر — مالک — ابی طلحہ
حارث — عبداللہ — مصعب — ابوالروم — برہ — حرملہ — طلحہ
نضیر — نضر — قیس — سعد — عثمان
نضیر — فراس — جہم — سویبط
خذیمہ — عمرو
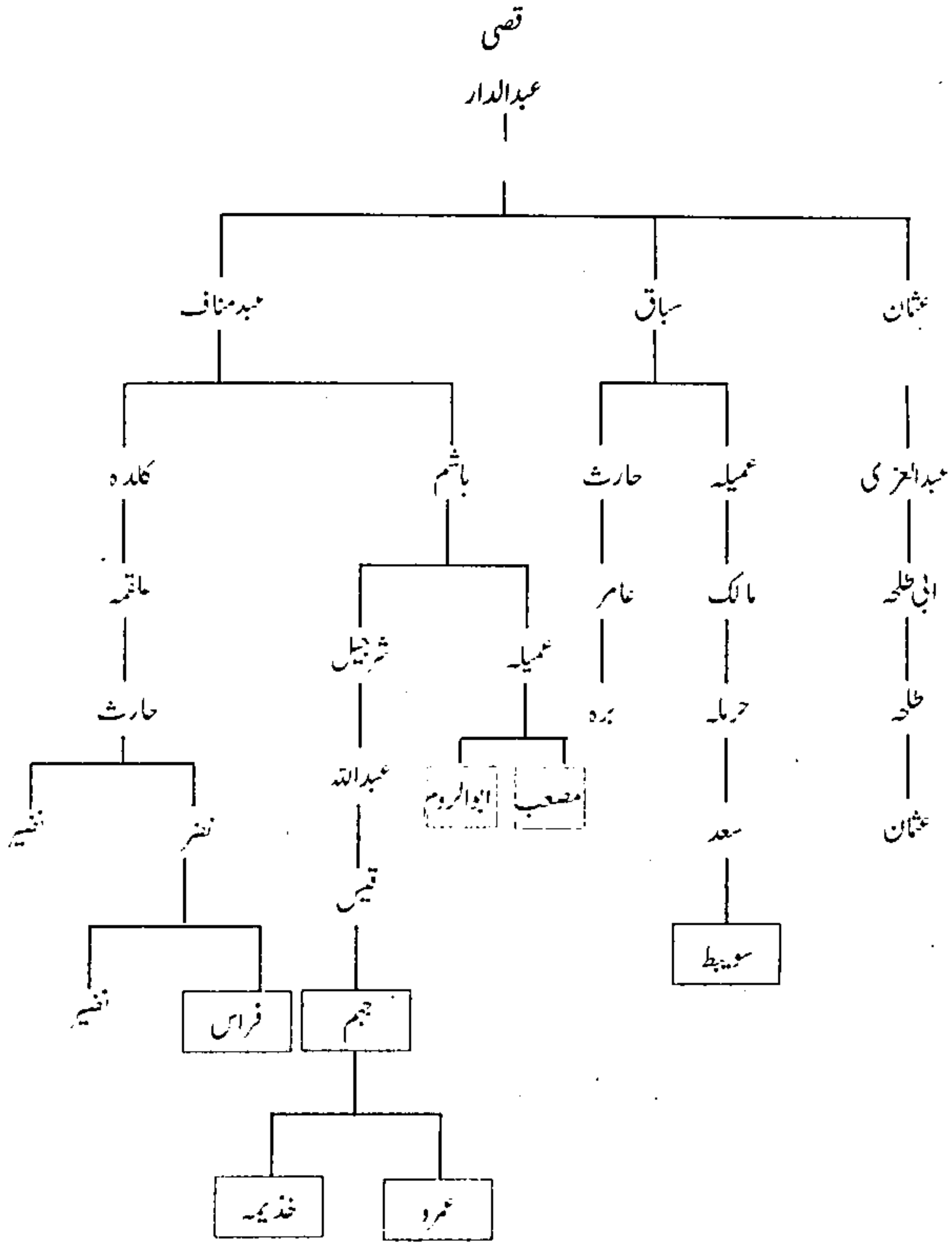
یہ قریش کے سردار سہیل بن عمرو کے قبیلہ عامر بن لوی کا شجرہ ہے۔ اس قبیلہ کے جو افراد دعوت کے پہلے تین سال میں مسلمان ہوئے تھے ان کے نام کے گرد حاشیہ ہے۔

- لوی
  - عامر
    - حسل
      - مالک
        - جابر
          - اسعد
            - عبدالعزیٰ
              - قبیلہ (1)
        - جذیمہ
          - حبیب
            - حارث
              - ابی سرح
                - سعد
                  - عبداللہ
                  - وہب
              - ربیعہ
                - عمرو
                - عثمان
        - نضر
          - عبدود
            - عبدالشمس
              - قیس
                - زمعہ
                  - مالک
                  - سودہ
              - وقدان
                - سعدی
                  - عمرہ
              - عمرو
                - سہیل
                  - سہلہ
                  - ام کلثوم
                  - عبداللہ
                - سلیط
                - ابو حاطب
                - سکران
            - ابی قیس
              - عبیدہ
                - (4) اُمِ جمیل
              - عبداللہ
                - علقمہ
                  - قہطم
              - عبدالعزیٰ
                - ابی رہم
                  - ابو سبرہ 3
                - مخزمہ
                  - عبداللہ
            - قیس
              - عبداللہ
                - مجلل
                  - فاطمہ
    - معیص
      - عدی
        - حجیر
          - عمرو
            - وہب
              - مضرب
                - مالک
                  - خناس 2
          - رواحہ
            - ہرم
              - اصم
                - زائدہ
                  - قیس
                    - ابن ام مکتوم
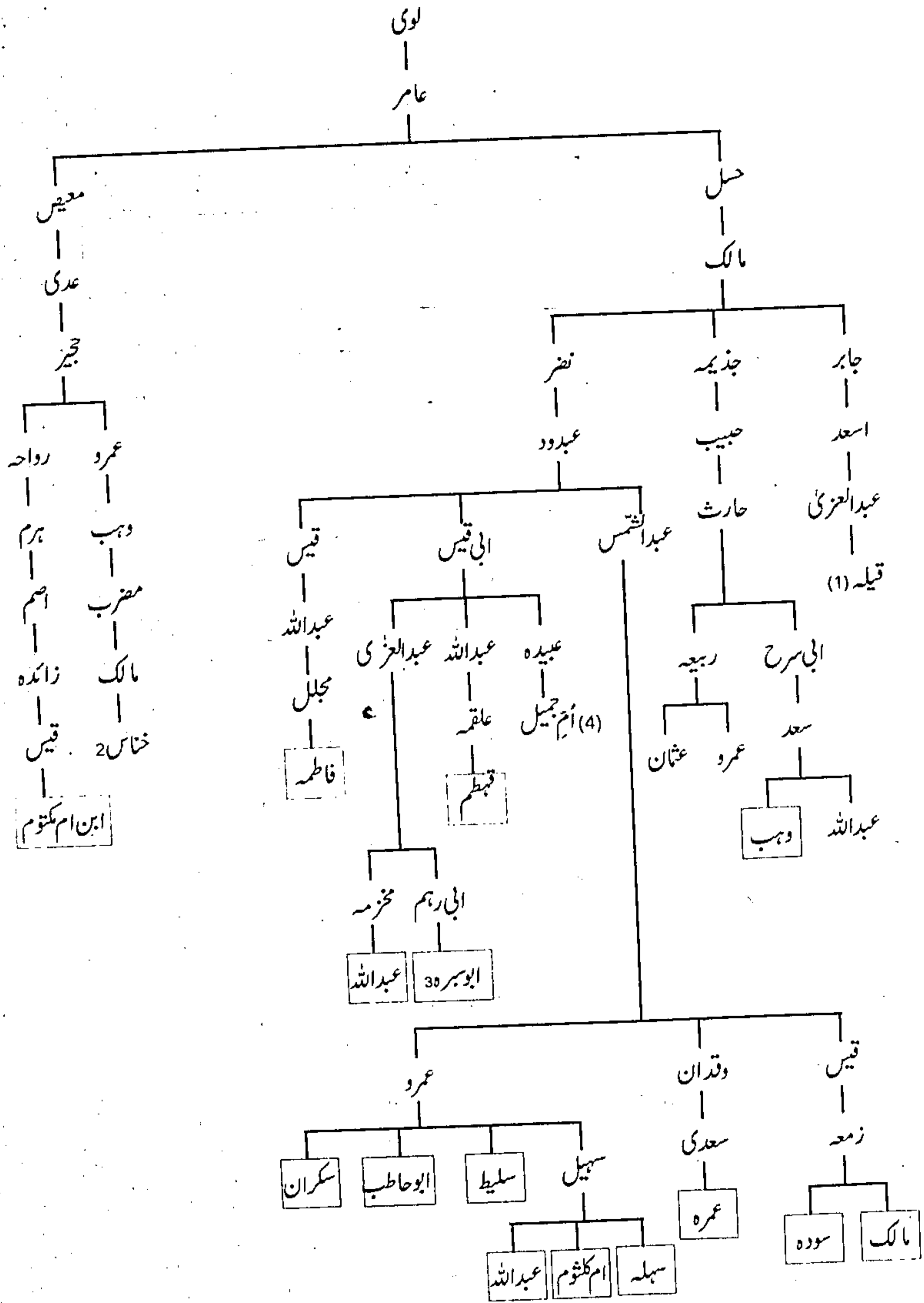
(1) قیلہ: حضرت ابوبکرؓ کی بیوی حضرت اسماء کی ماں۔

(2) خناس: حضرت مصعبؓ بن عمیر کی والدہ۔

(3) ابوسبرہؓ: رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی برہ کے بیٹے (حضرت ابوسلمہ کے ماں جائے بھائی)

(4) ام جمیل: حضرت حارثؓ بن حاطب کی بیوی۔ایک روایت کے مطابق ام جمیل کا باپ مجلل نہیں بلکہ عبیدہ بن ابی قیس تھا۔اگر ایسا ہے تو بنو عامر بن لوی کے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں ایک کا اضافہ ہو جائے گا اور سہیل بن عمرو کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے رشتہ داروں کی تعداد میں بھی تین کا اضافہ ہو جائے گا۔

یہ قریش کے قبیلہ بنو اسد کا شجرہ نسب ہے دعوت کے پہلے تین سال میں اس قبیلہ کے مسلمان ہوئے افراد کے نام کے گرد حاشیہ ہے۔

- قصی
  - عبدالعزیٰ
    - اسد
      - نوفل
        - صفوان
          - سبرہ (4)
      - مطلب
        - اسود
          - فاختہ (3)
          - ربیعہ (2)
          - ہبار
          - زمعہ
            - عبداللہ
            - وہب
            - یزید
      - خویلد
        - خدیجہ
        - نوفل
          - اسود
        - ہالہ
        - العوام
          - زبیر
          - زینت
          - سائب
        - حزام
          - خالد
          - ہشام
          - حکیم
      - حارث
        - زہیر
          - (1) فاختہ
        - ہشام
          - ابوالبختری
  - عبدالعزیز
    - اسد
      - حارث
        - امیہ
          - عمرو
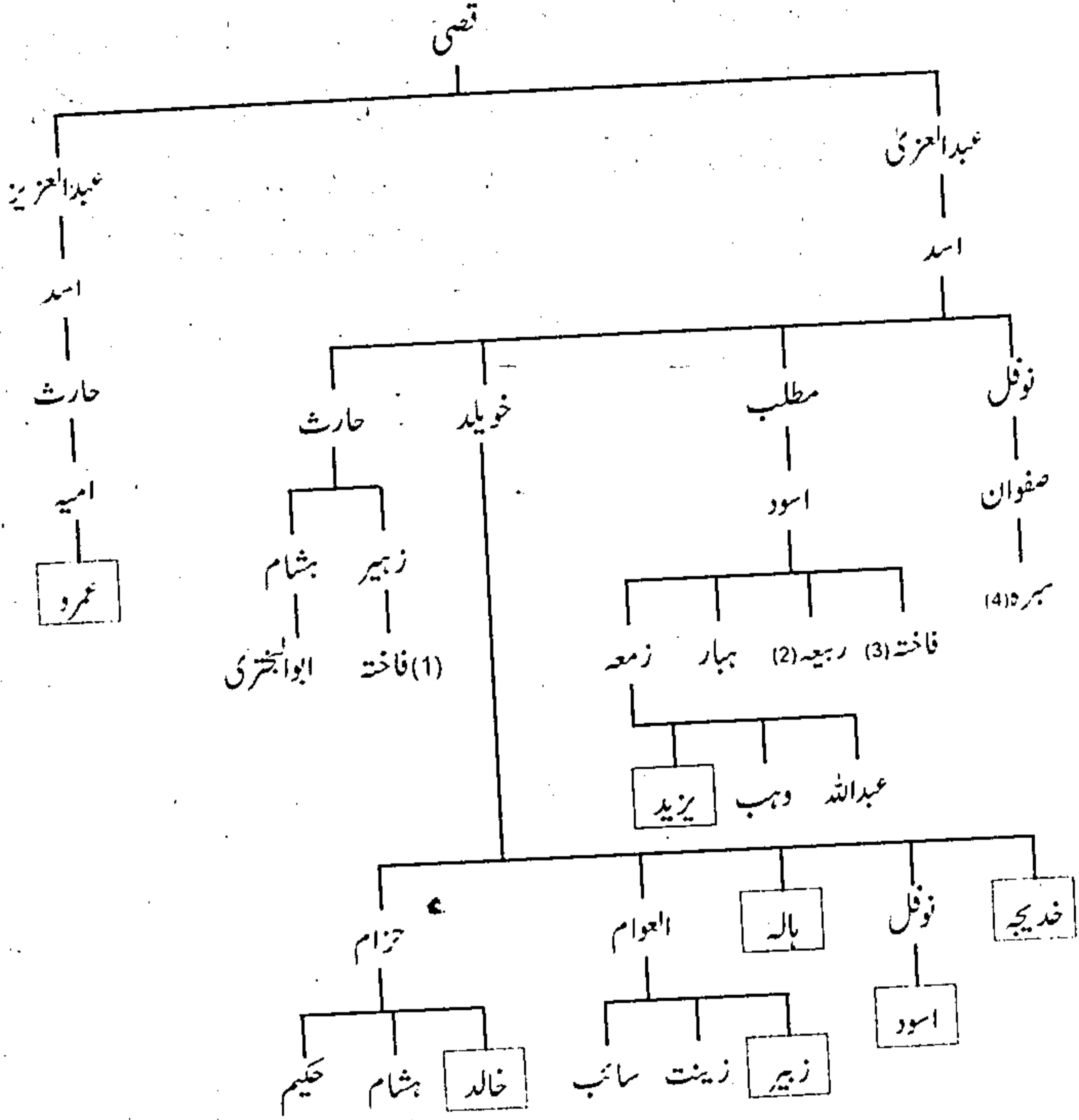
1. فاختہ: حکیم بن حزام کی والدہ
2. ربیعہ: بائیکاٹ کی دستاویز پھاڑنے والوں میں شامل تھے
3. فاختہ: امیہ بن خلف کی بیوی جسے اس کے بیٹے صفوان نے اپنی بیوی بنالیا تھا
4. سبرہ: عبدالملک بن مروان کی نانی

بنو تیم کا شجرہ نسب دعوت کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والوں کے نام کے گرد حاشیہ ہے۔

- مرہ
  - تیم
    - سعد
      - کعب
        - عامر
          - صخر
            - ام الخیر
            - خالد
              - حارث(1)
                - فاطمہ
                - عائشہ
                - زینب
                - موسیٰ
                - صبیحہ
                - ابراہیم
            - رائطہ
          - جبیلہ
            - حارث
              - ریطہ
        - عمرو
          - عثمان
            - عمرو
            - عبیداللہ
              - عثمان
              - طلحہ(2)
          - عامر
            - ابوقحافہ
              - ام کلثوم
              - ابوبکرؓ صدیق
                - عائشہ
                - اسماء
                - عبداللہ
                - عبدالرحمٰن
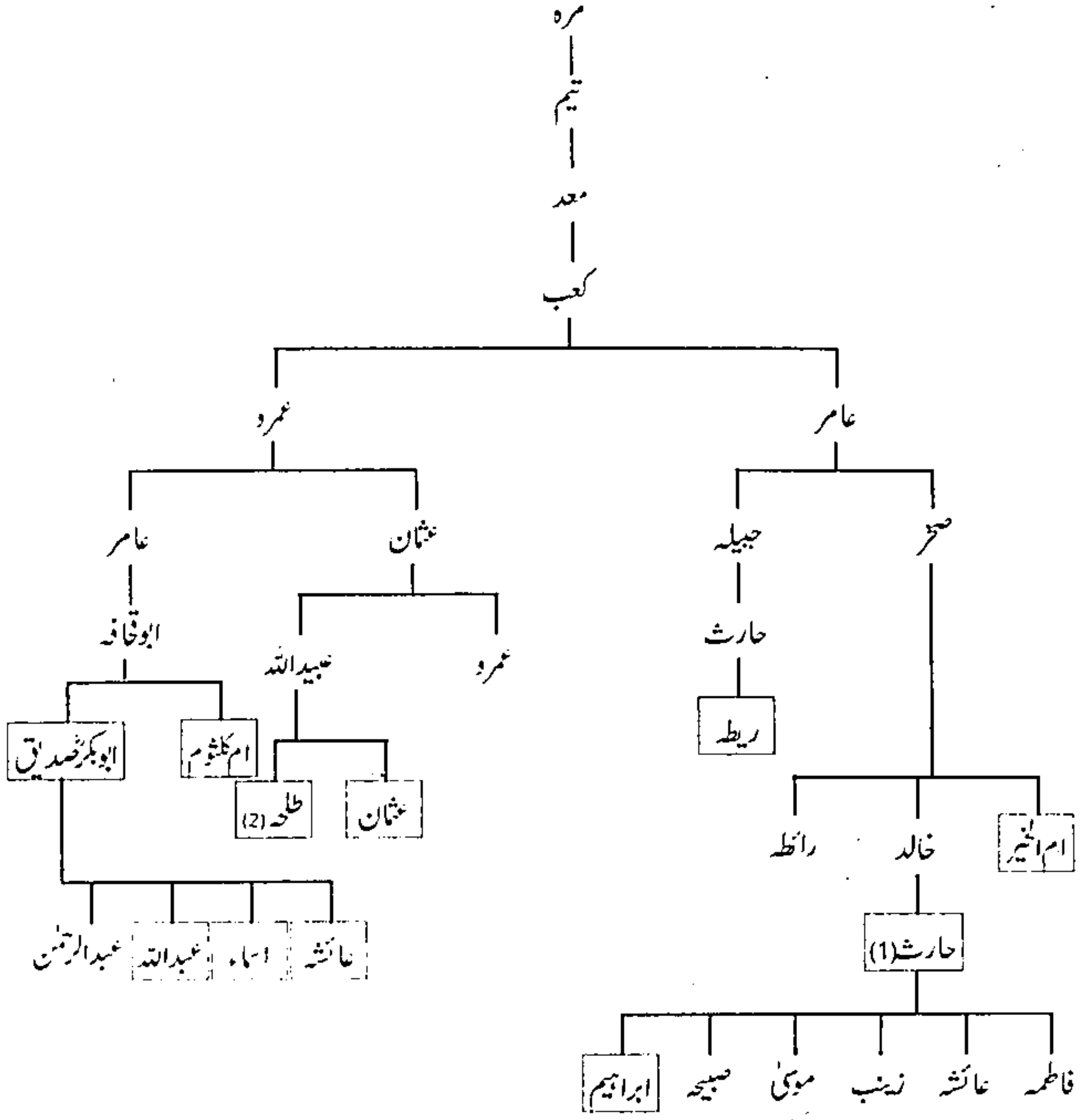
1. حارثؓ: ہجرت کے وقت ابراہیم ان کے ساتھ تھے (ابن اثیر ص 52 ج 1) عائشہ، زینب اور موسیٰ حبشہ میں پیدا ہوئے واپسی کے سفر میں زہریلا پانی پینے سے عائشہ، زینب اور موسیٰ وفات پا گئے تھے۔
2. طلحہؓ: ان کی والدہ صعبہ حضرمی پہلے عبداللہ بن عباد حضرمی کے نکاح میں تھیں عمرو حضرمی جو نخلہ میں قتل کیا گیا تھا عامر حضرمی جو بعد میں مارا گیا تھا (کپڑے پھاڑ کر ہائے عمرو چلانے والا) اور علاء حضرمی جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بحرین کا حاکم مقرر فرمایا تھا وہ تینوں حضرت طلحہ کے ماں جائے بھائی تھے۔

بنوزہرہ کا شجرہ نسب دعوت کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والوں کے نام کے گرد حاشیہ ہے۔

- مرہ
  - کلاب
    - زہرہ
      - عبد مناف
        - وہب
          - سیدہ آمنہ (1)
          - اسود
        - وہیب
          - ہالہ (3)
          - ابی وقاص
            - عتبہ
            - [عمیر]
            - [عامر]
            - [سعد]
          - عبد یغوث
            - ارقم
              - عبداللہ
              - عبدالرحمٰن
        - اہیب (2)
          - صفوان
          - مخزمہ
          - امیہ
      - الحارث
        - عبداللہ
          - شہاب
            - عبداللہ اکبر
            - [عبداللہ]
            - عبداللہ اصغر
        - عبد
          - عوف
            - [اشفاء]
          - عبدعوف
            - عوف
              - اشفاء (5)
              - عاتکہ (4)
              - اسود
              - [عبدالرحمٰن]
                - [ام قاسم]
            - ازہر
              - [عبدالرحمٰن]
              - [طلیب]
              - [مطلب]
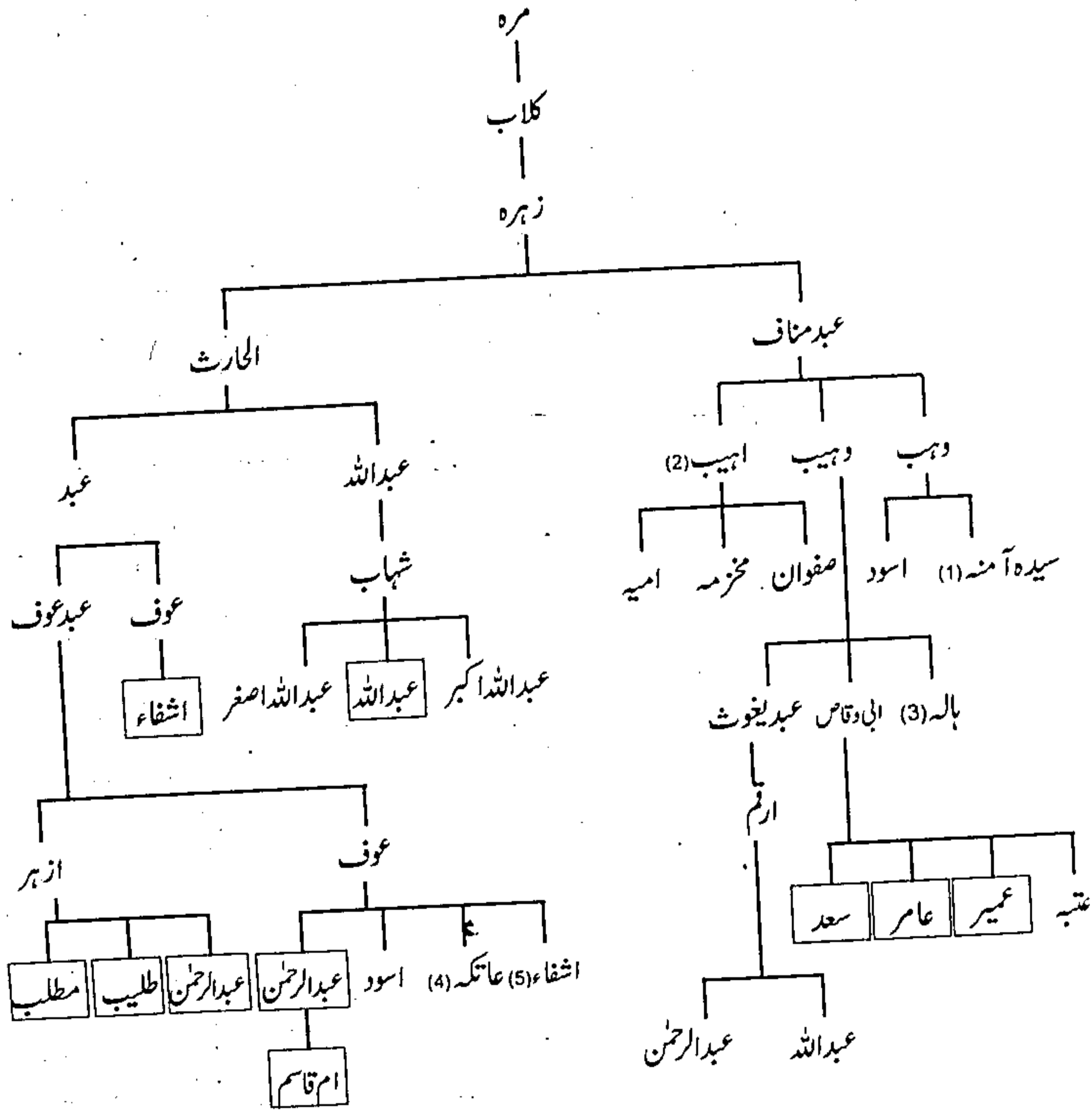
1. سیدہ آمنہ: رسول اللہ ﷺ کی والدہ
2. اہیب: ان کی بیوی رقیقہ بنت ابوصیفی نے رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچائی تھی کہ قریش نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔
3. ہالہ: حضرت حمزہؓ، حضرت صفیہ، مقوم اور حجل کی والدہ۔
4. عاتکہ: ان کے خاوند مخزمہ بن نوفل نے اسلام قبول نہ کیا تو عاتکہ نے اپنے بیٹے مسعود کے ہمراہ مدینہ ہجرت کی تھی۔
5. اشفاء: انہوں نے بھی مدینہ ہجرت کی تھی۔

بنوفہر کا شجرہ نسب اور دعوت کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے افراد۔

- مالک
  - فہر
    - حارث
      - رفاعہ
        - حارث
          - عوف
      - ضبہ
        - مالک
          - ہلال
            - ربیعہ
              - ابی شداد
                - ابوعمرو
                  - عمرو
                    - سہیل
                - زہیر
                  - حارث
                    - عمرو
                  - غنم
                    - عامر
                    - عثمان
                    - عیاض
                  - عیاض
                    - زہیر
              - ابی سرح
                - معمر
                - عمرو
                  - حاطب
                - وہب
              - وہب
                - صفوان
                - سہیل
                - سہل
        - اُہیب
          - ہلال
            - الجراح
              - عبداللہ
                - ابوعبیدہ
                - یزید
      - امیہ
        - عامر
          - لقیط
            - قیس
              - عبد
                - سعد
                - حارث
          - عبداللہ
    - عارب
      - شیبان
        - عمرو
          - حبیب
            - لاحب
              - حسل
                - جابر
                  - کرز
          - وائلہ
            - ثعلبہ
              - وہب
                - خالد اکبر
                  - قیس
                    - ضحاک
                    - فاطمہ
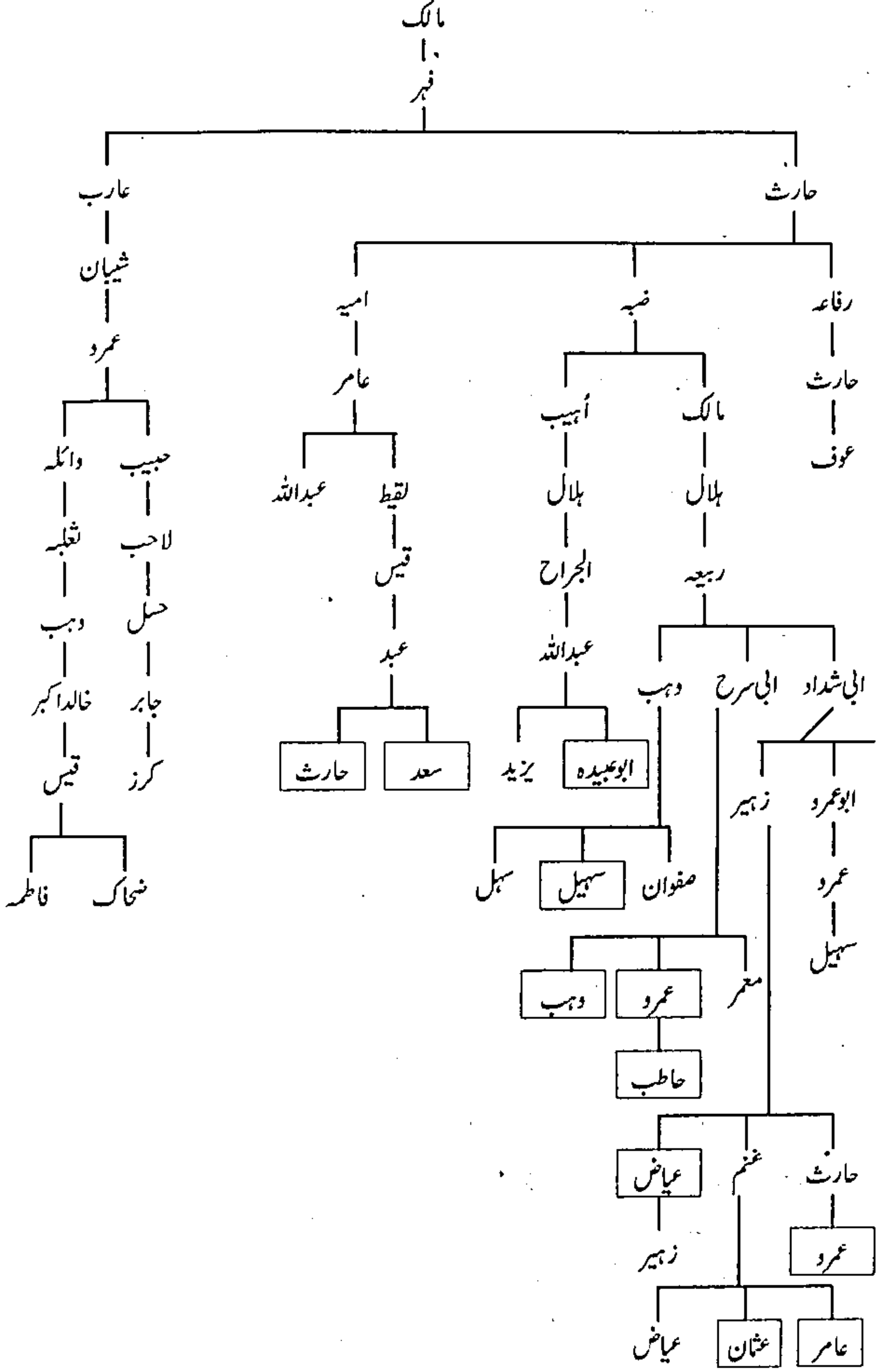
ذیل کا شجرہ بنو ہاشم کا ہے اس قبیلہ کے جن افراد نے دعوت کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کیا تھا ان کے نام حاشیہ میں ہیں۔

- عبد مناف
  - ہاشم
    - اسد
      - فاطمہ
    - عبدالمطلب
      - ابوطالب
        - عقیل (4)
        - جعفر
        - علی
      - صفیہ (5)
      - اروی
      - حارث
        - ابوسفیان (2)
        - نوفل (3)
        - ربیعہ (1)
      - ابولہب
        - عتبہ
        - عتیبہ
        - معتب
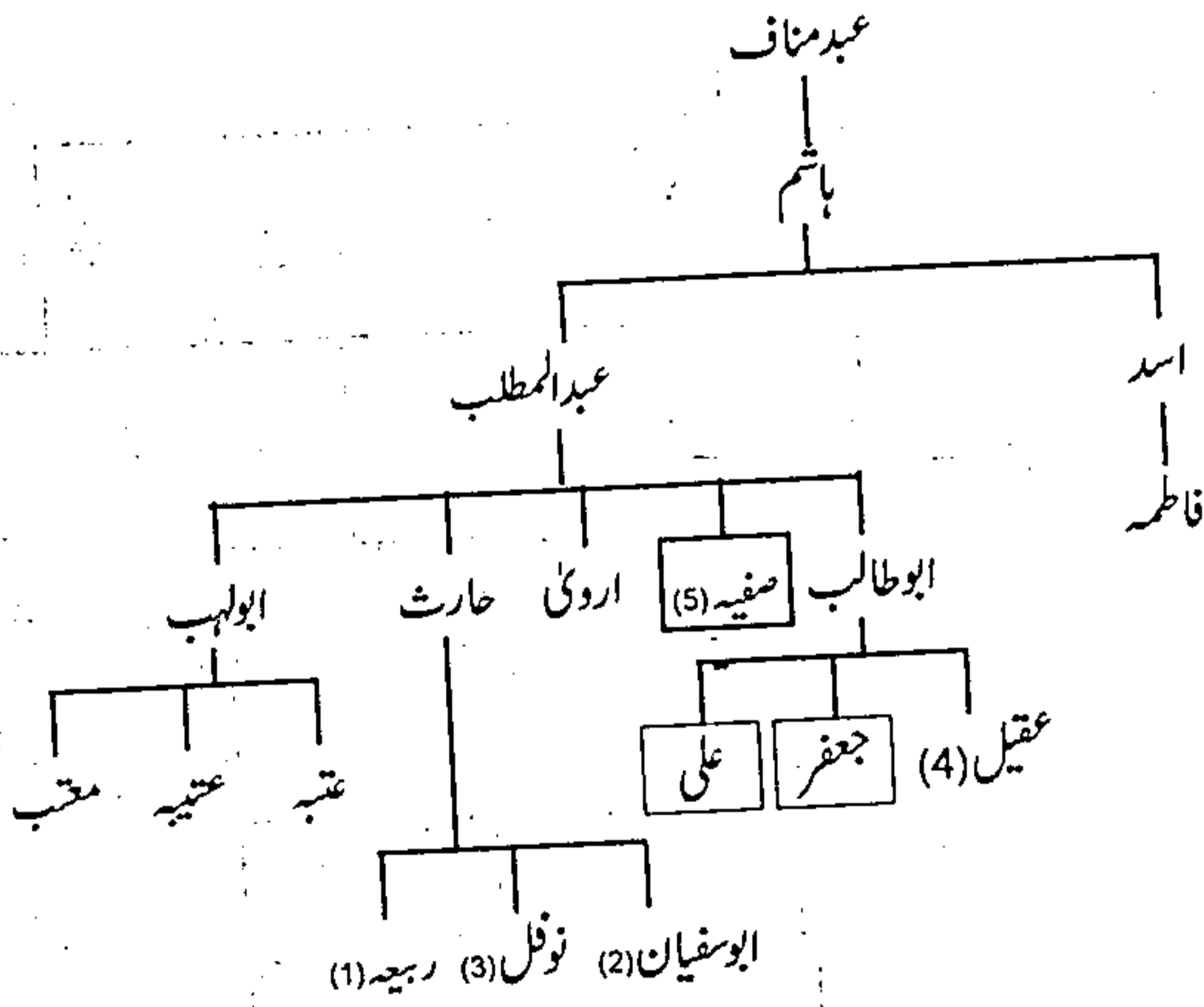
1. ربیعہ: جس کا قتل رسول اللہ ﷺ نے حج الوداع کے موقع پر معاف کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔
2. ابوسفیان: حضرت علیؓ کے بہنوئی جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف گستاخانہ شعر کہا کرتے تھے اور فتح مکہ سے پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے۔
3. نوفل: بدر کے جنگی قیدیوں میں تھے خندق کے وقت مسلمان ہوئے۔
4. عقیل: عتبہ بن ربیعہ کے داماد اور ابوسفیان بن حرب کے ہم زلف عقیل کی بیوی فاطمہ ابوسفیان کی بیوی ہند کی بہن تھی۔
5. صفیہ: پہلے ابوسفیان کے بھائی حارث کے نکاح میں تھیں اس کی موت کے بعد انہوں نے العوام سے نکاح کیا تھا۔

بے مثل جماعت

دعوت توحید کے پہلے تین سال میں تیار ہونے والی اس جماعت نے توحیدی معاشرے اور ریاست کے قیام، استحکام اور توسیع میں بہت ہی اہم اور بنیادی کردار ادا کیا تھا اسی جماعت کے ارکان نے سب سے زیادہ مصائب کا سامنا کیا اور سب سے زیادہ مالی اور جانی قربانیاں دی تھیں دارِ ارقم میں تربیت حاصل کرنے والی اس جماعت کے ارکان کے عزم، حوصلہ، صبر، ایثار، قربانی اور شجاعت کی مثال اسلامی تاریخ بلکہ انسانی تاریخ میں کسی اور جماعت میں نہیں ملتی اس جماعت کے ارکان کے ایمان اور عمل کی پختگی معلم انسانیت محمد بن عبداللہ ﷺ کی عظمت تربیت کا نتیجہ تھی قرآن کریم میں ہے۔

☆ "وہی ہے جس نے
ان پڑھوں میں ایک رسول بھیجا ہے
جو انہی میں سے ہے
اور انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے
اور وہ انہیں پاک کرتا ہے
اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے" (۲:۶۲)

دل اور دماغ، سوچ اور عمل کو شرک کی آلودگیوں سے پاک صاف کر کے رسول اللہ ﷺ نے اس جماعت کو مشرک معاشرے کے لئے ایک مثالی جماعت بنا دیا تھا اور اس جماعت نے مکہ کے مشرکوں کو فکری معاشرتی اور قبائلی محاذوں پر شکست دے کر انہیں اتنا بدحواس کر دیا تھا کہ قریش کے وہ سردار جن کی دانائی، معاملہ فہمی، سفارت کاری اور صلح جوئی کی پورے عرب میں شہرت ہوتی تھی بدحواس ہو کر ادنیٰ حرکتوں پر اتر آئے تھے اس جماعت کے کردار کی بلندی نے شرک کے سارے سرداروں کے انفرادی اور اجتماعی کردار کے گھٹیا پن کا پردہ چاک کر دیا تھا اور وہ غیر اخلاقی اور غیر انسانی حرکتوں میں اپنی بڑائی تلاش کرنے پر مجبور ہو گئے

تھے۔ دعوت توحید کے ان تین سالوں کی، تاریخ اسلام اور تحریک توحید میں اہمیت اور دار ارقم کی تربیت گاہ کے مقام و مرتبہ کے تعین کے لئے اس جماعت کے ارکان کی خدمات کا مختصر جائزہ ضروری ہے۔

خلفائے راشدین میں سے تین حضرت ابوبکرؓ صدیق حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت علیؓ کا تعلق اسی جماعت سے تھا ان خلفائے راشدین کی دینی اور تاریخی خدمات کے جائزہ کے لئے کتابیں لکھی جاسکتی ہیں لیکن ہم یہاں نہایت مختصر جائزہ پیش کریں گے۔

خلیفہ اول: مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے اور اللہ کے رسول ﷺ کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ صدیق اسلام سے پہلے قریش کے ایک معزز سردار تھے عرب قبائل میں ان کا فیصلہ مانا جاتا تھا وہ کامیاب اور خوشحال تاجر تھے جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم نقد سرمایہ تھا۔ انہوں نے مسلمان غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کرانے اور مسلمانوں پر اتنا سرمایہ خرچ کیا تھا کہ ہجرت کے وقت ان کے پاس صرف پانچ ہزار درہم رہ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا ''مجھے کسی کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر ابوبکرؓ کے مال نے نفع پہنچایا ہے'' (روایت ابوالعباس احمد بن عثمان) تبوک کے لشکر کے اخراجات کے لئے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے گھر میں جو کچھ بھی تھا دفاعی فنڈ میں دے دیا تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حسانؓ سے پوچھا ''تم نے ابوبکر کے بارے میں کوئی نظم نہیں لکھی؟''

حضرت حسانؓ نے عرض کیا ''حضور لکھی ہے''

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت حسانؓ نے وہ نظم آپ ﷺ کو سنائی اس نظم کا ایک شعر ہے "وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ایسے محبّ محبوب ہیں کہ سب جانتے ہیں کہ اللہ کی مخلوق میں کوئی شخص ان کے برابر نہیں''

رسول اللہ ﷺ نظم سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''اے حسان تو نے سچ کہا وہ ایسے ہی ہیں جیسا تم نے کہا ہے''
(روایت زہری)

ایک روز حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اکٹھے چلے آرہے تھے رسول اللہ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا ''یہ دونوں انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر باقی سب ادھیڑ عمر کے اولین و آخرین کے جنت میں سردار ہیں'' (روایت شعبی)

غار ثور، ہجرت کے سفر اور تمام غزوات میں حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے غزوہ احد اور حنین کی سخت آزمائش کے وقت بھی وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور پاس تھے بنو ہوازن کے خلاف سریا نجد میں وہ امیر دستہ تھے۔ یوم تبوک رسول اللہ ﷺ نے اپنا سب سے بڑا سیاہ رنگ کا جھنڈا حضرت ابوبکرؓ صدیق کے سپرد کیا تھا فتح مکہ کے بعد پہلے حج کے امیر حضرت ابوبکرؓ صدیق کو رسول اللہ ﷺ نے خود امامت سپرد کی تھی اور ان کی امامت میں اللہ کے رسول ﷺ نے تین نمازیں ادا کی تھیں۔ خلیفہ بنے تو تجارت کے لئے وقت نہیں ہوتا تھا صحابہ نے باہمی مشورہ سے خلیفہ کے گھر کے اخراجات کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا وفات سے پہلے

وصیت کی کہ اڑھائی سال کی خلافت کے دور میں بیت المال سے وصول کی وظیفہ کی رقم ان کی زمین بیچ کر واپس کر دی جائے۔ ریاست کا ایک غلام آنے والوں کی خدمت کے لئے، ایک اونٹ خلیفہ کی سواری کے لئے اور پانچ درہم کی ایک چادر سفری ضرورتوں کے لئے خلیفہ کے گھر میں تھے وفات سے پہلے وصیت کی کہ وہ نئے خلیفہ کے حوالے کر دیئے جائیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کتنی چادروں کا کفن دیا گیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ تین چادروں کا، ہدایت کی ''مجھے بھی تین ہی چادروں کا کفن دیا جائے اور جو چادر میرے استعمال میں ہے وہ بھی دھو کر کفن کے لئے استعمال کی جائے۔''

خلافت کے وقت حضرت ابوبکرؓ صدیق مدینہ کی بستی سخ میں رہتے تھے اور اکثر مسجد نبوی میں عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد پیدل ہی اپنے گھر جایا کرتے تھے اور پیدل ہی صبح آیا کرتے تھے خلافت سے پہلے وہ پڑوسیوں کی بکریوں کا دودھ بھی دوہ دیا کرتے تھے خلیفہ بنے تو ایک لڑکی نے کہا ''اب تو وہ خلیفہ ہو گئے ہیں۔'' خلیفہ اول کو معلوم ہوا تو کہا ''مجھے اپنے پروردگار کی قسم ہے میں اب بھی تمہاری بکریوں کا دودھ دوہ دیا کروں گا میں اُمید کرتا ہوں کہ خلافت کی وجہ سے میری پرانی عادات میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔''

خلیفہ بننے کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق جتنا عرصہ سخ کی بستی میں رہے ان پڑوسیوں کی بکریوں کا ان کے لئے دودھ دوہتے رہے اور دودھ دوہنے کے بعد پوچھتے کوئی اور کام تو نہیں؟

مدینہ میں ایک بڑھیا تھی وہ کمزور اور نابینا تھی اور خلیفہ اول اس کے گھر کے لئے پانی خود بھرا کرتے تھے (روایت ابوالقاسم)

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ریاست اسلامی میں جگہ جگہ شورشیں اٹھ کھڑی ہوئیں نبوت کے جھوٹے دعویداروں نے مسلح بغاوت کر دی بہت سے طاقتور سردار اور قبیلے مرتد ہو گئے بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا حالات بہت ہی خراب ہو رہے تھے اور رومیوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہؓ بن زید کی امارت میں جو لشکر تیار کیا تھا وہ ابھی تک مدینہ میں ہی تھا حالات کی نزاکت کی وجہ سے متعدد صحابہ نے مشورہ دیا کہ فی الحال اسامہؓ کا لشکر نہ بھیجا جائے خلیفہ اول نے جواب دیا۔ ''اللہ کی قسم اگر مدینہ آدمیوں سے اتنا خالی ہو جائے کہ جنگل کے درندے آ کر میری ٹانگ کھینچنے لگیں میں جب بھی رسول اللہ ﷺ کے تیار کردہ لشکر کو نہیں روک سکتا۔''

لشکر روانہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ کا مقرر کردہ امیر لشکر گھوڑے پر سوار تھا اور خلیفہ اول اس کے ساتھ دوڑا جا رہا تھا اور ہدایات دے رہا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے مشورہ دیا کہ مرتدوں اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی بغاوتوں کی وجہ سے زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے خلاف کارروائی نہ کی جائے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر تو

ایمان کا اعلان کرتے ہیں خلیفہ اول نے فرمایا ''خدا کی قسم جو کوئی رسول اللہ ﷺ کو زکوۃ میں دیا جانے والا بکری کا بچہ دینے سے انکار کرے گا میں اس کے خلاف بھی جہاد کروں گا'' خلیفہ اول کے عزم اور اعلان سے منکرین زکوۃ پھر سے زکوۃ دینے لگے۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد اور اسود عنسی جیسے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے لشکروں کو شکست دی نعمان بن منذر نے بحرین میں لقیط بن مالک نے عمان میں اور کندہ کے علاقہ میں بہت سے مقامی ''بادشاہوں'' نے اسلامی ریاست اور اسلام کے خلاف بغاوت کر دی تھی حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان سب کی بغاوتوں کا قلع قمع کر کے پورے جزیرہ نمائے عرب میں اسلامی ریاست کا نظم بحال کر دیا اور ایرانی اور رومی شہنشاہوں کے بہت سے علاقے فتح کر کے اسلامی ریاست میں شامل کر لئے اڑھائی سال کے مختصر سے عرصہ میں خلیفہ اول نے نہ صرف جزیرہ نمائے عرب کی ساری باغی قوتوں کا قلع قمع کر دیا تھا بلکہ ایرانیوں اور رومیوں کے دل ودماغ پر اہل توحید کا خوف مسلط کر دیا تھا اور ان ساری ناقابل یقین کامیابیوں کی بنیاد وہی ایمان اور عمل کی پختگی اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے محبت تھی۔

مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کی لڑائی میں بہت سے حافظ قرآن صحابہ شہید ہو گئے تھے حضرت عمر فاروقؓ کے مشورہ سے خلیفہ اول نے کاتب وحی حضرت زیدؓ بن ثابت کو مختلف صحابہ کے پاس موجود قرآن کریم کے لکھے ہوئے اجزاء اکٹھے کرنے کی ذمہ داری سونپی اور پہلی بار قرآن کریم کی سب سورتیں ایک ہی جگہ ترتیب نبوی ﷺ کے مطابق جمع کر دی گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میری امت میں میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں'' (روایت انس بن مالک) حضرت علیؓ نے برسر منبر کہا ''ابوبکر اواہ (دردمند اور رحمدل) اور قلب کو خدا کی طرف پھیرنے والے تھے '' (روایت ابی سریحہ)

خلیفہ سوم: اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سب سے پہلے اپنا گھر خاندان، قبیلہ، شہر اور ملک چھوڑ کر دوسرے ملک ہجرت کرنے والے حضرت عثمانؓ بن عفان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''میری امت میں سب سے زیادہ حیادار عثمان ہیں'' (راویت انس بن مالک) بنو ہاشم کے سیاسی مخالف قبیلہ بنو عبدالشمس کے کامیاب تاجر عثمان بن عفان نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی عمر چونتیس سال کے قریب تھی انہوں نے دوبار اپنی بیوی بنت رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہجرت کی مشکلات برداشت کیں۔ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مسلمانوں کو پینے کے پانی کی قلت کا سامنا تھا عثمانؓ بن عفان نے بیس ہزار درہم میں ایک کنواں (بیر رومہ) خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی مسجد نبوی میں جگہ کم ہو گئی تو عہد نبوی میں بھی حضرت عثمانؓ نے اپنے خرچ پر مسجد نبوی میں توسیع کرائی تھی رسول اللہ ﷺ نے تبوک کے لئے لشکر کی

تیاری کا حکم دیا تو تیس ہزار کے قریب مجاہد جمع ہو گئے سفر بہت لمبا تھا وسائل بہت کم تھے پہلے کبھی اتنا بڑا لشکر جمع نہیں ہوا تھا رسول اللہ ﷺ نے چندہ دینے کو کہا تو حضرت عثمانؓ بن عفان نے دس ہزار مجاہدین کی ضروریات جہاد ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے اور ایک ہزار درہم دفاعی فنڈ میں جمع کرائے تھے۔

حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا تھا رسول اللہ ﷺ ۸ ہجری میں اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے مکہ تشریف لے گئے تو مشرکین نے راستہ روک لیا اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو اپنا سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا افواہ پھیل گئی کہ قریش نے سفیر رسول ﷺ کو شہید کر دیا ہے۔ صحابہ کرام نے کیکر کے ایک درخت کے نیچے اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر جہاد کی بیعت کی تو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا ''یہ عثمانؓ بن عفان کی طرف سے بیعت ہے۔''

غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ بنو غطفان کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے دو بار حضرت عثمانؓ بن عفان کو مدینہ میں اپنا جانشین ''خلیفہ'' مقرر فرمایا تھا۔ جب حضرت عمرؓ فاروق کی مقرر کردہ کمیٹی نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو رسول اللہ ﷺ کا تیسرا خلیفہ چن لیا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے بعد اس کمیٹی کے جس رکن نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی وہ حضرت علیؓ بن ابو طالب تھے (روایت سلمہ بن ابی سلمہ) لیکن عمرو بن عمیرہ کی روایت کے مطابق سب سے پہلے بیعت کرنے والے ہی حضرت علیؓ بن ابو طالب تھے۔ غزوہ بدر کے وقت حضرت رقیہؓ بیمار تھیں اور اللہ کے رسول ﷺ ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں چھوڑ گئے تھے باقی سب غزوات میں احد، خندق، خیبر اور فتح مکہ، حنین اور طائف میں حضرت عثمانؓ اللہ کے رسول ﷺ کے لشکر کے ساتھ ہوتے تھے۔

عہد عثمانی میں ایران کی فتح مکمل ہوئی ترکستان خراسان افغانستان، آرمینیہ، آذربائیجان، ایشیائے کوچک، طرابلس، برقہ، مراکش اور قبرص اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔ پہلی دفعہ بحری بیڑا تیار کیا گیا اور رومیوں کے پانچ سو جہازوں پر مشتمل جنگی بیڑے کو شکست دے کر سمندروں کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا اور مفتوحہ ممالک میں بغاوتوں کو کچل کر حکومت اور سلطنت کی بنیادیں اسقدر مستحکم کر دی گئیں کہ بعد کے ادوار میں مسلمانوں کی آپس کی لڑائیوں اور خونریزیوں کے باوجود کسی کو سر اٹھانے کی جرات نہیں ہو سکی تھی اور کسی بڑے سے بڑے دشمن نے بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ حضرت عثمانؓ بن عفان بحری بیڑے کے بھی بانی ہیں اور مملکت اسلامیہ میں رفاعی تعمیرات کا باقاعدہ آغاز بھی انہی کے زمانہ خلافت میں ہوا تھا۔ سڑکیں، پل، مسافر خانے، مہمان خانے، حفاظتی بند، سرائے، چوکیاں اور سفر کے راستوں پر مسافروں کے لئے پانی کا انتظام وسیع عریض اسلامی سلطنت میں رفاع عامہ کا منظم کام بھی اسی دور میں شروع ہوا تھا۔ مدینہ

میں مسجد نبوی کی توسیع میں مشکلات دور کر کے حضرت عثمانؓ بن عفان نے اسے وقت کی ضروریات کے مطابق تعمیر کروایا۔

اسلامی سلطنت وسیع ہوگئی تو لشکر میں ایسے مسلمان بھی آگئے جن کی زبان عربی نہیں تھی حضرت حذیفہؓ بن یمان جہاد سے واپس آئے تو مختلف علاقوں کے مسلمانوں اور نو مسلموں کے درمیان قرآن کریم کی قرأت کے انداز کے اختلافات سے خلیفہ کو آگاہ کیا اور کہا "امیر المومنین اگر جلد اس طرف دھیان نہ دیا گیا تو مسلمان بھی قرآن کریم میں اسی قسم کے اختلافات پیدا کرلیں گے جس طرح کے شدید اختلافات عیسائیوں اور رومیوں نے پیدا کر لئے ہیں۔"

کاتب وحی خلیفہ سوم نے ام المومنین حضرت حفصہؓ سے عہد صدیقی میں مرتب و مدون کیا گیا قرآن کریم کا نسخہ منگوا کر اس کی نقلیں تیار کروائیں اور تمام علاقوں میں بھجوادیں اور حکم دیا کہ ان سے پہلے لوگوں نے ان علاقوں میں اپنے طور پر مقامی املاؤں میں جو قرآن مرتب کر لئے ہیں وہ معدوم کر دیئے جائیں۔

حضرت عثمانؓ بن عفان کے اجتہادی فیصلوں میں بعض نہایت اہم ہیں اس وقت تک دیت میں اونٹ دیئے جاتے تھے حضرت عثمانؓ نے کہا ان اونٹوں کی قیمت کے مطابق نقد رقم بھی دی جاسکتی ہے حضرت عمر فاروقؓ کے قاتل ہرمزان کو قتل کر دیا گیا تھا اور اس کا کوئی وارث نہیں تھا حضرت عثمانؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو انہوں نے ہرمزان کے وارث کی حیثیت میں قتل کا بدلہ لینے کی بجائے دیت لینا قبول کرلیا اور دیت کی رقم اپنے پاس سے بیت المال میں جمع کرادی اور یہ اصول طے ہوگیا کہ جس مقتول کا کوئی وارث نہ ہو حاکم وقت اس کا وارث ہوتا ہے۔

دنیا کی تاریخ میں اس کی بھی مثال نہیں کہ ایک شخص درجنوں ممالک کا حاکم ہو اس کی فوجیں کئی ممالک میں آگے بڑھ رہی ہوں اور مٹھی بھر باغیوں نے اس کا محاصرہ کیا ہوا ہو اور وہ کسی کو ان کے خلاف تلوار اٹھانے یا ان کا خون بہانے کی اجازت نہ دے اور خود اپنی جان دیدے حضرت زیدؓ بن ثابت نے عرض کیا "امیر المومنین انصار آپ کے دروازے پر جمع ہیں وہ آپ کی طرف سے اجازت کا انتظار کر رہے ہیں وہ اسلام کے لئے اپنے ایثار اور بہادری کے کارنامے دہرانا چاہتے ہیں۔"

خلیفہ سوم نے فرمایا "اگر وہ لڑائی کرنا چاہتے ہیں تو میں اجازت نہیں دونگا اس وقت میرا سب سے بڑا مددگار وہ شخص ہے جو میری حفاظت کیلئے تلوار نہ اٹھائے۔"

جان دے دی مگر کسی کا خون بہانے کی اجازت نہ دی

ہے دنیا میں کوئی ایسی مثال؟

یہ تھے اس جماعت کے ایک فرد جو اللہ کے رسول ﷺ نے دعوت کے پہلے تین سال میں تیار کی تھی۔

حضرت عثمانؓ بن عفان نے مفسدوں سے کہا تھا "اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر کبھی اکٹھے نماز نہیں پڑھ سکو گے مل کر جہاد نہیں کر سکو گے اور کبھی مال غنیمت نہیں آئے گا"

خلیفہ چہارم: رسول اللہ ﷺ کے گھر میں پرورش پانے والے حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب ان کی عمر دس سال کے قریب تھی وہ اسلام لانے والے پہلے کم سن تھے اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد ہوئے سعید بن عمرو بن سعید بن عاص نے عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ سے پوچھا "چچا لوگ علیؓ بن ابی طالب کی طرف کیوں جھک پڑے تھے؟"

انہوں نے جواب دیا تھا "بھتیجے علیؓ بہت بڑے عالم تھے معاشرت کے بہت اچھے تھے قدیم الاسلام تھے رسول اللہ ﷺ کے داماد تھے احادیث کی سمجھ رکھتے تھے جنگ میں دلیر تھے اور سخی تھے"

قریش کے مسلح سرداروں نے رسول اللہ ﷺ کے گھر کو گھیرا ہوا تھا آپ ﷺ نے علیؓ سے فرمایا "میرے بستر پر لیٹ جاؤ میری سبز چادر اپنے اوپر تان لو اور اطمینان سے سو جاؤ تمہیں ان سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی"

تیئس (23) سالہ علیؓ بن ابی طالب رسول اللہ کے بستر پر آپ کی چادر اوڑھ کر بے فکر سو گئے مشرک صبح تک گھر کو گھیرے کھڑے رہے اور پھر علیؓ کو پکڑ کر حرم لے گئے دھمکیاں دیں تشدد کیا "بتاؤ تمہارے صاحب کہاں ہیں؟"

نوجوان علیؓ بن ابی طالب نے اطمینان سے جواب دیا "مجھے کیا علم میں ان کی نگرانی پر تھوڑا ہوں"

امانتیں واپس کر کے قبا کی بستی پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "علی کو میرے پاس لاؤ"

عرض کیا گیا وہ تو چل بھی نہیں سکتے رسول اللہ ﷺ خیریت معلوم کرنے گئے تو دیکھا کہ علیؓ کے پاؤں زخمی ہیں زخموں میں پیپ پڑ گئی ہے آپ ﷺ نے علیؓ کو گلے لگایا اور اپنا لعاب ان کے زخموں پر لگا کر دعا دی توحید والوں کی پہلی جماعت کا ایک نوجوان رکن مشکل ترین مراحل طے کر کے اپنے بہن بھائی، گھر اور شہر سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے دین کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہنچ گیا تھا۔

بدر کا میدان تھا کفر کے لشکروں کے کمانڈر انچیف عتبہ بن ربیعہ اس کے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور بیٹے ولید کے مقابلے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ، عبیدہ بن الحارث اور چچا زاد بھائی علیؓ بن ابی طالب کو بھیجا حضرت حمزہؓ نے عتبہ کو اور نوجوان علیؓ نے ولید کو جہنم پہنچا دیا اور شیبہ کو قتل کر کے، زخمی عبیداللہ کو اٹھا کر واپس آئے تو لشکر اسلام نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا یہ توحید اور شرک کی ہتھیاروں سے لڑائی میں اہل توحید کی پہلی کامیابی تھی اور اس کامیابی میں جن تین صحابہ کرام نے شرک کے کمانڈر انچیف اور اس کے غرور کو خاک میں ملایا تھا ان میں سب سے پہلے سب سے کم عمر اسلام قبول کرنے والے حضرت علیؓ بن ابی طالب بھی شامل تھے۔

احد کے میدان میں مشرکوں کے علمبردار ایک کے بعد دوسرا کٹ کٹ کر گر رہے تھے ارطاۃ شرجیل نے آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھا لیا تو نوجوان علیؑ بن ابی طالب نے اسے بھی جہنم پہنچا دیا تیر اندازوں کی غلطی سے مشرکوں کو پلٹ کر حملہ کرنے کا موقعہ مل گیا تو جو صحابہ اللہ کے رسول ﷺ کے چاروں طرف موجود رہے ان میں بھی علیؑ بن ابی طالب شامل تھے وہ مہراس کے چشمہ سے اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے رسول اللہ ﷺ نے اس سے اپنے ہونٹوں پر سے خون دھویا اور کلی کی خیبر کے قلعہ ناعم کے لئے نو روز لڑائی ہوتی رہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" کل میں جھنڈا اس شخص کے سپرد کروں گا جس کے ذریعے اللہ قلعہ کی فتح عطا فرمائے گا"

اگلے روز رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا حضرت علیؑ کو عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس قلعہ پر بھی فتح عطا کر دی حضرت علیؑ ہر غزوہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ رہے لیکن جب تبوک کے لئے لشکر اسلام تیار ہوا تو آپ ﷺ نے علیؑ بن ابی طالب کو مدینہ میں رہنے کو کہا۔ علیؑ نے عرض کیا" یا رسول اللہ ﷺ آپ جا رہے ہیں اور مجھے چھوڑے جاتے ہیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تمہیں وہی مرتبہ حاصل ہو جو ہارون کو موسیٰ سے ہوا تھا البتہ میرے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نبی نہیں"

کاتب وحی حضرت علیؑ بن ابی طالب بحیثیت خلیفہ کوفہ تشریف لے گئے تو دار الامارت میں نہیں ٹھہرے میدان میں خیمہ لگوا لیا اور فرمایا" عمر بن الخطاب نے ہمیشہ عالیشان محلات کو حقارت سے دیکھا مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں"

بازاروں میں پیدل گشت کیا کرتے تھے اگر کوئی تعظیماً ان کے پیچھے چلنا شروع کر دیتا تو منع کر دیتے" اس میں والی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے رسوائی ہے"

ایک بار خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا" علی نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا"

حضرت علیؑ خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کی مجلس شوریٰ کے رکن ہوتے تھے اور حضرت عمرؓ اہم معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے شکایت کی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا" لوگو علیؑ کی شکایت نہ کرو خدا کی قسم خدا کی ذات اور اس کی راہ کے معاملے میں وہ کسی قدر سخت ہیں" (راویت ابو سعید خدری)

رسول اللہ ﷺ نے یمن جانے کو کہا تو عرض کیا" یا رسول اللہ ﷺ وہاں نئے نئے مقدمات پیش ہوں گے اور مجھے تو قضاء کا تجربہ اور علم نہیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ تمہارے قلب کو قرار و استقامت اور زبان کو راستی عطاء کریں گے"

حضرت علیؑ نے یمن میں ایسے ایسے مشکل معاملات اور مقدمات کے فیصلے کئے جن کی کہیں روایت نہیں تھی کہیں مثال نہیں ملتی حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے" ہم میں مقدمات کے فیصلے کے لئے سب سے موزوں علیؑ ہیں اور

سب سے بڑے قاری ابیؓ ہیں"

ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ سے کسی نے پوچھا" پاؤں دھو کر موزے پہن لیں تو ان پر کتنے دن تک مسح کیا جا سکتا ہے؟"

فرمایا" رسول اللہ ﷺ کے سفر میں علیؓ ساتھ ہوتے تھے ان سے جا کر پوچھو"

مطیر بن ثعلبہ تمیمی نے ایک پارچہ فروش کے حوالے سے بیان کیا ہے "علیؓ بن ابی طالب میری دکان پر آئے ان کے ساتھ ایک غلام بھی تھا انہوں نے دو لباس خریدے اور اپنے غلام سے کہا ان میں سے جو تمہیں پسند ہو لے لو غلام نے اپنی پسند کا جوڑا لے لیا تو دوسرا کرتا علیؓ نے پہن لیا اس کے آستین لمبے تھے غلام نے کرتے کے جتنے بازو لمبے تھے کاٹ دیئے"

حضرت علیؓ نے بنو ثقیف کے ایک شخص کو شاپور کے خطہ کا حاکم مقرر کیا اور ہدایت کی" کسی شخص کو ایک درہم ادا نہ کرنے پر کوڑا نہ مارنا کسی سے کھانے کو کچھ نہ مانگنا گرمی اور سردی میں پہننے کا کوئی کپڑا نہ مانگنا کوئی ایسا جانور نہ مانگنا جس سے وہ لوگ کام لیتے ہوں اور جو کوئی ایک درہم ادا کرنے کے قابل نہ ہو اس پر گرفت نہ کرنا"

عامل نے عرض کیا" امیر المومنین پھر تو میں جیسا جاتا ہوں ویسا ہی لوٹ آؤں گا"

امیر المومنین نے فرمایا" کوئی پرواہ نہیں جو مال ان کی ضرورت سے زیادہ ہو وہ لینا" (روایت عبدالملک بن عمیر)

محمد عثمانؓ بن ابی شیبہ نے ابو نعیم کے حوالے سے بیان کیا ہے "علیؓ نے نہ کبھی اینٹ کے اوپر اینٹ رکھی نہ کبھی لکڑی کے اوپر لکڑی رکھی" یعنی کبھی کوئی عمارت نہیں بنائی تھی

مکہ کے مشرکوں کی زندگی کا محور و مرکز ہی جاہ و دولت اور نمود و نمائش ہوا کرتے تھے لیکن انہی قریش میں سے جو کوئی بھی توحیدی جماعت میں شامل ہو گیا تھا جس کسی نے بھی اللہ کے رسول ﷺ کے زیر نگرانی تربیت حاصل کی تھی اس کی نظروں میں ان چیزوں کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہی تھی۔

حضرت عمرؓ فاروق نے اپنے بعد جن چھ افراد میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرنے کی وصیت فرمائی تھی وہ چھ صحابہ کرام تھے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا" رسول اللہ ﷺ آخری وقت تک ان چھ سے راضی رہے میرے بعد تم ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لینا" ان سب کا تعلق اسی جماعت سے تھا۔

<u>فاتح قادسیہ</u>: فاتح قادسیہ، مدائن اور بابل حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سب سے پہلے اسلام کے

لئے خون بہانے اور تیر چلانے والے تھے اور پہلے آٹھ اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ یوم احد آزمائش کی گھڑی میں سعدؓ بن ابی وقاص اس جوش ایمانی سے تیر چلا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سعدؓ تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔'' عراق پر ایرانیوں سے جنگ کی مشکلات کے مرحلہ میں حضرت عمرؓ کی نگاہ انتخاب حضرت سعدؓ بن ابی وقاص پر پڑی تو انہوں نے رستم کے لشکروں کو شکست دے کر اسے بھی جہنم رسید کر دیا عراق میں نظم و نسق قائم کیا اور کوفہ شہر آباد کیا فتح مکہ کے روز مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس تھا۔

حواریٔ رسول اللہ ﷺ حضرت زبیرؓ بن العوام: جس نوجوان نے مکہ کے مشرکوں کو سب سے پہلے للکارا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں تلوار نکالی تھی وہ حضرت زبیرؓ تھے اور اسی دستہ توحید سے تعلق رکھتے تھے غزوہ بدر میں آہن پوش مشرک عبیدہ بن سعید کو نوجوان زبیر نے جس نیزے سے ختم کیا تھا وہ اللہ کے رسول ﷺ نے مانگ لیا تھا اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد پہلے تین راشد خلیفوں نے تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھا تھا فتح مکہ کے دن حضرت زبیرؓ بن العوام رسول اللہ ﷺ کے اپنے دستہ کے علمبردار تھے اور یرموک کی لڑائی میں رومیوں کا قلب چیر کر دوسری طرف پہنچ گئے تھے مصر کی فتح میں تاخیر ہوئی تو خلیفہ وقت نے چار صحابہ کرام کو مصر بھیجا اور امیر لشکر کو لکھا کہ ان میں سے ہر ایک صحابی ایک ہزار سواروں کے برابر ہے ان میں حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے اور فسطاط اور اسکندریہ انہی کی منصوبہ بندی اور جوش جہاد کے ساتھ فتح ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں بھی شہادت لکھی تھی۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف: دومتہ الجندل کے بادشاہ اصبغ کو دعوت اسلام دینے اور مسلمان کرنے کا اجر اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے لئے وقف کر دیا تھا احد کے روز بیس زخم آئے اور زندگی بھر کے لئے لنگڑانے پر مجبور ہو گئے تھے اس کے باوجود سب غزوات میں حصہ لیا۔ خلیفہ اول کے مشیر خاص حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف خلیفہ دوم کی شوریٰ کے بھی رکن تھے حضرت عمرؓ نے ہدایت فرمائی تھی'' عبدالرحمٰنؓ کی بات غور سے سنیں۔ اگر خلیفہ کے انتخاب میں مشکل پیش آئے تو اس کا ساتھ دینا جس کے ساتھ عبدالرحمٰنؓ ہوں'' اور حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنے آپ کو خلافت کے اُمیدواروں سے الگ کر لیا تھا اور ان کے ایثار اور تدبیر کی وجہ سے خلیفہ کے انتخاب کا مرحلہ خوش اسلوبی سے مکمل ہو گیا تھا۔

صاحب اُحد: احد کی آزمائش کے دن حضرت طلحہؓ کی جانثاری کی اللہ کے رسول ﷺ نے خود تعریف کی تھی اور حضرت عمر انہیں ''صاحب احد'' کہا کرتے تھے تبوک کے وقت ان کے مالی ایثار کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں ''فیاض'' کا لقب عطا فرمایا تھا۔ بدر کے وقت اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لانے کے خصوصی مشن پر بھیجا تھا خلیفہ اول اور دوم کے مشیر خاص حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کے مقدر

میں بھی اللہ تعالیٰ نے شہادت لکھی تھی۔

جو تین روز خلیفہ رہے: خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے وصیت فرمائی تھی "میری نماز جنازہ صہیبؓ پڑھائیں اور جب تک خلیفہ کا انتخاب نہ ہو جائے وہی مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے" تین روز تک خلیفہ رہنے والے حضرت صہیبؓ رومی بھی اسی پہلے دستہ توحید میں سے تھے اور شرک کے خلاف سب غزاوت میں شریک رہے تھے۔

فن قرأت کے امام: فن قرأت کے امام حضرت سالمؓ کے بارے میں حضرت عمرؓ فاروق نے فرمایا تھا ''اگر سالمؓ زندہ ہوتا تو میں انہیں خلیفہ مقرر کر دیتا اور چناؤ شوریٰ پر نہ چھوڑتا'' حضرت سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہ یمامہ کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے اور دونوں باز و کٹ جانے پر بھی انہوں نے علم سینے سے لگائے اور بلند کئے رکھا تھا۔ انہوں نے بھی اسی تین سال میں تربیت توحید حاصل کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے ''قرآن چار آدمیوں سے سیکھو سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہ سے، عبداللہؓ بن مسعود سے، معاذؓ بن جبل سے اور ابیؓ بن کعب سے۔''

اہل کوفہ کے معلم: حضرت عمرؓ فاروق نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو کوفہ کا وزیر، قاضی، خزانہ دار اور معلم مقرر فرمایا تو اہل کوفہ کو لکھا "حقیقت یہ ہے کہ میں نے تمہارے لئے عبداللہؓ بن مسعود کو اپنی ذات پر ترجیح دی ہے" کوفہ کی وزارت پر دس سال تک فائز رہنے والے حضرت عبداللہؓ بن مسعود جب مسلمان ہوئے تھے تو مکہ میں مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ درجن سے زائد نہیں ہوگی۔

امین امت: رسول اللہ ﷺ نے اس توحیدی دستہ کے رکن حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو "امین امت" کا لقب عطاء فرمایا تھا حضرت ابوعبیدہؓ نے شام اور فلسطین فتح کرنے والے لشکروں کی کمان کی تھی اور دمشق کے والی کی حیثیت میں ان علاقوں میں نیا نظم قائم کیا تھا احد کی آزمائش کے وقت رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک میں پیوست خود کی کڑیاں نکالتے ہوئے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے اپنے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔

الامین ﷺ کے سفیر: سات ہجری میں اللہ کے رسول ﷺ نے اردگرد کے ممالک کے شہنشاہوں، بادشاہوں اور حکمرانوں کو دعوتی مراسلے ارسال فرمائے تھے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے دعوتی مراسلے لے جانے کے لئے ایسے سفیروں کا انتخاب کیا تھا جو اس ملک کی زبان جانتے تھے جہاں انہیں بھیجا جا رہا تھا باوقار خوش بیان اور خوش لباس تھے سفارت کاری کے ماہر تھے اور مشکل مراحل میں ثابت قدم رہنے والے اور معاملات سلجھانے کے اہل تھے رسول اللہ ﷺ کے ایسے چھ سفیروں میں چار حضرت عبداللہؓ بن حذافہ، حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ، حضرت سلیطؓ بن عمرو اور حضرت شجاعؓ بن وہب

اسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن حذافہ ایران کے شہنشاہ کے لئے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ مصر کے حاکم مقوقس کے نام حضرت شجاعؓ بن وہب دمشق کے قریب غسانی سلطنت کے حاکم حارث بن ابی شمر اور حضرت سلیطؓ بن عمرو ہوزہ بن علی کے نام نامہ مبارک لے کر گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے مراسلہ نگار حضرت خالدؓ بن سعید بھی اسی ابتدائی جماعت سے تعلق رکھتے تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے یمن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت خالدؓ بن سعید نے اپنی انگوٹھی میں "محمد رسول اللہ" کندہ کروا رکھا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے وہ انگوٹھی مانگ لی تھی۔

علمبردار رسول ﷺ: علمبردار رسول ﷺ حضرت مصعبؓ بن عمیر کا تعلق بھی اسی جماعت سے تھا مدینہ کے گھر گھر میں اسلام انہی کی تبلیغ سے پہنچا تھا مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے مبلغ اور سفیر حضرت مصعبؓ بن عمیر کے دونوں بازو کٹ گئے تو بھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہونے دیا تھا اور آخری دم تک سینے سے لگائے رکھا تھا۔

مہاجرین کے قائد: شہید موتہ لشکر اسلام کے امیر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے حبشہ کی طرف مہاجرین کی قیادت کی تھی اور نجاشی کے دربار میں قریش کے سفیروں کو نظریاتی شکست فاش دی تھی ان کی تقریر سن کر نجاشی نے قریش کے سفیروں کو ان کے تحائف واپس کر دیئے تھے اور اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لیا تھا حضرت جعفرؓ کا تعلق بھی اسی دستہ توحید سے تھا۔

جہاد اور گورنری: شام فتح کرنے والے لشکر اسلام کے پیدل دستوں کے کمانڈر حضرت سعیدؓ بن زید کو خلیفہ وقت نے دمشق کا گورنر مقرر کیا تو انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور لکھا "میں جہاد کے ثواب سے محرومی کا ایثار نہیں کر سکتا" غزوہ خیبر کے وقت وہ ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لانے کے مشن پر تھے باقی سب غزوات میں شریک رہے۔

کوفہ کے والی: جنگ جمل میں زندگی کا سفر پورا کرنے والے حضرت عمارؓ بن یاسر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب غزووں میں شامل رہے خلیفہ دوم حضرت عمرؓ فاروق نے انہیں کوفہ کا والی مقرر فرمایا تھا۔

فاتح اردن: فاتح اردن حضرت شرجیلؓ بن حسنہ نے دمشق، اجنادین، فحل، بیسان اور یرموک کی لڑائیوں میں بھی فاتحانہ کردار ادا کیا تھا۔ وہ کافی عرصہ شمالی خطہ کے گورنر جنرل رہے۔ ان کا تعلق بھی دار ارقم میں تربیت پانے والی پہلی جماعت سے تھا۔

خیبر کے والی: رسول اللہ ﷺ نے اس جماعت کے رکن حضرت عمروؓ بن سعید کو مدینہ کے مغربی علاقوں تبوک، خیبر اور فدک وغیرہ کا عامل مقرر فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ کے وصال کی خبر سن کر مدینہ آ گئے خلیفہ اول نے فرمایا "واپس جاؤ تم سے زیادہ کوئی امارت کا مستحق نہیں۔"

حضرت عمروؓ بن سعید نے جواب دیا "رسول اللہ ﷺ کے بعد میں کسی کا عامل نہیں بنوں گا"

چند ہی روز بعد شام کے لئے لشکر میں شامل ہو گئے اور اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے ان کے جسم پر زخموں کے تیس نشان تھے انہوں نے اپنے بھائی خالد بن سعید کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا۔

باپ کے خلاف جہاد کرنے والے: قریش کے لشکروں کے کمانڈر انچیف عتبہ بن ربیعہ کے فرزند حضرت ابوحذیفہ مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ دوبار حبشہ ہجرت کی سعادت حاصل کرنے والے حضرت ابوحذیفہ نے بدر کے معرکہ میں شرک کے اس لشکر کے خلاف جہاد کیا تھا جس میں ان کا باپ بھائی اور چچا مارے گئے تھے۔

الامین ﷺ کے خزانہ دار: رسول اللہ ﷺ کے خزانہ دار اور مؤذن حضرت بلالؓ بن رباح نے بھی اسی دستہ توحید کے ساتھ تربیت مکمل کی تھی حضرت بلالؓ نے سب غزوات میں شرکت کی تھی اور ہر سفر میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے اللہ کے گھر کی چھت کے اوپر کھڑے ہو کر پہلی اذان دینے والے حضرت بلالؓ کو خلیفہ وقت نے روکنا چاہا مگر جہاد کے اجر وثواب کے لئے وہ شام کے لئے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔

دار ارقم والے: جن کے گھر میں رسول اللہ ﷺ نے پہلا تربیتی مرکز قائم کیا تھا وہ پہلے دس بارہ مسلمانوں میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے غزوہ میں انہی حضرت ارقم بن ابی ارقم کو اپنی تلوار عنایت فرمائی تھی اور نظم زکوٰۃ کے قیام کے بعد انہیں زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا۔

جو کامیاب ہو گئے: اس جماعت کے ایک رکن حضرت عامر بن فہیرہ بھی تھے جو غار ثور کے نیچے رات کے اندھیرے میں بکریاں لایا کرتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہجرت کا سفر کیا تھا قرآن کے قاری حضرت عامر بن فہیرہ نے غزوہ بدر اور احد میں شرکت کی اور پھر چاہ معونہ پر شہادت پائی دشمن کا نیزہ ان کے سینے سے پار ہو گیا تو ان کی زبان سے نکلا تھا "خدا کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا۔"

جنگ یمامہ میں لشکر اسلام کے علمبردار حضرت زیدؓ بن الخطاب بھی دعوت کے اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے غزوہ احد میں شوق شہادت میں زرہ پہننے سے بھی انکار دیا تمام غزوات میں شریک رہے اور شہادت کی آرزو یمامہ میں پوری ہوئی۔

بصرہ کے بانی: بصرہ کے بانی اور پہلے والی حضرت عتبہؓ بن غزوان اس لشکر کے امیر تھے جس نے خلیج فارس کی بندرگاہ ابلہ اور برقباد اور میسان فتح کئے تھے انہوں نے دوبار حبشہ ہجرت کی اور تمام غزوات میں شریک رہے۔

غزوہ بدر کے وقت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب فرمایا تو حضرت مقدادؓ بن عمرو نے نے عرض کیا "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ﷺ برک غماد

تک بھی لے جائیں تو ہم وہاں تک آپ ﷺ کی قیادت میں لڑنے کے لئے تیار ہیں" مصر کی فتح میں تاخیر ہوئی تو حضرت عمرؓ فاروق نے جن چار صحابہ کو مصر بھیجا تھا اور امیر لشکر کو لکھا تھا کہ ان میں ہر ایک ایک ہزار سپاہیوں کے برابر ہے ان میں حضرت مقدادؓ بھی شامل تھے مہاجر حبشہ حضرت مقدادؓ بن عمرو نے بھی سب غزوات میں شرکت کی تھی۔

غزوہ احد کے شہید اور حضرت حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں آرام کرنے والے حضرت عبداللہؓ بن جحش بھی اسی اولین جماعت کے رکن تھے نخلہ تک جانے والے گشتی دستہ کے امیر حضرت عبداللہؓ بن جحش نے دوبار حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

مآرب کے والی: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو یمن کے زیریں حصہ کا عامل مقرر فرمایا تھا جس کا دارالحکومت مآرب تھا۔ حضرت عمرؓ فاروق کی خلافت تک آپ اسی منصب پر فائز رہے اور پھر گورنری سے استعفیٰ دے کر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی قیادت میں عراق پر چڑھائی کرنے والے لشکر اسلام میں شامل ہو گئے حضرت سعدؓ بن وقاص نے ایک لشکر دے کر الجزیرہ کی طرف بھیجا تو حضرت ابوموسیٰؓ اشعری نے نصیبین ایرانیوں سے چھین لیا حضرت عمرؓ نے بصرہ کا والی مقرر کیا حضرت ابوموسیٰؓ نے اہواز کی بغاوت دبا کر مناذر اور سوس بھی فتح کر لئے تو شہنشاہ ایران یزدگرد نے اپنے ماموں ہرمزان کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ خوزستاں کی حفاظت کے لئے بھیج دیا ہرمزان کھلی لڑائی میں شکست کھا کر شوستر کے قلعہ میں جا چھپا حضرت ابوموسیٰؓ اشعری نے اسے گرفتار کر کے دربار خلافت بھیج دیا اور خوزستاں اسلامی ریاست کا حصہ بن گیا ایرانیوں نے فیصلہ کن لڑائی کے لئے نہاوند کے میدان کا انتخاب کیا حضرت ابوموسیٰؓ کا لشکر نہاوند فتح کرنے والے اسلامی لشکر میں بھی شامل تھا حضرت ابوموسیٰؓ اشعری کے انتظام سے بصرہ والے تو خوش ہی تھے کوفہ والوں نے دربار خلافت سے درخواست کی کہ حضرت ابوموسیٰؓ کو ان کا حاکم مقرر کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بصرہ سے کوفہ منتقل کر دیا مگر ایک سال بعد پھر بصرہ تبادلہ کر دیا تو حضرت ابوموسیٰؓ اشعری نے اصفہان بھی فتح کر لیا اور بصرہ کی پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے "نہر ابی موسیٰ" کھدوائی جواب بھی موجود ہے۔ خلیفہ دوم کی شہادت کے بعد بھی چار سال تک بصرہ کے گورنر رہے خلیفہ سوم نے کچھ عرصہ بعد انہیں کوفہ کا عامل مقرر کر دیا۔ لیکن جب خلیفہ سوم کی شہادت کے بعد خانہ جنگی شروع ہوئی تو اس سے الگ ہو کر ایک دور دراز گاؤں میں گوشہ نشین ہو گئے۔ صفین کے میدان میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان مصالحت کی بات چلی تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ اشعری کو ہی اپنی طرف سے ثالث مقرر کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست پر ان کے لئے دعا فرمائی تھی "اے اللہ عبداللہ ابن قیس کی خطائیں بخش دے اور قیامت کے دن ان کا باعزت داخلہ فرما۔"

حضرت زیدؓ بن حارثہ کی شہادت کی خبر پر اللہ کے رسول ﷺ کو روتے دیکھ کر حضرت سعدؓ بن عبادہ نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ یہ کیا؟"

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "جذبہ محبت"

شہید موتہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کا تعلق بھی اسی جماعت سے تھا ان کے مقام و مرتبہ اور فدائی جذبہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں موتہ کے لئے لشکر کا امیر اول مقرر فرمایا تھا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ نے سترہ کے قریب سرایا کے دستوں کی کمان کی تھی کسی بھی اور صحابی کو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بھیجے گئے اس سے نصف دستوں کی کمان کی بھی سعادت حاصل نہیں۔ ایک دفعہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو مدینہ میں اپنی جگہ قائمقام بھی مقرر فرمایا تھا۔

جنت کی بشارت والے: رسول اللہ ﷺ نے جن دس صحابہ کرام کو جنت کی بشارت دی تھی ان میں سے نو حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت سعیدؓ بن زید اور حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اسی جماعت کے ارکان ہیں۔

مکہ میں جو صحابہ کرام وحی کی کتابت کا فرض ادا کیا کرتے تھے ان میں۔

۱ حضرت ابوبکرؓ صدیق
۲ حضرت عثمانؓ بن عفان
۳ حضرت علیؓ بن ابی طالب
۴ حضرت شرجیلؓ بن حسنہ
۵ حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص

مدینہ میں وحی کی کتابت کرنے والوں میں سے

۱ حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم
۲ حضرت زبیرؓ بن العوام
۳ حضرت حاطبؓ بن عمرو بن عبدالشمس
۴ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ
۵ حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد

اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان، احکام، پیغام، تقررنامے، معاہدے وغیرہ لکھنے والوں میں سے

۱ حضرت عبداللہؓ بن ابوبکر صدیق

۲ حضرت عامرؓ بن فہیرہ

۳ حضرت معیقیبؓ بن ابی فاطمہ

اسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ کوئی مراسلہ لکھواتے تو اس پر اپنی مہر مبارک ثبت کیا کرتے تھے۔ وہ مہر جب آپ ﷺ کے پاس نہیں ہوتی تھی تو حضرت معیقیبؓ بن ابی فاطمہ دوسی کے پاس رہتی تھی۔ جو اسی جماعت کے رکن تھے۔

بے مثل جماعت کا بے مثل ایثار

رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں توحیدی ریاست کے قیام اور استحکام میں سرایا کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ رسول اللہ ﷺ صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے قبائل سے میل ملاپ قائم کرنے اور تعلقات کی استواری کے لئے جو دستے ان کی طرف بھیجا کرتے تھے وہ ایک طرح سے سفارتی دستے ہوتے تھے۔ مگر مروجہ اصطلاح میں انہیں بھی سریہ ہی کہا جاتا تھا جو دستے اسلامی ریاست سے دشمنی رکھنے والے قبائل پر نظر رکھنے کے لئے ان علاقوں میں گشت کے لئے بھیجے جاتے تھے وہ بھی سریہ ہی کہلاتے تھے اور اگر خبر ملتی کہ دشمن قبیلہ کے کوئی ڈاکو یا دہشت گرد کہیں جمع ہو رہے ہیں تو کاروائی کرنے سے پہلے ان کو بھگانے اور ڈرانے کے لئے جو دستے بھیجے جاتے تھے وہ بھی سریہ ہی کہے جاتے ہیں۔ کسی دشمن قبیلے کی سرکوبی یا اس کی مجرمانہ سرگرمی کی سزا کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جو دستے بھیجے انہیں بھی سریہ ہی کہا گیا۔ دشمن کی سرگرمیوں کی خبریں معلوم کرنے یا کسی قافلہ کا راستہ روکنے کے لئے بھیجے گئے دستے بھی اسی عنوان کے تحت شمار کئے جاتے ہیں ایسے دستے بھیجنے کے مقاصد بہت وسیع اور اہم ہوتے تھے سفارت کاری تعلقات کی استواری دشمن کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے اور اسے ریاست مدینہ کے باخبر ہوشیار اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہونے کا احساس دلانے اور مجرموں کے خلاف کارروائی کے لئے بھیجے گئے ایسے دستوں کی تعداد ستر سے بھی زائد بتائی جاتی ہے لیکن روایات میں جن سرایا کی تفصیلات دستیاب ہیں ان کی تعداد انتالیس کے قریب ہے ان انتالیس دستوں جن میں موتہ کے لئے بھیجا گیا لشکر بھی شامل ہے میں سے اکیس کی کمان توحید کی اسی ابتدائی جماعت کے ارکان کے سپرد کی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ ہجرت کے بعد تین سال تک تو ایسی سب مہمات کی کمان اسی جماعت کے ارکان کے پاس رہی۔

توحید کی اس پہلی جماعت کے ارکان نے اللہ کے دین کے لئے مالی جہاد کے علاوہ جو جانی جہاد کیا اس کا ہلکا سا اندازہ ذیل کے چارٹ سے لگایا جا سکتا ہے اس جماعت کے انتیس (29) صحابہ کے مکمل حالات

معلوم نہیں ہو سکے یا ہم مکمل حالات معلوم نہ کر سکے۔اس جماعت کے بارہ ارکان نے حبشہ میں یا حبشہ کے لیے یا واپسی کے سفر میں وفات پائی تھی باقی جن صحابہ کرام کے جتنے حالات ہم دریافت کر سکے ان کی روشنی میں یہ چارٹ تیار کیا گیا ہے "سب" سے مراد اللہ کے رسول ﷺ کے زیر کمان سب ہی غزوات میں شرکت ہے اس جماعت کے اکاون (51) کے قریب ارکان کی اللہ کے دین کی راہ میں شہادت کا ثبوت ملتا ہے۔

نمبر شمار	نام	غزوات جن میں شرکت کی	تفصیل
۱	حضرت علیؓ بن ابو طالب	تبوک کے علاوہ سب	ابن ملجم نے شہید کیا
۲	حضرت جعفرؓ بن ابو طالب	فتح خیبر کے وقت حبشہ سے آئے تھے موتہ کے امیر دوئم	موتہ میں شہید ہوئے
۳	حضرت زیدؓ بن حارثہ	میریسع کے غزوہ میں مدینہ میں خلیفہ تھے بدر سے موتہ تک باقی سب	موتہ میں امیر لشکر تھے وہاں شہید ہوئے سترہ سرایا کی کمان کی
۴	حضرت سلمہؓ بن ہشام	بدر کے وقت مکہ میں قید تھے اس کے بعد سب غزوات میں شرکت کی	مرج الصفراء میں شہید ہوئے
۵	حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ		یرموک میں شہید ہوئے (ایک روایت کے مطابق مدینہ میں فوت ہوئے)
۶	حضرت ہشامؓ بن ابو حذیفہ	ہجرت حبشہ کے بعد کے حالات میں صرف اتنا لکھا ہے کہ لاولد وفات پائی	
۷	حضرت ارقمؓ بن ابو ارقم	سب	مدینہ میں فوت ہوئے
۸	حضرت عثمانؓ بن ارقم	بدری تھے پہلے کا معلوم نہیں	بدر میں شہید ہوئے
۹	حضرت ابو سلمہؓ بن عبد الاسد	بدر اور احد	احد میں شہید ہوئے
۱۰	حضرت عبد اللہؓ بن قیس		یرموک میں شہید ہوئے
۱۱	حضرت بہارؓ بن قیس		اجنادین میں شہید ہوئے

۱۲	حضرت شماسؓ بن عثمان	بدر میں شریک تھے	احد میں شہید ہوئے
۱۳	حضرت عمرؓ بن سفیان	حبشہ ہجرت کے بعد کے حالات کی تفصیل نہیں مل سکی	
۱۴	حضرت عمارؓ بن یاسر	سب	شہید صفین
۱۵	حضرت سعیدؓ بن زید	بدر کے وقت قافلہ کی خبر لینے گئے تھے اس کے بعد سب	مدینہ میں وفات پائی
۱۶	حضرت زیدؓ بن الخطاب	سب	یمامہ میں شہید ہوئے
۱۷	حضرت عروہؓ بن اثاثہ	حبشہ میں وفات پائی	
۱۸	حضرت معمرؓ بن عبداللہ	حبشہ سے واپس آ کر مکہ میں رہے وفات کے بارے میں معلوم نہیں	
۱۹	حضرت عدیؓ بن نضلہ	حبشہ میں وفات پائی	
۲۰	حضرت نعمانؓ بن عدی		
۲۱	حضرت نعیمؓ بن عدی		
۲۲	حضرت نعیمؓ النحام بن عبداللہ	چھ ہجری کے بعد سب	یرموک میں شہید ہوئے
۲۳	حضرت خالدؓ بن بکیر عبد یالیل	بدر اور احد میں شریک تھے	رجیع میں شہید ہوئے
۲۴	حضرت عاقلؓ بن بکیر عبد یالیل		بدر میں شہید ہوئے
۲۵	حضرت ایاسؓ بن بکیر عبد یالیل	سب	مدینہ میں فوت ہوئے
۲۶	حضرت عامرؓ بن بکیر عبد یالیل	سب	یمامہ میں شہید ہوئے
۲۷	حضرت عامرؓ بن ربیعہ العنز ی	سب	مدینہ میں فوت ہوئے
۲۸	حضرت واقدؓ بن عبداللہ	سب	مدینہ میں وفات پائی
۲۹	حضرت ابوؓ حذیفہ بن عتبہ	سب	یمامہ میں شہید ہوئے
۳۰	حضرت عثمانؓ بن عفان	بدر کے علاوہ سب۔ بدر کے وقت رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تھا	باغیوں نے شہید کیا
۳۱	حضرت خالدؓ بن سعید	بدر کے بعد سب	مرج الصفراء میں شہید ہوئے

۳۲	حضرت عمروؓ بن سعید	فتح مکہ، حنین، طائف، تبوک	شہید یرموک
۳۳	حضرت عبداللہؓ بن جحش	بدر، اُحد	اُحد میں شہید ہوئے
۳۴	حضرت ابواحمدؓ بن جحش	نابینا تھے	مدینہ میں فوت ہوئے
۳۵	حضرت محمدؓ بن عبداللہ بن جحش		
۳۶	حضرت عکاشہؓ بن محصن	سب	بداخہ میں شہید ہوئے
۳۷	حضرت شجاعؓ بن وہب	سب	شہید یمامہ
۳۸	حضرت قیسؓ بن عبداللہ اسدی	حبشہ ہجرت کے بعد کے حالات معدوم ہیں	
۳۹	حضرت معیقیبؓ بن ابی فاطمہ دوسی	خیبر کے بعد مدینہ آئے تھے	مدینہ میں وفات پائی
۴۰	حضرت سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہ	سب	یمامہ میں شہید ہوئے
۴۱	حضرت ہشامؓ بن العاص	سب	اجنادین میں شہید ہوئے
۴۲	حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص	سب	مکہ یا طائف میں وفات پائی
۴۳	حضرت خنیسؓ بن حذافہ	بدر اور اُحد	اُحد کے زخم سے شہید ہو گئے
۴۴	حضرت عبداللہؓ بن حذافہ		مدینہ میں فوت ہوئے
۴۵	حضرت قیسؓ بن حذافہ		
۴۶	حضرت حارثؓ بن حارث		
۴۷	حضرت بشیرؓ بن حارث		
۴۸	حضرت سعیدؓ بن حارث		یرموک میں شہید ہوئے
۴۹	حضرت عبداللہؓ بن حارث	سب	یمامہ میں شہید ہوئے
۵۰	حضرت سائبؓ بن حارث	سب	نحل (اردن) میں شہید ہوئے
۵۱	حضرت تمیمؓ بن حارث		یرموک میں شہید ہوئے
۵۲	حضرت معمرؓ بن حارث	سب	مدینہ میں وفات پائی
۵۳	حضرت ابوقیسؓ بن حارث	سب	یمامہ میں شہید ہوئے
۵۴	حضرت حجاجؓ بن قیس		یرموک میں شہید ہوئے
۵۵	حضرت عمیرؓ بن ریاب		عین التمر میں شہید ہوئے

نمبر	نام		کیفیت
۵۶	حضرت عمروؓ بن ریاب		عین التمر میں شہید ہوئے
۵۷	حضرت محمیہؓ بن الجزز	حبشہ سے آ کر میریسع اور غزوہ بنو مصطلق میں موجود تھے	
۵۸	حضرت سعیدؓ بن عمرو		شہید اجنادین
۵۹	حضرت عثمانؓ بن ربیعہ بن وہب		
۶۰	حضرت نبیہؓ بن عثمان بن ربیعہ		
۶۱	حضرت ربیعہؓ بن عثمان بن ربیعہ بن حبان		
۶۲	حضرت عثمانؓ بن مظعون	بدر میں شریک تھے	احد سے پہلے فوت ہو گئے
۶۳	حضرت سائب بن مظعون	سب	یمامہ میں زخمی ہوئے اور شہادت پائی
۶۴	حضرت عبداللہؓ بن مظعون	سب	مدینہ میں فوت ہوئے
۶۵	حضرت قدامہؓ بن مظعون	سب	مدینہ میں فوت ہوئے
۶۶	حضرت سائبؓ بن عثمان بن مظعون	سب	شہید یمامہ
۶۷	حضرت سفیانؓ بن معمر بن حبیب		حبشہ سے واپس آ کر حضرت عمرؓ کی خلافت میں فوت ہوئے
۶۸	حضرت حارثؓ بن سفیان بن معمر		
۶۹	حضرت جنادہؓ بن سفیان بن معمر		حضرت عمرؓ کی خلافت میں فوت ہوئے
۷۰	حضرت جابرؓ بن سفیان بن معمر		حضرت عمرؓ کی خلافت کے وقت فوت ہوئے
۷۱	حضرت حارثؓ بن معمر بن حبیب		

۷۲	حضرت معمرؓ بن حارث بن معمر	سب		مدینہ میں فوت ہوئے
۷۳	حضرت حطابؓ بن حارث بن معمر			حبشہ سے واپسی پر راستہ میں فوت ہو گئے
۷۴	حضرت حاطبؓ بن حارث بن معمر			حبشہ میں وفات پائی
۷۵	حضرت محمدؓ بن حاطب بن حارث			
۷۶	حضرت حارثؓ بن حاطب بن حارث			
۷۷	حضرت فراسؓ بن نضر بن حارث			یرموک میں شہید ہوئے
۷۸	حضرت مصعبؓ بن عمیر	بدر۔احد		احد میں شہید ہوئے
۷۹	حضرت ابوالرومؓ	احد میں موجود تھے		یرموک میں شہید ہوئے
۸۰	حضرت سویبطؓ	بدر میں شریک تھے		
۸۱	حضرت جہمؓ بن قیس			
۸۲	حضرت عمروؓ بن جہم بن قیس			
۸۳	حضرت ابوفکیہؓ			غزوہ بدر سے پہلے وفات پا گئے تھے
۸۴	حضرت سکرانؓ بن عمرو			ہجرت حبشہ کے بعد فوت ہو گئے
۸۵	حضرت ابوحاطبؓ بن عمرو			
۸۶	حضرت سلیطؓ بن عمرو	بدر کے بعد سب		یمامہ میں شہید ہوئے
۸۷	حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو	سب		شہید یمامہ
۸۸	حضرت مالکؓ بن زمعہ			
۸۹	حضرت وہبؓ بن سعد	سب		شہید موتہ

۹۰	حضرت سعدؓ بن خولہ	سب	حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں فوت ہوئے
۹۱	حضرت ابوسبرہؓ بن ابی رہم	سب	مکہ میں فوت ہوئے
۹۲	حضرت عبداللہؓ بن مخرمہ	سب	شہید یمامہ
۹۳	حضرت ابن ام مکتومؓ بن قیس	نابینا۔ تیرہ بار مدینہ میں خلیفہ بنائے گئے	قادسیہ میں علم بلند رکھتے ہوئے شہید ہوئے
۹۴	حضرت زبیرؓ بن العوام	سب غزوات میں شریک رہے مصر کی فتح میں اہم کردار ادا کیا	جنگ جمل میں شہید ہوئے
۹۵	حضرت یزیدؓ بن زمعہ	سب	شہید طائف
۹۶	حضرت خالدؓ بن حزام	حبشہ کے سفر میں سانپ کے ڈسنے سے فوت ہو گئے تھے	
۹۷	حضرت عمروؓ بن امیہ		حبشہ میں فوت ہو گئے تھے
۹۸	حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ	سب	مدینہ میں وفات پائی
۹۹	حضرت اسودؓ بن نوفل		
۱۰۰	حضرت ابوبکرؓ صدیق	سب	مدینہ میں وفات پائی
۱۰۱	حضرت عبداللہؓ بن ابوبکر	فتح مکہ، حنین، طائف	طائف کے زخم سے شہید ہوئے
۱۰۲	حضرت عمروؓ بن عثمان بن عمرو		شہید قادسیہ
۱۰۳	حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ	بدر کے وقت قافلہ کی خبر لانے گئے تھے باقی سب	شہید جمل
۱۰۴	حضرت عثمانؓ بن عبیداللہ		
۱۰۵	حضرت حارثؓ بن خالد		
۱۰۶	حضرت عامرؓ بن فہیرہ	بدر، احد	شہید بیر معونہ
۱۰۷	حضرت صہیبؓ بن سنان الرومی	سب	مدینہ میں فوت ہوئے
۱۰۸	حضرت بلالؓ بن رباح	سب	شام میں فوت ہوئے
۱۰۹	حضرت سعدؓ بن ابی وقاص	سب	مدینہ میں فوت ہوئے

۱۱۰	حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص		شہید بدر
۱۱۱	حضرت عامرؓ بن ابی وقاص	احد میں موجود تھے	
۱۱۲	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف	سب	مدینہ میں فوت ہوئے
۱۱۳	حضرت عبداللہؓ بن شہاب		حبشہ ہجرت کے بعد وفات پائی
۱۱۴	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ازہر		
۱۱۵	حضرت طلیبؓ بن ازہر		حبشہ میں فوت ہوگئے
۱۱۶	حضرت مطلبؓ بن ازہر		حبشہ میں فوت ہوگئے
۱۱۷	حضرت عبداللہؓ بن مسعود	سب	مدینہ میں فوت ہوئے
۱۱۸	حضرت عتبہؓ بن مسعود	بدر کے بعد سب	مدینہ میں فوت ہوئے
۱۱۹	حضرت مقدادؓ بن عمرو	سب	
۱۲۰	حضرت خبابؓ بن الارت	سب	کوفہ میں فوت ہوئے
۱۲۱	حضرت مسعودؓ بن ربیع	سب	مدینہ میں وفات پائی
۱۲۲	حضرت مسعودؓ القاری		
۱۲۳	حضرت شرجیلؓ بن حسنہ	حبشہ سے دیر سے واپس آئے تھے	طاعون سے میدان جہاد میں شہید ہوئے
۱۲۴	حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح	سب	طاعون سے میدان جہاد میں شہادت پائی
۱۲۵	حضرت سہیلؓ بن وہب بن ربیعہ		
۱۲۶	حضرت عمروؓ بن ابی سرح	سب	مدینہ میں فوت ہوئے
۱۲۷	حضرت وہبؓ بن ابی سرح		
۱۲۸	حضرت عیاضؓ بن زہیر بن ابی شداد	سب	۳۰ ہجری میں فوت ہوئے
۱۲۹	حضرت عمروؓ بن حارث بن زہیر	بدر میں تھے	
۱۳۰	حضرت عثمانؓ بن غنم بن زہیر	حبشہ میں وفات پائی	

۱۳۱	حضرت سعدؓ بن عبد بن قیس		
۱۳۲	حضرت حارثؓ بن عبد بن قیس		
۱۳۳	حضرت طلیبؓ بن عمیر	سب	شہید اجنادین
۱۳۴	حضرت عبید اللہؓ بن الحارث		شہید بدر
۱۳۵	حضرت عتبہؓ بن غزوان	سب	سفر بصرہ میں اونٹ سے گر کر فوت ہوئے

اللہ کے رسول ﷺ نے دعوت توحید کے پہلے تین سال میں جو جماعت تیار کی تھی اس کی قوت ایمانی اور خدمات اسلامی کا یہ مختصر سا جائزہ ہے جن افراد کو اسلام قبول کرنے پر مکہ کے مشرک کے سرداروں نے نیزے مار مار کر شہید کر دیا تھا جنہیں گلے میں رسی ڈال کر مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا گیا تھا گرم ریت پر لٹا کر جن کے سینوں پر پتھر رکھ دیئے جاتے تھے اور مکہ کے آوارہ لڑکے جنہیں پتھر مارتے رہے اور وہ پھر بھی احد احد کہتے رہے وہ سب اسی جماعت توحید سے تعلق رکھتے تھے آزمائش کے جن مراحل سے اس جماعت کے ارکان گزرے پھر کبھی کسی کو ایسی آزمائش کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ صدیوں سے رشتوں ناطوں اور معاشرتی اور قبائلی رسوم ورواج کے بندھنوں میں بندھے مشرک معاشرے سے بغاوت بہت ہی مشکل تھی جن افراد نے اللہ کے دین سے رشتہ جوڑ لیا تھا ان کے خونی، خاندانی، نسبی اور معاشرتی سب رشتے ختم ہو گئے تھے ان کے دنیا داری اور روزگار کے وسائل بھی محدود ہو گئے تو وہ ایک خوشحال اور خوش باش ماحول سے کٹ کر الگ تھلگ ہو کر رہ گئے تھے اس کے باوجود ان کے جذبہ ایمان میں کبھی کوئی لغزش نہ آئی اپنے گھر شہر عزیز واقارب کاروبار سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے دین کی خاطر حبشہ ہجرت کرنے والوں کی اکثریت بھی اسی گروہ اولین سے تعلق رکھتی تھی۔

مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی تو اس کے دفاع، توسیع اور استحکام میں سب سے زیادہ مالی اور جانی قربانیاں بھی اسی جماعت کے ارکان نے دیں وہ سفیر بھی ہوئے معلم بھی بنے کاتب وحی بھی ہوئے وہ معاہدے اور پیغام لکھنے والے بھی تھے بے مثل مجاہد بھی تھے کمانڈر اور فاتح بھی ہوئے۔

نئے ملک فتح کرنے والے نئے شہر اور بستیاں آباد کرنے والے مفتوحہ علاقوں میں پرانے نظام کی جگہ اسلامی نظام قائم کرنے والے اور اپنے حسن سلوک اور حسن تدبیر سے ان ممالک کے لوگوں کے دل اسلام کی طرف پھیر دینے والے وہ سب اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت توحید کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے اور دارارقم میں تربیت مکمل کرنے والے ہی تھے۔ اس جماعت کے ارکان کی انفرادی اور اجتماعی اسلامی خدمات اور ان کی قوت ایمانی سے اس تربیت کے انداز اور معیار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ دارارقم میں دیا کرتے تھے کیا ایسی جماعت کسی گھر میں چھپ کر تیار کی جاسکتی ہے؟ ایسی تعلیم وتربیت مکہ کی

گھاٹیوں اور وادیوں میں چھپ چھپ کر دی جا سکتی تھی؟ اور ایسی جماعت تاریخ میں کہیں اور دستیاب ہے؟ اور کیا اس جماعت کا نصاب تعلیم وتربیت چند آیات ہی تھیں؟ یا چند آیات ہی ہو سکتی تھیں؟

ان پہلوؤں کو دیکھا جائے تو ایک اور بھی سوال پیدا ہوتا ہے جس کا روایات میں اور کتب میں کہیں جواب دستیاب نہیں اور وہ سوال ہے کہ کیا دعوت کے تین سال کے اس عرصہ میں صرف اور صرف نظریاتی تعلیم ہی دی گئی تھی؟ اللہ پر ایمان، رسالت محمدی ﷺ پر ایمان، اللہ کی طرف سے بھیجی گئی کتاب اور اس سے پہلے والی کتابوں پر ایمان اور روز قیامت پر ایمان کی ہی تعلیم دی جایا کرتی تھی اس جماعت کے ارکان کی ملی زندگی کے مختلف شعبوں میں کارکردگی کو دیکھا جائے تو شبہ ہوتا ہے کہ تربیت کے اس پروگرام کے عملی پہلوؤں کو روایات میں اور کتب میں بھی زیادہ اہم خیال نہیں کیا گیا حالانکہ جب کسی عظیم مشن کی تکمیل کے لئے کوئی پروگرام شروع کیا جائے تو اس میں نظری اور عملی سب ہی پہلو شامل ہونا لازم ہے اور اس جماعت کے ارکان نے بعد میں جو مختلف النوع شاندار خدمات انجام دی تھیں اس سے اندازہ ہوتا ہے ان کی تعلیم وتربیت کا پروگرام کافی ہمہ جہت ہوگا۔ دستیاب معلومات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس جماعت توحید میں شامل ہونے والوں کی مالی اور معاشی مشکلات دور کرنے کا بھی اہتمام کیا تھا باہمی تعاون اور مدد کے لئے بھی عملی اقدامات کئے تھے اور اس جماعت کے ارکان مکہ کی اقتصادی اور معاشرتی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا کرتے تھے اور وہ ہر لحاظ سے مکی معاشرے کی گود میں پرورش پانے والے افراد سے بلند تر ہو گئے تھے۔

پیغمبرانہ دعوت کے منافی نظریات

ام المومنین حضرت خدیجہؓ خواتین میں حضرت ابوبکرؓ صدیق مردوں میں حضرت علیؓ بن ابوطالب بچوں میں، اور حضرت زیدؓ بن حارثہ آزاد کردہ غلاموں میں پہلے مسلمان تھے یونس نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا محمد ﷺ قریش کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے معبودوں کی عبادت ترک کر دینے کو کہتے ہیں ہمارے آباؤاجداد کو کافر قرار دیتے ہیں اور بتوں کو پوجنے والوں کو کم عقل کہتے ہیں کیا یہ درست ہے؟"

رسول اللہ نے فرمایا "ہاں یہ درست ہے" اور فرمایا "میں اللہ کا رسول اور نبی ہوں اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں انہیں اللہ کی طرف دعوت دوں اے ابوبکر میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اس کی فرمابرداری کر اور اسکے بغیر کسی کی پرستش نہ کر"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی اور ابوبکرؓ صدیق وہیں مسلمان ہو گئے۔

امام ابن کثیر وحی میں وقفہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں "وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا رسول اللہ ﷺ پوری عزیمت اور تندہی سے دعوت اسلام دینے میں لگ گئے اور ہر خاص و عام آزاد اور غلام سب کو توحید کی دعوت دی ہر عقلمند اور سعادت مند نے اسلام قبول کر لیا اور ہر سرکش اور ہٹ دھرم نے آپ ﷺ کی مخالفت پر کمر باندھ لی"۔ (ص ۲۶۵-ج ا)

امام ابن کثیر نے ہی ابونعیم اور ابن اسحاق کے حوالے سے "اولیں" مسلمانوں کی فہرست درج کرنے کے بعد لکھا ہے "اس کے بعد مرد اور خواتین گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے مکہ میں دین اسلام پھیل گیا اور وہاں کے ہر خاص و عام کی زبان پر یہی بات تھی" (ص ۲۸۸-ج ا)

"اولیں" مسلمانوں کی اس فہرست میں چالیس مسلمانوں کے نام درج ہیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے ذرا غور کریں کہ جب حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اسلام قبول کیا اس وقت

رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ کی پرستش چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت شروع کر دی ہوئی تھی اور مکہ کے قریش کو آپ ﷺ سے یہ شکایت پیدا ہو چکی تھی کہ آپ ﷺ ان کے اجداد کو کافر کہتے ہیں اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کو کم عقل ٹھہراتے ہیں اور ابوبکر مردوں میں پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔

''وحی کا وقفہ ختم ہونے کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے پوری تندہی سے دعوت توحید شروع کر دی تھی اور مرد اور خواتین گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے تھے۔''

مکہ کے خاص و عام سب کی زبان پر تھا کہ محمد بن عبداللہ ﷺ کی دعوت پر لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

مسند احمد اور ابن ماجہ میں عاصم بن ابی النجود کی روایت ہے "سب سے پہلے اسلام کا اعلان کرنے والے سات افراد تھے خود رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ، عمارؓ، سمیہؓ، صہیبؓ، بلالؓ اور مقدادؓ رسول اللہ ﷺ کو تو ابو طالب کی وجہ سے کافر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے ابوبکر اپنے قبیلے کی وجہ سے بچے رہے باقی مسلمانوں کو مشرک لوہے کی زرہیں پہنا کر کڑی دھوپ میں اذیتیں دیا کرتے تھے "

سوال یہ نہیں کہ پہلے اسلام قبول کرنے والے سات افراد کون تھے

حقیقت یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں کو اذیتیں دینے کا سلسلہ دعوت کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا جب ان کی تعداد ابھی بہت تھوڑی تھی اور جب ابتداء میں ہی اسلام قبول کرنے والوں کو لوہے کی زنجیریں پہنا کر کڑی دھوپ میں اذیتیں دی جاتی تھیں تو یہ بات مکہ میں ہر خاص و عام کی زبان پر ہونا لازم تھی کہ محمد ﷺ بن عبداللہ کیا دعوت دیتے ہیں۔

سیرت رسول اللہ ﷺ کی اکثر و بیشتر کتب میں درج ہے کہ ''ایک روز حضرت سعدؓ بن ابی وقاص چند مسلمانوں کے ساتھ مکہ کی ایک شعب میں (چھپ کر) نماز پڑھ رہے تھے مشرکوں کا ایک گروہ ادھر آ گیا اور مذاق کرنے لگا حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے مردہ اونٹ کا جبڑا اٹھا کر مارا تو ان میں سے عبداللہ بن خطل کا سر زخمی ہو گیا تھا۔''

اس روایت اور واقعہ میں کسی کو اختلاف نہیں لیکن اس واقعہ کو دار ارقم کی تربیت گاہ کے قیام کی بنیاد اور سبب قرار دینے کی بنیاد بہت کمزور ہے کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ تیسرے سال نبوی کے آدھا گزر جانے کے بعد کا ہے اس حساب سے دار ارقم پہلی وحی کے پونے دو سال بعد قائم ہونا چاہئے پہلی وحی ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں آئی تھی اس لئے پہلے سال نبوی کی تین ماہ شوال، ذیقعد اور ذوالحج ہی شمار کئے جاسکتے ہیں دوسرا سال نبوی پورا اور تیسرے کے چھ مہینے۔

تو کیا اللہ کے رسول ﷺ نے پونے دو سال تک اہل توحید کی تعلیم و تربیت کا کوئی باقاعدہ پروگرام ہی

شروع نہیں کیا تھا؟ اس کے لئے کوئی تربیت گاہ ہی قائم نہیں کی تھی؟ اور اگر یہ واقعہ پیش نہ آتا تو کیا رسول اللہ ﷺ ایسا کوئی ادارہ قائم ہی نہ کرتے؟

جابر بن عبداللہ کی روایت کے مطابق وحی چند روز ہی بند رہی تھی ویسے بھی اس پر کسی طرح یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد بن عبداللہ ﷺ کو دین حنیف کی تکمیل کا مشن سونپ کر دو اڑھائی سال تک ان سے کوئی رابطہ ہی نہ کیا ہو کیا عملاً ایسا ممکن تھا؟ یا ہے؟ اور اگر پہلی وحی کے پونے دو سال بعد پیش آنے والے اس واقعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دارارقم میں تربیت گاہ قائم کر دی تھی تو کیا ایسا فترہ (وقفہ وحی) کے دوران ہی ہو گیا تھا جبکہ فترہ سے پہلے تو چند ہی آیات آئی بتائی جاتی ہیں۔

جابر کی روایت کے مطابق وقفہ (فترہ) چند یوم کا ہی تھا اور بقول امام ابن کثیر "وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے پوری عزیمت اور تندہی سے دعوت توحید شروع کر دی تھی اور اہل خرد و سعادت نے دعوت قبول کر لی تھی اور ہٹ دھرم اور سرکش مشرکوں نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی مخالفت شروع کر دی تھی" اس طرح مکہ میں توحید اور شرک کے درمیان معرکہ تو پہلی وحی کے ساتھ ہی عملاً شروع ہو گیا تھا۔

اہل سیرت اور تفسیر "چھپ کر" کا اس انداز میں اور اس کثرت سے ذکر کرتے ہیں جیسے دعوت توحید کوئی جرم تھی اگر کسی نوجوان نے اپنے اسلام کے بارے میں اپنے والدین اور عزیز و اقارب کو نہیں بتایا تو کہا "لوگ چھپ چھپ کر مسلمان ہوتے تھے" اگر چند مسلمان کسی وادی میں نماز پڑھتے دیکھ لئے گئے تو اس روایت کے ساتھ "چھپ کر" لکھنا ضروری سمجھا گیا اگر دعوت بھی چھپ کر دی جاتی تھی اسلام بھی چھپ کر قبول کیا جاتا تھا نمازیں بھی چھپ چھپ کر پڑھی جاتی تھیں تو مکہ کے خاص و عام کو اس دعوت اور دین کے بارے میں علم کیسے ہو گیا تھا؟ اور اسلام قبول کرنے والے غلاموں اور کنیزوں میں سے کوئی ایک بھی اپنا اسلام چھپا کیوں نہیں سکا تھا؟ اور سارے غلاموں اور کنیزوں کا اسلام ظاہر کیسے ہو جاتا تھا؟ غلاموں اور کنیزوں پر ظلم کے بعد بھی اسلام خفیہ ہی کیسے رہا تھا؟

اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی طرف سے

☆"اے چادر اوڑھے ہوئے
اٹھ اور خبردار کر
اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کر (۷۴:۱،۲)

کا پیغام آتے ہی توحید کی دعوت عام شروع کر دی تھی اور اسلام قبول کرنے والوں میں ساتویں یا آٹھویں حضرت ارقمؓ بن ابو ارقم کے گھر میں تربیت گاہ قائم کر دی گئی تھی اور توحید کی اس دعوت سے سب مکہ والے واقف تھے کیونکہ سب کو دعوت دی جا رہی تھی۔ اہل توحید کی تربیت اور تربیت گاہ کا بھی سب کو علم تھا کہ دارارقم قریش کی

محفل گاہ سے قریب ہی تھا۔ عمر بن الخطاب جب تلوار لے کر اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کرنے کا اعلان کر کے چلا تھا تو اس کو کسی سے پوچھنا نہیں پڑا تھا کہ محمد بن عبداللہ ﷺ کہاں ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں وہ آپ ﷺ کے گھر کی طرف بھی تو نہیں گیا تھا وہ تو سیدھا دار ارقم کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں حضرت نعیم مل گئے تھے۔

بات صرف اتنی تھی کہ دعوت کا انداز مختلف تھا کیونکہ

مرحلہ ابھی افراد کی تربیت اور جماعت کی تشکیل کا تھا

مرحلہ جماعت کی فکری اور عملی تربیت کا تھا

ورنہ توحید اور شرک کا معرکہ تو "اے چادر اوڑھے ہوئے اٹھ اور خبردار کر" کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔

اور جسے دعوت عام کا مرحلہ کہا جاتا ہے وہ صرف انداز دعوت کے حوالے سے ہی اس پہلے مرحلے سے مختلف کہا جا سکتا ہے دعوت عام کا وہ مرحلہ شروع کب ہوا تھا؟

اہل علم نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا" کا حکم آنے سے دعوت عام کا مرحلہ شروع ہوا تھا۔

مصحف المدینۃ النبویہ کے مطابق قران کریم کی سورہ الشعراء (نمبر ۲۶) رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے مکی دور کے درمیان میں نازل ہوئی تھی (صفحہ ۱۰۵۵) مولانا مودودی نے بھی اس سورت کا زمانہ نزول " مکہ کا متوسط دور " ہی لکھا ہے۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ ترتیب کے حوالے سے پہلے سورہ طٰہٰ نازل ہوئی تھی اس کے بعد سورہ واقعہ نازل ہوئی تھی اور واقعہ کے بعد سورہ اشعراء نازل ہوئی تھی۔

سورہ طٰہٰ کے بارے میں یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہوئی تھی اور ابن سعد کے مطابق

حضرت عمرؓ ذوالحج چھ نبوی میں مسلمان ہوئے تھے

اس حوالے سے سورہ شعراء کے نزول کا زمانہ تو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے چھٹے سال کے بعد بنتا ہے

لیکن اہل سیر اور تفسیر تو کہتے ہیں کہ

پہلے تین سال خفیہ دعوت کے تھے

اور تین سال بعد دعوت عام شروع ہو گئی تھی

اور دعوت عام سورہ شعرا کی آیت نمبر ۲۱۴ "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا" سے شروع ہوئی تھی

تو یہ کیسے ہو گیا کہ جو سورۃ ابھی نازل ہی نہیں ہوئی تھی اسکے نزول سے بھی تین سال پہلے اس کے احکام کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو دعوت عام شروع کرنا پڑ گئی؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت عام کا حکم آنے سے بھی تین سال پہلے رسول اللہ ﷺ نے دعوت عام شروع کر دی؟ کیا ایسا ممکن تھا؟ اور ممکن ہے؟

اور اگر اسی سورت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دعوت عام شروع کی تھی تو پھر تو خفیہ دعوت کا زمانہ بھی تین سال نہیں سوا پانچ سال سے زیادہ بنتا ہے پھر اسے تین سال کیوں کہا جاتا ہے؟

اگر روایات کی بنیاد پر ہی واقعات سیرت اور قرآن کریم کی جملہ سورتوں کے نزول کے زمانے کا تعین کیا جائے تو ایسے بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اور ایسے مسائل رسول اللہ ﷺ کے دین ابراہیم کی تکمیل کے مشن اور اس سلسلے میں آپ ﷺ کی پیغمبرانہ حکمت عملی کو سمجھنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی سیرت صرف روایات ہی تو نہیں۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب اللہ کی طرف سے "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ" کا حکم آیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صبح کوہ صفا کی بلندی سے "یا صباحا" کا اعلان فرمایا تھا اور جب اہل مکہ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے انہیں آگ کے عذاب سے ڈرایا تو ابولہب نے اس پر غصہ کا اظہار کیا تھا اور لوگ منتشر ہو گئے تھے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب بن عبد مناف کے پینتالیس افراد کو کھانے کی دعوت دی تھی جب سب کھانا کھا چکے تو آپ ﷺ انہیں اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے کھڑے ہوئے مگر آپ ﷺ کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی ابولہب چلایا "اپنے قبیلہ والوں کو آبائی دین چھوڑ دینے کو نہ کہنا قوم کے مذہب کی مخالفت نہ کرنا اس سے سارے عرب ان کے دشمن ہو جائیں گے تمہارا قبیلہ سارے عربوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا ہم سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کیا کر رہے ہیں یہ ہمارے آبائی مذہب اور روایات سے بغاوت ہے۔ عرب قوم آپ ﷺ کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے گی اس کی وجہ سے عربوں کے لئے آپ ﷺ کو قتل کر دینا مشکل نہیں ہوگا بہتر ہے آپ ﷺ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے باز آ جائیں ورنہ عربوں اور دوسرے قبائل والوں سے بچانے کے لئے ہمیں خود ہی آپ ﷺ کو قید میں ڈالنا پڑے گا جس طرح کے خطرے میں آپ ﷺ نے ہمیں ڈال دیا ہے ہم نے تو سنا تک نہیں کہ اس سے پہلے کبھی کسی نے اپنے خاندان والوں کو ایسے بد ترین خطرے میں ڈالا ہو"

اور مہماں ایک ایک کر کے چلے گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک بار پھر انہیں کھانے پر بلایا تھا اور جب آپ ﷺ خطاب مکمل کر چکے تو ابولہب نے وہاں پر جمع اپنے خاندان والوں سے کہا تھا "اسے خود ہی اس دعوت سے روک دو ورنہ اگر دوسرے اٹھ کھڑے ہوئے تو تم سب باقی عربوں کے ہاتھوں مارے جاؤ گے"

ابولہب کی ان دھمکیوں اور اپیلوں سے کیا ظاہر ہوتا؟

یہی کہ وہاں پر موجود سب افراد دعوت توحید سے اچھی طرح واقف تھے

وہ اسے اپنے دین اور باپ دادا کی راویات سے بغاوت سمجھتے تھے

انہیں احساس تھا کہ اس "بغاوت" کی وجہ سے سارے عرب آپ ﷺ کے دشمن ہو رہے ہیں۔
عرب آپ ﷺ کو اس "بغاوت" کی وجہ سے قتل بھی کر سکتے ہیں۔
اس دعوت کی وجہ سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے لئے بہت بڑا خطرہ پیدا ہو گیا ہے اور اگر اس دعوت میں انہوں نے باقی عربوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا تو وہ عربوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔
اگر دعوت توحید اس سے پہلے خفیہ ہوا کرتی تھی اور دعوت عام کوہ صفا سے "یا صباحا" کے اعلان اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دعوت طعام سے ہی شروع ہوئی تھی تو وہاں موجود سب افراد کو دعوت توحید کی اصلیت کا پہلے سے ہی اچھی طرح اندازہ کیسے ہو گیا تھا؟ اور وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کچھ کہنے سے پہلے ہی کیسے جان گئے تھے کہ آپ ﷺ انہیں کیا دعوت دینے والے ہیں اور وہ دعوت "بغاوت" ہے؟ اور اس بغاوت کی وجہ سے عرب رسول اللہ ﷺ کو قتل بھی کر سکتے ہیں اور اگر انہوں نے اس دعوت توحید میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا تو وہ سارے عربوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور مارے جائیں گے؟
ابولہب کو یہ الہام تو نہیں ہوا تھا۔
کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ توحید کی دعوت عام رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دعوت طعام سے پہلے ہی شروع ہو چکی تھی اور سارے عرب اس "بغاوت" سے پہلے ہی واقف تھے اور اس کی وجہ سے بنو ہاشم بنو عبدالمطلب اور بنو مطلب بن عبد مناف کے ابولہب جیسے افراد خوفزدہ رہنے لگے تھے اور اپنے کو بہت بڑے خطرہ میں گھرا ہوا محسوس کرتے تھے
یونس بن بکیر سے روایت ہے کہ قریش کے سردار مل کر ابو طالبؓ کے پاس گئے اور شکایت کی "آپ کا بھتیجا ہماری مسجد اور محفل میں خلل ڈالتا ہے اور ہمیں دکھ پہنچاتا ہے آپ اسے منع کریں"
ابن اسحاق نے قریش کے ایک وفد کا ذکر کیا ہے جس میں ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب ابو البختری بن عاص، مغیرہ بن عبداللہ، ولید بن مغیرہ، نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج، عاص بن وائل اور شرک کے بعض دیگر سردار شامل تھے وہ وفد ابو طالب کے پاس گیا اور کہا "آپ کے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو گالیاں دی ہیں ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ اور ہمیں بیوقوف کہا ہے اور ہمارے دین میں برائیاں نکالی ہیں آپ اسے روک لیں اگر ایسا نہیں کر سکتے تو درمیان سے ہٹ جائیں ہم خود ہی اس سے نپٹ لیں گے۔"
عروہؓ نے عبداللہؓ بن عمرو بن عاص کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک روز قریش کے سردار حطیم میں اکٹھے ہوئے اور کہا "اس شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) کی باتوں سے ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے وہ ہمیں کم عقل کہتا ہے، ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں نکالتا ہے، ہمارے دین اور خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے اور اس

نے ہمارا اتفاق اور اتحاد پاش پاش کر دیا ہے۔"

آزاد مردوں میں سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق نے مسلمان ہوتے وقت اللہ کے رسول ﷺ سے پہلا سوال پوچھا تھا" یا محمد ﷺ کیا یہ درست ہے کہ آپ ﷺ ہمارے آبا و اجداد کو کافر قرار دیتے ہیں ہمارے معبودوں کی عبادت سے روکتے ہیں اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کو کم عقل کہتے ہیں؟"

یہ تھی اللہ کے رسول ﷺ سے مکہ کے بت پرستوں کو شکایت اور یہ شکایت دعوت توحید کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے سوال سے ثابت ہے اس کے باوجود اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعوت توحید کے مکی دور کے شروع میں بت پرستی کی مخالفت نہیں کی تھی تو وہ کوئی کم عقل یا منٹگمری واٹ ہی ہوسکتا ہے اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلی وحی کے پونے پانچ سال بعد دعوت عام شروع کی تھی تو وہ اسلام دشمن مستشرقین کی اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کی سیرت کے بارے میں غلط نظریات پھیلانے کی مہم میں نادانستہ طور پر شامل ہو جاتا ہے۔

یہ تھی محمد رسول اللہ ﷺ کی وہ "بغاوت" جس کی وجہ سے سارا عرب آپ ﷺ کا جانی دشمن ہو گیا تھا اور بنو ہاشم کے ابولہب بھی عربوں کی اس دشمنی سے خوفزدہ رہنے لگے تھے مگر ابن کثیر کے مطابق تو "رسول اللہ ﷺ دن رات اللہ کے دین کی دعوت میں ہی مصروف رہتے تھے عیاں اور پنہاں کھلے عام اور پوشیدہ آپ ﷺ اسی دھن میں لگے رہتے۔ کوئی خواہش اور آرزو اس میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی اور نہ ہی کوئی آپ ﷺ کو اس تبلیغ سے روک سکتا تھا۔ آپ ﷺ بلا روک ٹوک لوگوں کی مجلسوں میں دعوت توحید پیش کرتے تھے عام مجلسوں محفلوں اور اجتماعوں میں دعوت دیا کرتے تھے حج کے موسم میں باہر سے آنے والوں کو دعوت توحید دیتے تھے سردار اور ماتحت طاقتور اور کمزور امیر اور فقیر کی تمیز کے بغیر سب کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے تھے قریش کے طاقتور اور تند خو لوگ زبان درازیاں کرتے تھے کمزور مسلمانوں کو تکالیف دیتے تھے ان میں سب سے آگے ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل ہوتے تھے مگر وہ سب آپ ﷺ کو دعوت توحید سے کبھی روک نہیں سکے تھے" (ص ۲۹۱ ج ۱)

جب قریش کے سردار ایک بار پھر وفد کی صورت میں ابو طالب کے پاس گئے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے کے ساتھ ہمارا معاہدہ کرا دیں کہ وہ ہمارے معبودوں کے خلاف کچھ نہ کہے تو ہم اس کے دین اور خدا کو کچھ نہیں کہیں گے ورنہ ہم آپ سے جنگ کریں گے اور اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب ہم میں سے ایک فریق ختم ہو جائے تو ابو طالب نے ایسے معاہدے کی حمایت کرتے ہوئے اسے انصاف کی بات کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا" جس طرح سورج اپنی روشنی اور گرمی روکنے پر قادر نہیں اسی طرح میں توحید کی دعوت روکنے پر قادر نہیں۔"

ایک اور موقع پر جب ابو طالب نے کہا تھا" مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈال جو نہ میں اٹھا سکوں اور نہ تم اٹھا

سکو میرے اور اپنے زندہ رہنے کی گنجائش باقی رہنے دو اور اپنی قوم سے کوئی ایسی بات نہ کہو جو اسے پسند نہ ہو"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا" خدا کی قسم اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیں اور کہیں کہ میں دعوت توحید چھوڑ دوں تو میں تو پھر بھی ایسا نہیں کروں گا اور اس وقت تک دعوت کا اپنا فرض ادا کرتا رہوں گا جب میرا اللہ یا تو اسے کامیاب کر دے یا اس کی تکمیل کی کوشش میں خود میں ہلاک ہو جاؤں۔"

یہ وہ مرحلہ تھا جب مکہ میں توحید اور شرک کے درمیان تصادم عروج پر تھا اور قریش کے سرداروں کی طرف سے آخری آدمی تک جنگ کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں مگر اللہ کے رسول ﷺ ان سب کی دھمکیوں اور اپنی ذاتی جان کو درپیش خطرات سے بے نیاز ہو کر اللہ کی طرف سے سونپا گیا مشن پورا کرنے میں لگے رہتے تھے۔

توحیدی معاشرے کی توسیع

مکی معاشرے کی بنت قدیم رسوم وروایات معاشرتی اور دینی نظریات وتواہمات اور قبائلی تعصبات پر تھی۔ اس معاشرے میں عوام الناس اور کمزور طبقے اپنے عمل وکردار میں بااثر اور حاکم طبقوں کے بہت ہی زیادہ تابع ہوتے تھے لیکن یہ کہنا کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ دعوت توحید کے دوسرے مرحلہ میں اپنے خاندان اور مکہ کے ارباب اقتدار اور بااثر طبقہ اور افراد کو دائرہ اسلام میں لا کر عوام الناس کے اسلام قبول کرنے کی راہ ہموار کرنا چاہتے تھے۔ اور آپؐ کی کوشش تھی کہ مکہ کے "ملوک" مسلمان ہو جائیں تا کہ وہاں کے "الناس" کے اسلام قبول کرنے کی راہ ہموار ہو جائے۔'' اہل سیر نے ابتدائی تین سال میں اسلام قبول کرنے والے افراد کی جو فہرست دی ہے اس میں حضرت بلالؓ سے الہندیہؓ تک کئی غلام اور لونڈیاں شامل تھے۔ جن غلاموں کنیزوں اور لونڈیوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا تھا اور مظالم برداشت کئے تھے وہ سب تو دعوت عام سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔ پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والے اکثر افراد عام اصطلاح میں عوام الناس ہی کے زمرے میں آتے ہیں توحید کی اولین جماعت میں اگر کوئی خواص تھے تو وہ حضرت ابوبکرؓ صدیق ہی تھے۔ جبکہ مکہ کے سارے ہی شرک کے سرداروں کے عزیز واقارب اور خون کے رشتے والے اسی پہلے مرحلے میں اسلام لا چکے تھے اور وہ "ملوک" جن کے دین پر "الناس" ہوا کرتے ہیں نہ اپنے غلاموں اور کنیزوں کو اسلام قبول کرنے سے روک سکے تھے اور نہ ہی اپنے بیٹے بیٹیوں کو اپنے "دین" کی پابندی پر مجبور کر سکے تھے تو پھر یہ کس بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اس مرحلہ میں خواص پر خصوصی توجہ دی تھی تا کہ ان کی پیروی کرنے والے عوام بھی اسلام قبول کر لیں۔'' عقل اور علم تو اس مفروضہ کی تائید نہیں کرتے حقیقت تو یہ ہے کہ توحید نے تو "الناس وعلی دین ملوکھم" کے قدیم اصول کی دھجیاں پہلے ہی مرحلہ میں اڑا دی تھیں اور توحید کی اسی قوت سے شرک کے سردار سب سے زیادہ خوفزدہ تھے۔

شرک کے سردار حج کے لئے مکہ آنے والوں کو اللہ کے دین اور رسول ﷺ سے خوفزدہ کرنا چاہتے

تھے وہ مل کر ولید بن مغیرہ کے پاس گئے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے تو بحث مباحثہ کے بعد پراپیگنڈہ کی جس لائن آف ایکشن پر ان میں اتفاق ہوا تھا وہ یہ تھی کہ (۱) محمد ﷺ ساحر ہیں اور انہوں نے اپنے کلام کے جادو سے (۲) میاں کو بیوی سے باپ کو بیٹے سے اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ہے (۳) اور جو کوئی ان کا دین قبول کر لیتا ہے وہ اپنے خاندان اور قبیلہ کو چھوڑ دیتا ہے جس سے خاندانوں اور قبیلوں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔

شرک کے سرداروں نے جب عقبہ بن ربیعہ کو رسول اللہ ﷺ سے سودے بازی کی بات چیت کے لیے بھیجا تھا تو اس نے کہا تھا " بھتیجے تم اپنے خاندانی اور نسبی مقام و مرتبہ سے واقف ہو اور تم دیکھ رہے ہو کہ جو چیز تم اپنی قوم کے لئے لائے ہو اس نے قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔"

مکہ کے قریش نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تھی "اللہ کی قسم عرب میں کسی اور شخص نے اپنی قوم کو کبھی ایسی آفت میں مبتلا نہیں کیا تھا جیسی آفت میں آپ ﷺ نے اپنی قوم کو ڈال دیا ہے آپ ﷺ ہمارے باپ دادا کو برا کہتے ہیں ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ نے ہماری جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں" مکہ کے "ملوک" پر جو "آفت" آن پڑی تھی وہ اللہ کے رسول ﷺ کی تربیت اور توحید کی قوت کا عظیم معجزہ تھی اور اس معجزہ کے وقوع پذیر ہو جانے کے بعد بھی یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ "دعوت کے دوسرے دور میں آپ ﷺ کی توجہ مکہ کے خواص یا الملوک پر تھی۔"

یہ کہنا بھی کسی طرح درست نہیں کہ "دعوت کا وہ دور Passive Resistance کا زمانہ تھا اور ہر ظلم اور زیادتی کو برداشت کرنا اور ہر معاملے میں خاموش رہنا اللہ کے رسول ﷺ کی سوچی سمجھی پالیسی تھی۔"

ابن عباس کی روایت ہے کہ ایک روز ابو جہل نے کہا کہ "اگر میں نے محمد ﷺ کو سجدہ کرتے دیکھ لیا تو میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔" رسول اللہ ﷺ کو ابو جہل کی اس دھمکی کے بارے میں بتایا گیا تو آپ ﷺ "غضبناک" ہو کر مسجد کی طرف آئے اور جلدی میں دروازے کی بجائے دیوار پھلانگ کر مسجد میں داخل ہوئے اور سورہ علق کی تلاوت شروع کر دی۔ آپ ﷺ نے آخری آیات تک پڑھیں اور سجدہ کیا مگر ابو جہل بیٹھا دیکھتا رہا حالانکہ اس کے ہم جلیسوں نے اسے اس کا اعلان بھی یاد دلایا تھا۔" عبداللہؓ بن عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ ایک روز قریش کے سردار حطیم میں جمع ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی باتیں کرنے لگے انہوں نے کہا کہ اس شخص کی باتوں سے ہمارا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے وہ ہمیں احمق کہتا ہے ہمارے آباؤ اجداد کو بے دین کہتا ہے ان کے دین کی برائیاں بیان کرتا ہے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اور اس نے ہمارا اتحاد پارہ پارہ کر دیا ہے وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ حرم میں داخل ہوئے آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف کرنے لگے طواف کے دوران جب آپ ﷺ مشرکوں کے پاس سے گزرے تو ان میں سے کسی نے کوئی ناگوار بات کی دوسرے چکر میں ان کے پاس پہنچے تو کسی مشرک نے پھر کوئی ایسی ہی بات کی تیسرے چکر کے دوران آپ ﷺ

ان کی بات سن کر رک گئے اور فرمایا" قریشیو سن رہے ہو اللہ کی قسم میں تمہاری گردنیں مارنے کا پیغام لایا ہوں" قریش کے سرداروں میں سے کوئی بھی منہ نہ کھول سکا سب کی زبانیں تالو سے چپک گئیں یہاں تک کہ ان میں سے جو سب سے زیادہ کینہ پرور تھا اس نے منت کی" جناب ابوالقاسم آپ ﷺ خیر و برکت سے تشریف لے جائیں آپ ﷺ تو نادان نہیں۔" اس نے اپنے ساتھیوں کی نادانی کا اعتراف کر لیا تو رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لے گئے دوسرے روز وہ پھر اکٹھے ہوئے اور ایک دوسرے کو طعنے دینے لگے کہ تم نے سب کچھ سن لیا اور کچھ بھی نہ کر سکے تھے اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی آ گئے تو ان سب نے آپ ﷺ کو گھیر لیا اور کہا" تو ہی ہے نہ جو ہمارے متعلق ایسی باتیں کرتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" ہاں ہاں میں یہ کہتا ہوں کیونکہ سچ یہی ہے۔"

عبداللہؓ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ ان میں سے کسی نے آپ ﷺ کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچی تو ابوبکرؓ صدیق نے آگے بڑھ کے اسے روکتے ہوئے کہا" کیا تم ایسے آدمی کو مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے" میرا پروردگار اللہ ہے" اور سب مشرک منتشر ہو گئے۔ بقول عبداللہؓ بن عمرو بن عاص" یہ سب سے بڑی زیادتی تھی جو مکہ کے مشرکوں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کی تھی۔"

ابوجہل نے ایک اراشی سے اونٹ خریدے تھے اور اس کی رقم ادا نہیں کر رہا تھا۔ اراشی نے حرم میں جمع قریش کے سرداروں سے رقم دلونے کی درخواست کی تو انہوں نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کر دیا۔ اراشی کو ساتھ لے کر آپ ﷺ ابوجہل کے گھر گئے تو اس نے بلا چون و چرا اسی وقت اراشی کی رقم ادا کر دی قریش کے شرارتی سرداروں نے اپنا جو مخبر پیچھے بھیجا تھا اس نے واپس آ کر انہیں بتایا تھا" ابوجہل کا تو رنگ ہی اڑ گیا تھا محمد ﷺ نے کہا اس کا حق ادا کر دو تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے (ابوجہل کے) جسم میں جان ہی نہ ہو۔"

ایک روز رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے ساتھ حرم میں بیٹھے تھے کہ بنی زبید کے ایک آدمی نے آپ ﷺ سے ابوجہل کی شکایت کی کہ اس نے میرے اونٹوں کی بہت کم قیمت لگائی میں نے اس قیمت پر اس کے پاس اونٹ بیچنے سے انکار کیا تو اب اس کے ڈر کی وجہ سے کوئی اور اس کی لگائی قیمت سے زیادہ دینے کو تیار نہیں۔ زبیدی نے کہا" قریش کے لوگ تو باہر سے آنے والے کو لوٹ لیتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے زبیدی کی لگائی قیمت پر اس کے تینوں اونٹ خود خرید لیے۔ ابوجہل دور بیٹھا سب کچھ دیکھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ اٹھ کر ابوجہل کے پاس گئے اور فرمایا" خبردار پھر کسی کے ساتھ ایسی حرکت نہ کرنا جو تم نے اس بدو کے ساتھ کی تھی ورنہ میں بری طرح پیش آؤں گا۔"

ابوجہل نے وعدہ کیا کہ پھر کبھی وہ کسی کے ساتھ ایسی زیادتی نہیں کرے گا۔

امیہ بن خلف اور وہاں موجود دوسرے مشرکوں نے ابوجہل سے کہا" تم نے تو محمد (ﷺ) کے سامنے بہت کمزوری دکھائی ہے کیا تم بھی تو اس کا دین قبول نہیں کر رہے؟"

ابولہب اور اس کے ساتھیوں نے ایک روز اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت طلیبؓ بن عمیر نے اس زور سے ابولہب کے سر پر ڈنڈا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ مشرکوں نے طلیبؓ کو پکڑنا چاہا تو ابولہب نے انہیں روک دیا کہ معاملہ بڑھ نہ جائے اور حضرت طلیبؓ کی والدہ کے پاس شکایت لے کر گیا "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے بیٹے نے محمد (ﷺ) کی حفاظت میں اپنے کو لوگوں سے پٹائی کا نشانہ بنا رکھا ہے۔"

حضرت طلیبؓ کی والدہ حضرت اروئ نے جواب دیا "جس دن میرا بیٹا محمد (ﷺ) کی حمایت میں جو اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں مشرکوں سے جنگ کرے وہ اس کی زندگی کا انتہائی خیر و برکت والا دن ہے" (ابن سعد ص ۶۴ ج ۶)

ابولہب کی شکایت اور حضرت اروئ کے جواب سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت طلیبؓ کی طرف سے حضور ﷺ کی حفاظت کا یہ اکلوتا واقعہ نہیں تھا۔

ایک روز مکہ میں افواہ پھیل گئی کہ مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو پکڑ رکھا ہے۔ حضرت زبیرؓ بن العوام نے سنا تو تلوار لہراتے ہوئے مشرکوں کی محفلوں کی طرف دوڑے۔ رسول اللہ ﷺ حرم کے احاطہ میں بلندی پر تشریف فرما تھے۔ اپنے پھوپھی زاد کو ننگی تلوار لہراتے دیکھ کر پوچھا "زبیر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ یوں تلوار کیوں لہراتے پھر رہے ہو؟"

حضرت زبیرؓ نے کہا "مجھے خبر پہنچی تھی کہ کفار نے آپ ﷺ کو پکڑا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی میرا صبر میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو دعا دی۔

حضرت طلیب بن عمیر اور حضرت زبیرؓ بن العوام دونوں اسلام قبول کر چکے تھے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے عبداللہ بن خطل کا سر پھوڑنے کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے اس کا سر زخمی ہو گیا مگر اس کے ساتھیوں میں سے یا اس کے قبیلے والوں میں سے کسی نے بھی کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا حالانکہ سعدؓ بن ابی وقاص کا قبیلہ بنو زہرہ مکہ کی سیاست میں کوئی زیادہ اہم بھی نہیں تھا۔ جب ایک بار حضرت ابوبکرؓ صدیق حرم کعبہ میں دعوت اسلام دینے گئے تھے اور عتبہ بن ربیعہ نے ان کا چہرہ زخمی کر دیا تھا تو بنو تیم نے حرم میں کھڑے ہو کر اعلان کیا تھا کہ "اگر ابوبکرؓ فوت ہو گئے تو ہم عتبہ کو قتل کر دیں گے۔" قریش کے خاندانوں میں سے اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ جو بھی زیادتی کی جاتی تھی وہ ان کے گھر اور خاندان

والے ہی کیا کرتے تھے باہر کے کسی اور مشرک نے کسی قریشی مسلمان پر کبھی کوئی جسمانی تشدد نہیں کیا تھا اور اسلام قبول کرنے والے غلاموں اور کنیزوں پر بھی جو بھی اور جیسا بھی ظلم ہوا تھا وہ بھی ان کے مالکوں نے ہی کیا تھا یا جس کسی کو ان کے مالکوں نے ظلم اور تشدد میں شامل کر لیا تھا۔ عرب کے اس دور کے معاشرتی اصولوں کے مطابق غلام اور کنیز کا مالک اس کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے خواہ اس کو جان سے مار دے کوئی اس کو روک ٹوک نہیں سکتا تھا اس لئے مکہ کے مشرک سردار جب اپنے غلاموں اور کنیزوں کی پٹائی کرتے تھے تو اس دور کے رواج کے مطابق کوئی انہیں روک نہیں سکتا تھا اللہ کے رسول ﷺ ایسے مظلوموں کی نجات کے لئے دعا بھی فرمایا کرتے تھے اور انہیں خرید کر آزاد کرانے کا اہتمام بھی کرتے تھے اور اس معاشرے کے رسم و رواج کے مطابق یہی کچھ کیا جا سکتا تھا یہ بھی حقیقت ہے کہ جن غلاموں کنیزوں اور لونڈیوں کو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خرید کر آزاد کر دیا تھا اس کے بعد نو دس سال تک وہ اسی شہر میں رہے تھے مگر پھر کبھی کسی نے ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی جسمانی تشدد نہیں کیا تھا بلکہ انگلی تک نہیں اٹھائی تھی۔

جو لوگ ظلم برداشت کرنے اور آگے سے ہاتھ تک نہ اٹھانے کو اللہ کے رسول ﷺ کی پالیسی کا حصہ بتاتے ہیں اور اسلامی انقلاب کے لئے اپنے ذاتی فلسفہ انقلاب کا بنیادی اصول بنا کر پیش کرتے ہیں اگر انہیں ان واقعات کا علم نہیں تو وہ ایسے بے بنیاد اصولوں کو اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت کا حصہ بنا کر اپنی بے علمی کا خود پرچار کرتے ہیں اور اگر انہیں ان واقعات کا علم ہے اور اپنی ذاتی انقلابی ضرورتوں کے تحت وہ انہیں چھپاتے ہیں تو وہ اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے ساتھ بہت بڑی زیادتی کرتے ہیں۔

دعوت کے اس دور میں جب مکہ کے مشرکوں نے فیصلہ کیا تھا کہ سب مل کر قریش کے اسلام قبول کرنے والے افراد پر تشدد کریں اور انہیں اسلام چھوڑنے پر مجبور کریں۔ تو بعض مشرکوں نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر ان کے اسلام قبول کرنے والے کسی عزیز پر زیادہ تشدد کیا گیا تو وہ ایسا کرنے والوں سے بدلہ لیں گے۔ قریش کے اس فیصلہ کی وجہ سے خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ نوجوان مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان تصادم نہ شروع ہو جائے کیونکہ اسلام قبول کرنے والے بھی تو قریش میں سے ہی تھے اور انہی کا خون تھے۔ اگر اسلام قبول کرنے والے قریشی مسلمانوں نے زیادتی کرنے والوں کے خلاف ہاتھ نہیں اٹھایا تھا تو ان سے زیادتی کرنے والے باہر کے مشرک نہیں تھے بلکہ ان کے اپنے عزیز و اقارب ہی ہوا کرتے تھے اور ان کا آگے سے ہاتھ نہ اٹھانا اللہ کے رسول ﷺ کی کسی پالیسی کے نفاذ کی وجہ سے نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا دوسرا مرحلہ توحیدی معاشرے کی توسیع کا مرحلہ تھا تین سال کے پہلے مرحلہ میں جو افراد مسلمان ہوئے تھے اور جنہیں رسول اللہ ﷺ نے دار ارقم میں تعلیم و تربیت دی تھی ہم انہیں پہلی توحیدی جماعت کہتے رہے ہیں لیکن وہ جماعت عام مروجہ معنوں میں کوئی جماعت نہیں تھی۔ جماعت کا لفظ

سنتے ہی افراد کا ایسا گروہ ذہن میں آتا ہے جو کسی دنیاوی مقصد کے حصول کے لیے بن گیا ہو یا بنایا گیا ہو جس کا ایک سربراہ ہوتا ہے اور اس کے ماتحت دیگر عہدیدار ہوتے ہیں اور وہ سب کسی دنیاوی مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ اس جماعت میں کوئی عہدیدار نہیں تھا وہ کسی دنیاوی مقصد کے حصول کے لئے بھی نہیں بنائی گئی تھی وہ جماعت ایک دینی نظریہ کی بنیاد پر خود بخود وجود میں آ گئی تھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ افراد کو چن کر ان کے لئے تربیتی کورس کا اہتمام کیا ہو اور ان میں سے بعض کو بعض پر عہدیدار یا ''امیر'' مقرر کر دیا ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا اور جس کسی نے بھی اس دعوت کو قبول کر لیا تھا وہ اس جماعت میں شامل ہو گیا تھا۔ اس جماعت میں قریش کے اعلیٰ خاندانوں کے افراد بھی تھے غلام بھی تھے دست کار بھی تھے۔ تاجر بھی تھے مکہ کی حکومت کے حضرت ابوبکرؓ جیسے بااختیار عہدیدار بھی تھے اور عام لوگ بھی تھے مگر ان میں کوئی طبقاتی امتیاز یا پیشہ ورانہ اور نسلی یا انسانی گروہ بندی نہیں تھی ایک نظریہ تھا اور ایک قائد تھا نظریہ توحید تھا اور قائد اللہ کے رسول ﷺ تھے اور باقی سب اس نظریاتی جماعت کے رکن تھے جن میں نہ کوئی چھوٹا ہوتا تھا اور نہ کوئی بڑا تھا۔

جس چیز کو معاشرہ یا سوسائٹی کہا جاتا ہے اس کی ترتیب اور تقسیم کئی حوالوں سے کی جاتی ہے اور اس کے بہت سے اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں مزدور دستکار دوکاندار تاجر مالدار اور بااختیار لوگ سب کسی معاشرہ کے ضروری اجزائے ترکیبی سمجھے جاتے ہیں۔ اگر وہاں کوئی صنعتکار ہوں تو وہ بھی اس سوسائٹی یا معاشرے کا جزو ہوتے ہیں مکہ میں چونکہ کوئی صنعت نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی کھیتی باڑی سے وابستہ لوگ رہتے تھے اس لئے مکہ کے مشرک معاشرے میں طبقاتی تقسیم اور امتیازات سے پاک جو توحیدی معاشرہ اور جماعت وجود میں آئے تھے ان میں کوئی بھی صنعتکار اور کاشتکار شامل نہیں تھے مکہ کے مشرک معاشرے اور نئے توحیدی معاشرے میں بنیادی فرق نظریہ کا تھا اور توحیدی نظریہ والوں سے جو نیا معاشرہ وجود میں آیا تھا دعوت عام کا مرحلہ اس کی توسیع کا عام مرحلہ تھا۔ مشرک معاشرے کو شکست دینے کے لئے توحیدی معاشرے کی توسیع ضروری تھی اور یہ کشمکش مکہ کی تہذیبی یا کلچرل روح کو تبدیل کرنے کی کشمکش تھی جس میں ایک طرف اعلیٰ کردار اور اخلاق کے افراد کا وہ گروہ تھا جو اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کا مشن لے کر چلا تھا اور دوسری طرف بت پرستوں کا قابض گروہ تھا قرآن کریم میں اس گروہ کی جن معاشرتی اور اخلاقی برائیوں کا جگہ جگہ ذکر ملتا ہے ان کی تفصیل بہت لمبی ہے۔ بنیادی طور پر بت پرست قابض گروہ کے افراد باغی، متکبر اور گھمنڈی تھے مغرور، ظالم، ناشکرے اور جھوٹے تھے حاسد، شرارتی، فاسق اور شقی القلب تھے۔

ان کے مقابلے میں وہ جماعت تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جو اللہ سے ڈرتے ہیں، اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، اپنا مال دوسروں کو (اللہ کی راہ

میں) دیتے ہیں اور ان کے دلوں میں اللہ کے ہاں جواب دہی کا خوف رہتا ہے۔" (۲۳:۵۷تا۶۱)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا" بھلائی میں یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

لہٰذا بھلائی اور نیکی کے معاشرے کی توسیع کے مرحلہ میں اللہ تعالیٰ کے بنائے اصول کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور توحیدی گروہ کامیاب تھے اور مشرک جو اپنے مال و دولت اور افرادی قوت پر گھمنڈ کرتے تھے وہ ہر روز نئی دفاعی لائن اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے توحید اور شرک کے اس عظیم معرکے میں شرک کی پسپائی کے اس مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا" مگر ہم تو باطل پر حق کی ضرب لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے" (۲۱:۱۸) باطل حق کی ضرب سے تڑپ رہا تھا اللہ کے رسول ﷺ باطل کے سر پر توحید کی ضربیں لگا رہے تھے اور توحیدی جماعت کی قوت عمل اور مقدار میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا اور باطل کے ظلم کے مقابلہ میں ہاتھ تک نہ اٹھانے کا تو کبھی سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔

ہجرتِ حبشہ اور غلط مفروضے

باطل کی پسپائی کے اس دور کا ایک اہم واقعہ مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت ہے یہ ہجرت تاریخ اسلام کا ہی نہیں انسانی تاریخ کا منفرد اور ممتاز واقعہ ہے اپنے دین کے لئے اپنا گھر اپنا شہر اپنا ملک اپنے ماں باپ عزیز و اقارب خاندان اور قبیلہ سب کچھ چھوڑ کر ایک دور دراز کے اجنبی ملک میں چلے جانے کا ایسا واقعہ اس سے پہلے نایاب ہے اس واقعہ اور ہجرت کے اسباب وعوامل اور اثرات کو توحیدی معاشرے کی توسیع کے اس مرحلہ کے سیاق وسباق کے حوالے سے دیکھنے کے لئے کچھ بنیادی حقائق سامنے رکھنا ضروری ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ کی طرف سے غار حرا میں پہلا پیغام رمضان کے آخری عشرہ میں آیا تھا۔

رمضان اس وقت بھی اس سال کا نواں مہینہ ہوتا تھا جو اب تک قمری سال کہلاتا ہے۔

جس سال کے نویں مہینے میں اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی آئی تھی وہ پہلا سال نبوی ہے اس سال نبوی کے رمضان کا آخری عشرہ اور قمری سال کے باقی تین مہینے شوال، ذیقعد اور ذوالحج گزر جانے کے بعد دوسرا سال نبوی شروع ہو گیا تھا کیونکہ پہلا نبوی سال اسی قمری سال کو کہا گیا تھا جس کے رمضان کے آخری عشرہ میں پہلی وحی آئی تھی۔ اس حساب سے دعوت توحید کے پہلے تین سال چوتھے سال نبوی کے ماہ رمضان میں مکمل ہو گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر اہل توحید کا پہلا گروہ رجب پانچ نبوی میں حبشہ گیا تھا یعنی پہلی وحی کے تین سال نو ماہ بعد اور دعوت کا دوسرا دور شروع ہونے کے نو ماہ بعد۔

وہ مہاجر شوال پانچ نبوی میں واپس آ گئے تھے اور قریباً دواڑھائی ماہ ہی وہاں رہے تھے۔

دوسری ہجرت ذوالحج پانچ نبوی میں شروع ہوئی تھی اور زیادہ تر مہاجر محرم چھ نبوی تک حبشہ پہنچ گئے تھے اور واپس آنے والے بمشکل دو ماہ ہی مکہ میں رہے تھے۔

گویا پہلی ہجرت حبشہ شروع ہونے سے دوسری ہجرت مکمل ہونے کے درمیان چھ ماہ کا فصل ہے۔

عام روایات کے مطابق پہلی ہجرت حبشہ میں گیارہ مرد اور چار خواتین حبشہ گئے تھے۔

ابن اسحاق کے مطابق پہلی ہجرت حبشہ میں یہ مسلمان شامل تھے۔

۱۔ حضرت عثمانؓ بن عفان

۲۔ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ (حضرت عثمانؓ کی بیوی)

۳۔ حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ

۴۔ حضرت سہلہؓ بنت سہیل (حضرت ابوحذیفہؓ کی بیوی)

۵۔ حضرت زبیرؓ بن العوام

۶۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر

۷۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف

۸۔ حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد

۹۔ حضرت ام سلمہؓ (حضرت ابوسلمہؓ کی بیوی)

۱۰۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون

۱۱۔ حضرت عامرؓ بن ربیعہ عنزی

۱۲۔ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہؓ (حضرت عامرؓ کی بیوی)

۱۳۔ حضرت ابوسبرہؓ بن ابی رہم

۱۴۔ حضرت سہیلؓ بن بیضاء

۱۵۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود

ان پندرہ مہاجرین میں ایک اللہ کے رسول ﷺ کی صاحبزادی ہیں ایک آپ ﷺ کے داماد اور پھوپھی کے نواسے ہیں تین آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں ایک آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی کی بیوی ہیں اس طرح کل پندرہ میں سے چھ مہاجر رسول اللہ ﷺ کے اپنے رشتہ دار تھے حضرت عامرؓ بن ربیعہ کو حضرت عمرؓ کے باپ نے بیٹا بنایا ہوا تھا حضرت عبداللہؓ بن مسعود بنی زہرہ کے حلیف تھے اور باقی آٹھ مہاجرین بھی مکہ کے معزز اور مقتدر خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے اور سب ہی عمر کے اس حصہ میں تھے جہاں وہ عملی زندگی میں بھرپور کردار ادا کر رہے تھے ان میں سے اکثر تجارت پیشہ تھے جن غلاموں اور کنیزوں پر ان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے تشدد کیا جاتا رہا تھا ان میں سے تو کوئی ایک بھی ان مہاجرین میں شامل نہیں تھا حضرت ابوسبرہؓ کی بیوی ابتدائی مسلمانوں میں سے تھیں لیکن حبشہ ہجرت کرنے والوں کی فہرست میں ان کا نام شامل نہیں۔

اگر ہجرت کا واحد سبب قریش کا ظلم اور زیادتی تھے تو پھر سب سے پہلے تو ان غلاموں اور کنیزوں کو ہجرت کرنا

چاہیے تھی اور ہجرت کرنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہونا چاہیے تھی۔
ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ہجرت تو اس وقت شروع ہوئی تھی جب غلاموں پر تشدد اور ظلم کا دور کافی پہلے ختم ہو چکا تھا اس لئے ہجرت کا صرف اور صرف سبب تشدد اور ظلم نہیں تھے اور مہاجرین کے پہلے گروہ میں اکثر وہی افراد شامل تھے جو آزادانہ کاروبار اور تجارت کے قابل تھے غلام اور کنیزیں آزاد تو ہو چکے تھے مگر وہ حبشہ میں جا کر شاید کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے تھے جس سے اپنی روزی کما سکیں اس لئے وہ مکہ میں ہی مزدوری اور ملازمت وغیرہ کرتے رہے تھے۔

مہاجرین حبشہ کی تفصیل

اہل مکہ کے اسلام قبول کر لینے کی افواہ سن کر وہ سب مہاجر واپس آ گئے تھے رجب میں گئے تھے اور شوال میں واپس آ گئے تھے مکہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا خبر درست نہیں تھی وہیں سے حبشہ واپسی دشوار تھی مکہ میں وہ اپنے خاندان اور قبیلے والوں سے تعلق توڑ کر حبشہ گئے تھے واپسی پر سب نے کسی اور کی پناہ لینا ضروری جانا صرف حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کسی کی پناہ نہیں لی تھی اور وہ جلد ہی واپس چلے گئے تھے کس نے مکہ میں کس کی پناہ لی تھی اس کی تفصیل موجود ہے اور حضرت عثمانؓ بن مظعون کی طرف سے ولید بن مغیرہ کی پناہ واپس کرنا مشہور واقعہ اس کا ثبوت ہے شوال میں مہاجرین واپس آئے تھے ذوالحج میں حبشہ کی طرف ہجرت کا نیا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ابن سعد کے مطابق اس دفعہ حبشہ جانے والے مہاجرین کی کل تعداد ایک سو ایک تھی تراسی مرد اور اٹھارہ خواتین (گیارہ قریشی اور سات غیر قریشی) حافظ ابن کثیر کی فہرست میں ابو موسیٰؓ اشعری اور حضرت یاسرؓ کو شامل کر کے ایک سو مہاجرین کے نام شامل ہیں۔ مولانا مودودی کی فہرست کے مطابق کل ایک سو تین مسلمانوں نے حبشہ کی دوسری ہجرت میں مکہ چھوڑا تھا ذیل میں ہم جو فہرست دے رہے ہیں اس میں بعض وہ مہاجر بھی شامل ہیں جن کے نام مندرجہ بالا تینوں فہرستوں میں شامل نہیں اور یہ صرف ان مہاجرین کی فہرست ہے جنہوں نے مکہ سے ہجرت کی تھی حضرت ابو موسیٰؓ اشعری اور ان کے ساتھیوں کو ہم نے اس فہرست میں شامل نہیں کیا۔

قبیلہ	نمبر شمار	مہاجر	کیفیت
بنو ہاشم	۱	حضرت جعفرؓ بن ابی طالب	ان کے بیٹے عبداللہ، محمد اور عون حبشہ میں پیدا ہوئے تھے
	۲	حضرت اسمٰا بنت عمیس	حضرت جعفر کی اہلیہ

قبیلہ	نمبر	نام	کیفیت
بنی عبدالشمس	۱	حضرت عثمانؓ بن عفان	
	۲	حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ	حضرت عثمانؓ بن عفان کی اہلیہ
	۳	حضرت خالدؓ بن سعید	
	۴	حضرت اُمینہؓ بنت خلف	حضرت خالدؓ بن سعید کی اہلیہ (ان کا بیٹا سعید بن خالد اور بیٹی امت (ام خالد) حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔
	۵	حضرت عمروؓ بن سعید	
	۶	حضرت فاطمہؓ بنت صفوان	حضرت عمروؓ بن سعید کی اہلیہ
	۷	حضرت ابو حذیفہؓ بن عتبہ	
	۸	حضرت سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو	حضرت سہلہؓ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں لیکن دوسری بار ہجرت کرنے والوں میں ان کا نام شامل نہیں کیا گیا لیکن اگر ان کا بیٹا محمد بن ابو حذیفہ حبشہ میں پیدا ہوا تھا تو وہ بھی دوسری بار ہجرت کرنے والوں میں شامل ہوں گی
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت عبداللہؓ بن جحش	
	۲	عبیداللہؓ بن جحش	
	۳	حضرت اُمِ حبیبہؓ بنت ابوسفیان	عبیداللہ بن جحشؓ کی بیوی ان کی بیٹی حبیبہ حبشہ میں پیدا ہوئی تھی
	۴	حضرت قیسؓ بن عبداللہ	
	۵	حضرت برکہؓ بنت یسار	حضرت قیسؓ بن عبداللہ کی بیوی
	۶	حضرت آمنہؓ بنت قیس بن عبداللہ	ابن اثیر (ص ۲۲ ج ۱۰)
	۷	حضرت شجاعؓ بن وہب	
	۸	حضرت زینبؓ بنت جحش	ابن اثیر کے مطابق ان تینوں بہنوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی (ص ۱۸۰ - ج ۵)
	۹	حضرت حمنہؓ بنت جحش	
	۰	حضرت اُمِ حبیبہؓ بنت جحش	

بنواسد بن عبدالعزیٰ بن قصی	۱	حضرت زبیرؓ بن العوام	
	۲	حضرت اسودؓ بن نوفل	
	۳	حضرت یزیدؓ بن زمعہ	
	۴	حضرت عمروؓ بن امیہ	
	۵	حضرت خالدؓ بن حزام	ہجرت کے سفر میں سانپ نے ڈس لیا اور حبشہ کی راہ میں فوت ہو گئے
بنو عبدالدار بن قصی	۱	حضرت مصعبؓ بن عمیر	
	۲	حضرت سویبطؓ بن سعد	
	۳	حضرت جہمؓ بن قیس	
	۴	حضرت اُمِ حرملہؓ بنت عبدالاسود	حضرت جہمؓ کی بیوی
	۵	حضرت عمروؓ بن جہم	حضرت جہمؓ کے فرزند
	۶	حضرت خذیمہؓ بن جہم	حضرت جہمؓ کے فرزند
	۷	حضرت ابوالرومؓ بن عمیر	حضرت مصعبؓ بن عمیر کے بھائی
	۸	حضرت فراسؓ بن نضر	
اس قبیلہ کے آزاد کردہ غلام	۱	حضرت ابوفکیہؓ	ابن سعد (ص ۲۶۹ ج ۴)
بنی زہرہ	۱	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف	
	۲	حضرت عامرؓ بن ابی وقاص	
	۳	حضرت مطلبؓ بن ازہر	
	۴	حضرت رملہؓ بنت ابی عوف	حضرت مطلبؓ کی بیوی ان کا بیٹا عبداللہ ہجرت کے وقت ساتھ گیا تھا دوسرا بیٹا عبد حبشہ میں پیدا ہوا تھا۔
	۵	حضرت طلیبؓ بن ازہر	اپنے بھائی مطلب کی وفات کے بعد طلیب نے ان کی بیوی رملہ سے شادی کی تھی جن سے ان کا بیٹا محمد حبشہ میں پیدا ہوا تھا۔ (ابن سعد ص ۲۷۱ ج ۴)
	۶	حضرت عبداللہؓ اصغر بن شہاب	

اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت عبداللہؓ بن مسعود	
	۲	حضرت عتبہؓ بن مسعود	حضرت عبداللہؓ کے بھائی
	۳	حضرت مقدادؓ بن عمرو	زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی ضباعۃ کے خاوند
بنو تیم	۱	حضرت حارثؓ بن خالد	
	۲	حضرت ریطہؓ بنت الحارث	حضرت حارث کی بیوی حبشہ میں ان کے چار بچے (۱) موسیٰ (۲) عائشہ (۳) زینب (۴) فاطمہ پیدا ہوئے تھے۔
	۳	حضرت عمروؓ بن عثمان	
بنو مخزوم	۱	حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد	
	۲	حضرت ام سلمہؓ بنت ابی امیہ	حضرت ابو سلمہ کی بیوی ان کا بیٹا سلمہ حبشہ میں پیدا ہوا تھا
	۳	حضرت شماسؓ بن عثمان	
	۴	حضرت ہبارؓ بن سفیان	
	۵	حضرت عبداللہؓ بن سفیان	حضرت ہبار کے بھائی
	۶	حضرت ہشامؓ بن ابی حذیفہ	
	۷	حضرت سلمہؓ بن ہشام	
	۸	حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ	
	۹	حضرت اسماءؓ بنت سلامہ	حضرت عیاش کی بیوی وہاں اس کا بیٹا عبداللہ پیدا ہوا (ابن اثیر ص ۲۷ ج ۱۰)
	۱۰	حضرت عمرؓ بن سفیان	
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت معتبؓ بن عوف	
بنو جمح	۱	حضرت عثمانؓ بن مظعون	
	۲	حضرت سائبؓ بن عثمان	حضرت عثمان کے بیٹے
	۳	حضرت قدامہؓ بن مظعون	حضرت عثمان کے بھائی
	۴	حضرت عبداللہؓ بن مظعون	حضرت عثمان کے بھائی

کیفیت	نام	نمبر	قبیلہ
	حضرت حاطبؓ بن الحارث	۵	
حضرت حاطب کی بیوی	حضرت فاطمہؓ بنت مجلل	۶	
حضرت حاطب کے بیٹے	حضرت محمدؓ بن حاطب	۷	
حضرت حاطب کے بیٹے	حضرت حارثؓ بن حاطب	۸	
	حضرت حطابؓ بن حارث	۹	
حضرت حطاب کی بیوی	حضرت فکیہؓ بنت یسار	۱۰	
	حضرت سفیانؓ بن معمر	۱۱	
حضرت سفیان کی بیوی	حضرت حسنہؓ	۱۲	
حضرت سفیان کے بیٹے	حضرت خالدؓ بن سفیان	۱۳	
	حضرت جنادہؓ بن سفیان	۱۴	
	حضرت شرجیلؓ بن حسنہ	۱۵	
	حضرت عثمانؓ بن ربیعہ	۱۶	
	حضرت خنیسؓ بن حذافہ	۱	بنو سہم
حضرت خنیس کے بھائی	حضرت قیسؓ بن حذافہ	۲	
حضرت خنیس کے بھائی	حضرت عبداللہؓ بن حذافہ	۳	
	حضرت ابوقیسؓ بن حارث	۴	
حضرت ابوقیسؓ کے بھائی	حضرت حارثؓ بن حارث	۵	
حضرت ابوقیسؓ کے بھائی	حضرت معمرؓ بن حارث	۶	
حضرت ابوقیسؓ کے بھائی	حضرت سائبؓ بن حارث	۷	
حضرت ابوقیسؓ کے بھائی	حضرت بشرؓ بن حارث	۸	
حضرت ابوقیسؓ کے بھائی	حضرت سعیدؓ بن حارث	۹	
حضرت ابوقیسؓ کے بھائی	حضرت عبداللہؓ بن حارث	۱۰	
	حضرت ہشامؓ بن عاص	۱۱	
	حضرت سعیدؓ بن عمرو	۱۲	
ابن سعد (ص ۳۲۹ ج ۴)	حضرت عمیرؓ بن ریاب	۱۳	
ابن کثیر (ص ۳۲۵ ج ۱)	حضرت سعیدؓ بن قیس بن عدی	۱۴	

قبیلہ	نمبر	نام	کیفیت
	۱۵	حضرت سعیدؓ بن سہم	ابن کثیر (ص ۳۲۵ ج ۱)
	۱۶	حضرت حجاجؓ بن الحارث	ابن سعد (ص ۳۲۸ ج ۴)
	۱۷	حضرت تمیمؓ بن احارث	ابن سعد (ص ۳۲۸ ج ۴)
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت محمیہؓ بن الجزء	
بنو عدی	۱	حضرت معمرؓ بن عبداللہ	
	۲	حضرت عروہؓ بن اثاثہ	
	۳	حضرت عدیؓ بن نضلہ	
	۴	حضرت نعمانؓ بن عدی	حضرت عذی کے بیٹے
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت عامرؓ بن ربیعہ	
	۲	حضرت لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ	حضرت عامرؓ کی بیوی
بنو عامر بن لوی	۱	حضرت ابو سبرہؓ	
	۲	حضرت ام کلثومؓ بنت سہیل بن عمرو	حضرت ابو سبرہؓ کی بیوی۔ ان کے بچے محمد اور عبداللہ حبشہ میں پیدا ہوئے۔
	۳	حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو	حضرت ام کلثوم کے بھائی (سہیل بن عمر کے بیٹے)
	۴	حضرت سلیطؓ بن عمرو	
	۵	حضرت سکرانؓ بن عمرو	حضرت سلیطؓ کے بھائی
	۶	حضرت سودہؓ بنت زمعہ	حضرت سکرانؓ کی بیوی
	۷	حضرت مالکؓ بن زمعہ	حضرت سودہ کے بھائی
	۸	حضرت عمرہؓ بنت سعدیٰ	حضرت مالکؓ کی بیوی
	۹	حضرت ابوؓ حاطب بن عمرو	
	۱۰	حضرت عبداللہؓ بن مخزمہ	
	۱۱	حضرت فاطمہؓ بنت علقمہ	حضرت سلیط کی بیوی۔ ابن سعد (ص ۳۳۴ ج ۴)
	۱۲	حضرت نبیہؓ بن عثمان بن ربیعہ	ابن سعد (ص ۳۳۴ ج ۴)

اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت سعدؓ بن خولہ	
بنی حارث بن فہر	۱	حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح	
	۲	حضرت سہیلؓ بن بیضاء	
	۳	حضرت عمروؓ بن ابی سرح	
	۴	حضرت معمرؓ بن ابی سرح	ابن سعد (ص ۳۵۱ ج ۳)
	۵	حضرت عیاضؓ بن زہیر	
	۶	حضرت عمروؓ بن الحارث	
	۷	حضرت عثمانؓ بن عبد غنم	
	۸	حضرت سعیدؓ بن عبد بن قیس	
	۹	حضرت حارثؓ بن عبد بن قیس	
متفرق	۱	حضرت معیقیبؓ بن ابی فاطمہ	حضرت سعیدؓ بن عاص کے مولیٰ
	۲	حضرت عتبہؓ بن غزوان	بنو نوفل کے حلیف
	۳	حضرت طلیب بن عمیرؓ	بنو عبد بن قصی

دوسری بار مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے والے کل افراد =۱۲۲

حبشہ پہنچنے والے افراد =۱۲۱

حبشہ میں پیدا ہوئے بچے =۱۶

ابن کثیر کی فہرست میں کل ایک سو مہاجرین کے نام ہیں جن میں حضرت ابو موسیٰؓ اشعری اور حضرت حارثؓ بن خالد کے حبشہ میں پیدا ہوئے بچے بھی شامل ہیں ہم نے ان پانچوں کو اس فہرست میں شامل نہیں کیا۔ ہماری فہرست کے مطابق حبشہ ہجرت کرنے والے

کل افراد ۱۲۱

بالغ مرد ۹۵

خواتین ۲۳

کنیزیں ۱

نابالغ مرد (بچے) ۳

مرد جن کے ساتھ ان کی بیویاں بھی تھیں ۱۹

بالغ مرد جن کے ساتھ بیویوں کی ہجرت کا ذکر نہیں ۷۶

تو کیا حبشہ ہجرت کرنے والے اتنے زیادہ بالغ مرد سارے ہی غیر شادی شدہ تھے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی بیوی ام کلثومؓ بنت عتبہ بن ربیعہ سے ان کا بیٹا سالم اکبر اسلام سے پہلے فوت ہو چکا تھا ان کی ایک بیوی عتبہ کے بھائی شیبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی ان کی بیٹی ام قاسمؓ بھی اسلام سے پہلے پیدا ہوئی تھی مگر روایات میں حضرت عبدالرحمٰنؓ کی ان دونوں بیویوں اور ان سے اولاد کا کوئی ذکر نہیں کہ ان میں سے کسی نے ہجرت کی تھی یا نہیں؟ اور نہیں تو کیوں؟ حضرت عثمانؓ بن مظعون اور ان کے بیٹے حضرت سائبؓ بن عثمان دونوں نے حبشہ ہجرت کی تھی لیکن حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بیوی حضرت خولہؓ بنت حکیم کے بارے میں کچھ اندازہ نہیں ہوتا کہ انہوں نے ہجرت کی تھی یا نہیں اور بھی ہجرت کرنے والے بعض صحابہ شادی شدہ تھے مگر ان کی بیویوں کی ہجرت کا بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ حضرت عبداللہؓ بن جحش اور ان کے بھائی عبیداللہؓ بن جحش نے ہجرت کی تھی مگر ان کے ساتھ ہجرت کرنے والی واحد خاتون عبیداللہؓ کی بیوی حضرت ام حبیبہؓ ہیں حالانکہ حضرت عبداللہؓ کے بیٹے محمد بھی ابتدائی مسلمان تھے اور ان کی تین بہنیں زینبؓ، حمنہؓ اور ام حبیبہؓ بھی مسلمان ہو چکی تھیں مگر کتب سیرت میں ان کی ہجرت کا بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ بنو حارث بن فہر کے نو بالغ مردوں نے ہجرت کی تھی مگر ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی اس کی بیوی کی ہجرت کا ذکر نہیں؟ بنو سہم کے سترہ بالغ مردوں اور ان کے ایک بالغ حلیف نے ہجرت کی مگر ان اٹھارہ میں سے کسی ایک کے ساتھ اس کی بیوی کی ہجرت کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ بنو جمح کے تیرہ مردوں میں سے صرف تین کے ساتھ ان کی بیویاں تھیں بنو مخزوم کے سات بالغ مردوں نے ہجرت کی ان میں سے دو کے ساتھ ان کی بیویوں کی ہجرت کا ذکر ہے۔ ایسا تو ممکن نہیں تھا کہ وہ سب ہی غیر شادی شدہ ہوں اور اگر شادی شدہ تھے تو اپنے بال بچوں اور بیویوں کو چھوڑ کر اکیلے ہی ایک طویل مدت کے لئے ہجرت کر گئے تھے؟

ہجرت کے بعد مکہ میں مسلمانوں کی تعداد

ان مسلمانوں کی ہجرت کے بعد بھی مکہ میں بہت سے مسلمان موجود تھے بعض تو پورے پورے خاندان مکہ ہی میں تھے ذیل کی فہرست ایسے ہی مسلمانوں کی ہے ہم نے اس فہرست میں وہ خواتین بھی شامل کر دی ہیں جن کے خاوند ہجرت کر گئے تھے مگر کتب سیرت میں ان خواتین کی ہجرت کا ذکر نہیں ملتا۔

قبیلہ	نمبر شمار	نام	کیفیت
بنو ہاشم	۱	سیدہ خدیجہؓ بنت خویلد	ام المومنین
	۲	سیدہ زینبؓ بنت محمد ﷺ	
	۳	سیدہ ام کلثومؓ بنت محمد ﷺ	

	۴	سیدہ فاطمہؓ بنت محمد ﷺ	
	۵	حضرت علیؓ بن ابی طالب	
آزاد کردہ غلام	۱	حضرت زیدؓ بن حارثہ	
آزاد کردہ کنیز	۲	حضرت ام ایمنؓ	حضرت زیدؓ کی بیوی
بنو عبد الشمس	۱	حضرت اروی بنت کریز	روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت عمارؓ بن یاسر کی مائیں حضرت ابوبکرؓ صدیق کی والدہ حضرت ام الخیرؓ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئی تھیں اور حضرت ام الخیر قدیم الاسلام تھیں (ابن اثیر ص۲۹۵ ج۱۰) حضرت عمار بن یاسر کی والدہ کو دعوت توحید کے ابتدائی دنوں میں ابوجہل نے مار مار کر شہید کر دیا تھا اس کا مطلب ہے کہ یہ سب خواتین اِسی دور میں مسلمان ہوئی تھیں
اس قبیلہ کے حلیف	۱	ابو احمدؓ بن جحش	ابوسفیان کے داماد
	۲	حضرت فارعہؓ بنت ابوسفیان	حضرت ابو احمدؓ کی بیوی
	۳	حضرت محمدؓ بن عبداللہ بن جحش	حضرت عبداللہؓ بن جحش کے بیٹے
	۴	حضرت سالمؓ مولیٰ ابو حذیفہؓ	
	۵	حضرت فاطمہؓ بنت ولید	حضرت سالمؓ کی بیوی
	۶	حضرت عکاشہؓ بن محصن	
	۷	حضرت فاطمہؓ بنت ابو حبیش	حضرت عبداللہؓ بن جحش کی بیوی
بنو اسد بن عبد العزیٰ	۱	حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب	
	۲	حضرت ہالہؓ بنت خویلد	
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ	

بنوعبد الدار بن قصی	۱	حضرت حریملہؓ بنت مالک	حضرت سویبطؓ بن سعد کی بیوی
	۲	حضرت ہنیدہؓ بنت خباب	حضرت سویبطؓ کی والدہ
بنی زہرہ	۱	حضرت سعدؓ بن ابی وقاص	
	۲	حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص	
	۳	حضرت اشفاءؓ بنت عوف	
	۴	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ازہر	
	۵	ام قاسمؓ بنت عبدالرحمٰن بن عوف	
	۶	بنت شیبہؓ بن عتبہ	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی بیوی
	۷	محمد بن عبدالرحمٰن بن عوف	
	۸	ام کلثومؓ بنت عتبہ بن ربیعہ	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی بیوی (ابن سعد ص ۳۲۰ ج ۸)
	۹	حضرت شفاءؓ بنت عوف	
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت ام عبدؓ	حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی والدہ
	۲	حضرت خبابؓ بن الارت	
	۳	حضرت مسعودؓ بن ربیع	
	۴	حضرت مسعودؓ القاری	
بنی تیم	۱	حضرت ابوبکرؓ صدیق	
	۲	حضرت عبداللہؓ بن ابوبکر	
	۳	حضرت ام رومانؓ	حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بیوی
	۴	حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر	
	۵	حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر	
	۶	حضرت ام الخیرؓ	حضرت ابوبکرؓ صدیق کی والدہ
	۷	حضرت ام کلثومؓ بنت قحافہ	حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بہن
	۸	حضرت عاتکہؓ بنت زید	حضرت عبداللہؓ کی بیوی
	۹	حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ	

	۱۰	حضرت عثمانؓ بن عبید اللہ	
	۱۱	حضرت صعبہؓ بنت حضرمی	حضرت طلحہ کی والدہ
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت صہیب بن سنان رومی	
حضرت ابوبکرؓ صدیق کے آزاد کردہ غلام اور کنیزیں	۱	حضرت عامرؓ بن فہیرہ	
	۲	حضرت بلالؓ بن رباح	
	۳	حضرت حمامہؓ	حضرت بلالؓ کی والدہ
	۴	حضرت ام عبیسؓ	
	۵	حضرت نہدیہؓ	
	۶	حضرت زنیرہؓ	
	۷	حضرت لبینہؓ	
بنومخزوم	۱	حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم	
	۲	حضرت عثمانؓ بن ارقم	
	۳	حضرت نعمؓ بنت حسان	حضرت شماسؓ کی بیوی
	۴	حضرت صفیہؓ بنت ربیعہ	حضرت شماسؓ کی والدہ
بنوجمح	۱	حضرت خولہؓ بنت حکیم	حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بیوی
	۲	حضرت صفیہؓ بنت خطاب	حضرت قدامہ بن مظعون کی بیوی
	۳	حضرت سائبؓ بن مظعون	
	۴	حضرت نبیہؓ بن عثمان	
	۵	حضرت ربیعہؓ بن عثمان	
	۶	حضرت حارثؓ بن سفیان	
	۷	حضرت معمرؓ بن حارث بن معمر	
	۸	حضرت قتیلہؓ بنت مظعون	حضرت حارث بن معمر کی بیوی
	۹	حضرت حارثؓ بن معمر	
بنوسہم	۱	حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص	

قبیلہ	نمبر	نام	کیفیت
	۲	حضرت عمروؓ بن ریاب	
	۳	حضرت حجاجؓ بن قیس بن عدی	
بنو عدی	۱	حضرت نعیمؓ بن عبداللہ	
	۲	حضرت نعیمؓ بن عدی	
	۳	حضرت زیدؓ بن خطاب	
	۴	حضرت سعیدؓ بن زید	
	۵	حضرت آمنہؓ بنت عدی بن نضلہ	
	۶	بنت نعجہ بن خویلد	حضرت عدی بن نضلہ کی بیوی
	۷	حضرت فاطمہؓ بنت خطاب	حضرت سعیدؓ بن زید کی بیوی
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت خالد بن بکیر عبدیا لیل لیثی	
	۲	حضرت ایاسؓ بن بکیر عبدیا لیل لیثی	
	۳	حضرت عامرؓ بن بکیر عبد یالیل لیثی	
	۴	حضرت واقدؓ بن عبداللہ	
بنو عامر بن لوی	۱	حضرت وہبؓ بن سعد بن ابی سرح	
	۲	حضرت ابن امؓ مکتوم	
بنی مطلب	۱	حضرت عبیدہؓ بن الحارث	

میزان ۸۳

حبشہ کی دوسری ہجرت کے بعد مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رہ جانے والے مسلمان مرد ۸۳

۴۴

قریش کے مختلف خاندانوں کے حلیف اور آزاد مرد ۴۰

مولیٰ اور آزاد کردہ غلام	۴
خواتین	۳۹
وہ خواتین جن کے خاوند ہجرت کر گئے تھے	۸
(ان میں سے دو ایک ہی مہاجر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی بیویاں تھیں)	
آزاد کردہ لونڈیاں اور کنیزیں (حضرت ام ایمنؓ سمیت)	۶
قریش کے گھرانوں اور ان کے اتحادی خاندانوں کی خواتین	۳۴
بچے	X

ہجرت کا حکم کیوں دیا؟

رسول اللہ ﷺ کے توحید کی دعوت عام شروع کرنے سے پہلے ہی غلاموں، لونڈیوں اور کنیزوں پر ظلم اور تشدد ختم ہو چکے تھے ان میں سے اکثر کو خرید کر آزاد کر دیا گیا تھا حبشہ کی طرف ہجرت کا دوسرا مرحلہ مکمل ہونے تک بعض آزاد غلام بھی حبشہ ہجرت کر گئے تو پیچھے تین آزاد کردہ غلام رہ گئے تھے حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضرت عامرؓ بن فہیرہ اور حضرت بلالؓ بن ریاح ان میں سے ایک حضرت زیدؓ بن حارثہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ ان پر کبھی ظلم اور تشدد نہیں ہوا تھا حضرت عامرؓ بن فہیرہ کو آزاد کر کے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ملازم رکھ لیا تھا اور حضرت بلالؓ بھی آزاد تھے اور شدید ظلم اور تشدد کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔

تو پھر اللہ کے رسول ﷺ نے ان مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کر جانے کا حکم کیوں دیا تھا؟

حضرت عامرؓ بن ربیعہ عنزی کو حضرت عمرؓ کے والد خطاب نے بیٹا بنایا ہوا تھا حضرت عامر کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ کا تعلق حضرت عمرؓ کے اپنے قبیلہ بنوعدی سے تھا۔ حضرت لیلیٰ کہتی ہیں "عمر بن خطاب ہم پر اسلام کی وجہ سے بہت سختی کرتے تھے جب ہم حبشہ جا رہے تھے تو عمر آ گئے میں سفر کے لئے تیار کھڑی تھی عمر نے پوچھا "ام عبداللہ کہاں جا رہی ہو؟" میں نے جواب دیا "جب سے ہم مسلمان ہوئے ہیں تم نے ہمیں بہت ستایا ہے اب ہم یہاں سے جا رہے ہیں تا کہ تم ہمیں مزید دکھ نہ دے سکو" یہ سن کر عمر نے کہا خدا تمہارے ساتھ ہو" اور چلے گیا اتنے میں عامرؓ بھی آ گیا میں نے اسے عمر کی رقت کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا" کیا تو چاہتی ہے کہ عمر اسلام قبول کر لے؟" میں نے کہا "ہاں" اس نے کہا "جس شخص کو تم نے ابھی دیکھا ہے وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوگا جب تک خطاب کا گدھا مسلمان نہ ہو جائے"

حضرت جعفرؓ بن ابوطالب نے نجاشی کے دربار میں عرب کے مشرکوں کی اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کا بیان کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید اور اسلامی تعلیمات کا ذکر کرنے کے بعد کہا

تھا" پس ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لائے اور جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لایا ہے اس میں اس کی پیروی کی ہم نے صرف اللہ کی عبادت کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جس چیز کو اس نے ہم پر حرام کر دیا اسے ہم نے حرام کیا اور جس چیز کو اس نے ہمارے لئے حلال کر دیا اسے ہم نے حلال کیا اس پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی اس نے ہمیں عذاب دیئے اور دین کے معاملے میں ہم پر ظلم توڑنے تاکہ ہمیں اللہ کی عبادت سے بتوں کی طرف پھیر دے جب انہوں نے ہم پر سختی کی اور ظلم ڈھایا اور ہماری زندگی تنگ کر دی تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے۔"

اس سے کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کیوں کی تھی لیکن اللہ کے رسول ﷺ جو کچھ دیکھ رہے تھے وہ کوئی اور نہیں دیکھ سکتا تھا قریش کے ہر گھر میں ہر قبیلے میں مسلمان موجود تھے قریش انہیں اپنے آبائی دین پر واپس لانے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے مل کر ان کا "علاج" کرنے کا پروگرام بنایا۔ پہلے مسلمانوں پر حضرت جعفر کے الفاظ میں "ظلم" اسلام قبول کرنے والوں کے اپنے عزیز و اقارب ہی کرتے تھے لیکن پھر قریش نے قریشی مسلمانوں کا مل کر "علاج" کرنے کا وہ منصوبہ بنایا تھا جس کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ تو اس سے مکہ میں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیاں تصادم کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا جن نوجوانوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ بھی تو ان میں سے ہی تھے ان کا ہی خون تھے وہ ایسے ظلم اور زیادتی کیوں برداشت کرتے؟ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت طلیب بن عمیر کے ابولہب کا سر پھوڑنے اور حضرت زبیرؓ کے ننگی تلوار لہرانے کے واقعات کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

مسلمان نوجوان ایسا سلوک برداشت کرنے کو تیار نہیں تھے اور اگر قریش کی زیادتیوں کے جواب میں مسلمان بھی اسی انداز میں جواب دینا شروع کر دیتے تو ہر گھر اور قبیلے میں خانہ جنگی والی حالت پیدا ہو جاتی اگر مکہ میں ایسی صورت پیدا ہو جاتی تو بنو ہاشم اور بنو مطلب کو بھی اسلام اور شرک کی اس لڑائی میں مشرکوں کا ساتھ دینا پڑ جاتا اور ابو طالب کے لئے بھی رسول اللہ ﷺ کی حمایت جاری رکھنا دشوار ہو جاتا ایسے تصادم سے دعوت توحید کے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ فراست سے مسلمانوں کو حبشہ بھیج کر قریش کا منصوبہ بھی ناکام بنا دیا اپنی افرادی قوت بھی بچا لی اور تصادم بھی نہ ہونے دیا آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا حبشہ ہجرت کرنے والوں میں رسول اللہ ﷺ کے چھ پھوپھی زاد بھائی ایک آپ ﷺ کی پھوپھی کا نواسہ جو حضرت رقیہؓ کا خاوند تھا اور ایک آپ ﷺ کا چچا زاد بھائی بھی شامل تھے رسول اللہ ﷺ کے اس فیصلے سے قریش خود اپنے پروگرام کی زد میں آ گئے تھے۔ ان کے بیٹے بیٹیاں بہن بھائی انہیں چھوڑ کر چلے گئے تو انہیں اپنے رویے کی خود ہی سزا بھگتنا پڑ گئی جب ان کا وفد نجاشی کے

دربار سے ناکام لوٹ آیا تھا تو اس کے بعد مکہ والوں نے مسلمانوں سے زیادتی کا رویہ ترک کر دیا تھا اور وہ زبانی مذاق اور طنز سماجی اور معاشرتی دباؤ کے حربے استعمال کرنے لگے تھے۔

مکہ کے قریش نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ ان کے خاندانی قبائلی سماجی معاشرتی اور حاکمانہ دباؤ اور چالوں کو اس انداز میں ناکام بنا دیں گے کہ انہیں اپنے سارے گناہوں کی سزا خود ہی بھگتنا پڑ جائے گی۔

مکہ کے مختلف قبیلوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت کے بعد قریش کے مختلف قبیلوں سے تعلق رکھنے والے اور ان کے حلیف مسلمانوں کی تفصیل جو مکہ میں موجود تھے اس طرح ہے:

قبیلہ	اس کے مہاجرین کی تعداد	اس کے مکہ میں موجود مسلمانوں کی تعداد
بنو ہاشم	۲	۵
بنو عبد الشمس	۸	۲
اس قبیلہ کے حلیف	۱۰	۷
بنو اسد بن عبد العزیٰ	۵	۲
اس قبیلہ کے حلیف		۱
بنو عبد الدار بن قصی	۸	۲
بنی زہرہ	۶	۹
اس قبیلہ کے حلیف	۳	۴
بنو تیم	۳	۱۱
بنو تیم کے حلیف		۱
بنو مخزوم	۱۰	۴
اس قبیلہ کے حلیف	۱	۰
بنو جمح	۱۶	۹
بنو سہم	۱۷	۳
اس قبیلہ کے حلیف	۱	۰
بنو عدی	۴	۶
اس قبیلہ کے حلیف	۲	۵
بنو عامر بن لوی	۱۲	۲
اس قبیلہ کے حلیف	۱	۰

بنوحارث بن فہر	۹	٠
بنوعبد بن قصی	١	٠
بنونوفل کے حلیف	١	٠
آزاد کردہ غلام	١	٣
آزاد کردہ کنیزیں	–	۵
مولیٰ	١	١
بنی مطلب	–	١

بددیانت واٹ

مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جو مسلمان رہ گئے تھے ان میں آزاد کردہ غلام بھی تھے اور قریش کے مختلف خاندانوں سے تعلق رکھنے والے چالیس مرد بھی تھے حضرت عمرؓ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ کی روایت کے مطابق وہ مسلمانوں کو ستانے والوں میں شامل تھے۔اس کے باوجود ان کے قبیلہ بنوعدی کے نو مردوں اور حلیفوں نے ہجرت نہیں کی تھی بنوجمح کے چھ مردوں نے ہجرت نہیں کی تھی بنوسہم کے تین اور بنومخزوم کے دو مردوں نے ہجرت نہیں کی تھی بنوزہرہ کے مکہ میں مقیم مردوں اور ان کے حلیف مردوں کی تعداد چھ تھی اور بنوتیم کے چار مرد اور ایک حلیف بھی مکہ میں ہی تھے جن میں حضرت ابوبکرؓ صدیق بھی شامل تھے اور ان قبیلوں میں سے کسی کا بھی بنوہاشم سے نسبی تعلق نہیں تھا اس کے باوجود اگر کوئی یہ کہے کہ " مکہ میں محمد (ﷺ) کے ساتھ جو مسلمان رہ گئے تھے ان سب کا دو کے علاوہ تعلق بنوہاشم کے ماتحت پانچ قبیلوں سے ہی تھا اور جو سردار اپنے قبیلہ کے مسلمانوں پر تشدد کیا کرتے تھے ان کے قبیلوں کے مسلمان حبشہ چلے گئے تھے "تو ایسے " سکالر " کو آپ کیا کہیں گے؟

کیا بنوعدی بنوہاشم کے ماتحت ہوتے تھے؟ بنوجمح بھی بنوہاشم کے ماتحت تھے؟ اور عمرؓ بن خطاب اپنے قبیلہ کے مسلمانوں کو ستایا نہیں کرتے تھے؟

اوپر کے تجزیہ سے ان مردوں کی تعداد دیکھ کر جو مکہ میں رہ گئے تھے اور بنوعدی اور بنوجمح کی بنوہاشم سے تاریخی مخالفت کو دیکھتے ہوئے کیا یہ نہیں ثابت ہو جاتا کہ ایسا کہنے والا کوئی پیشہ ور بددیانت سکالر ہی ہو سکتا ہے اور ڈبلیو منٹگمری واٹ نے جن کی مستشرقین میں بہت شہرت ہے یہی لکھا ہے کہ " مکہ میں محمد ﷺ کے پاس جو مسلمان رہ گئے تھے ان سب کا دو کے علاوہ بنوہاشم کے ماتحت پانچ قبیلوں سے ہی تعلق تھا۔"

اور جن دو مسلمانوں کو وہ "علاوہ" میں شمار کرتا ہے ان کے بارے لکھتا ہے "ایک تو نابینا شاعر تھا جس کا معاملہ

الگ ہے اور دوسرا ارقم تھا جس کا اپنا کافی بڑا گھر تھا اور وہ خودمختار تھا"

ہجرت حبشہ۔ مکہ پر قبضہ کا منصوبہ؟

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم کیوں دیا تھا؟

اس بارے میں مسلمانوں کو تنگ کرنے کے واقعات کو درست قرار دینے کے بعد واٹ مسلمانوں کے حبشہ کی طرف ہجرت کے اسباب ایجاد کرنے کی "عالمانہ" جدوجہد میں مفروضے قائم کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ

"کیا ایسا تو نہیں تھا کہ

محمد ﷺ حبشہ والوں کی فوجی مدد سے مکہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔

یا وہ مکہ کے قریش کی تجارت پر حملے کرنے کے لئے حبشہ کو ویسا ہی اڈہ (Base) بنانا چاہتے تھے جیسا انہوں نے بعد میں مدینہ کو بنالیا تھا۔

یا پھر وہ مکہ کے قریش کی تجارتی اجارہ داری ختم کرنے کے لئے جنوبی عرب سے رومیوں کے علاقہ تک کوئی ایسا متبادل تجارتی راستہ بنانا چاہتے تھے جو قریش کے دائرہ اثر سے باہر ہو۔"

مہاجرین کا پہلا گروہ رجب پانچ نبوی میں حبشہ گیا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان شدید لڑائیاں ہو رہی تھیں ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز نے شام اور فلسطین رومیوں سے چھین لئے تھے اس کے بعد اس نے رومی عیسائیوں سے مصر اور ایشائے کوچک بھی چھین لئے تھے لیکن ۶۱۰ء سے ۶۱۶ء تک کے اس سارے عرصہ میں حبشہ کے شہنشاہ نے اپنے ہم مذہب رومیوں کی کوئی مدد نہیں کی تھی اس میں اتنی طاقت ہی نہیں تھی اس کے پاس جزیرہ نماء عرب کے ساحلوں پر اپنی فوجیں اتارنے کو بحری بیڑا بھی نہیں تھا جنوبی عرب کے مشرقی حصوں پر ایرانیوں کا قبضہ تھا مکہ پر قبضہ کی حبشہ والوں کی کوششیں تو اس وقت کامیاب نہیں ہو سکی تھیں جب جنوبی عرب پر ان کا اپنا مضبوط قبضہ ہوتا تھا۔ ایرانیوں کی فتوحات کے عروج کے زمانے میں اگر حبشہ والے اپنی فوج عرب کے ساحلوں پر اتارنے کی کوشش بھی کرتے تو سب سے پہلے ایرانی ان کا راستہ روکتے سارے عرب مکہ کو اپنا تہذیبی اور بیت اللہ کو قومی اور نسلی مرکز مانتے تھے وہ سب بھی آپس کے اختلافات بھلا کر حبشہ کی فوجوں کے مقابلے میں متحد ہو جاتے ان حالات میں کیا کوئی تھوڑا سا باشعور انسان بھی کبھی سوچ سکتا ہے کہ حبشہ والے مکہ سے صرف چھیانویں (۹۶) مسلمان مردوں کی مدد آ جانے سے سمندر پار کر کے یمن سے حجاز تک کے علاقوں پر قبضہ مضبوط کرنے کے بعد مکہ پر قبضہ کرنے کا کبھی سوچ بھی سکتے تھے؟

اور اللہ کے رسول ﷺ صرف چھیانویں مسلمان حبشہ بھیج کر مکہ پر قبضہ کے بارے میں انہیں کوئی مشورہ دے سکتے

تھے؟

حضرت جعفرؓ بن ابو طالب نے تو خود حبشہ کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے وہاں کے شہنشاہ اور درباریوں کو مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کے قریش کی زیادتیوں کے بارے میں بتایا تھا اگر اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے ہاتھ حبشہ کے شہنشاہ کو پیغام بھیجا ہوتا کہ آؤ ہم مکہ پر قبضہ میں آپ کی مدد کریں گے تو آپ ﷺ کی طرف سے بھیجے ہراول دستہ کے کمانڈر اس ملک کے بادشاہ اور درباریوں کو مکہ میں مسلمانوں کی حالت اتنی کمزور ظاہر کر سکتے تھے؟

حبشہ اور جزیرہ نمائے عرب کے درمیان سمندر ہے قریش کی تجارت کے سارے راستے جزیرہ نمائے عرب کے میدانوں صحراہوں اور ریگستانوں میں سے گزرتے تھے وہ کونسا تجارتی راستہ ہے جو تھوڑے سے مسلمان جن کے پاس اپنی کوئی بحری کشتی بھی نہیں تھی سمندر پار سے آ کر روک سکتے تھے یا کسی تجارتی قافلے پر حملہ کر سکتے تھے؟

اگر حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے پاس بحری کشتیاں اور جہاز ہوتے بھی تو کیا حبشہ کا شہنشاہ انہیں اجازت دے سکتا تھا کہ وہ دوسرے ملک میں جا کر تجارتی راستوں اور قافلوں پر حملے کریں؟

رہا سوال متبادل تجارتی راستہ بنانے کا تو ایسا راستہ کہاں بنایا جا سکتا تھا؟ رومیوں کے ساتھ تجارت کا ایک ہی ایسا راستہ تھا جو ایرانیوں اور رومیوں کی لڑائیوں کے درمیان بھی کھلا رہ سکتا تھا اور وہ وہی راستہ تھا جو جنوبی عرب سے مکہ اور مدینہ کے قریب سے ہوتا ہوا بحر احمر کے ساتھ ساتھ شمال کو جاتا تھا اس راستہ سے رومیوں کو ہندوستان اور چین کی اشیاء کی فراہمی کی تو ضرورت ہی اس وجہ سے پیش آتی تھی کہ ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان لڑائیوں کی وجہ سے افغانستان اور ایران سے ہو کر جانے والے تجارتی راستے بند اور غیر محفوظ ہو جاتے تھے متبادل راستہ اگر کوئی ممکن ہو بھی سکتا تھا تو وہ بحیرہ عرب کی جنوبی بندرگاہوں سے ایران کے مقبوضہ علاقوں اور ایرانی سرحد کے ساتھ سے ہو کر ہی شمال کو جا سکتا تھا جزیرہ نمائے عرب کی طبعی صورت حال ایسی نہیں کہ جدھر سے مرضی ہو قافلہ تجارت لے کر چل پڑیں اگر ایرانیوں کی رومیوں کے ساتھ لڑائیوں کی وجہ سے ہندوستان کی طرف سے ان کے علاقوں سے گزرنے والے سب راستے بند ہو جاتے تھے تو ان کے زیر نگرانی اور اثر علاقوں میں سے ان کے دشمنوں کو اشیائے ضرورت فراہم کرنے کے لئے کوئی متبادل راستہ بنانا کیسے ممکن ہو سکتا تھا؟ اور کون ایسے راستہ کے بارے میں کبھی سوچ بھی سکتا تھا؟

ان حالات میں اور ایسے حالات میں کیا کسی دیانتدار سکالر کے ذہن کے کسی گوشے میں کبھی ایسا خیال پیدا بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے چھیانویں آدمی متبادل تجارتی راستہ بنانے کے منصوبے کے تحت حبشہ بھیجے تھے؟

واٹ کہتا ہے کہ مسلمانوں کے حبشہ کی طرف ہجرت کی یہ بھی وجہ ہوسکتی ہے کہ ان کے درمیاں اختلافات پیدا ہو گئے تھے مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق کو مقام و مرتبہ حاصل ہو گئے تھے اور چونکہ ان کا تعلق ایک کمزور قبیلے سے تھا اس لئے حضرت عثمانؓ بن مظعون اور طاقتور قبیلوں سے تعلق رکھنے والے دیگر مسلمانوں کو یہ پسند نہیں تھا کہ ایک کمزور قبیلے کے فرد کو ان پر ترجیح دی جائے اس لئے وہ حضرت عثمانؓ بن مظعون کی قیادت میں حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔

اگر ایسا تھا تو خود حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اپنے خاندان سمیت حبشہ ہجرت کا پروگرام کیوں بنالیا تھا؟ ان کے کس کے ساتھ اختلافات پیدا ہو گئے تھے؟ اور جو مسلمان بقول واٹ ان کے خلاف احتجاج کے طور پر ہجرت کر گئے تھے وہ خود ان کے پاس کیوں جا رہے تھے؟

اور جو حضرت عثمانؓ بن مظعون ان کی برتری کے خلاف بغاوت کر گئے تھے وہ خود چل کر ان کی قیادت قبول کرنے کیوں جا رہے تھے؟

اگر حضرت عثمانؓ بن مظعون اور اللہ کے رسول ﷺ کے داماد، تایا زاد اور چھ پھوپھی زاد اللہ کے رسول ﷺ کی پالیسیوں سے اختلاف کی وجہ سے حبشہ ہجرت کر گئے تھے اور بقول واٹ انہوں نے مشکل ترین حالات میں اللہ کے رسول ﷺ سے بے وفائی کی تھی تو کیا حضرت ابوبکرؓ صدیق بھی اس سے بھی زیادہ مشکل حالات میں آپ ﷺ سے بے وفائی کر کے جا رہے تھے؟

کیا اللہ کے رسول ﷺ کا ایسا نائب جس کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت نے "بغاوت" کردی تھی وہ بھی ایسا کر سکتا تھا؟ اپنے ہی خلاف بغاوت کر کے اپنے خلاف بغاوت کرنے والوں کے پاس جانے کا پروگرام بنا سکتا تھا؟ اور اگر حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے لیڈر حضرت عثمانؓ بن مظعون تھے تو نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب مہاجرین کے لیڈر کی حیثیت میں کیوں پیش ہوئے تھے؟ اور جب تک مسلمان حبشہ میں رہے تھے حضرت جعفر بن ابی طالب ہی کیوں ان کے لیڈر کے طور پر وہاں مقیم رہے تھے؟

قریش کی سودے بازی کی کوشش

اللہ کے رسول ﷺ کی یہ پالیسی بہت کامیاب رہی تھی اور قریش نے غلاموں اور کنیزوں کے بعد اپنے اپنے خاندانوں اور قبیلوں کے اسلام قبول کرنے والے افراد کے ساتھ زیادتیاں بھی ختم کردی تھیں۔ دعوت توحید نئے مرحلہ میں داخل ہو رہی تھی قریش اپنی زیادتیوں کے نتائج دیکھ چکے تھے ان کے سفیر بھی حبشہ سے ناکام آ گئے تو وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مفاہمت سودے بازی اور مذاکرات کے مرحلہ میں داخل ہو

گئے اور حرم میں اور حرم سے باہر وہ اسلام کے بارے میں بحث و مباحثہ کرنے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دینے تک ابن سعد کے مطابق اکتالیس مہاجر حبشہ سے واپس آ چکے تھے جن میں تینتیس (۳۳) مرد اور آٹھ عورتیں شامل ہیں کتب سیرت میں حبشہ سے واپس آنے والے اس پہلے گروہ کے مسلمانوں کی جو فہرست ہے وہ اس طرح ہے۔

قبیلہ	نمبر شمار	نام	کیفیت
بنو عبد الشمس بن عبد مناف	۱	حضرت عثمانؓ بن عفان	
	۲	حضرت رقیہؓ بنت محمد ﷺ	
	۳	عبد اللہؓ بن عثمان	حبشہ میں پیدا ہوئے تھے
	۴	حضرت ابو حذیفہؓ بن عتبہ	ان کے بیٹے محمد بن ابو حذیفہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے
	۵	حضرت سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو	حضرت ابو حذیفہؓ کی بیوی
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت عبد اللہؓ بن جحش	
بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قصی	۱	حضرت زبیرؓ بن العوام	
بنو عبد الدار بن قصی	۱	حضرت مصعبؓ بن عمیر	
بنو زہرہ	۱	حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف	
	۲	حضرت سویبطؓ بن سعد	
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت مقدادؓ بن عمرو	
	۲	حضرت عبد اللہؓ بن مسعود	
بنو مخزوم	۱	حضرت ابوؓ سلمہ	حضرت ابو سلمہؓ کا بیٹا سلمہ حبشہ میں پیدا ہوا تھا
	۲	حضرت امؓ سلمہ	
	۳	حضرت شماسؓ بن عثمان	
	۴	حضرت سلمہؓ بن ہشام	
	۵	حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ	ان کے بیٹے عبد اللہ بھی ساتھ تھے جو حبشہ میں پیدا ہوئے تھے

اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت معتبؓ بن ابی عوف	
بنو جمح	۱	حضرت عثمانؓ بن مظعون	
	۲	حضرت سائبؓ بن عثمان	
	۳	حضرت قدامہؓ بن مظعون	
	۴	حضرت عبداللہؓ بن مظعون	
بنو سہم	۱	حضرت خنیسؓ بن حذافہ	
	۲	حضرت ہشامؓ بن عاص بن وائل	
بنو عامر بن لوی	۱	حضرت عبداللہؓ بن مخزمہ	
	۲	حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو	
	۳	حضرت ابو سبرہؓ بن ابی رہم	ان کے بیٹے محمد اور عبداللہ بھی ساتھ تھے جو حبشہ میں پیدا ہوے تھے
	۴	حضرت ام کلثومؓ	حضرت ابو سبرہ کی بیوی
	۵	حضرت سکرانؓ بن عمرو	ان کے بارے میں اختلاف ہے بعض کا کہنا ہے کہ وہ حبشہ میں وفات پا گئے تھے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے مکہ واپس آ کر وفات پائی تھی لیکن اگر انہیں واپس آنے والوں میں شامل نہ کریں تو واپس آنے والے مردوں کی تعداد پوری نہیں ہوتی اس لئے اندازہ ہے کہ وہ مکہ آ کر فوت ہوئے تھے
	۶	حضرت سودہؓ بنت زمعہ	حضرت سکرانؓ کی بیوی
اس قبیلہ کے حلیف	۱	حضرت سعدؓ بن خولہ	
بنو حارث بن فہر	۱	حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح	

	۲	حضرت عمروؓ بن حارث	
	۳	حضرت سہیلؓ بن بیضا	
	۴	حضرت عمروؓ بن ابی سرح	
بنو عبد بن قصی	۱	حضرت طلیبؓ بن عمیر	
بنو عدی کے حلیف	۱	حضرت عامرؓ بن ربیعہ	
	۲	حضرت لیلیٰؓ بنت حثمہ	حضرت عامرؓ بن ربیعہ کی بیوی
بنو نوفل کے حلیف	۱	حضرت عتبہؓ بن غزوان	

واپس آنے والے مہاجر افراد ۳۸

مرد ۳۲

خواتین ۶

بچے جو حبشہ میں پیدا ہوئے تھے ۶

حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ کی بیوی حضرت اسماء بنت سلامہ کا نام اس فہرست میں شامل نہیں لیکن انہوں نے اپنے میاں کے ساتھ حبشہ ہجرت کی تھی انہیں شامل کرنے سے واپس آنے والی خواتین کی تعداد سات ہو جاتی ہے۔

اس حساب سے کل مہاجر جو واپس آئے تھے ۳۹

مرد ۳۲

خواتین ۷

حبشہ میں پیدا ہوئے مسلمان بچے جو ساتھ آئے تھے ۶

جو سات مہاجر اپنی بیویاں اپنے ساتھ حبشہ نہیں لے گئے تھے ان میں سے چھ واپس آ گئے تھے حضرت عدیؓ بن نصلہ بھی اپنی بیوی مکہ میں ہی چھوڑ گئے تھے مگر واپس آنے والوں میں ان کا نام شامل نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے چھ پھوپھی زاد بھائی حبشہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے ان میں سے ایک عبید اللہ بن جحش حبشہ میں فوت ہو گئے تھے اور باقی پانچ واپس آ گئے تھے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے نواسے اور آپ ﷺ کے داماد حضرت عثمانؓ بن عفان بھی واپس آ گئے تھے۔

حبشہ میں سفارتی مشن

ان انتالیس مہاجرین کی واپسی کے بعد حبشہ میں عملاً ۸۰ مسلمان رہ گئے تھے کیونکہ حضرت خالدؓ بن

حزام حبشہ کے سفر میں سانپ کے ڈسنے سے ہلاک ہو چکے تھے اور عبیداللہ بن جحش حبشہ میں فوت ہو گئے تھے ان پیچھے رہ جانے والے مہاجرین میں ۶۳ مرد، تین بچے تھے اور چودہ خواتین تھیں۔

حبشہ سے مہاجرین کا آخری قافلہ اس وقت واپس آیا تھا جب خیبر فتح ہو چکا تھا اس قافلہ میں مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ جانے والوں میں سے سولہ مرد شامل تھے پیچھے رہ جانے والے ۶۳ مردوں میں سے چھ مزید حبشہ میں فوت ہو چکے تھے ان چھ کو نکال دیا جائے تو واپس ۵۷ مرد آنا چاہیے تھے باقی ۴۱ مرد کیا ہوئے؟ روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہاجرین اس کے بعد بھی واپس آتے رہے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا تھا لیکن حضرت جعفرؓ بن ابو طالب مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ پندرہ سال تک حبشہ میں مقیم رہے تھے۔ کیوں مقیم رہے تھے؟ وہ کیوں واپس نہیں آئے تھے؟ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری اپنی ہجرت کی تفصیل کے بیان میں کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی مدینہ ہجرت کی خبر سن کر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ آنے کے لئے چلے تھے لیکن ان کی کشتی ساحل حبشہ کی طرف جا لگی تھی اور حضرت جعفر بن ابی طالب نے ان سے کہا تھا "اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم وہیں (حبشہ میں ہی) رہو۔ تم بھی ہمارے ساتھ یہیں رہو۔"

اپنے قبیلہ اور علاقہ سے تو چلے تھے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کو کشتی حبشہ کے ساحل پر جا لگی تو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے کہنے پر سات سال تک وہیں کیوں ٹھہرے رہے؟ کیا وہاں ٹھہرنا اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضری سے بھی اہم تھا؟ اور اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت جعفرؓ کو وہیں ٹھہرے رہنے کا حکم کیوں دے رکھا تھا؟

مہاجرین کے حبشہ کی طرف ہجرت سے رسول اللہ ﷺ کے وصال تک بلکہ اس کے بعد مدینہ کی اسلامی ریاست کے حبشہ کے ساتھ تعلقات کو دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے اور حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کو وہیں ٹھہرے رہنے کے حکم کی اہمیت سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے شاہ حبشہ کو مراسلہ ارسال فرمایا کہ حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ شاہ حبشہ نے اس پر عمل کیا آپ ﷺ نے شاہ حبشہ کو لکھا کہ حضرت ام حبیبہؓ کے آپ ﷺ سے نکاح کا انتظام کیا جائے۔ شاہ حبشہ نے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور اپنی طرف سے تحائف دیئے اللہ کے رسول ﷺ نے حبشہ کے نجاشی کو اسلام قبول کرنے کے لئے مراسلہ ارسال فرمایا تو اس نے آپ ﷺ کے سفیر اور مراسلے کا بے حد احترام کیا اور اپنے اسلام قبول کرنے کا پیغام بھیج دیا اور پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اسے لکھا کہ حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ بھیجنے کا انتظام کیا جائے تو نجاشی نے مہاجرین کو دو کشتیوں میں سوار کر کے واپس بھجوا دیا۔

جزیرہ نمائے عرب کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ آباد ایرانیوں اور رومیوں کے زیر اثر قبائل اور راجوں نے اللہ کے دین اور ریاست مدینہ کی بہت مخالفت کی تھی۔ ایرانی اور رومی شہنشاہوں نے جزیرہ نمائے عرب کے اندر سے بھی اور باہر سے بھی ریاست مدینہ کے خلاف فتنہ وفساد پھیلانے کے منصوبے بنائے تھے لیکن جنوبی عرب کے کسی راجے اور قبیلے نے اللہ کے رسول ﷺ کے دشمنوں کا ساتھ نہیں دیا تھا حبشہ والوں کی جزیرہ نمائے عرب کے اس حصے پر طویل عرصہ تک حکومت رہی تھی ابرہہ نے جنوبی عرب سے ہی مکہ پر حملہ کیا تھا۔ جزیرہ نمائے عرب کے اس حصہ کے قبائل پر شاہ حبشہ کا اثر تھا اس خطہ کے لوگوں کے حبشہ کے ساتھ تجارتی اور نسلی تعلقات بھی تھے لیکن شاہ حبشہ نے کبھی انہیں ریاست مدینہ کے خلاف نہ اکسایا تھا اور نہ ورغلایا تھا اور نہ ہی کبھی خود رومیوں کی مانند کسی حملہ کا منصوبہ بنایا تھا۔

تو کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ جزیرہ نمائے عرب کے جنوب کی طرف جو امن اور کسی حد تک تعاون کا ماحول رہا اس کی بنیادی وجہ حبشہ اور شاہ حبشہ کے دربار میں اللہ کے رسول ﷺ کے اس سفارتی مشن کی کارکردگی تھی جو مہاجرین کی صورت میں گیا تھا اور پندرہ سال تک وہاں مقیم رہا تھا اس مشن نے حبشہ کے شاہ اور وہاں کے لوگوں کو اللہ کے رسول ﷺ کے مشن کی حقیقت سے بھی آگاہ کیا ان کے ساتھ سفارتی تعلقات بھی استوار کیے اور وہاں پر سب سے پہلا تبلیغی مرکز بھی قائم کیا اسی مرکز کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے حبشہ کے چالیس عیسائیوں کا وہ وفد مکہ آیا تھا جس نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات اور تبادلہ خیال کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا القرطبی کے مطابق جب حبشہ کے سفارتی اور تبلیغی مشن کے سربراہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب واپس آئے تھے تو ان کے ساتھ حبشہ کے باسٹھ مسلمان بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمتؐ میں حاضر ہوئے تھے اس مشن کی حبشہ سے باہر کی تبلیغی کامیابیوں کا حال ہم الامین ﷺ کی پہلی جلد میں بتا چکے ہیں۔ ان اثرات کو دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کا مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دینا آپ ﷺ کی سفارتی اور تبلیغی پالیسی کی وجہ سے بھی تھا رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو حبشہ مسلمانوں کے لئے امن کی جگہ بن گیا اور اللہ کے دین کی قوت اور وسعت میں اضافے کا سبب ثابت ہوا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو یثرب کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو یثرب مدینۃ النبی بن گیا اللہ کے دین کی وسعت اور قوت کا مرکز ثابت ہوا حبشہ کی طرف ہجرت اور اس کے بعد یثرب کی طرف ہجرت رسول اللہ ﷺ کی اللہ کی طرف سے سونپے مشن کی تکمیل کی پالیسی کے دو مراحل تھے۔

شرک کے سرداروں کی بے بسی

حبشہ کی طرف ہجرت کا سلسلہ محرم چھ نبوی تک مکمل ہو چکا تھا اور واپسی کا سلسلہ چھ سات سال بعد شروع ہوا تھا اس عرصہ میں مکہ میں بہت سے اہم واقعات رونما ہو چکے تھے حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ فاروق مسلمان ہو چکے تھے اور قریش مکہ کی طرف سے مسلمانوں اور بنو ہاشم اور بنو المطلب کا تین سالہ بائیکاٹ ختم ہو چکا تھا رسول اللہ ﷺ نے قریش کے سرداروں کی طرف سے " کچھ لو اور کچھ دو" اور مکہ کا حاکم اور "بادشاہ" تسلیم کر لینے اور بہت سا مال و دولت دے کر مکہ کا سب سے امیر بنا دینے اور قریش کی جس خاتون سے چاہیں اس سے شادی کر دینے کی پیشکشیں مسترد کر دی ہوئی تھیں اور اپنے قرابت والوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانے کے بعد تجارت عمرہ اور حج کے لئے مکہ آنے ولوں کو اعلانیہ اللہ کے دین کی طرف بلانے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔روایات کی بنیاد پر ہم نے مکہ میں رہ جانے والے مسلمانوں کی اوپر جو تعداد دیکھی ہے ان چھ سات سالوں میں اس میں صرف حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ فاروق دو ہی مسلمانوں کا اضافہ ہوا تھا اس طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں کل سینتالیس مرد مسلمان ہی ہوتے تھے جن میں سے پانچ آزاد کردہ غلام تھے حضرت عمرؓ فاروق ابن سعد کے مطابق ذوالحج چھ نبوی میں مسلمان ہوئے تھے اور حضرت حمزہؓ ان سے تین روز پہلے مسلمان ہو چکے تھے گویا وہ دونوں حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت مکمل ہونے کے دس ماہ بعد اسلام میں داخل ہوئے تھے اس وقت تک مکہ میں پنتالیس مرد مسلمان تھے جن میں سے چالیس آزاد اور پانچ آزاد کردہ غلام تھے سہیلی کے مطابق جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چالیس سے کچھ زیادہ مسلمان تھے حافظ ابن حجر نے حضرت عمرؓ کے اپنے قول کے حوالے سے لکھا ہے کہ "مجھ سے پہلے انتالیس مسلمان تھے اور میں چالیسواں تھا" روایات میں جب مسلمانوں کی تعداد کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے عام طور پر مرد اور وہ بھی بالغ اور آزاد مرد مراد ہوتی ہے اس لئے سہیلی کی روایت اور حضرت عمرؓ کا اپنا قول دونوں درست ہیں اور اس وقت مکہ میں موجود ہماری متعین کردہ مرد مسلمانوں کی تعداد کے مطابق ہیں لہٰذا ان میں سے کسی میں شبہ کرنے

اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ''شاید حضرت عمرؓ بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔''

ان دس مہینوں میں جب اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مکہ میں صرف چالیس آزاد اور پانچ آزاد کردہ غلام ہی رہ گئے تھے اس وقت مکہ کے مشرکوں نے ''کچھ لو اور کچھ دو'' پر سمجھوتے کی کوشش کی تھی ان کی طرف سے اپنا ''بادشاہ'' اور سردار بنا لینے کی پیشکش بھی کی گئی تھی لیکن اپنی افرادی قوت میں کمی کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ان کی ہر پیشکش مسترد کر دی تھی اور اللہ کی طرف سے سونپے مشن کی تکمیل میں مصروف رہے تھے جس کے نتیجے میں دس ماہ بعد وہ دو واقعات پیش آئے تھے جن کی وجہ سے حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ فاروق مسلمان ہو گئے تھے وہ دونوں واقعات قریش کی ناکامی، مایوسی اور جھنجھلاہٹ کا ثبوت ہیں۔ ابوجہل کی طرف سے گستاخی بھی اسی وجہ سے تھی اور عمر کا تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے نکلنا بھی اسی سبب سے تھا وہ اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ

اسلام کے فروغ کو روکنے کا ان کے پاس کوئی طریقہ نہیں

اپنے آبائی دین کے دفاع کے لئے کوئی دلیل نہیں

اور رسول اللہ ﷺ کو وہ کسی بھی طریقہ سے دعوت توحید سے روک نہیں سکتے

ایک بار رسول اللہ ﷺ باہر سے آنے والے قافلوں کو توحید کی دعوت دینے نکلے تو حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت علیؓ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے جس قبیلے کے کیمپ میں پہنچتے حضرت ابوبکرؓ صدیق ان سے ان کے حسب نسب اور افرادی قوت کے بارے میں سوال پوچھتے تھے حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ منیٰ میں ذہل اکبر سے سوالات کے بعد ان میں سے ایک نوعمر لڑکے نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا ''آپ کون ہیں؟''

حضرت ابوبکر نے جواب دیا ''میں قریشی ہوں''

اس نوعمر لڑکے نے کہا ''خوب خوب سردار اور رئیس سارے عرب کے پیشوا اور رہنماء''

مکہ کے قریش کو اپنی اسی سرداری پیشوائی اور رہنمائی کو بچانے کا شدید بحران درپیش تھا جس سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا مگر انہیں کوئی طریقہ نہیں سوجھ رہا تھا کہ کیا کریں۔ آخر عمر بن الخطاب جیسے آبائی دین کے بہادر محافظ کو مجبوراً فیصلہ کرنا پڑ گیا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اس کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کر دیا تو بقول حضرت نعیمؓ ''بنو عبد مناف انہیں زمین پر چلتا پھرتا نہیں رہنے دیں گے'' مگر اپنے دین کے لئے ہر قسم کے خطرات سے بے خوف رہنا قریش کی فطرت میں شامل تھا جس کا ثبوت انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ہمیشہ دیا ہے عمر بن الخطاب کا خیال تھا کہ لیڈر کے بعد نئے نظریہ کو ختم کر دینا آسان ہو جائے گا۔

لیکن ہوا کیا؟

قرآن نے عمرؓ بن الخطابؓ کا ارادہ ہی نہیں سوچ اور زندگی بھی بدل دیئے۔

اس کا دوسرا پہلو بھی اہم ہے جب وہ تلوار سمیت دارارقم کے دروازے پر جا حاضر ہوئے تھے اور ایک صحابی نے اللہ کے رسول ﷺ کو بتایا تھا کہ عمر بن الخطاب آیا ہے اور اس کے پاس تلوار ہے تو حضرت حمزہؓ نے کہا تھا" آنے دو اگر وہ اچھے ارادے سے آیا ہے تو بہتر ورنہ ہم اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیں گے"۔ اور رسول اللہ ﷺ نے تلوار بکف عمر بن الخطاب کو گریبان سے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے فرمایا تھا" اے ابن خطاب کس ارادے سے آئے ہو؟ واللہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک تم پر اللہ کا عذاب نازل نہ ہو تم باز نہیں آؤ گے"

تو کیا یہ سارے عرب کے سردار پیشوا اور رہنما قریش کے درمیان صرف پینتالیس ساتھیوں کے ساتھ موجود اللہ کے رسولؐ کی کمزوری کا ثبوت ہے یا مضبوطی کا؟

مشرکوں کی سیکورٹی کونسل کی پابندیاں

عمرؓ بن الخطابؓ کو تو کسی نے مسلمان ہونے کو نہیں کہا تھا ان کے سامنے اس دین کی صداقت کی اگر کوئی دلیل تھی تو وہ اللہ کا کلام اور اللہ کے رسول ﷺ کے کردار کا نمونہ تھے اور یہی دو چیزیں تھیں جن سے قریش مکہ کے اہل فکر و دانش اور اہل جاہ و منصب خوفزدہ رہا کرتے تھے۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ مسلمان ہو گئے تو قریش کے سرداروں کے لئے نیا مسئلہ پیدا ہو گیا شرک کے دو اہم ترین بازوئے شمشیر زن اللہ کے دین کی قوت میں شامل ہو گئے تھے قریش کے سرداروں نے سوچا کہ اگر کوئی فوری تدارک نہ کیا گیا تو قریش کی نظریاتی شکست کے بعد ان کی سیاسی شکست کی راہ بھی ہموار ہو جائے گی ذوالحج چھ نبوی میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ بن الخطاب مسلمان ہوئے تھے محرم سات نبوی میں قریش نے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دینے اور آپ ﷺ کو قتل کر دینے کے لئے ان کے سپرد کرنے تک بنو ہاشم اور بنو المطلب کا بائیکاٹ کر دیا اور بت پرست قبائل کی اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل نے متفقہ قرارداد کے بعد بنو ہاشم اور بنو المطلب کے خلاف پابندیوں کا اعلان کر دیا مکہ کے بت پرستوں کی سیکورٹی کونسل کی عاید کردہ پابندیاں دور حاضر کی اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی طرف سے صدام کے عراق کے خلاف عاید کردہ پابندیوں سے بھی سخت تھیں ان پابندیوں میں یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کا جو قرض کسی مشرک نے دینا ہے وہ نہیں دیا جائے گا (جیسے مسلمان ملکوں کے خلاف پابندیاں لگاتے وقت امریکہ اور اس کے اتحادی اپنے بنکوں میں جمع ان ممالک کا سرمایہ ضبط کر لیتے ہیں) لین دین بند (تجارتی پابندیاں) سماجی بائیکاٹ (سفارتی تعلقات ختم) صلح رحمی کا خاتمہ (اس ملک کے شہریوں کو ویزا جاری کرنے پر پابندیاں اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی) بنو ہاشم اور بنو المطلب کے ساتھ کسی محفل میں بیٹھنے پر پابندی (جیسے اس ملک کو اقوام متحدہ کے سب اداروں سے بھی نکال دیا

جائے) ان کو رشتہ دینے اور ان سے رشتہ لینے پر پابندی (اپارتھائیڈ کو اقوام متحدہ کے چارٹر کا حصہ قرار دے دینا) ابوجہل اور اس کے ساتھی ان پابندیوں پر عملدرآمد کے لئے شعب ابی طالب کی اسی طرح نگرانی کیا کرتے تھے جس طرح اقوام متحدہ سے پابندیوں کی قرارداد منظور کرانے کے بعد امریکہ اور اس کے ساتھی نگرانی کیا کرتے تھے کہ کوئی عراق کے ساتھ نرمی نہ برتے اور خرید و فروخت نہ کرے عراق کے لاکھوں بچے ان پابندیوں کی وجہ سے خوارک اور ادویات نہ ملنے کی وجہ سے مر گئے مگر امریکہ نے پابندیاں نرم نہ کیں بنو ہاشم اور بنو المطلب کے بچے بھوک سے راتوں کو روتے رہتے تھے مکہ والے اپنے گھروں میں ان کے بچوں کے رونے کی آوازیں سنتے تھے مگر پابندیوں میں کوئی نرمی نہیں کرتے تھے۔

یہ پابندیاں محرم دس نبوی کے شروع تک تین سال جاری رہیں اللہ کے رسول ﷺ مسلمانوں بنو ہاشم اور بنو مطلب نے بڑی استقامت سے ان پابندیوں کا مقابلہ کیا اگر چہ مسلمانوں اور اپنے آبائی دین پر قائم بنو ہاشم اور بنو مطلب کے سختیاں برداشت کرنے کی وجوہ اور مقاصد الگ الگ تھے اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی طرف سے سونپا مشن ترک نہیں کر سکتے تھے آپ ﷺ نے ان ساری پابندیوں اور مشکلات کے باوجود اپنا مشن جاری رکھا حرم میں قریش کی محفلوں میں اور باہر سے مکہ آنے والوں کے کیمپوں میں جا جا کر آپ ﷺ انہیں دعوت توحید دیتے رہے اور اپنے مال اور وسائل سے نادار اور مجبور مسلمانوں کی مدد کرتے رہے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے مسلمان بھی اپنی اپنی ہمت کے مطابق اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد میں اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کرتے رہے اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے لئے تو پابندیوں میں کسی قسم کی نرمی کے لئے مشرکوں کی کوئی شرط ماننے کی کوئی صورت ہی نہیں تھی۔

بنو ہاشم اور بنو المطلب میں سے روایات کے مطابق اللہ کے دین اور رسول ﷺ پر صرف چار مرد ایمان لائے تھے۔ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب، حضرت جعفرؓ، حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت عبیدہؓ بن الحارث باقی ابوطالب سمیت سب اپنے آبائی دین پر ویسی ہی سختی سے قائم تھے جس سختی سے پابندیاں لگانے اور لگوانے والے اپنے دین پر قائم تھے بنو ہاشم اور بنو المطلب کی طرف سے اللہ کے رسول ﷺ کا ساتھ دینا اور اس کی وجہ سے سختیاں برداشت کرنا اسلام سے محبت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان کے اپنے قبائلی تعصب کی وجہ سے تھا وہ سب اپنے قبائلی تعصب کے دفاع میں تین سال تک سختیاں برداشت کرتے رہے تھے کیونکہ محمد بن عبداللہ ﷺ کا تعلق ان کے قبیلے سے تھا اور مشرک قبائل کی اقوام متحدہ کے مطالبہ پر ان کا ساتھ چھوڑ کر اور انہیں قتل کر دینے کے لئے مشرکوں کے سپرد کر کے وہ اپنے قبیلہ اور خاندان کے نام پر بزدلی اور کمزوری کا بٹہ نہیں لگا سکتے تھے ورنہ ابوطالب کی وفات کے بعد جب ابولہب ان کا سردار قبیلہ بن گیا تھا اور اس نے اپنے قبیلے کا تعصب اپنے باپ کے احترام کے لئے وقف کر دیا تھا تو بنو ہاشم کے ابوسفیان کا اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ

رویہ بنو عبدالشمس کے ابوسفیان سے بھی زیادہ سخت ہوتا تھا اپنے قبیلے کے کسی فرد کو اس کے دشمنوں کے حوالے کر دینے کی عرب میں کوئی روایت نہیں تھی کسی فرد کو قبیلے کے تحفظ سے الگ کر دینے کی روایات موجود تھیں اور ابو طالب کی وفات کے بعد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب نے اسی روایت کی وجہ سے ایسا کیا تھا۔

بنو ہاشم کو مکہ سے نکالنے کا منصوبہ

مشرکوں نے بائیکاٹ کے منصوبے اور پابندیوں کا فیصلہ اس خیال سے کیا تھا کہ اگر بنو ہاشم اور بنو المطلب سختیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے الگ ہو جائیں تو قریش کے باقی قبیلے بھی ان کی پیروی کریں گے اور اپنے اپنے مسلمان ہو جانے والے مردوں سے الگ ہو جائیں گے تو ان کے لئے ان چھیالیس افراد سے نپٹ لینا کوئی دشوار نہیں ہوگا مگر ان کا یہ منصوبہ بھی ناکام ہو گیا اور پابندیوں کے خاتمہ پر مسلمان پہلے سے بھی زیادہ پر عزم دکھائی دینے لگے تھے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے مسلمانوں نے جو سختیاں برداشت کی تھیں ان سے وہ اور بھی ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تھے اس آزمائش نے انہیں کندن بنا دیا تھا اور مکہ کے قریش اپنے کو پہلے سے بھی کمزور سمجھنے لگے تھے اس بائیکاٹ سے مشرکوں کے اتحاد میں بھی رخنے پیدا ہو گئے تھے بائیکاٹ کی دستاویز پھاڑنے سے پہلے جن پانچ افراد نے حرم میں ابوجہل کو چیلنج کیا تھا وہ کوئی کمزور افراد نہیں تھے زہیر تو ابوجہل کے اپنے چچا ابی امیہ کا بیٹا تھا بائیکاٹ کے فیصلہ کے بارے میں ابو طالب کے قصیدہ لامیہ کو اگر گواہی بنایا جائے تو قریش کے ارادے اور بھی واضح ہو جاتے ہیں اس طویل قصیدے میں ابو طالب نے کہا تھا۔

☆ انہوں نے ہمارے دشمنوں کے ارادے سے اتفاق کر لیا ہے اور وہ ہم پر کابل اور ترک (ترکیہ) کے راستے بھی بند کرنا چاہتے ہیں۔

☆ تم جھوٹ بولتے ہو کہ ہم مکہ سے چلے جائیں گے سن لو تمہارا یہ منصوبہ (تمہارے لیے) رنج اور دکھ کا منصوبہ ہے۔

☆ بیت اللہ کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو کہ تم محمد ﷺ کو ہم سے چھین لو گے

☆ ابھی تک ہم نے ان کی حفاظت کے لئے برچھے اور تیر نہیں چلائے

☆ ہم اس وقت تک انہیں تمہارے سپرد نہیں کریں گے جب ان کی حفاظت کرتے ہوئے کٹ مریں اور اپنے اہل و عیال سے بے نیاز ہو جائیں

☆ انہوں نے ابی اور عبدیغوث کی بات مانی اور ہمارے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔

☆ ہم نے سبیع اور نوفل سے دکھ اٹھایا ہے سب نے ہمیں نظر انداز کر کے برا سلوک کیا ہے۔

☆اگر وہ ہماری زد میں اور قابو آ گئے تو ہم انہیں ان کے کردار کے مطابق پوری پوری سزا دیں گے۔
☆ابو عمرو ہمارے ساتھ بغض اور دشمنی میں بدمست ہے۔تا کہ وہ ہمیں یہاں سے نکال کر بھیڑ بکریاں اور اونٹ چرانے والوں کے پاس بھیج دے
☆زندگی کی قسم تم کمزور اور ناتواں ہو چکے ہو اور تم نے یہ غلط اقدام کیا ہے
☆ایک وقت تھا جب تم ایک ہی ہانڈی کا ایندھن ہوا کرتے تھے
☆مگر اب بہت سی ہانڈیوں کا ایندھن ہو چکے ہو
☆بنو عبد مناف کو ہم سے قطع رحمی اور ہمیں شعب میں بند اکیلے چھوڑ کر رسوا کرنا مبارک ہو
☆اگر ہم غیرت مند ہوئے تو تم سے تمہارے کرتوتوں کا بدلہ لیں گے
☆لوی خاندان سے ہماری رشتہ داریاں تھیں جس کا ان کے کسی بھی سردار نے لحاظ نہیں کیا
☆ہر دوست اور بھانجے کو ہم اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے مگر ان کی غیر حاضری سے بھی ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا
☆صرف کلاب کا ایک خاندان اس ظلم اور ذلت آمیز سلوک سے بری ہے
☆زہیر ابن امیہ ہمارا اچھا بھانجا ہے
جو جھوٹ کے الزام سے بری ہے اور ننگی تلوار کی مانند ہے
وہ بڑا سردار ہے جس کا نسب اعلیٰ ہے
☆اپنی عمر کی قسم میں احمد اور اس کے بھائیوں سے ایسی ہی محبت کرتا ہوں
جیسی محبت کرنے والا دیدار کے لئے بے تاب ہوتا ہے
جب فیصلہ کرنے والے کسی کی بڑائی کا فیصلہ کرنا چاہیں
تو کون ہے جو ان کے (احمد ﷺ) کے مقابلے میں آ سکتا ہے؟

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ بائیکاٹ اور پابندیوں کا منصوبہ بنانے والوں نے بنو ہاشم اور بنو المطلب کے خلاف ہر قسم کے تجارتی راستے (کا بل و ترک) بند کرنا چاہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ پابندیوں کی وجہ سے یا تو وہ محمد ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں گے یا پھر تنگ آ کر مکہ چھوڑ کر صحراؤں کی طرف چلے جانے پر مجبور ہو جائیں گے اور یہ پابندیاں لگانے میں ابی بن خلف اور عبد یغوث نے اہم کردار ادا کیا تھا مگر ان پابندیوں کی وجہ سے قریش میں اختلافات پیدا ہو گئے تھے اور زہیر بن امیہ اس ظلم کے کھلے عام خلاف ہوتا تھا ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کو بے مثل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے قبیلہ والے آپ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے کٹ مریں گے۔

بنو ہاشم اور بنو المطلب کے خلاف پابندیوں کے اس زمانے میں ابولہب نے اپنے برادر نسبتی ابو

سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ سے پوچھا تھا "اے بنت عتبہ کیا میں نے لات اور عزیٰ کی مدد نہیں کی؟ اور ان کے مخالفوں سے الگ نہیں ہو گیا؟"

تو ہند بنت عتبہ نے جواب دیا تھا "تم نے ٹھیک کہا جزاک اللہ خیر "

اس سے ابولہب کی فطرت بھی سمجھ آ جاتی ہے اور بنو ہاشم اور بنو المطلب کی سرداری کے عہدے پر قابض ہونے کے بعد اس کا اللہ کے رسول ﷺ کو تنہا چھوڑ دینے یا قبیلے کے تحفظ اور ذمہ داری سے الگ کر دینے کا فیصلہ بھی سمجھ آ سکتا ہے۔ لیکن کیا بنو ہاشم اور بنو المطلب نے حمزہؓ بن عبدالمطلب اور علیؓ بن ابی طالب کو بھی اپنے سے الگ کر دیا تھا اور ان کے تحفظ کی اجتماعی ذمہ داری سے بھی دست بردار ہو گئے تھے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

ابو طالب کی سرداری کے زمانے میں تو حمزہؓ بن عبدالمطلب نے ابو جہل کے سر پر کمان مار دی تھی حالانکہ وہ اس وقت مسلمان بھی نہیں تھا لیکن جب ابولہب سردار بن گیا تھا تو حمزہؓ بن عبدالطلب کا رویہ کیا تھا؟ روایات میں اس بارے میں کچھ نہیں ملتا

مکہ میں مسلمانوں کی سیاسی اہمیت

عمرؓ بن الخطاب اور حمزہؓ بن عبدالمطلب جیسے بہادروں کے مسلمان ہونے کے باوجود طائف سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کو حضرت عثمان بن عفان کے پھوپھا اور ابو جہل کے ہم زلف مطعم بن عدی سے اتحاد کا معاہدہ کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی تھی؟

ابو طالب رجب دس نبوی میں فوت ہوئے تھے اس سے تھوڑا ہی عرصہ بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی فوت ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ کے لئے گھر اور بچوں کی دیکھ بھال کا بھی مسئلہ پیدا ہو گیا ابولہب کے ابو طالب کی جگہ سردار بن جانے سے مشرکوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ اسی طرح دعوت توحید دیتے رہے مکہ والوں کو بھی اور مکہ کے باہر سے آنے والوں کو بھی حضرت سودہؓ سے نکاح کے بعد گھر اور بچوں کی دیکھ بھال کا مسئلہ حل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فوری طور پر ابو طالب کی وفات اور ابولہب کی سرداری سے پیدا ہونے والے مسئلہ کی طرف توجہ فرمائی اور کسی اتحادی کی تلاش میں طائف کا سفر کیا طائف مکہ سے دور نہیں تھا طائف میں مکہ والوں کے باغات تھے املاک تھیں طائف کے سرداروں قبیلوں سے ان کی رشتہ داریاں تھیں اور طائف کے سردار اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف قریش کی مہم سے بھی اچھی طرح آگاہ تھے طائف کا سفر رسول اللہ ﷺ نے پیدل کیا اگر آپ ﷺ چاہتے تو سواری کا انتظام ہو سکتا تھا لیکن آپ ﷺ مکہ اور طائف کے درمیان آباد قبائل کو دعوت توحید دینا چاہتے تھے طائف کی طرف رسول اللہ ﷺ کے تبلیغی سفر کی تاریخ کے بارے میں روایت ہے کہ شوال دس نبوی کے کچھ دن باقی تھے یعنی ابو طالب کی وفات کے تقریباً

تین ماہ بعد طائف میں رسول اللہ ﷺ کتنا عرصہ رہے تھے؟ ایک روایت ایک مہینے تک قیام اور دعوت توحید کی بھی ہے آپ ﷺ کئی روز تک طائف کے عام لوگوں کو دعوت دیتے رہے مگر طائف کے عام لوگ جانتے تھے کہ اگر وہ مسلمان ہو جاتے ہیں تو طائف کے سردار بھی ان کا وہی حال کریں گے جو مکہ کے شرک کے سردار کمزور مسلمانوں کا کیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے طائف کے سرداروں کو بھی دعوت دی آپ ﷺ اللہ کی طرف سے سونپا فرض ادا کرنا چاہتے تھے آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ طائف میں بھی اللہ کے دین کا مرکز قائم ہو جائے لیکن بنو ثقیف کے سردار بھی اللہ کے دین اور کلام سے اسی طرح خوفزدہ تھے جس طرح مکہ کے مشرک کے سردار خوفزدہ تھے انہیں خوف تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ ان کے شہر میں دعوت کے لئے ٹھہرے رہے تو قرآن کی روشنی سے وہاں کے لوگوں کے دل بھی روشن ہونا شروع ہو جائیں گے انہوں نے آپ ﷺ کو وہاں ٹھہرنے نہ دیا اور واپسی پر آپ ﷺ نے مطعم بن عدی سے اتحاد کرلیا کیونکہ طائف کے لوگوں اور سرداروں کے سلوک کی وجہ سے قریش کا رویہ مزید ناروا ہو سکتا تھا اور بنو ہاشم اور بنو المطلب آپ ﷺ کو اپنے قبیلہ کی ذمہ داری سے الگ کر چکے تھے اور قریش کے رویہ کی وجہ سے مکہ میں مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان تصادم کی صورت پیدا ہو سکتی تھی مطعم بن عدی کا رسول اللہ ﷺ سے اتحاد مکہ میں آپ ﷺ اور مسلمانوں کی سیاسی اور سماجی اہمیت کو تسلیم کرنے کا معاہدہ بھی تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی طائف سے واپسی پر دعوت توحید کا نیا دور شروع ہو گیا تھا ابو طالب کی وفات تک رسول اللہ ﷺ قریش مکہ میں بنو ہاشم کے ایک فرد کے طور پر جانے جاتے تھے اگر چہ آپ ﷺ بنو ہاشم اور بنو المطلب کے قبائلی ڈسپلن اور اصول وضابط کے پابند نہیں تھے لیکن اس قبیلے سے نسبی تعلق کی بنا پر مکہ کے قریش آپ ﷺ کے بارے میں جو بھی منصوبہ بناتے تھے دعوت توحید کو روکنے کے لئے جو بھی فیصلہ کرتے تھے وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کا ردعمل ذہن میں رکھ کر کیا کرتے تھے قریش کے سردار ابو طالب کی وفات سے پہلے مصالحتی فارمولہ لے کر ابو طالب کے پاس ہی گئے تھے لیکن جب ابولہب بنو ہاشم کا سردار بن گیا اور اس نے آپ ﷺ سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا تو مکہ میں آپ ﷺ کا عملاً کسی قبیلے سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا آپ ﷺ کا کوئی قبیلہ نہیں تھا آپ ﷺ اللہ کے رسول تھے اور مسلمان آپ ﷺ کی جماعت تھے اس وقت ریاست مکہ کی سیاسی اور سماجی زندگی میں رسول اللہ ﷺ اہل توحید کی جماعت کے سربراہ کی حیثیت رکھتے تھے اور مطعم بن عدی سے آپ ﷺ نے جو معاہدہ کیا تھا اپنی سماجی اور سیاسی نوعیت میں وہ اہل توحید کی جماعت کے سربراہ اور قریش کے ایک قبیلے کے سردار کے درمیان معاہدہ تھا اور ایسے معاہدوں میں سب فریقوں کو مکمل دینی آزادی حاصل ہوتی تھی۔

مکی معاشرے میں مسلمان ایک ایسی جماعت کی حیثیت اختیار کر چکے تھے جس کے افراد کے لئے ہر قسم کی نسبی اور قبائلی پہچان کی رہی سہی اہمیت بھی ختم ہو گئی تھی اور مکی معاشرے میں اس جماعت کے ہر فرد کی

نمایاں پہچان قائم ہو چکی تھی مکہ کی ریاست کی حدود میں بسنے والے سب قبائل ایک سیاسی گروہ بھی ہوتے تھے اس حوالے سے مسلمان ان کے درمیان ایک توحید پرست جماعت تھے مکہ کی ریاست اور معاشرے میں اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے کا سب سے اہم ثبوت یہ ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی کی کوئی روایت نہیں ملتی اور حبشہ سے بھی مہاجرین گروہ در گروہ واپس آ کر مکہ کے کاروباری اور تجارتی عمل میں شامل ہو گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے باہر سے آنے والوں اور مشرکین مکہ کو دعوت توحید دینے کا دائرہ وسیع کر دیا تھا رسول اللہ ﷺ کا معراج کا سفر اس تیسرے مرحلے کا اہم ترین واقعہ ہے جس کے بعد توحیدی جماعت کی اخلاقی سیاسی اور جسمانی تربیت کا ایک منظم پروگرام شروع ہو گیا تھا۔ معراج کا سفر جب گیارہ نبوی کا واقعہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی طائف سے واپسی کے سات ساڑھے سات ماہ بعد کا جب جبریلؑ اس سفر کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے تو آپ ﷺ حرم میں عشاء کی نماز کے بعد لیٹے ہوئے تھے اور غنودگی کی کیفیت میں تھے وہاں آپ ﷺ کے پاس کوئی پہریدار یا محافظ نہیں تھا نہ ہی اللہ کے دین کے دشمنوں کو اس زمانے میں بنو ہاشم سے کسی قسم کا خوف ہوتا تھا کہ اگر آپ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائی تو وہ بدلہ لینگے صبح جب قریش مجلسیں جمانے کو حرم پہنچے تو ابو جہل نے آپ ﷺ کو دیکھ کر پوچھا تھا "محمد ﷺ آج کیا خبر ہے؟"

رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے دین کے اس دشمن کو اپنے یروشلم کے سفر اور اسراء کے بارے میں بتایا تو اس نے سب مشرکوں کو بلا لیا وہ سب آپ ﷺ سے یروشلم کے بارے میں سوال پوچھتے رہے آپ ﷺ ان کے سوالات کے جواب دیتے رہے لیکن ابو جہل یا اس کے ساتھیوں میں سے کسی کو کسی قسم کی گستاخی کی جرات نہیں ہوئی تھی اللہ کے رسول ﷺ حرم میں نماز ادا کرتے تھے اکیلے بھی اور مسلمانوں کے ساتھ بھی اور مشرک آپ ﷺ کو روک نہیں سکتے تھے کیونکہ مسلمان مکی معاشرے میں ایک جماعت تھے اور رسول اللہ ﷺ اس توحیدی جماعت کے لیڈر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت با جماعت نماز فرض کر دی تو توحیدی جماعت کی جسمانی اور روحانی تربیت کا عملی پروگرام شروع ہو گیا اب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی جاتی تھی اب اطاعت امیر بھی فرض ہو گئی اس تربیت کے مسلمانوں کی جماعت پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے مسلمان اپنے عقائد اور عمل کے حوالے سے مکی معاشرے میں ایک منفرد مقام حاصل کر چکے تھے جس بھی جماعت کو کسی عظیم مشن کے لئے تربیت دی جا رہی ہو اس کا اپنا اخلاقی ضابطہ ضروری ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ضابطہ آ گیا (جس کی تفصیل جلد اول میں ہے) تو ہمہ جہت تربیت شروع ہو گئی مسلمانوں کے اخلاقی اور کاروباری اصول اور ضابطے بھی مشرکوں سے الگ ہو گئے تو اس کے بھی نمایاں اثرات سامنے آنے لگے تھے۔

ریاست کے لئے خطۂ زمین کی تلاش

اسلام صرف عبادات کا ہی روحانی ضابطہ نہیں دین اسلام کا تعلق اللہ کی زمین پر بسنے والے انسانوں کی زندگی کے تمام شعبوں سے ہے اور جب تک اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم نہ ہو جائے انسانی زندگی کے سب شعبوں کی اصلاح کا پروگرام عملاً نافذ نہیں ہو سکتا نظریہ بھی ہو لیڈر بھی ہو منظم جماعت بھی ہو تب بھی زمین کے بغیر ایسی ریاست قائم نہیں ہو سکتی جو اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کے لئے کام کرے ریاست کے قیام کے لئے کسی خطہ زمین کی ضرورت ہوتی ہے مکہ میں اللہ کا گھر تو تھا لیکن اللہ والوں کی جماعت اور اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کوئی ایسا خطہ زمین نہیں تھا اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے توحیدی جماعت کی روحانی جسمانی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ ہی کسی ایسے خطہ زمین کی تلاش شروع کر دی تھی جہاں توحیدی ریاست قائم کی جا سکے اور اللہ کی طرف سے سونپا مشن مکمل ہو جائے مگر رسول اللہ ﷺ نے لڑائی کے ذریعے کسی خطہ زمین پر قبضہ کر کے وہاں توحیدی ریاست قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ آپ ﷺ حج اور عمرہ کے لئے مکہ آنے والے عرب قبائل سے مل کر اور انہیں اللہ کے دین میں شامل کر کے ان کے کسی علاقہ میں اسلامی ریاست کے قیام کی پالیسی پر گامزن رہے معراج کے بعد سے مسلمانوں کی مدینہ کی طرف ہجرت تک کے درمیانی عرصہ میں رسول اللہ ﷺ نے عرب کے طول و عرض سے مکہ آنے والے درجنوں قبائل سے اس بارے میں گفتگو فرمائی تھی آپ ﷺ جس بھی کسی قبیلے کی خیمہ گاہ (کیمپ) پر تشریف لے جاتے تھے اس سے ان کی افرادی قوت اور لڑائی کی صلاحیت کے بارے میں پوچھتے اور پھر فرماتے تھے کہ اپنے علاقہ میں اللہ کے دین کے قیام اور توسیع میں تعاون کرو یمن سے آئے کندہ قبیلہ کے کیمپ میں تو کندہ والوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ بھی لیا تھا کہ ''اگر ہم کامیاب ہو گئے تو آپ ﷺ کے بعد حکومت ہمیں مل جائے گی؟''

جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا'' ملک تو اللہ کا ہے وہ جسے چاہے دے''

بنی شیبان بن ثعلبہ کے سردار مثنیٰ نے آپ ﷺ کو بتایا تھا کہ ان کے قبیلے کا جو علاقہ کسریٰ کے زیر اثر

ہے وہاں تو وہ کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ان پر کسریٰ کی طرف سے پابندی ہے لیکن ''اگر آپ ﷺ پسند کریں تو ہم آپ ﷺ کو عرب کے دریائی علاقہ میں جگہ بھی دے سکتے ہیں اور وہاں آپ ﷺ کی مدد بھی کر سکتے ہیں'' اللہ کے رسول ﷺ نے جواب دیا تھا ''اللہ کے دین کی مدد کرنے والے کسی ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو ہر طرف سے اس کی حفاظت کر سکے۔''

عامر بن صعصعہ کے پڑاؤ پر فراس نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا ''اگر ہم آپ ﷺ کے کام میں آپ ﷺ کا ساتھ دیں اور اللہ آپ ﷺ کو مخالفین پر غالب کر دے تو آپ ﷺ کے بعد حکومت ہمیں ملے گی؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا'' حکومت کا معاملہ میرے اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے گا حکومت عطاء کر دے گا''

عقبہ کی وادی میں یثرب کے بارہ مسلمانوں سے رسول اللہ ﷺ نے جو عہد لیا تھا اس میں یہ بھی شامل تھا کہ ''حکومت کے معاملے میں اہل حکومت سے نزاع نہیں کرو گے اگر چہ تم یہ سمجھتے ہو کہ حکومت ہمارا حق ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی مختلف قبائل سے ملاقاتوں میں کئی جگہ ''معاہدہ'' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے لہٰذا یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے کسی خوف یا ڈر کی وجہ سے کسی طاقتور قبیلے کا تعاون چاہتے تھے یہ وہ مرحلہ تھا جب اسلامی معاشرہ وجود میں آ رہا تھا اور اسلامی جماعت کی تربیت ہو رہی تھی اور اللہ کے رسول ﷺ اس سے اگلے مرحلہ کی تیاری کر رہے تھے۔ اور وہ تھا ریاست کا قیام۔

رسول اللہ ﷺ کی دس سال کی دعوت توحید سے جزیرہ نمائے عرب کے سب باسی اس مشن سے واقف ہو چکے تھے جزیرہ نمائے عرب کی سرحدوں سے باہر بھی اللہ کے دین اور رسول ﷺ کا چرچا پہنچ چکا تھا۔ تین سال کے بائیکاٹ اور پابندیوں نے اہل توحید کے عزم اور اہل شرک کی پسپائی سب پر واضح کر دی تھی اور اکثر اہل فکر محسوس کرنے لگے تھے کہ کوئی بھی اللہ کے دین کا راستہ نہیں روک سکے گا اور توحید اور شرک کی اس لڑائی میں فتح توحید کی ہی ہوگی اسی لئے وہ پوچھنے لگے تھے کہ حکومت میں ہمیں کیا ملے گا؟

یثرب کے ایک مختصر سے گروہ نے اسلام قبول کر لیا تو ان کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو اسلام کا مبلغ اور سفیر بنا کر یثرب بھیج دیا جو حبشہ کی طرف ہجرت کے اپنے تجربہ کی وجہ سے دوسرے شہروں اور معاشروں میں تبلیغ اور سفارت کاری کے ماہر ہو گئے تھے رسول اللہ ﷺ کے اس اقدام اور انتخاب کا بہت اثر ہوا یثرب میں اسلام بہت تیزی سے پھیلا یثرب کے مسلمانوں نے حج کے موقعہ پر اپنا بڑا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجنے کا فیصلہ کیا تو حضرت مصعبؓ بن عمیر ان سے پہلے ہی رپورٹ دینے کے لئے مکہ پہنچ گئے تھے سفیر کے لئے کسی شہر علاقہ یا ملک کے نمائندہ وفد کے پہنچنے سے پہلے رپورٹ دینا ضروری ہوتا ہے تا کہ اس کی روشنی میں درست فیصلہ کیا جا سکے۔

تو کیا مکہ کے قریش کو ایک سال کے عرصہ میں علم ہی نہیں ہو سکا تھا کہ یثرب میں رسول اللہ ﷺ کے سفیر اور اللہ کے دین کے مبلغ سرگرم ہیں اور وہاں تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے؟ ایسا ممکن ہی نہیں تھا کیونکہ مکہ کے قریش کاروبار اور تجارت کے سلسلہ میں یثرب آتے جاتے رہتے تھے ان کی وہاں رشتہ داریاں اور دوستیاں بھی تھیں حضرت سعدؓ بن عبادہ کی رہائی جس کا ثبوت ہے ویسے بھی جزیرہ نمائے عرب میں تو چھوٹی موٹی خبریں بھی مسافروں اور قافلوں کے ساتھ سفر کرتی ہوئی بڑی تیزی سے پھیلا کرتی تھیں اور یثرب کے گھر گھر میں اسلام پہنچ جانا کوئی معمولی خبر نہیں تھی قریش اور ان کے جاسوس تو ایک ایک فرد پر اور اللہ کے رسول ﷺ سے ملنے والوں پر کڑی نظر رکھتے تھے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر ایک سال تک مکہ سے غائب رہیں اور قریش کو علم ہی نہ ہو کہ وہ کہاں گئے ہیں اور کیوں گئے ہیں وہ تو رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور سرگرمیوں سے پوری طرح آگاہ رہنے کی کوشش کیا کرتے تھے عقبہ کی وادی میں رات کی تنہائی میں یثرب والوں نے بیعت کی تو صبح ہوتے ہی قریش کو اس کا علم ہو گیا تھا اور جب یثرب کے مسلمان روانہ ہو گئے تو قریش نے انہیں پکڑ لانے کو سوار کیوں دوڑائے تھے؟

مکہ سے باہر کے اور بھی لوگ اسلام قبول کر چکے تھے اور کرتے رہتے تھے اور تو کسی باہر والے کے اسلام میں داخل ہونے پر مکہ کے قریش نے کبھی ایسا ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا آخر یثرب والوں کے مسلمان ہونے پر ہی انہیں اتنا دکھ کیوں ہوا تھا؟

اس لئے کہ انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے عزم کا بھی علم تھا اور یثرب کے اوس اور خزرج کی قوت اور ارادے کا بھی علم تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ اوس اور خزرج کی زمین اللہ کے دین کا مرکز بن جائے قریش کے سرداروں نے کہا تھا ''خزرج والو ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے اس صاحب کو ہمارے درمیان سے نکال کر اپنے ہاں لے جانا چاہتے ہو اور اس کے ہاتھ پر تم نے ہم سے جنگ کا عہد کیا ہے۔''

اگر رسول اللہ ﷺ کسی جگہ ریاست کے قیام کی پالیسی پر عمل نہیں کر رہے تھے تو قریش کے سرداروں کو تو ان سے پوچھنا چاہیے تھا کہ تم نے اسلام کیوں قبول کیا ہے انہیں تو یثرب والوں سے بھی ویسی ہی بات کہنا چاہیے تھی جو دوسرے لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ اسلام قبول کرنے والا بیٹا باپ سے اور بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے مگر انہوں نے تو خزرج والوں کو اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے ہاں لے جانے کی صورت میں جنگ کی بھی دھمکی دے دی تھی آخر کیوں؟

کیا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ مکہ کے قریش کے سارے سردار اللہ کے رسول ﷺ کے قیام ریاست کے عزم سے واقف تھے اور رسول اللہ ﷺ کا منصوبہ کوئی خفیہ منصوبہ نہیں تھا۔

عباس بن عبدالمطلب نے یثرب والوں سے مذاکرات میں انہیں رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاں لے

جانے کے خطرات اور نتائج سے اچھی طرح آگاہ کر کے ان سے کہا تھا کہ "سوچ لو تم سارے عربوں سے لڑائی میں رسول اللہ ﷺ سے الگ تو نہیں ہو جاؤ گے" اور انہوں نے اچھی طرح سوچ کر بیعت کی تھی اور اپنے ہاں رسول اللہ ﷺ کی اسی طرح حفاظت کرنے کا عہد کیا تھا جس طرح وہ اپنے مال بچوں اور جانوں کی حفاظت کیا کرتے تھے اگر مقصد صرف دعوت ہی تھا تو وہ تو حضرت معصبؓ بن عمیر کی تبلیغ سے ہی پورا ہو رہا تھا اس کے لئے نہ اللہ کے رسول ﷺ کے یثرب جانے کی ضرورت تھی اور نہ ہی یثرب کے مسلمانوں کے ایسا عہد کرنے کی ضرورت تھی قریش کے ردعمل اور "خزرج والو تم ہمارے صاحب کو ہم سے نکال کر اپنے ہاں لے جانا چاہتے ہو اور تم نے ان کے ہاتھ پر ہم سے جنگ کا عہد کیا ہے" کہنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں نہ صرف اس بیعت کی ساری تفصیلات کا علم ہو گیا تھا بلکہ وہ اس کے نتائج سے بھی پوری طرح واقف تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے قریش کی ساری چالیں ناکام بنادی تھیں اسلام لانے والے غلاموں اور کنیزوں پر ظلم اور تشدد کی قریش کی پالیسی ناکام ہوگئی انہوں نے باہر سے آنے والوں کو رسول اللہ ﷺ سے ملنے سے روکنے کی پوری کوششیں کیں مگر وہ بھی ناکام ہو گئیں ان کے اپنے عزیز و اقارب مسلمان ہوتے رہے اور انہیں چھوڑ چھوڑ کر حبشہ چلے گئے انہیں واپس لانے کی کوششوں میں انہیں ناکامی ہوئی ان کی بائیکاٹ کی پالیسی ناکام رہی ابولہب کو اور اس کے ذریعے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو مشرکوں نے آپ ﷺ سے الگ کر لیا ان کا خیال تھا کہ اپنے قبیلے کے تحفظ سے محروم ہو جانے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان سے کوئی سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے لیکن آپ ﷺ نے نہ صرف کوئی سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا بلکہ دعوت کا دائرہ اور بھی وسیع کر دیا اور اس کے نتیجے میں یثرب توحید کا مرکز بن گیا قریش مکہ دعوت توحید کو محدود Contain کرنے کی کوشش کرتے رہے اور اللہ کا دین سورج کی رشنی کی مانند پھیلتا رہا۔

شرک اور ارضی جبریت

شرک ارضی جبریت کی پیداوار ہے انسان جب اس زمین پر آیا تھا تو وہ توحید پرست تھا اس کا ایمان مضبوط تھا لیکن ارضی حالات اور مظاہر کے مقابلے میں اس کا جسم کمزور تھا اس کمزوری نے اس کے دل اور دماغ میں خوف پیدا کر دیئے اس خوفزدہ ڈرے ہوئے انسان نے مظاہر قدرت کی پوجا شروع کر دی سورج کی چاند کی ستاروں کی وہ انہیں خوش رکھ کر ان سے تحفظ کے وہم میں مبتلا ہو گیا اس کی کمزوری اور مرض بڑھتے گئے اور ایمان کمزور ہوتا گیا اس نے دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں بنالیں اور ان کی پوجا شروع کر دی اللہ تعالیٰ انسان کو راہ راست پر لانے کے لئے پیغمبر بھیجتے رہے لیکن انسانوں نے ان پیغمبروں اور ان کے ماننے والے نیک افراد کی موت کے بعد ان سے مرادیں مانگنا شروع کر دیا انہیں خوش کرنے کے لئے ان کی قبروں اور

یادگاروں پر نذرانے پیش کئے جانے لگے آبادی بڑھتی رہی خاندان قبائل بن گئے تو انسان اپنے قبیلے کی جبریت کی گرفت میں آ گیا راجے مہاراجے اور سلطنتیں قائم ہوئیں تو انہوں نے اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لئے انسانوں کے خوف اور توہمات سے فائدہ اٹھایا اور حاکم وقت کی خدائی کا پرچار کر کے اس کے زمینی خدا ہونے اور انسانوں کا مالک ہونے کے دعوے کر کے اس جبر میں اور بھی اضافہ کر دیا اس طرح انسان اپنی جسمانی کمزوری کی وجہ سے اس تہہ در تہہ جبریت کے بندھنوں میں بندھتا چلا گیا اور ہر اس چیز سے خوفزدہ رہنے لگا جس کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اور ہر اس چیز کی پوجا کرنے لگا جس سے وہ ڈرتا تھا یا جس سے اس نے کسی قسم کے تحفظ اور فائدے کی اُمید لگالی تھی۔

اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت پر اللہ کا دین قبول کرنے والوں نے ہر قسم کی ارضی جبریت کو ٹھکرا دیا تھا اللہ کے رسول ﷺ کی تبلیغ اور تربیت سے کمزور سے کمزور جسم والا مسلمان بھی ایمانی طور پر اتنا ہی توانا اور مضبوط ہو گیا تھا جتنا توانا اور مضبوط وہ پہلا انسان تھا جو اس زمین پر آیا تھا توحیدی جماعت کا ہر فرد ایک نیا انسان تھا جس کا پرانے انسان سے عقائد اور ایمان کے حوالے سے کوئی رشتہ نہیں تھا رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے مکی دور کو مجموعی طور پر عقائد و نظریات کے حوالے سے انسانوں کی نئے سرے سے پیدائش کا زمانہ کہا جا سکتا ہے ان نئے انسانوں نے ایمان و عقائد اور اعمال و افعال کے حوالے سے تو ہر قسم کے جبر کو مسترد کر دیا تھا باطل عقائد کی جگہ ان کے دل و دماغ توحید سے منور ہو گئے تھے لیکن ایک جبر ابھی باقی تھا اور وہ تھا باطل نظام کا جبر اور اس نظام کو چلانے اور اس کی حفاظت کرنے والی قوتوں اداروں برسر اقتدار افراد اور طبقوں کی اجتماعی جبریت۔ اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی بحالی یا قیام کے لئے اس جبریت اور باطل نظام کا خاتمہ ضروری تھا اور اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت اس باطل نظام کے خاتمے کے مرحلہ میں داخل ہو رہی تھی مکہ کے قریش اور ان کے اتحادی اور پیروکار عرب قبائل سب اس باطل نظام کے محافظ تھے مکہ کی شہری ریاست اس کے سیاسی اور سماجی ادارے عرب قبائل کے معاشرتی اور سماجی اصول اور مشرکانہ عقائد سب اس باطل نظام کی قوت تھے اور وہ نظام اپنی ساری توانائیوں کے ساتھ توحیدی جماعت سے فیصلہ کن لڑائی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

نیا انسان نئی زمین پر

اس باطل نظام اور اس کے جبر کی محافظ قوتوں کے مقابلے میں مسلمان مکہ تھوڑے تھے اور کمزور تھے اور باطل نظام کے محافظ انہیں دبانے اور مٹانے کی تیاری کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حکمت کی روشنی میں انہیں مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا ذوالحج بارہ نبوی میں یثرب کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور پچیس صفر تیرہ نبوی تک دو اڑھائی ماہ میں تقریباً ایک سو کے قریب

گھرانے مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے نیا انسان نئی زمین پر پہنچ گیا تھا۔

اللہ کے رسول ﷺ اب بھی مکہ میں ہی تھے مسلمان مردوں میں سے حضرت علیؓ بن ابی طالب حضرت ابوبکر صدیقؓ اوران کے صاحب زادے حضرت عبداللہؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے یا بنوعدی کے حضرت نعیمؓ تھے جنہیں ان کے قبیلہ والوں نے روک لیا تھا اور عہد کیا تھا کہ وہ ان کی حفاظت کریں گے یا پھر وہ چھ سات مسلمان تھے جن کے خاندان والوں نے انہیں قید کر دیا تھا۔

بنی اسرائیل جب مصر سے ارض فلسطین کے سفر پر نکلے تھے تو حضرت موسیٰؑ ان کے ساتھ تھے حضرت موسیٰؑ انہیں فرعون اوراس کے جابر نظام سے نکال کر اس زمین کی طرف لے چلے تھے جہاں سے ان کے اجداد مصر آئے تھے مکہ کے مسلمان اپنے آباؤ اجداد کے شہر اور زمین سے ایک نئی زمین کی طرف گئے تھے بنی اسرائیل غلامی سے آزادی کے سفر پر تھے ان کے دل و دماغ اور فکر و شعور پر طویل غلامی کے بہت گہرے اثرات تھے اور حضرت موسیٰؑ کی چند روزہ غیر حاضری میں وہ سونے کا بچھڑا پوجنے لگے تھے اس لئے چرواہے کا اپنی بھیڑوں کی نگرانی کے لیے ان کے ساتھ رہنا ضروری تھا تاکہ وہ بکھر نہ جائیں مگر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے دل اور دماغ ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک ہو چکے تھے اللہ کے رسول ﷺ کی تربیت اور اللہ کے کلام نے انہیں اس پہلے انسان جیسا بنا دیا تھا جس نے پہلی بار اس زمین پر قدم رکھا تھا ان کے ایمان بھی مضبوط تھے اور اسلام کی خاطر برداشت کی گئی سختیوں نے ان کی جسمانی کمزوریاں بھی دور کر دی تھیں حضرت موسیٰؑ کا بنی اسرائیل کے ساتھ رہنا لازم تھا مگر رسول اللہ ﷺ کا مکہ کے مہاجرین کی مدینہ کی طرف ہجرت کے سفر میں قیادت کرنا ضروری نہیں تھا

مہاجرین کی تعداد کا مسئلہ

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کے بعد مکہ میں چوالیس مرد مسلمان ہی رہ گئے تھے چالیس آزاد اور چار آزاد کردہ غلام اور موالی حبشہ سے واپس آنے والے مردوں کی تعداد ۳۲ تھی جن میں سے دو مکہ میں فوت ہو گئے تھے اس درمیانی عرصہ میں روایات میں صرف حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ بن الخطاب ہی کے مسلمان ہونے کا ذکر ہے اس حساب سے ہجرت کے وقت مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ۷۶ مرد اور ۴۶ خواتین کل ۱۲۲ مسلمان ہی ہونا چاہئے تھے۔ ابن ہشام نے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی جو تعداد دی ہے وہ اس طرح ہے:

1 حضرت عمرؓ بن الخطاب

2 حضرت زیدؓ بن الخطاب

3 حضرت عمروؓ بن سراقہ بن المعتمر

4 حضرت عبداللہؓ بن سراقہ بن المعتمر

5 حضرت خنیسؓ بن حذافہ سہمی

6 حضرت واقدؓ بن عبداللہ (حلیف)

7 حضرت خولیؓ بن ابی خولی (حلیف)

8 حضرت مالکؓ بن ابی خولی (حلیف)

9 حضرت ایاس بن بکیر لیثی

10 حضرت عاقلؓ بن بکیر لیثی

11 حضرت عامرؓ بن بکیر لیثی

12 حضرت خالدؓ بن بکیر لیثی

13 حضرت عبداللہؓ بن عثمان

14 حضرت صہیبؓ بن سنان

15 حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب

16 حضرت ابومرثد کناز بن حصن غنوی (حلیف)

17 حضرت مرثدؓ بن ابومرثد غنوی (حلیف)

18 حضرت ابوکبشہؓ (رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام)

19 حضرت آنسہؓ (رسول اللہ ﷺ کے ازاد کردہ غلام)

20 حضرت عبیدہؓ بن الحارث بن المطلب

21 حضرت طفیلؓ بن الحارث بن المطلب

22 حضرت حصینؓ بن الحارث بن المطب

23 حضرت مسطحؓ بن اثاثہ بن عباد بن المطلب

24 حضرت سویبطؓ بن سعد بنو عبدلدار

25 حضرت طلیبؓ بن عمیر

26 حضرت خبابؓ (عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ غلام)

27 حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف

28 حضرت زبیرؓ بن العوام

29 حضرت ابوسبرہؓ بن رہم

30 حضرت مصعبؓ بن عمیر

31 حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ
32 حضرت سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہ
33 حضرت عتبہؓ بن غزوان
34 حضرت عثمانؓ بن عفان
35 حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد
36 حضرت عبداللہؓ بن جحش
37 حضرت ابواحمدؓ بن جحش
38 حضرت عکاشہؓ بن محصن
39 حضرت شجاعؓ بن وہب
40 حضرت عقبہؓ بن وہب
41 حضرت اربدؓ بن حمیرہ
42 حضرت منقذؓ بن نبتہ
43 حضرت سعیدؓ بن رقیش
44 حضرت محرزؓ بن نضلہ
45 حضرت یزیدؓ بن رقیش (زید بن رقیش)
46 حضرت قیسؓ بن جابر
47 حضرت عمروؓ بن محصن
48 حضرت مالکؓ بن عمرو
49 حضرت ثقیفؓ بن عمرو
50 حضرت ربیعہؓ بن اکثم
51 حضرت زبیرؓ بن عبیدہ
52 حضرت تمامؓ بن عبیدہ
53 حضرت سخبرہؓ بن عبیدہ
54 حضرت محمدؓ بن عبداللہ بن جحش
55 حضرت زینب بنت جحش
56 حضرت ام حبیبؓ بنت جحش
57 حضرت حمنہؓ بنت جحش

58 حضرت جدامہؓ بنت جندل

59 حضرت ام قیسؓ بنت محصن

60 حضرت ام حبیبؓ بنت ثمامہ

61 حضرت آمنہؓ بنت قیس

62 حضرت سخبرہ بنت تمیم

63 حضرت ام سلمہؓ بنت ابی امیہ

64 حضرت سلمہؓ بن ابوسلمہ

65 حضرت عامرؓ بن ربیعہ

ابن کثیر نے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والوں میں پانچ مزید صحابہ کو شامل کیا ہے

1 حضرت زیدؓ بن حارثہ

2 حضرت ابن ام مکتومؓ

3 حضرت سعدؓ بن ابی وقاص

4 حضرت سعیدؓ بن زید

5 حضرت صفوانؓ بن عمرو

یعقوب بن سفیان نے عصبہ میں نماز کی امامت کے فرائض انجام دینے والوں میں حضرت عمرؓ، حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہ کو شامل کیا ہے۔

ان سب روایات میں بیان کردہ مہاجرین کی کل تعداد 68 بنتی ہے ان میں 58 مرد (ایک بچہ) اور دس خواتین شامل ہیں تو کیا باقی اٹھارہ مردوں اور چھتیس خواتین نے ہجرت نہیں کی تھی؟ حبشہ میں پیدا ہونے والے چھ بچوں کو شامل کر لیا جائے تو مکہ میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود 128 مسلمان تھے اور ہجرت کرنے والے 68 ہی بنتے ہیں۔ ابن اسحاق کے مطابق بنو جمح کا مظعون خاندان، بنو جحش بن ریاب اور بنو بکیر اپنا سارا مال اسباب اور بال بچے مدینہ لے آئے تھے مگر ان کے ہجرت کرنے والے افراد کون کون تھے؟ ابن ہشام اور ابن کثیر نے بھی ان میں سے کسی ایک بھی مرد عورت یا بچے کا نام نہیں دیا الشیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کی ''سیرت الرسول ﷺ'' اور مولانا مودودی کی سیرت ''سرور عالم'' میں بھی اس خاندان کے ہجرت کرنے والے کسی فرد کا نام شامل نہیں علامہ شبلی نعمانی ''سیرت النبی ﷺ'' مولانا ابوالکلام آزاد ''رسول رحمت ﷺ'' قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری ''رحمت اللعالمین ﷺ'' مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری ''الرحیق المختوم'' میں سے کسی نے بھی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے سارے مسلمانوں کی نہ تعداد لکھی ہے اور نہ ہی ان

کے ناموں کی فہرست دی ہے اس لئے بنوجحج کے مظعون خاندان کے مہاجرین کے ناموں یا ان کی تعداد کے بارے میں سیرت کی ان کتب سے کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔

مہاجرین کی اس فہرست میں صرف ایک بچہ شامل ہے حضرت ابوسلمہؓ کا بیٹا سلمہؓ تو کیا ہجرت کرنے والے باقی کسی بھی خاندان کا کوئی بچہ نہیں ہوتا تھا؟ اور حبشہ سے آنے والے باقی بچے کہاں گئے؟ اس فہرست میں خواتین صرف دس شامل ہیں جن میں سے نو خواتین کا تعلق بنوغنم کے خاندان سے ہے اور ایک حضرت ام سلمہؓ ہیں تو کیا حضرت عمرؓ بن الخطاب کی بیوی اور بیٹی نے بھی ہجرت نہیں کی تھی؟ اور باقی کسی بھی خاندان میں کوئی خاتون نہیں ہوتی تھیں؟ اور اگر ہوتی تھی تو ان میں سے کسی نے بھی ہجرت کیوں نہیں کی تھی؟ اگر کی تھی تو ان کے نام اور تفصیل کیوں نہیں دی گئی؟

ہجرت کرنے والوں کے بارے میں روایات میں بھی اسی اصول پر عمل کیا گیا ہے جس پر ابتداء سے کیا جا رہا ہے کہ اگر کسی مرد، خاتون یا بچے کا کسی اہم واقعہ کے حوالے سے ذکر آ گیا تو اس کا ذکر کر دیا حضرت ام سلمہؓ کا ذکر اس لئے آ گیا کہ حضرت ابوسلمہؓ کی ہجرت کے وقت حضرت ام سلمہؓ کے خاندان نے انہیں روک لیا تھا اور ابوسلمہؓ کے خاندان نے ان کا بچہ چھین لیا تھا اور وہ طویل عرصہ تک دن بھر اس جگہ بیٹھی روتی رہتی تھیں یہ واقعہ ان کے مصائب کے ضمن میں آ گیا تھا اس لئے روایات کا حصہ بن گیا بنوغنم بن ودان کے ہجرت کرنے والے خواتین و حضرات کی تفصیل اس وجہ سے روایت کا جزو بن گئی کہ ان کے خالی اور ویران گھر دیکھ کر قریش کے ایک بڑے سردار عتبہ نے ایک شعر پڑھا تو ابوجہل نے اس ویرانی کے ضمن میں عباس بن عبدالمطلب سے کہا تھا کہ ''یہ سب تیرے بھتیجے کا کیا دھرا ہے'' قریش کے تین بڑے سرداروں سے متعلق اس واقعہ کا ذکر اہم تھا اس اہمیت کی وجہ سے گھر خالی کر جانے والوں کی تفصیل دے دی۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اعلانیہ ہجرت کی تھی روایات میں ان کے اعلان کا ذکر ضروری سمجھا گیا اور ان کے قافلہ میں جو مسلمان پروگرام کے مطابق شامل ہو سکے تھے وہ بھی اہم واقعہ تھا ان کا بھی ذکر کر دیا مگر جن افراد اور خاندانوں کے ساتھ ایسا کوئی اہم واقعہ یا حادثہ وابستہ نہیں تھا ان کی تفصیل چھوڑ دی گئی اور اگر ذکر کرنا بھی ہوا تو صرف مردوں کا کر دیا رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے آغاز سے ہی روایات بیان اور جمع کرنے والوں نے اسی اصول پر عمل کیا ہے اس لئے ان روایات کی بنیاد پر کسی مرحلہ پر بھی مسلمانوں کی اصل تعداد کا تعین کرنا درست نہیں نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت کے پہلے تین سال میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد کے تعین میں نہ ہی مکہ کے مسلمانوں کی کل تعداد اور نہ ہی حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی تعداد کے تعین میں ان روایات کو بنیاد بنانا چاہئے کسی بھی خاص مرحلہ پر مسلمانوں کی تعداد کے بارے میں روایات کو بنیاد بنانا حالات و واقعات کے تجزیہ و تشریح میں بہت سے مسائل پیدا کر دیتا ہے اور روایات پر ہی انحصار کا یہ طریقہ اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت کی

وسعت اور اثرات تک پہنچنے میں بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

سیرت نگار عام طور پر ابن اسحاق کی بیان کردہ روایات کو ہی کافی اور شافی سمجھتے رہے ہیں یا اگر کسی نے تھوڑی سی مزید تحقیق کر لی تو ابن سعد اور معروف روایات کو دیکھ لیا حالانکہ صحابہ کرام اور صحابیات کی خدمات اور احوال کی جو تفصیلات دیگر مآخذ میں بکھری ہوئی ہیں انہیں چھان پھٹک کر دیکھ لیا جائے تو مختلف مراحل میں مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے (اگرچہ بالکل درست تعداد پھر بھی معلوم نہیں کی جا سکتی) لیکن معلوم نہیں اہل علم نے اس طرف کبھی دھیان کیوں نہیں دیا ہم نے طالب علمانہ کوشش کے بعد مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والوں کی جو تفصیلات جمع کی ہیں وہ بھی کسی بھی طرح مکمل نہیں کہی جا سکتیں مگر سیرت کی کسی اور کتاب میں یہ نامکمل تفصیلات بھی نہیں ملتیں سیرت کی کتابوں کے حوالے سے اوپر جن مہاجرین کا ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ جن دیگر اہل مکہ نے ہجرت کی تھی ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر شمار	نام مہاجر	ضروری تفصیل
1	محمد بن عبداللہ ﷺ	بنو ہاشم
2	حضرت سودہؓ بنت زمعہ	ام المومنین
3	حضرت ام کلثومؓ	بنو ہاشم
4	حضرت فاطمہؓ	بنو ہاشم
5	حضرت علیؓ بن ابو طالب	بنو ہاشم
6	حضرت ام ایمنؓ	حضرت زید بن حارثہ کی بیوی
7	حضرت اسامہؓ بن زید	حضرت زیدؓ بن حارثہ کے فرزند
8	عبداللہؓ بن عمر بن الخطاب	حضرت عمرؓ کے بیٹے
9	حضرت زینبؓ بنت مظعون	حضرت عمرؓ کی بیوی
10	حضرت حفصہؓ بنت عمر بن الخطاب	حضرت عمرؓ کی صاحبزادی
11	حضرت فاطمہؓ بنت الخطاب	حضرت عمرؓ کی بہن
12	حضرت صفیہؓ بنت الخطاب	حضرت عمرؓ کی بہن، حضرت قدامہ بن مظعون کی بیوی
13	حضرت قدامہؓ بن مظعون	حضرت عمرؓ کے بہنوئی اور سالے، بنو جمح کے مظعون خاندان کے رکن جن کے بال بچوں سمیت ہجرت کا ذکر آیا ہے

14	حضرت عثمانؓ بن مظعون	حضرت عمرؓ کے سالے۔ (نمبر 12 سے 18 یہ ساتوں بنو جمح کے مظعون خاندان کے ارکان ہیں دو خواتین اور پانچ مرد تو کیا باقی تین مرد غیر شادی شادہ تھے جو تینوں جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے اور اس خاندان میں بچہ بھی کوئی نہیں تھا؟)
15	حضرت سائبؓ بن مظعون	حضرت عمرؓ کے سالے
16	حضرت عبداللہؓ بن مظعون	حضرت عمرؓ کے سالے
17	حضرت سائبؓ بن عثمان بن مظعون	
18	حضرت خولہؓ بنت حکیم	حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بیوی
19	حضرت سراقہؓ بن معتمر بن انس	حضرت عمرؓ کے قبیلہ بنو عدی سے تھے
20	حضرت مجع بن صالح	حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام
21	حضرت ہلال بن خولی بن ابی خولی	حضرت عمرؓ کے حلیف خولی خاندان کی بھی کسی عورت یا بچے کا ذکر نہیں ملتا
22	حضرت عبداللہؓ بن خولی بن ابی خولی	حضرت عمرؓ کے حلیف
23	حضرت معمرؓ بن حارث	ان کا تعلق بھی بنو جمح سے تھا
24	حضرت لیلیٰ بنت ابو حثمہؓ	حضرت عامر بن ربیعہ کی بیوی
25	حضرت صالحؓ شقران	رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام
26	حضرت عبدؓ یا لیل بن ثابت لیثی	
27	حضرت حریملہؓ بنت مالک	حضرت سویبط بن سعد کی بیوی
28	حضرت مالکؓ بن عمیلہ بن سباق	بنو عبدالدار بن قصی
29	حضرت رقیہؓ بنت محمد ﷺ	حضرت عثمانؓ بن عفان کی اہلیہ
30	حضرت عبداللہؓ بن عثمان بن عفان	
31	حضرت فاطمہؓ بنت ولید بن عتبہ	حضرت سالمؓ کی بیوی
32	حضرت سہلہؓ بنت عمرو	حضرت ابو حذیفہؓ بن عتبہ کی بیوی
33	حضرت محمدؓ بن ابو حذیفہ	حضرت ابو حذیفہؓ کے بیٹے
34	حضرت عبداللہؓ بن سعید بن عاص	

35	حضرت ابوسفیانؓ بن وہب	بنوعبدالشمس کے حلیف
36	حضرت وہبؓ بن عبداللہ بن محصن	بنوعبدالشمس کے حلیف
37	حضرت ابوسنانؓ بن محصن	بنوعبدالشمس کے حلیف
38	حضرت سنانؓ بن ابوسنان	بنوعبدالشمس کے حلیف
39	حضرت مدلجؓ بن عمرو	بنوعبدالشمس کے حلیف
40	حضرت فارعہؓ بنت ابوسفیان	حضرت ابواحمدؓ کی بیوی
41	حضرت فاطمہؓ بنت ابوحبیش	عبداللہ بن جحش کی بیوی
42	حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ	بنواسد کے حلیف
43	حضرت سعدؓ مولیٰ حاطب	حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے آزادکردہ
44	حضرت جذامہؓ بنت وہب	بنوغنم
45	حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب	رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی
46	حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص	بنوزہرہ۔ بنوزہرہ کے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی دو بیویوں ام کلثوم بنت عتبہ بن ربیعہ اور بنت شیبہ بن ربیعہ کے علاوہ ان کی بیٹی ام قاسم کا بھی ذکر ملتا ہے لیکن مدینہ میں انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی بھائی کے رشتہ کے قیام (مواخات) کے بعد حضرت سعد بن ربیع کی طرف سے پیشکش سے کہ میں اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں آپ اس سے نکاح کرلیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی دونوں بیویوں نے یا تو ہجرت نہیں کی تھی اور مکہ میں ہی رہ گئی تھیں یا علیحدہ ہوگئی تھیں یا فوت ہوگئیں تھیں یا انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی روایات سے اس بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا اس قبیلہ کے حضرت عبد الرحمٰن بن ازہر بھی مسلمان تھے ان کے دو بھائی حاطب اور طلیب نے حبشہ ہجرت کی تھی مگر عبدالرحمٰن بن ازہر مکہ میں ہی تھے انہوں نے بھی مدینہ ہجرت کی ہوگی
47	حضرت مقدادؓ بن عمرو	بنوزہرہ کے حلیف

50	حضرت مسعودؓ بن ربیعہ	بنو زہرہ کے حلیف
51	حضرت ذوالشمالین	بنو زہرہ کے حلیف
52	حضرت خبابؓ بن الارت	بنو زہرہ کے حلیف
53	حضرت مسعود القاری	بنو زہرہ کے حلیف
54	حضرت امؓ عبد	حضرت عبداللہ بن مسعود کی والدہ
55	حضرت شفاءؓ بنت عوف بن عبد بن حارث	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ
56	حضرت عاتکہؓ بن عوف	حضرت عبدالرحمٰن کی بہن
57	حضرت شفاءؓ بنت عوف	حضرت عبدالرحمٰن کی بہن
58	حضرت خالدہؓ بنت اسود بن عبد یغوث	
59	حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ	بنو تیم
60	حضرت عثمانؓ بن عبیداللہ	حضرت طلحہ کے بھائی
61	حضرت ابوبکرؓ صدیق	
62	حضرت عبداللہؓ بن ابوبکر	
63	حضرت ام رومانؓ	حضرت ابوبکرؓ کی بیوی
64	حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر	حضرت ابوبکر کی صاحبزادی
65	حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر	حضرت ابوبکر کی صاحبزادی
66	حضرت عاتکہؓ بنت زید	حضرت ابوبکر کی بہو
67	حضرت عامرؓ بن فہیرہ	حضرت ابوبکر کے خرید کر آزاد کردہ غلام
68	حضرت بلالؓ بن رباح	حضرت ابوبکر کے خرید کر آزاد کردہ غلام
69	حضرت حمامہؓ	حضرت بلال کی والدہ
70	حضرت ام عبیسؓ	حضرت ابوبکر کی خرید کر آزاد کردہ
71	حضرت نہدیہؓ	حضرت ابوبکر کی خرید کر آزاد کردہ
72	حضرت زنیرہؓ رومیہ	حضرت ابوبکر کی خرید کر آزاد کردہ
73	حضرت لبینہؓ	حضرت ابوبکر کی خرید کر آزاد کردہ

72	حضرت زنیرہؓ رومیہ	حضرت ابوبکر کی خرید کر آزاد کردہ
73	حضرت لبینہؓ	حضرت ابوبکر کی خرید کر آزاد کردہ
74	حضرت شماسؓ بن عثمان	بنومخزوم
75	حضرت نعمؓ بنت حسان	حضرت شماس کی بیوی
76	حضرت صفیہؓ بنت ربیعہ	حضرت شماس کی والدہ
77	حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم	بنومخزوم
78	حضرت عثمانؓ بن ابی ارقم	حضرت ارقم کے بیٹے
79	حضرت آمنہؓ بنت ارقم	حضرت ارقم کی بیٹی
80	حضرت عمر بن سفیان	
81	حضرت معتبؓ بن عوف بن عامر	بنومخزوم کے حلیف
82	حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص	بنوسہم
83	حضرت عمروؓ بن رئاب	بنوسہم
84	حضرت حجاجؓ بن قیس بن عدی	بنوسہم
85	حضرت وہبؓ بن ابی سرح	بنوفہر
86	حضرت عمروؓ بن ابی سرح	بنوفہر (حبشہ سے واپس آئے تھے)
87	حضرت وہبؓ بن ابی سرح بن ربیعہ	بنوفہر (حبشہ سے واپس آئے تھے)
88	حضرت سہیلؓ بن بیضاء	بنوفہر (حبشہ سے واپس آئے تھے)
89	حضرت صفوانؓ بن بیضاء	بنوفہر (حبشہ سے واپس آئے تھے)
90	حضرت معمرؓ بن ابی سرح	بنوفہر (حبشہ سے واپس آئے تھے)
91	حضرت عیاضؓ بن زہیر	بنوفہر (حبشہ سے واپس آئے تھے)
92	حضرت عمروؓ بن ابی عمرو	بنوفہر شہید بدر
93	حضرت عمروؓ بن حارث بن زہیر	بنوفہر (حبشہ سے واپس آئے تھے)
94	حضرت سہیلؓ بن عمرو بن ابی عمرو	بنوفہر
95	حضرت عیاضؓ بن عبد غنم	بنوفہر

	حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ بن حارث	96
بنو عامر بن لوی	حضرت عبداللہؓ بن مخرمہ	97
بنو عامر بن لوی	حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو	98
ابو سبرہ بن ابی رہم کی بیوی	حضرت ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو	99
	حضرت وہبؓ بن سعد بن ابی سرح	100
بدر میں موجود تھے حبشہ سے آ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی مگر روایات میں حبشہ سے واپس آنے والے مہاجروں کی کسی فہرست میں شامل نہیں	حضرت سلیطؓ بن عمرو	101
سلیط کی بیوی	حضرت قہطمؓ بنت علقمہ	102
بدر میں موجود تھے حبشہ سے آ کر ہجرت کی	حضرت ابو حاطبؓ بن عمرو	103
بنو عامر بن لوی کے حلیف	حضرت سعد بن خولہ	104
بنو عامر بن لوی کے آزاد کردہ غلام	حضرت عمیرؓ بن عوف	105
بنو تیم	حضرت حارثؓ بن خالد	106
بنو تیم	حضرت ابراہیمؓ بن حارث	107
بنو تیم	حضرت صبیحہؓ بن حارث	108
حضرت ابو سبرہ کے بیٹے	حضرت محمدؓ بن ابو سبرہ	109
حضرت ابو سبرہ کے بیٹے	حضرت عبداللہؓ بن ابو سبرہ	110

68 مہاجرین اور رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ کو شامل کر کے مہاجرین کی کل تعداد 178

بچے 6

بالغ افراد 172

خواتین 46

بالغ مرد 126

مرد جن کے ساتھ ان کی بیویوں کی ہجرت کا ذکر ملتا ہے 20

بالغ مرد جن کی بیویوں کی ہجرت کا ذکر نہیں ملتا 106

تو کیا ایسا ممکن تھا کہ 106 بالغ مرد غیر شادی شدہ ہوں؟

کیا ایسا ممکن تھا کہ ان سارے مہاجرین کے بچے صرف سات ہی ہوں؟

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق بنو بکیر کے خاندان نے تو اپنے بال بچوں اور مال اسباب کے ساتھ ہجرت کی تھی لیکن مآخذ میں اس خاندان کے مردوں کے نام ہی ملتے ہیں کسی ایک بھی عورت یا بچے کا کہیں کوئی ذکر نہیں مل سکا۔

شہید بدر حضرت عبیدہؓ بن الحارث مہاجرین میں سب سے زیادہ عمر کے تھے پچاس سال کے قریب ہوں گے ان کے متعدد بیٹے تھے لیکن مہاجرین میں ان کے دو بھائیوں کے نام ہی ملتے ہیں ان تینوں بھائیوں کے بیوی بچوں میں سے کسی ایک کا بھی مہاجروں میں ذکر نہیں ملتا ایسا تو ہو سکتا ہے کہ ان تینوں بھائیوں کے کسی ایک دو یا زیادہ بیٹوں نے اس وقت تک اسلام قبول نہ کیا ہو لیکن ایسا ممکن نہیں کہ ان تینوں نے تو اسلام بھی قبول کر لیا ہو اللہ کے دین کیلئے پہلی جنگ بدر میں بھی تینوں نے حصہ لیا ہو مگر ان کے خاندانوں میں سے کوئی ایک بھی اور فرد مسلمان نہ ہوا ہو اس لئے اندازہ کہتا ہے کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی اصل تعداد اس سے بہت زیادہ تھی جس کا روایات میں ذکر ملتا ہے یا ذکر کیا جاتا ہے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کے بعد سے مدینہ کی طرف ہجرت کے درمیانی عرصہ میں روایات میں اسلام قبول کرنے والے صرف دو ہی افراد حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ بن الخطاب کا ذکر کیا جاتا ہے اگر ایسا ہی تھا اور مکہ میں دعوت توحید کی رفتار اتنی ہی سست رہی تھی تو پھر باقی اتنے زیادہ مہاجرین کہاں سے آ گئے؟ ان سب کا تعلق بھی مکہ کے قریش کے خاندانوں سے ہے اور انہوں نے اسلام بھی اسی درمیانی عرصہ میں قبول کیا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بائیکاٹ اور حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات کے بعد مکہ میں اسلام اس سے بھی زیادہ تیزی سے پھیلا تھا جس تیزی سے پہلے تین سال میں لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا اور قریش کی کوئی بھی چال نہ اللہ کے رسول ﷺ کو دعوت توحید سے روک سکی تھی اور نہ ہی اللہ کے دین کا راستہ روک سکی تھی کتب سیرت کے مطابق رسول اللہ ﷺ سمیت 63 بالغ مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی ان مہاجرین میں سے دو حضرت ابن ام مکتومؓ اور ابوؓ احمد نابینا تھے بدر کے وقت حضرت عثمانؓ بن غفان کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے مدینہ میں ہی رہنے کی ہدایت فرمائی تھی حضرت صبیح بدر کے راستہ میں بیمار ہو گئے تھے اور مدینہ واپس آ گئے تھے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت سعیدؓ بن زید ابو سفیان کے قافلے کے بارے میں خبریں معلوم کرنے گئے ہوئے تھے۔ اس حساب سے بدر کے غزوہ میں صرف 57 مہاجر مسلمانوں کو شامل ہونا چاہیے تھا جبکہ حضرت براءؓ بن عازب کی جس روایت پر انحصار کیا جاتا ہے اس کے مطابق بھی بدر کے وقت مہاجرین ساٹھ سے کچھ زیادہ تھے براءؓ بن عازب نابالغ تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں بدر کے راستہ سے واپس بھیج دیا تھا حضرت زبیرؓ بن العوام بدر میں شریک تھے وہ کہتے ہیں کہ بدر کے وقت ایک سو مہاجر لشکر اسلام میں شامل تھے

بدر سے پہلے رسول اللہ ﷺ جن غزوات کیلئے تشریف لے گئے تھے ان میں غزوہ بواط میں آپ ﷺ کے ساتھ دو سو مجاہد تھے اور العشیرہ میں ایک سو پچاس سے دو سو تک مجاہد تھے جبکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ سب مہاجر ہی تھے بدر کیلئے روانگی کا رسول اللہ ﷺ نے ہنگامی حالت میں حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جن کے پاس سواریاں ہیں وہ فوراً نکل پڑیں جن صحابہ کی سواریاں مدینہ کی بستیوں میں تھیں انہیں اپنی سواریاں لانے کی بھی فرصت نہیں مل سکی تھی اس وجہ سے بہت سے صحابی اس سفر اور جنگ کی سعادت سے محروم رہ گئے تھے ان میں کچھ مہاجر بھی ہوں گے اس کے باوجود جن مہاجر صحابہ کرام نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی ان کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے (جس کی تفصیل اس کے اصل مقام پر دی جائے گی)

تو سوال یہ ہے کہ ہجرت سے جنگ بدر کے درمیانی عرصہ میں لڑائی کے قابل مہاجر مسلمانوں کی تعداد اتنی زیادہ کیسے ہو گئی تھی؟ اگر حبشہ سے واپس آنے والے ان آٹھ دس صحابہ کرام کو بھی شمار کر لیا جائے جن کا ذکر واپس آنے والوں کے بارے میں روایات میں نہیں ملتا تب بھی وہ سب بدری مہاجر اس درمیانی عرصہ میں مکہ میں اسلام قبول کر کے تو مدینہ نہیں آئے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے اسلام لا چکے تھے اور انہوں نے مدینہ ہجرت کی تھی سید امیر علی کے مطابق ایک سو کے قریب مسلمان خاندانوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی اگر پانچ افراد فی خاندان بھی ہوں تو بھی مہاجرین کی تعداد پانچ سو کے قریب تو ہونا چاہیے یہ بھی حقیقت ہے کہ مکہ کے قریش نے بعض مسلمانوں کو زبردستی ہجرت سے روک لیا تھا اور بعض حضرت نعیم جیسے مسلمان بھی تھے جنہیں کوئی مجبوری تو نہیں تھی مگر ان کے قبیلے کی محبت ان کی ہجرت کی راہ میں رکاوٹ بن گئی تھی مکہ سے تعلق رکھنے والے جن ایک سو اکیس افراد نے حبشہ ہجرت کی تھی مدینہ کی طرف ہجرت سے پہلے ان میں سے روایات کے مطابق انتالیس مسلمان مکہ آ چکے تھے باقی بیاسی مہاجروں میں سے بھی کچھ ہجرت مدینہ سے پہلے مکہ واپس آ چکے تھے اس حساب سے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت تک حبشہ میں پچاس ساٹھ مکی مسلمان موجود تھے اور تقریباً اتنے ہی مسلمان ہجرت کے بعد بھی پیچھے مکہ میں رہ گئے ہوں گے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت مکہ کے چھ سات سو افراد مسلمان ہو چکے تھے اور قریش کی ساری دشمنی اور حربے دعوت اسلام میں رکاوٹ نہیں بن سکے اور قریش کی پریشانی اور بدحواسی کی بنیادی وجہ بھی یہی تھی قریش کی پارلیمنٹ میں جب اس مسئلے پر بحث ہو رہی تھی اور قریش کے سردار مایوسی اور بے بسی کی حالت میں اللہ کے دین کا راستہ روکنے کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کا خاتمہ کرنے کے طریقوں پر غور کر رہے تھے تو ابوالبختری نے تجویز کیا تھا کہ "اسے لوہے کی زنجیروں میں باندھ کر ایک مکان میں قید کر دو وہ بھی زہیر اور نابغہ شاعروں کی مانند اپنی موت آپ مر جائے گا۔"

نجدی شیخ کا اس تجویز کے بارے میں جو جواب کتب میں درج ہے وہ قابل غور ہے اس نے کہا تھا "اس کے

ماننے والوں کو پتہ چل جائے گا اور وہ تم پر حملہ کر کے اسے چھڑا لیں گے اور اس کی وجہ سے اکثریت حاصل کر کے تم پر چھا جائیں گے"

اور قریش کی مجلس نے نجدی شیخ کے اس اعتراض سے اتفاق کیا تھا۔

اگر مسلمانوں کی تعداد اس وقت اٹھاون مہاجرین اور سوڈیڑھ سو انصار ہی تھی تو وہ تو مکہ پر حملہ کر کے قریش کی قید سے رسول اللہ ﷺ کو چھڑا لینے کے قابل ہی نہیں تھے۔

ابو البختری قریش کا وہی سردار ہے جو بائیکاٹ کے خاتمے کے حق میں تھا لیکن بائیکاٹ کے خاتمہ کے بعد مکہ میں توحید کی دعوت اس تیزی سے پھیلی تھی کہ وہ بھی انتہا پسندوں کے ساتھ ملنے پر مجبور ہو گیا تھا اور توحید کا راستہ روکنے کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کا خاتمہ ضروری سمجھنے لگا تھا روایات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریش مکہ کو ڈر تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو مسلمان ان کا تجارتی راستہ روک دیں گے اور حملہ کر کے مکہ پر قبضہ کر لیں گے ان کے اس ڈر اور خوف سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک مکہ اور عرب میں مسلمانوں کی تعداد کافی زیادہ ہو چکی تھی ورنہ ڈیڑھ دو سو افراد کی قوت سے نہ قریش کا تجارتی راستہ روکنا ممکن تھا اور نہ ہی ان کی مدد سے مکہ پر قبضہ کیا جا سکتا تھا قریش سارے جزیرہ نمائے عرب کے مذہبی اور سیاسی رہنما تھے سارے تجارتی راستوں پر آباد قبائل کے ساتھ ان کے سینکڑے سال سے چلے آنے والے تجارتی راہداری اور دوستی کے معاہدے تھے عرب کی اتنی بڑی سیاسی، مذہبی، اقتصادی اور فوجی قوت کیلئے ڈیڑھ دو سو مسلمان کسی بھی صورت کوئی خطرہ نہیں بن سکتے تھے قریش کی اس پریشانی اور اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کرنے کے متفقہ فیصلے سے اندازہ ہوتا ہے کہ توحید اور شرک کے اس معرکہ میں شرک اور مشرکوں کے پاؤں اور عزم ڈگمگانے لگے تھے اور توحید کا مقابلہ کرنا ان کے بس میں نہیں رہا تھا اور اس وقت تک مکہ اور عرب میں مسلمانوں کی افرادی قوت کافی زیادہ ہو چکی تھی اور اپنے صدیوں پرانے مذہبی، سیاسی، سماجی اور فوجی قوت کے مرکز میں بھی مکہ کے قریش اس قوت سے خوفزدہ ہوتے تھے۔

سب سے پہلی ریاست

بارہ ربیع الاول تیرہ نبوی پہلا ہجری سے بارہ رمضان چودہ نبوی دو ہجری کو رسول اللہ ﷺ کے بدر کیلئے نکلنے تک کا اٹھارہ ماہ کا زمانہ ایک دوسری قسم کی تربیت کا زمانہ ہے مکہ میں دعوت توحید کے پہلے تین سال ایمانی اور روحانی تربیت کا مرحلہ تھا اس کے بعد عملی اور جسمانی تربیت اور امت کی تشکیل کا مرحلہ آیا تھا اور جب بارہ ربیع الاول تیرہ نبوی کو اللہ کے رسول ﷺ مدینہ پہنچے تھے تو قیام ریاست کا مرحلہ شروع ہو گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر تک کے ان اٹھارہ ماہ میں مدینہ کی اسلامی ریاست کے قیام اور استحکام کیلئے بنیادی نوعیت کے اقدامات کیے تھے۔

اس وقت مدینہ میں تین بڑے گروہ تھے ایک گروہ یہودی تھے اور دو گروہ عرب تھے اوس اور خزرج عربوں میں بنو اوس کی زمینیں سب سے زرخیز تھیں اور وہ سب سے بہادر ہوتے تھے جنگ بعاث میں تعداد کم ہونے کے باوجود بنو اوس نے بنو خزرج اور ان کے اتحادی یہودیوں کو شکست دی تھی اس جنگ میں بنو اوس کے کمانڈر انچیف کا تعلق اس کی ذیلی شاخ بنو عبد الاشہل سے تھا اور عقبہ کی دوسری بیعت سے پہلے ہی بنو عبد الاشہل کا سارا قبیلہ اور بنو اوس کے اکثر قبیلے مسلمان ہو چکے تھے جنگ بعاث میں بنو اوس کے کمانڈر انچیف کے بیٹے حضرت اسیدؓ بن حضیر کو رسول اللہ ﷺ نے بنو اوس کا نقیب مقرر فرمایا تھا بنو اوس کی قیادت اور سیادت بنو عبد الاشہل کے پاس تھی اور حضرت اسید بن حضیر بنو عبد الاشہل کے خاندانی قائد تھے گویا ان کی طرف سے اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر جنگ کی بیعت بنو اوس کی طرف سے بیعت تھی اور اس وقت کے عرب قبائلی معاشرے میں ایک قبیلے کا سردار اپنے قبیلے کی اکثریت کی مرضی کے خلاف نہ کسی سے جنگ اور دوستی کا معاہدہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دینے جیسا اہم اقدام کر سکتا تھا جو سارے عرب سے لڑائی کے مترادف تھا۔ اس بیعت کے بعد رسول اللہ ﷺ کے وصال تک اور اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ صدیق کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت تک کے سارے حالات و واقعات کو دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ

بنو اوس نے حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت اسیدؓ بن حضیر کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی اقدام نہیں کیا تھا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ کی شہادت کے بعد بنو اوس کی ساری شاخوں کی قیادت قبائلی حوالے سے حضرت اسیدؓ بن حضیر کے پاس رہی تھی۔

مدینہ کے عربوں کا دوسرا قبیلہ بنوخزرج تھا جو تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود جنگ بعاث میں شکست کے بعد سے امن کی پالیسی پر عمل کر رہا تھا یہودیوں کے غلبہ سے بچنے کیلئے مدینہ کے عربوں کی آپس کی دشمنی کے باوجود حالات کے جبر کے تحت یہ دانشمندانہ پالیسی تھی رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر جنگ کی بیعت کرنے والوں اور آپ ﷺ کو مدینہ منتقل ہو جانے کی دعوت دینے والوں میں اکثریت بنوخزرج کی تھی اور ان میں بنوخزرج کے وہ سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ بھی شامل تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بنو خزرج نے خلیفہ بنانے کا مطالبہ کیا تھا بنوخزرج کے ایک اور سردار عبداللہ بن ابی بن سلول بھی اس وقت کے یثرب میں کافی مشہور تھے اور جنگ بعاث میں تباہی کے بعد اوس اور خزرج نے اسی عبداللہ بن ابی بن سلول کو اپنا حاکم بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا لیکن عبداللہ بن ابی بن سلول کو مدینہ کا حاکم بنانے کا فیصلہ اس کے بنوخزرج میں اثر ورسوخ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس کی موقعہ پرستی اور منافقت کی وجہ سے تھا عرب میں ہر فرد کیلئے اپنے قبیلے کی عزت کی لڑائی میں حصہ لینا فرض ہوتا تھا لیکن عبداللہ بن ابی بن سلول نے عرب کی اس قدیم روایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بعاث کی لڑائی میں اپنے قبیلے کا ساتھ نہیں دیا تھا عرب معاشرے میں ایسے شخص کی اس کے قبیلے میں کوئی عزت نہیں ہوا کرتی تھی بنوخزرج نے عبداللہ بن ابی کی اس "غداری" کے باوجود اسے حاکم بنانے سے اس لئے اتفاق کر لیا تھا کہ بنو اوس ان کے کسی اور سردار کو جس نے ان کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا تھا مشترکہ حاکم قبول نہیں کر سکتے تھے دوسرے خزرج کا حامی یہودی قبیلہ بنوقینقاع عبداللہ بن ابی کے ساتھ تھا۔ بنوخزرج کے سب سے بااثر سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ اور ان کے قبیلے کے آٹھ دیگر افراد کو بھی رسول اللہ ﷺ نے نقیب مقرر فرمایا تھا بارہ میں سے نو نقیب بنوخزرج سے تعلق رکھتے تھے اور وہ سب اپنے معاشرے اور شہر کے معزز ترین بااثر افراد تھے بیعت کرنے والوں کی اکثریت کا تعلق بھی بنوخزرج سے تھا اس لئے ان کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت اور آپ ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت اور آپ ﷺ کی اپنی جانوں اور اولاد کی مانند حفاظت کا عہد ان افراد کی طرف سے ہی نہیں تھا بلکہ بنوخزرج قبیلے کی طرف سے تھا کیونکہ عرب روایات کے مطابق کوئی بھی ایک یا دو چار افراد اپنے سارے قبیلے کی مرضی کے بغیر اتنا اہم عہد نہیں کیا کرتے تھے اور نہ ہی کر سکتے تھے۔ بنوخزرج سے اللہ کے رسول ﷺ کی رشتہ داری بھی تھی آپ ﷺ کے والد عبداللہ کی دادی اسی قبیلہ سے تھیں عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر بھی اسی قبیلہ کے قبرستان میں تھی۔ لیکن بیعت اور دعوت کا اس رشتہ داری سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

عبداللہ بن ابی کے بارے میں غلط موقف

بعض لوگوں نے اپنے غلط موقف میں وزن پیدا کرنے کیلئے یثرب کے اس وقت کے معاشرے میں عبداللہ بن ابی بن سلول کی غلط طور پر اہمیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اگر عبداللہ بن ابی بن سلول اتنا ہی ناگزیر اور بااثر ہوتا تو اس کے علم مرضی اور اجازت کے بغیر بنو اوس اور بنو خزرج کے چھ درجن افراد اللہ کے رسول ﷺ سے عقبہ کی گھاٹی میں ملاقات کر سکتے تھے؟ آپ ﷺ کے دست مبارک پر جنگ کی بیعت کر سکتے تھے؟ آپ ﷺ کو یثرب آنے کی دعوت دے سکتے تھے؟ اور دوسرے فریقوں اور یہودیوں سے اتحاد کے پرانے معاہدے ختم کر دینے کا ارادہ ظاہر کر سکتے تھے؟ عبداللہ بن ابی بن سلول کے علم، اجازت اور مشورہ کے بغیر بنو اوس اور بنو خزرج کے سرداروں کی اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر جنگ کی بیعت سے ثابت ہوتا ہے کہ بنو اوس اور بنو خزرج میں اسے کوئی بااثر فیصلہ کن حیثیت حاصل نہیں تھی اور نہ ہی یہودیوں اور دوسرے فریقوں سے مدینہ کے عربوں کے پرانے معاہدوں میں وہ کوئی اہم حیثیت رکھتا تھا رسول اللہ ﷺ سے اپنی ملاقات اور عہد کو عبداللہ بن ابی بن سلول سے خفیہ رکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ بنو اوس اور بنو خزرج کو اس پر کوئی اعتماد بھی نہیں ہوتا تھا ابن اسحاق نے جو لکھا ہے کہ ''اس کی قوم کے دو آدمی بھی اس کی برتری کے بارے میں اختلاف نہیں رکھتے تھے'' تو قوم سے اس کی مراد یثرب کے سارے عرب نہیں بلکہ اس کا اپنا قبیلہ ہے اور برتری سے مراد سیاسی برتری نہیں بلکہ اس کے ذاتی اوصاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارک کے بارے میں بے بنیاد نظریات ایجاد کرنے والے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب جنگ احد میں عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے حامیوں کو لے کر اسلامی لشکر سے الگ ہو گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکے تھے کیونکہ وہ طاقتور تھا وہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ احد کے بعد پہلے جمعہ کے روز عبداللہ بن ابی بن سلول کا کیا حشر ہوا تھا عبداللہ بن ابی بن سلول رسول اللہ ﷺ کے خطبہ جمعہ سے پہلے مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر کہا کرتا تھا ''یہ جو تمھارے سامنے تم میں اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں ان کی طفیل اللہ نے تمھیں عزت دی ہے اس لئے تمھیں ان کی اطاعت اور مدد کرنا چاہیے'' احد کے بعد پہلے جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے خطبہ سے پہلے عبداللہ بن ابی بن سلول حسب عادت وہی خطاب کرنے کھڑا ہوا تو اس کی اپنی قوم والے اس کی طرف دوڑے ''بیٹھ جاؤ دشمن خدا'' وہ چلائے اور حضرت ابو ایوبؓ انصاری نے عبداللہ بن ابی بن سلول کو داڑھی سے پکڑ لیا۔ حضرت عبادہؓ بن الصامت نے اسے گردن سے دبوچ لیا اور انہوں نے اسے کر گھسیٹ کر مسجد سے نکال دیا تھا اور کہا تھا ''تم اس جگہ کے لائق نہیں'' اس کی ساری قوم مسجد نبوی میں موجود تھی اس کا اپنا بیٹا بھی وہیں تھا مگر کوئی ایک بھی فرد اس کی حمایت میں نہیں اٹھا تھا نہ

کوئی ایک آواز اس کی حمایت میں بلند ہوئی تھی کیا اس سے بڑی کوئی اور سزا ہو سکتی تھی؟ اور یہ سزا اس کی اپنی قوم نے اسے دی تھی۔ کیا کوئی شخص جس نے سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کیا ہو کہہ سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کے خلاف اس لئے کارروائی نہیں کی تھی کہ مدینہ میں آپ ﷺ کی پوزیشن کمزور تھی۔ جنگ بعاث کے وقت بھی عبداللہ بن ابی بن سلول نے احد جیسا ہی کردار ادا کیا تھا اور بنو خزرج کے کمانڈر انچیف عمرو بن نعمان پر یہودی یرغمالیوں کو قتل کرنے کا الزام لگا کر اپنے حامیوں سمیت اپنے قبیلے کی زندگی اور موت کی اس لڑائی سے الگ ہو گیا تھا اس جنگ میں عمرو بن نعمان مارا گیا تھا عقبہ کی رات بیعت کرنے والے مسلمانوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو بتایا تھا کہ ''عبداللہ یہودیوں اور عربوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ یثرب والے اسے اپنا حاکم مان لیں اگرچہ ایک زرگر نے اس کا تاج بنانے کیلئے اس کے سر کا ناپ تو لے لیا ہے مگر سارے قبائل اسے اپنا حاکم بنانے پر متفق نہیں کیونکہ وہ ایک دنیادار شخص ہے''۔

ہجرت کے وقت مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد

یثرب کے سارے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے دنیاوی اور دینی دونوں قسم کے معاملات میں اپنا امام اور قائد تسلیم کیا تھا اس لئے اللہ کے رسول ﷺ کی مکہ سے یثرب کی طرف ہجرت یثرب کے عربوں کے دینی معاملات میں امام اور دنیاوی معاملات میں سیاسی رہنماء کی حیثیت میں ہجرت تھی اور آپ ﷺ کو مکہ سے اپنے دینی اور دنیاوی امور میں رہنما کی حیثیت میں یثرب آنے کی دعوت یثرب کی اکثریتی آبادی کے نمائندوں نے دی تھی۔

اس وقت کے یثرب کی کل آبادی میں چالیس فیصد کے قریب یہودی تھے (جس کی تفصیل الامین ﷺ کی جلد دوم میں دیکھی جا سکتی ہے) ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے کہ ''اس زمانے میں مدینے کی آبادی کم و بیش دس ہزار تھی جس میں مسلمان بمشکل پانچ سو تھے انصار اور مہاجر ملا کر'' (عہد نبوی میں نظام حکمرانی صفحہ 269) دوسری جگہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے ''مدینے کے مسلمانوں اور مکے کے مہاجروں کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں تھی اگرچہ مدینے کی آبادی کا اس وقت اندازہ دس ہزار کہا جاتا ہے جن میں آدھے یہودی تھے'' (صفحہ 79) امام بخاری نے حضرت حذیفہؓ سے جو روایت درج کی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مردوں (بالغ) کے نام لکھ کر لاؤ ہم نے لکھے تو وہ پندرہ سو تھے۔ عمش کے قول کے مطابق وہ تعداد پانچ سو تھی اور ابو معاویہ کے قول کے مطابق چھ سو سے سات سو تک تھی یہ مردم شماری اور رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے فوراً بعد کی گئی تھی جب مدینہ کے غیر مسلموں اور باہر کے بدوؤں کی چھاپہ مار کارروائیوں کا خطرہ ہوتا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ کے دفاع کیلئے اقدامات شروع کر دیئے تھے اور لڑنے کے قابل

مسلمانوں کی فہرست تیار کروائی تھی اگر کم از کم تعداد والے قول کو بھی درست مان لیا جائے تو بھی اس وقت مدینہ میں لڑنے کے قابل مسلمانوں کی تعداد پانچ سو تھی اگر ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق مدینہ کی آبادی اس وقت دس ہزار تھی جس میں مہاجر اور انصاری مسلمانوں کی کل تعداد پانچ سو تھی تو ان پانچ سو میں سے بالغ مرد تو سو ڈیڑھ سو ہی ہو سکتے تھے حالانکہ پہلے دی گئی فہرست کے مطابق 172 تو بالغ مہاجر مرد ہی تھے اور عقبہ کی گھاٹی میں یثرب کے بیعت کرنے والے بھی 73 تھے ویسے بھی یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہو سکتا تھا کہ دس ہزار کی آبادی میں سے دو اڑھائی سو خواتین و حضرات کے مسلمان ہو جانے سے اوس اور خزرج کے مسلمانوں نے سارے عرب سے جنگ کرنے جیسے اقدام کا فیصلہ کر لیا ہو اور آپ ﷺ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دیدی ہو۔ رسول اللہ ﷺ ہجرت سے پہلے حج کے موقعہ پر جس بھی کسی قبیلے کے کیمپ پر تشریف لے جاتے تھے اس کے فیصلہ کرنے والے افراد اور سرداروں سے ہی بات کیا کرتے تھے اور ان سے پوچھا کرتے تھے کہ تمھاری تعداد کتنی ہے اور تم میں دشمن سے مقابلے کی صلاحیت کیسی ہے؟ ان ملاقاتوں میں اکثر قبائل کے سرداروں نے اپنے علاقہ میں اسلام کے مرکز کے قیام کے بارے میں جواب دیا تھا کہ وہ اکیلئے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے جب تک اپنے قبیلے کے پیچھے اپنے علاقہ والوں سے مشورہ نہ کر لیں عقبہ کی گھاٹی میں یثرب کے عربوں کے نمائندوں سے بھی آپ ﷺ نے ساری تفصیلات پوچھی ہوں گی اس سے پہلے آپ ﷺ کے سفیر حضرت مصعبؓ بن عمیر بھی تفصیلی رپورٹ پیش کر چکے تھے نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ صرف 73 افراد کی دعوت پر دس ہزار کی آبادی والے یثرب میں ہجرت کر جانے کا فیصلہ کر سکتے تھے اور نہ ہی صرف 73 افراد اپنے شہر کے دس ہزار افراد کی مرضی کے خلاف ایسی دعوت دے سکتے تھے اگر اس وقت مدینہ کی دس ہزار کی آبادی میں عورتوں اور بچوں سمیت مقامی مسلمان تین سو بائیس ہی تھے تو رسول اللہ ﷺ ان کی دعوت پر مکہ سے مدینہ ہجرت کر جانے کا فیصلہ کیسے کر سکتے تھے؟ اگر بیعت اور عہد کرنے والے وہ 73 افراد یثرب کے اہل فیصلہ نہ ہوتے تو آپ ﷺ ان کی طرف سے مکہ چھوڑ کر یثرت کی طرف ہجرت کی دعوت کیسے قبول کر سکتے تھے اور صرف تین سو بائیس افراد مکہ کے سارے مسلمانوں اور اللہ کے رسول ﷺ کو مکہ چھوڑ کر مدینے آ جانے کی دعوت کیسے دے سکتے تھے؟ اگر اس وقت مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہی کم تھی تو کسی بھی حوالے سے مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت ممکن نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اس سے تو مکہ میں مسلمانوں کا مشرکوں کے مقابلے میں تناسب بہتر تھا مکہ میں ایک مسلمان کے مقابلے میں نو دس مشرک تھے اور ڈاکٹر حمید اللہ کی دی تعداد کو درست مان لیا جائے تو اس وقت یثرب میں اکتیس غیر مسلموں کے مقابلے میں صرف ایک مقامی مسلمان ہوتا تھا یہ بھی حقیقت ہے کہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو مدینہ میں رہائش اور مہمان نوازی کا کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا تھا اور یہ اسی صورت ممکن تھا جب مقامی مسلمانوں کی تعداد کافی زیادہ ہو رسول اللہ ﷺ نے قباء میں قیام کے دوران وہاں

مسجد تعمیر کرائی تھی لیکن کسی بھی روایت میں قباء میں اس وقت کے کسی مشرک کا کوئی ذکر نہیں ملتا اس کا مطلب ہے قباء والے سب عرب اس وقت تک مسلمان ہو چکے تھے قباء سے بنو مالک بن نجار کے محلے تک کے سفر میں رسول اللہ ﷺ بنو سالم بن عوف، بنو بیاضہ، بنو ساعدہ، بنو حارث، بنو ظفر اور بنو عبد الاشہل چھ عرب قبائل کی بستیوں میں تشریف لے گئے تھے اور ہر بستی کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر درخواست کی تھی "یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں قیام فرمائیں ہمارے پاس ہتھیار ابھی بہت ہیں اور لڑنے والے افراد بھی کافی ہیں"۔

مسلمانوں کی ان چھ بستیوں سے ہوتے ہوتے آپ ﷺ بنو مالک کے محلے تک پہنچے تھے بنو مالک کا محلہ یثرب کی مرکزی اور بڑی آبادی میں تھا جہاں بنو خزرج کے زیادہ تر قبیلے رہتے تھے اگر اس وقت یثرب میں مہاجرین اور انصار سمیت کل پانچ سو ہی مسلمان ہوتے تھے تو مقامی مسلمانوں کے لڑائی کے قابل افراد کی تعداد مشکل سے ستر اور اسی کے درمیان ہو سکتی تھی اس تعداد کو قباء اور یثرب کی مرکزی آبادی سمیت آٹھ آبادیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ہر آبادی میں لڑنے والے مقامی مسلمانوں کی تعداد دس کے قریب بنتی ہے اگر ہر بستی میں صرف دس افراد لڑنے کے قابل تھے تو ہر آبادی کے سردار رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر اپنے ہاں قیام کی دعوت کیسے دے سکتے تھے اور کیسے کہہ سکتے تھے کہ ہمارے پاس لڑنے والے افراد کی تعداد بھی کافی ہے؟

پھر ایسی بھی کوئی روایت نہیں ملتی کہ ان بستیوں میں جہاں آپ ﷺ تشریف لے گئے تھے اس بستی کے کسی عرب نے اس دعوت قیام کی مخالفت کی ہو اگر ان بستیوں کے مقامی عرب اس وقت تک اسلام قبول نہیں کر چکے تھے تو کسی کو تو کسی ایک جگہ اس کی مخالفت کرنا چاہئے تھی اور اپنے قبیلہ کے مشہور سرداروں کی مرضی اور اجازت کے بغیر کسی بھی بستی کے مسلمان سردار اپنے طور پر اللہ کے رسول ﷺ کو ایسی دعوت نہیں دے سکتے تھے۔ اگر مقامی مسلمانوں کی تعداد واقعی تین سو بائیس تھی تو پھر تو ہر بستی کی کل آبادی ہی چالیس افراد فی بستی بنتی ہے سب روایات میں کہا گیا ہے کہ بنو عبد الاشہل کے سارے لوگ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے کافی پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور بنو اوس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے کسی نے آپ ﷺ کی ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا تھا ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد جنگ بدر میں حصہ لینے والے بنو اوس کے مجاہدین اکسٹھ تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس جلدی سے بدر کیلئے روانہ ہوئے تھے کہ بہت سے مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ نہیں جا سکے تھے جن میں خود حضرت اسیدؓ بن حضیر بھی شامل تھے جس قبیلے میں لڑنے والے افراد کی تعداد اکسٹھ ہو اس کے کل افراد کی کم از کم تعداد ساڑھے تین سو بنتی ہے۔ اگر ساڑھے تین سو مقامی مسلمان صرف بنو اوس سے تھے اور 178 مہاجرین تھے تو پانچ سو سے تو یہی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے اور روایات کے مطابق جنگ بدر کے وقت ایک سو ستر مجاہدین کا تعلق بنو خزرج سے تھا اور ظاہر ہے بنو خزرج کے بھی سب مسلمان اس لشکر میں شامل نہیں ہو

سکے تھے۔رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت یثرب کی آبادی کے ٹھیک ٹھیک اعدادوشمار کہیں بھی دستیاب نہیں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ یثرب میں عرب یہودیوں سے زیادہ تھے اور عربوں میں بنوخزرج بنواوس سے زیادہ تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کو یثرب آنے کی دعوت اکثریتی آبادی کے اہل فیصلہ کی طرف سے دی گئی تھی اور اللہ کے رسول ﷺ نے ان سب کے دینی رہنما اور سیاسی قائد کی حیثیت سے مکہ سے یثرب ہجرت کی تھی اس میں کسی شبہ اور اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد دستور کے نفاذ سے مدینہ (یثرب) میں جو سیاسی آئینی اور تنظیمی اصلاحات نافذ کی تھیں انہیں یثرب کی ساری آبادی نے تسلیم کیا تھا اگر دس ہزار کی آبادی میں آپ ﷺ کے امتی صرف پانچ سو ہی تھے تو نہ ہی ایسی بنیادی نوعیت کی اصلاحات نافذ کی جاسکتی تھیں اور نہ ہی اکثریتی جنگجو آبادی انہیں تسلیم کرسکتی تھی رہی مدینہ کے اس معاشرے میں عبداللہ بن ابی بن سلول کی حیثیت کی بات تو اس کا اندازہ بنوقینقاع کے اخراج سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔اپنی ساری چالوں اور منت سماجت کے باوجود وہ اپنے ان ''دوستوں'' کا مدینہ سے اخراج رکوا نہیں سکا تھا جنہوں نے بقول اس کے ہمیشہ عرب اور عجم سے اس کی حفاظت کی تھی جب وہ بنوقینقاع کا اخراج رکوانے کی درخواست لے کر یہودیوں کے ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے گھر گیا تھا تو حضرت عدیم بن ساعدہ نے نہ صرف اسے اللہ کے رسول ﷺ سے ملنے نہیں دیا تھا بلکہ اسے پکڑ کر اس زور سے دیوار کے ساتھ دے مارا تھا کہ اس کا سر پھٹ گیا تھا اور وہ لہولہان ہوگیا تھا غزوہ مریسیع کے واقعہ کے بعد اس کے اپنے بیٹے نے عرض کیا تھا ''یا رسول اللہ ﷺ آپ فرمائیں تو میں خود اپنے باپ کو قتل کردیتا ہوں''۔

اس کے تو بیٹے نے اسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا تھا اور جب اللہ کے رسول ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے اسے اپنے باپ کے ساتھ نیک سلوک کی ہدایت فرمائی تھی جس کے بعد وہ مدینہ میں داخل ہوسکا تھا جس عبداللہ بن ابی بن سلول کا اپنا بیٹا اور داماد بھی اس کے ساتھ نہیں تھے اس کی مدینہ میں کیا سیاسی اہمیت ہوسکتی تھی ؟عقبہ کی گھاٹی میں بیعت کے بعد حضرت کعبؓ بن مالک نے جو اشعار کہے تھے ان کا ترجمہ اس طرح ہے۔

''ابی کو آگاہ کردو کہ اس کا منصوبہ ناکام ہوگیا ہے
اور شعب کی صبح وہ ہلاک ہوگیا ہے
اور اس کی موت واقع ہونے والی ہے
اللہ نے اس کی آرزو کی تکمیل کی خواہش پوری نہیں کی
اللہ لوگوں کے معاملات کی گھات میں ہے''

اور پھر رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد جب عبداللہ بن ابی بن سلول کی سیاسی موت واقع ہوگئی تھی تو انتہائی مایوسی اور حسرت و یاس سے اس نے خود اپنی اس حالت کے بارے میں یہودیوں اور مسلمانوں کی

ایک مجلس میں اشعار پڑھے تھے کہ

''جب تیرا چچازاد بھائی ہی تیرا دشمن ہو جائے تو

تو ذلیل ہو جائے گا

اور تجھے وہ لوگ پچھاڑ دیں گے

جنہیں تو پچھاڑا کرتا تھا

کیا کوئی باز پروں کے بغیر اڑ سکتا ہے

باز کے پر کاٹ دیئے جائیں

تو وہ ضرور زمین پر گر پڑے گا''

چچازاد بھائی سے اس کی مراد اس کے قبیلہ بنوخزرج کے وہ لوگ تھے جو اس کے حامی یہودیوں کی پٹائی کرنے والے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں روک دیا تھا اور ان بازوؤں کے کٹ جانے سے عبداللہ بن ابی بن سلول واقعی سیاسی طور پر زمین پر آ گرا تھا رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی موت تک کے سارے حالات و واقعات کو دیکھا جائے تو عبداللہ بن ابی بن سلول نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے ساتھ منافقت تو کی مگر کھل کر اعلانیہ مخالفت کبھی نہیں کر سکا تھا اور اپنے سرپرست اور جانثار یہودیوں بنوقینقاع کے اخراج کے وقت اسے اللہ کے رسول ﷺ کی منت سماجت کرنا پڑی تھی کہ انہیں معاف کر دیا جائے۔ توحید شرک کیلئے ہی نہیں منافقت کیلئے بھی پیغام ہلاک ثابت ہوئی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جس پیغمبرانہ فراست، تحمل، برداشت اور بردباری سے مدینہ کے منتشر معاشرے کو منظم کر کے اسلامی ریاست کی بنیادوں کو مستحکم کیا تھا اسے عبداللہ بن ابی بن سلول جیسے رئیس المنافقین کے مقابلے میں کمزوری ثابت کرنے کی کوشش کو دانش مستشرقانہ ہی کہا جا سکتا ہے کسی مسلمان سے ایسی جرأت اور گستاخی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

سب سے پہلے ریاست

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اپنی زمین پر اپنی حاکمیت کے قیام کا مشن سونپا تھا اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کا قیام اللہ کے بندوں کے ذریعے ہونا تھا۔ اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کیلئے اللہ کے ایسے بندوں کی ایسی جماعت کی ضرورت تھی جنکے دل و دماغ اور اعمال و افکار پر صرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہو اللہ کے ایسے بندوں کی جماعت تیار ہو چکی تھی اور اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ کی اس جماعت کی مدینہ ہجرت کے ساتھ ہی اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام کے لئے مدینہ میں ریاست قائم کر دی تھی۔ حضرت انسؓ کے

والد مالک کے گھر میں مدینہ کی ساری بستیوں کے اہل رائے کو جمع کیا اور ان کے مشورہ سے ایک دستور العمل نافذ کر دیا جس میں ریاست کی حاکیت اعلیٰ زمینی حاکیت ریاست کے فرائض اور شہریوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کر دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے مسجد کی تعمیر مکمل ہونے اور اپنے قیام کے لئے کوئی حجرہ بنانے سے بھی پہلے ریاست قائم کر دی تھی۔

مکہ میں اللہ کی زمین تو تھی مگر اللہ والوں کی اس جماعت کے پاس زمین کا اپنا کوئی ایسا ٹکڑا نہیں تھا جہاں اللہ کا ایسا گھر بنایا جا سکے جس پر بتوں، بت پرستوں اور بتوں کے مجاوروں کا قبضہ نہ ہو اللہ کا گھر بنانے کیلئے اور اللہ کی حاکیت کے قیام کیلئے ایسی زمین کی ضرورت تھی جس پر اللہ کے دشمنوں کا قبضہ نہ ہو وہاں مسلمان کمزور اور اقلیت میں نہ ہوں اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مدینہ میں ایسی زمین عطاء کر دی تو آپ ﷺ نے وہاں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھدی۔ بنو اوس اور بنو خزرج کی ساری شاخوں سے تعلق رکھنے والے سارے مسلمان ایک ہی امام کے پیچھے دن میں پانچ دفعہ نمازیں ادا کرنے لگے تو صدیوں کا نسلی اور گروہی انتشار اسلامی وحدت اور معاشرتی اتحاد میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا۔ مسجد نبوی عبادت گاہ بھی تھی ریاست مدینہ کا سیکرٹریٹ بھی تھی دارالندوہ بھی تھی اور مسلمانوں کی سیاسی تربیت کا مرکز بھی تھی۔

دینی معاشرے کی استواری

مسجد کے ساتھ ہی ایک چبوترہ بنا کر اس پر چھپر ڈال دیا گیا جہاں امیر غریب مقامی مہاجر چھوٹے بڑے سب قرآن اور اسلام کی تعلیم حاصل کرنے لگے ایک ہی چھپر کے نیچے ایک ہی چبوترے پر بیٹھ کر وہ بھی جن کے پاس پورا جسم ڈھانپنے کو کپڑا نہیں ہوتا تھا، حضرت مصعبؓ بن عمیر بھی جو یثرب میں اسلام کے اولین مبلغ اور سفیر تھے اور عبداللہؓ بن عمر بن الخطاب بھی ان میں ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے طالب اسلام شامل ہوتے تھے اس غیر طبقاتی درس گاہ میں اسلامی وحدت اور عقائد و عمل کی نظری اور عملی تعلیم حاصل کرنے والوں میں سے جن کا کوئی اپنا گھر نہیں تھا وہ دن رات اسی چبوترے پر گزارتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ ان کی تعلیم و تربیت اور ضروریات کی خود نگرانی فرماتے تھے اس درس گاہ سے تعلیم حاصل کرنے والوں نے اسلامی ریاست کے قیام استحکام اور توسیع میں جو بے مثل خدمات انجام دیں ان کا ذکر ہم جلد دوم میں کر چکے ہیں۔

مہاجرین اپنی آبائی زمین اور جملہ زمینی رشتوں سے تعلق ختم کر آئے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت انسؓ بن مالک کے گھر انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی بھائی کا رشتہ قائم کر کے فرمایا ''اب تمھارے چھوٹے خاندانوں کی بجائے بڑے خاندان ہوں گے'' اس رشتہ کے قیام سے مدینہ کے نسلی بنیادوں پر استوار معاشرے کی قبائلی اور گروہی عصبیت کی ساری بنیادیں ختم ہو گئیں اور خاندان کی بنیاد دینی رشتہ بن گیا

جو خونی رشتہ سے بھی زیادہ مستحکم ثابت ہوا انسانی تاریخ میں اس سے پہلے اس قسم کی بھائی بندی کہیں بھی قائم نہیں ہوئی تھی بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کی غربت دور کرنے کیلئے یہ بھائی بھائی کا رشتہ قائم کیا تھا تا کہ انہیں روزی روٹی کے وسائل فراہم ہوسکیں لیکن اگر رسول اللہ ﷺ کی بنائی بھائیوں کی ان جوڑیوں کو دیکھا جائے تو ان میں ایسے مہاجرین کو بھی انصار کیساتھ بھائی بندی کے رشتہ میں منسلک کر دیا گیا تھا جو مکہ سے اپنا سارا مال واسباب اور دولت اپنے ساتھ لے آئے تھے اور جن کی غربت اور روزی روٹی کا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا یہ توحیدی رشتہ وحدت انسانی کی طرف ایک اور قدم تھا۔ مفسدین مغرب کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی بھائی کا رشتہ لڑائی اور جنگ کی مجبوریوں کے تحت قائم کیا تھا وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں عسکری نظم اور جنگی صلاحیت نہیں ہوتے تھے اور انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی بندی کا مقصد انہیں میدان جنگ میں ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کا پابند بنانا تھا اور یہ بھائی بندی اللہ کے رسول ﷺ کی فوجی منصوبہ بندی کا حصہ تھی اگر ایسا ہی تھا تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ریاست مدینہ کی حدود سے باہر جو گشتی دستے بھیجا کرتے تھے ان میں انصار کو کیوں شامل نہیں کیا جاتا تھا؟ لڑائی میں باہمی ہم آہنگی اور ایک دوسرے سے تعاون اور مدد کی عملی تربیت کیلئے ان دستوں میں مہاجرین اور انصار کو شامل کرنا تو تربیت کا سب سے بہتر طریقہ ہوسکتا تھا مسلمانوں میں جنگی نظم اور ان کی لڑائی کی صلاحیت کا ثبوت تو ان لڑائیوں کے نتائج ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کی قیادت میں انصار اور مہاجرین نے مل کر اپنے سے بڑے بڑے لشکروں کے خلاف لڑی تھیں اور ہر لڑائی میں اللہ کی مدد سے کامیابی حاصل کی تھی۔

مہاجرین اور انصار کے درمیان اس بھائی بندی سے توحیدی عصبیت سب عصبیتوں پر غالب آ گئی تھی اور اس بھائی بندی کے بعد انصار مدینہ نے ہر دکھ، تکلیف اور پریشانی میں اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ تعاون کیا تھا جیسا تعاون خونی رشتہ والے بھائی ایک دوسرے سے کیا کرتے ہیں اس اخوت کا اصل مقصد معاشرتی اور دینی وحدت کو مستحکم کرنا تھا ایک اللہ اور ایک رسول ﷺ کو ماننے والے انصار اور مہاجرین محمود وایاز کے فرق کے بغیر ایک ہی صف میں کھڑے ایک ہی امام کے پیچھے نمازیں پڑھنے لگے ایک ہی چبوترے پر بیٹھ کر قرآن اور اسلام کی تعلیم وتربیت حاصل کرنے لگے ایک ہی گھر میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنے اور زندگی گزارنے لگے تو مدنی معاشرے کی ترکیب وترتیب اور روح بدل گئی تھی یہ بھائی بندی چونکہ دینی ضرورت کے طور پر قائم کی گئی تھی اس لئے اس بھائی بندی کے تحت باہمی حقوق وفرائض بھی دینی فرائض کی حیثیت اختیار کر گئے تھے اور دینی فرض کے طور پر ہی ادا کئے جانے لگے تھے۔ اس سے باہمی تعاون کے علاوہ مختلف نسلوں کے مسلمانوں میں معاشرتی اور معاشی ہم آہنگی پیدا ہوگئی اور اس نئے رشتہ نے پرانے تعصبات کو مٹا دیا۔

اتحاد اور امن کی پالیسی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپے مشن کی تکمیل کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کی پیغمبرانہ پالیسی میں اتحاد اور امن کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ریاست مدینہ کے قیام اور استحکام میں بھی آپ ﷺ کی پالیسی، اتحاد اور امن ہی رہی رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے مدینہ میں کبھی بھی تعمیری امن قائم نہیں ہو سکا تھا عربوں کی یثرب میں آمد کے ساتھ ہی یہودیوں کے ساتھ ان کے زمین اور سرداری کے جھگڑے شروع ہو گئے تھے بیرونی مدد سے عربوں نے یہودیوں کے سیاسی غلبہ سے تو نجات حاصل کر لی تھی لیکن عرب ہمیشہ ان کے اقتصادی محتاج بنے رہے بنو اوس اور بنو خزرج کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہودیوں نے اپنے مفادات اور وجود کے تحفظ کیلئے ان لڑائیوں میں سرمایہ کاری شروع کر دی آپ ﷺ کی آمد سے پانچ سال پہلے بنو اوس اور بنو خزرج کے درمیان جو خوفناک لڑائی ہوئی تھی اس کی تباہی اور بربادی نے بنو اوس اور بنو خزرج میں امن کی خواہش تو پیدا کر دی تھی لیکن امن کی کوئی صورت بن نہیں رہی تھی بنو خزرج کی شاخ بنو عوف اور بنو جشم کے عرب ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اور بنو جشم کسی صورت عبداللہ بن ابی بن سلول کو حاکم ماننے پر تیار نہیں تھے اور دوسری طرف بنو اوس کا بنو عبد الاشہل سے تعلق رکھنے والا کمانڈر انچیف حضیر بن سماک بھی اس لڑائی میں مارا گیا تھا اس وجہ سے بنو جشم اور بنو عبد الاشہل کے درمیان سخت دشمنی تھی بنو اوس کی شاخ بنو حارثہ اس جنگ سے الگ رہی تھی کیونکہ وہ حضیر بن سماک سے دشمنی رکھتے تھے اس وجہ سے بنو اوس کی شاخوں بنو عبد الاشہل اور بنو حارثہ کے درمیان سخت دشمنی تھی لیکن اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو متحد کر دیا تھا عقبہ کی وادی میں بیعت کرنے والوں میں بنو اوس کے مارے گئے کمانڈر انچیف کا بیٹا بھی شامل تھا اور بنو خزرج کے کمانڈر انچیف کے قبیلہ بنو جشم کی بیعت کرنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ اس رات بیعت کرنے والوں میں سے 29 کا تعلق بنو جشم سے تھا رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت مدینہ کے یہودی بھی دو گروہوں میں تقسیم تھے بنو نضیر اور بنو قریظہ کے اجداد نے بنو قینقاع سے ان کی زمینیں چھین لی تھیں اور وہ دشمنی بدستور قائم تھی جنگ بعاث میں بنو نضیر اور بنو قریظہ، بنو اوس کے ساتھ مل کر لڑے تھے اور بنو قینقاع کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے عربوں کے مختلف قبائل اور مہاجرین کے درمیان دینی اتحاد اور یگانگت کو مستحکم کرنے کیلئے نظریاتی اقدامات کے ساتھ مدینہ کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان اتحاد برائے امن کی پالیسی کے تحت سب فریقوں اور جوف مدینہ کی حدود کے اندر رہنے والے سب قبیلوں کیلئے ایک دستور العمل نافذ کر دیا۔

جوف مدینہ کی حدود کے اندر رہنے والے سب قبائل نے اس دستور العمل کی پابندی کا عہد کیا تھا جن میں یہودی، مسلمان، مشرک، عرب اور عیسائی سب شامل تھے اس دستور میں سیاسی حوالے سے ان سب کو ایک ہی

امت (سیاسی وحدت) قرار دیا گیا تھا اس دستور العمل کی پابندی کا عہد کرنے والوں نے تسلیم کیا تھا کہ ان سب کے

1: اصل حاکم اللہ تعالیٰ ہیں

2: زمین پر اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی طرف سے ان کے حاکم ہیں

3: کسی بھی دشمن سے جنگ کرنے کا فیصلہ اور اعلان صرف اللہ کے رسول ﷺ ہی کر سکتے ہیں اور کسی کو اس کی اجازت نہیں ہوگی

4: بیرونی دشمنوں سے صلح کے حتمی مذاکرات اور فیصلہ بھی اللہ کے رسول ﷺ ہی کر سکتے ہیں اور کسی کو اس کی اجازت نہیں ہوگی اور صلح کے اس فیصلے کو سب کو قبول کرنا ہوگا

5: جوف مدینہ کے اندر رہنے والے سب لوگ کوئی بھی ایسا اقدام نہیں کریں گے جس سے ریاست میں انتشار اور فتنہ فساد پیدا ہو

6: اگر کسی معاملے کا وہ خود فیصلہ نہ کرسکیں یا کسی تنازعہ کی وجہ سے ریاست کی حدود میں فتنہ وفساد کا خطرہ ہو تو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ آخری ہوگا جو سب کو ماننا پڑے گا

7: جو بھی کوئی اس دستور العمل کی پابندی کرے گا اسے ریاست کی طرف سے جان، مال، عزت اور آبرو کا مکمل تحفظ حاصل ہوگا

8: لیکن جو کوئی اس دستور العمل کی خلاف ورزی کرے گا اور عہد توڑے گا اسے ریاستی تحفظ حاصل نہیں رہے گا

9: اگر کوئی بیرونی دشمن ریاست کے خلاف حملہ کرے گا تو اس کے مقابلے میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑیں گے لڑائی کے اخراجات پورے کرنے کیلئے حصہ ڈالیں گے اور اپنے محاذ کا دفاع کریں گے

10: ظالم اور مجرم امن کے حقدار نہیں ہوں گے انہیں ان کے ظلم اور جرم کی سزا دی جائے گی

11: اس دستور العمل والوں کیلئے جوف مدینہ (مدینہ کا پہاڑی اور میدانی علاقہ) حرم (مقدس اور محترم) ہوگا۔

دستور مدینہ کسی جبر اور طاقت کے ذریعے نافذ نہیں کیا گیا تھا جوف مدینہ میں آباد قبائل کے نمائندوں کے مشورے سے تیار اور نافذ کیا گیا تھا۔

جوف مدینہ میں آباد قبائل میں یہودی دوسری سب سے بڑی سیاسی قوت تھے جو اقتصادی اور تہذیبی حوالے سے یثرب کی سب سے بڑی قوت ہوتے تھے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے قباء پہنچنے کے ساتھ ہی ان کے رہنماؤں نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ سے دشمنی پر قائم رہنے کا عزم کرلیا

تھا اور پھر اپنی سیاسی اہمیت اقتصادی قوت اور دین حق کی مخالفت کے عزم کے باوجود انہوں نے اور ان کے حامی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے ساتھیوں نے اس دستور العمل کی پابندی کا عہد کر لیا تھا۔ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو اپنا حاکم، کمانڈر انچیف اور منصف اعلیٰ اپنی رضا مندی سے کیوں مان لیا تھا؟ اگر مسلمان دس ہزار کی آبادی میں صرف پانچ سو ہی تھے تو کیا ایسا ممکن تھا؟ اور اگر رسول اللہ ﷺ ان پانچ سو مسلمانوں کے ہی دینی امور میں رہنماء تھے تو ایک مختصر سی مسلمان اقلیت کے دینی رہنماء کو یثرب کی اتنی بھاری اکثریت نے بلا چوں و چراں اپنے سارے سیاسی، معاشی، دفاعی اور عدالتی امور میں متفقہ حاکم کیوں قبول کر لیا تھا؟ اگر اس وقت مدینہ میں مسلمان اقلیت میں ہوتے اور اللہ کے رسول ﷺ نے ان اقلیتی مسلمانوں کے صرف دینی رہنماء کی حیثیت میں ہی مکہ سے مدینہ ہجرت کی ہوتی تو جوف مدینہ کے سارے باسی رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی اپنا حاکم نہیں مان سکتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کی طرف سے نافذ کردہ دستور العمل کی پابندی کا اس خوشدلی سے عہد کر سکتے تھے۔

کسی بھی ریاست کے وجود میں آنے کیلئے (1) ایک خطہ زمین (2) اس خطہ زمین پر انسانوں کی موجودگی (3) ان انسانوں کے آپس کے تعلقات اور ریاست کے معاملات کو چلانے کیلئے ایک دستور العمل (4) اس دستور العمل پر عمل کرانے اور ریاست کو چلانے کیلئے ایک حاکم۔ چار بنیادی ضرورتیں ہوتی ہیں اللہ کے رسول ﷺ کے مدینہ پہنچنے کے فوراً بعد ریاست کی یہ بنیادی ضروریات پوری ہو گئی تھیں اور جوف مدینہ تک محدود ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست وجود میں آ گئی تھی وہ ریاست اللہ کے رسول ﷺ نے کسی جنگ یا فوج کشی کے ذریعے قائم نہیں کی تھی وہ ریاست آپ ﷺ کی پیغمبرانہ فراست اور اتحاد و امن کی پالیسی کے ذریعے قائم ہوئی تھی اور ریاست میں دستور کے نفاذ اور اس پر عمل در آمد کے لئے طاقت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس موجود تھی۔

دفاعی منصوبہ

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ پہنچنے کے چند ہی روز بعد عبداللہ بن ابی بن سلول کو مکہ کے قریش کا جو خط موصول ہوا تھا اس میں قریش نے یثرب والوں کو دھمکی دی تھی کہ "تم ہمارے صاحب کو قتل کردو یا اپنے شہر سے نکال دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم مل کر تم پر حملہ کردیں گے تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنے لئے مباح سمجھیں گے۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ کے قریش کی اس چال کو تو ناکام بنا دیا تھا مگر ان کے منصوبے ناکام بنانے اور ریاست مدینہ کے دفاع کیلئے اندرونی امن اور اتحاد ضروری تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے ریاست کے اندرونی امن، استحکام اور اتحاد کیلئے اقدامات کئے محمد بن عبداللہ ﷺ اللہ کی زمین پر اللہ کے آخری نبی تھے اللہ نے آپ ﷺ کو دین ابراہیمی کی تکمیل کا مشن سونپا تھا اور دین اسلام صرف عبادات کا راستہ ہی نہیں یہ انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی دنیاوی معاملات چلانے کا بھی دستور العمل ہے۔ آپ ﷺ کا مشن پہلے آنے والے اللہ کے نبیوں کو سونپے مشن کی مانند انسانوں کو صرف عبادات سکھانا اور صرف ایک اللہ کی عبادت کا درس دینا ہی نہیں تھا آپ ﷺ کی نہ تو نبوت ادھوری تھی اور نہ ہی آپ ﷺ کو سونپا گیا مشن کسی بھی حوالے سے ادھورا تھا اللہ نے محمد ﷺ بن عبداللہ کو لوگوں کو صرف عبادات کا درس دینے اور بت پرستی سے منع کرنے کیلئے ہی نہیں بھیجا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی زمین پر اپنی حاکمیت کے قیام کا مشن سونپا تھا اس لئے وہ سب اقدام کرنا جن سے اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم ہو جائے آپ ﷺ کی ذمہ داری تھی اللہ کی طرف سے سونپی اس ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے آپ ﷺ نے اللہ کی زمین پر قائم ہونے والی پہلی اسلامی ریاست کے دفاع اور تحفظ کیلئے بھی عملی اقدامات کا آغاز کر دیا۔

چھوٹی سی ریاست مدینہ کے چاروں طرف مشرک بدو رہتے تھے صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے ان بدو قبائل کی ساری ہمدردیاں مکہ کے قریش کے ساتھ تھیں قریش ان کے ہم مذہب تھے ان کے قومی

مرکز اور بت خانہ کے مجاور تھے اور عرب خاص طور پر حجاز کی سب سے بڑی سیاسی فوجی اور تجارتی قوت تھے۔ جب مشرک ریاست مدینہ کو ختم کر دینے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے تو کیا محمد ﷺ بن عبداللہ بھی حضرت عیسیٰؑ کی مانند لوگوں کو وعظ و نصیحت ہی کرتے رہتے اور اللہ کے دین کے دشمنوں کی قوت اور منصوبہ بندی کو نظر انداز کر دیتے؟ اللہ نے آپ ﷺ کو تو وعظ و نصیحت کرتے کرتے اللہ کے دشمنوں کے آگے ہتھیار ڈال دینے کیلئے نہیں بھیجا تھا محمد ﷺ بن عبداللہ تو اللہ کے عظیم تر اور مکمل بندے اور رسول تھے اور اللہ کے دشمنوں کے منصوبے ناکام بنانا آپ ﷺ کے پیغمبرانہ فرائض میں شامل تھا آپ ﷺ نے مدینہ کی ریاست کے اندرونی معاملات درست کرنے کے بعد بیرونی دشمنوں کے منصوبوں کو ناکام بنانے کا پروگرام شروع کر دیا مدینہ کے مرد مسلمانوں کی فہرست تیار کی گئی اور ان میں تیر اندازی اور گھوڑ سواری کے مقابلے شروع ہو گئے اللہ کے رسول ﷺ خود بھی ان مقابلوں میں شریک ہوتے تھے اور جیتنے والوں کو انعامات دیئے جاتے تھے امن کی سب سے بڑی دشمن کمزوری ہے جو امن دشمنوں کو حملے کی دعوت دیتی رہتی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے امن کے تحفظ کیلئے دفاعی اور فوجی تیاریاں شروع کر دیں۔

مکہ کے قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے جن قبائلی علاقوں سے گزر کر آنا تھا اگر وہ قبائل بھی ان کے ساتھ مل جاتے تو ایک تو ان کی قوت میں اضافہ ہو جاتا دوسرے چھوٹی سی اسلامی ریاست دشمنوں کے گھیرے میں آجاتی اور اندرونی مشرکوں اور یہودیوں کو بھی سرکشی کی ترغیب ملتی قریش تجارتی راستوں پر آباد بدوؤں کی مدد سے ریاست مدینہ کی اقتصادی ناکہ بندی کیلئے بھی سرگرم تھے اللہ کے دین کے دشمنوں کے عزائم ناکام بنانے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے اردگرد کے صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے بدوؤں کی طرف مسلح گشتی دستے بھیجنا شروع کر دیا جس سے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے سارے دشمنوں کو احساس ہو گیا کہ

1: اللہ کے رسول ﷺ کا عزم بلند ہے
2: آپ ﷺ ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے اور قوت کا جواب قوت سے دینے کو تیار ہیں
3: ریاست مدینہ کا رقبہ تھوڑا ہونے کے باوجود ریاست مدینہ کی قوت تھوڑی نہیں اور وہ آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے کا عزم اور حوصلہ رکھتی ہے
4: اللہ کے رسول ﷺ کی امن اور اتحاد کی پالیسی مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے نہیں
5: توحید پر ایمان نے مسلمانوں میں جو نئی قوت پیدا کر دی ہے اس کا مقابلہ قبائلی بدوؤں کے بس میں نہیں ہوگا

صحراؤں اور ریگستانوں کی وسعتوں میں مسلمانوں کے مسلح دستوں کے گشت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو ان قبائل کی قوت اور ارادوں کا علم ہو گیا اور ان صحراؤں اور ریگستانوں سے گزرنے والے راستوں وہاں

کی آبادیوں اور پانی کے چشموں کے بارے میں ایسی معلومات بھی حاصل ہوگئیں جو دفاعی منصوبہ بندی کیلئے ضروری ہوتی ہیں ان گشتی دستوں میں صرف مہاجرین ہی شامل ہوتے تھے کیونکہ انصار کھیتی باڑی کرنے والے تھے انہیں اپنے باغوں اور کھیتوں میں کام کرنا ہوتا تھا باغوں اور کھیتوں سے حاصل ہونے والی پیداوار مسلم امت اور ریاست مدینہ کی خوراک اور اقتصادیات کی بنیاد تھی اور انصار کو ایسے گشتی دستوں کے ساتھ بھیجنے سے مسلمانوں کی زراعت اور باغبانی کو نقصان پہنچ سکتا تھا مہاجرین کھیتی باڑی کرنا جانتے بھی نہیں تھے اور ان کی کوئی ایسی ذمہ داری بھی نہیں ہوتی تھی۔ مہاجرین کا ان علاقوں کی زمینی حالت سے واقف ہونا بھی ضروری تھا۔ اس لئے اللہ کے رسول ﷺ شروع میں ایسے گشتی دستوں میں صرف مہاجرین کو ہی شامل کیا کرتے تھے۔ ویسے بھی مہاجرین کا چونکہ مکہ اور قریش سے تعلق تھا اس لئے مکہ کے قریش کے اثر ورسوخ کو زائل کرنے اور ان کا نفسیاتی خوف دور کرنے کیلئے قریش اور مکہ سے تعلق رکھنے والے مہاجرین کے گشتی دستے زیادہ فائدہ مند ہوتے تھے سیاسی حوالے سے بھی اور نفسیاتی اور سفارتی حوالے سے بھی جزیرہ نمائے عرب کے سارے قبائل مکہ کے قریش سے مرعوب ہوتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے مشرک قریش سے مرعوبیت مسلمان قریش پر مشتمل گشتی دستوں کے ذریعے ختم کرنے کی پالیسی پر عمل کیا رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت سے ہی مکہ کے قریش کے وفود اور دستے ان قبائل کے علاقوں میں سرگرم ہو گئے تھے اور ان سے آمنا سامنا ہو جانے کی صورت میں انصار کی نسبت مہاجرین برابری بلکہ برتری کی سطح پر ہوتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے تھوڑا عرصہ بعد قبیلہ جہینہ کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ایک دوسرے کے علاقہ سے گزرنے کا معاہدہ کیا تھا اس قبیلہ نے روایات کے مطابق اسلام بھی قبول کر لیا تھا ہجرت کے چھ ماہ بعد رمضان کے مہینہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہؓ کی قیادت میں پہلا دستہ جہینہ کے علاقے کی طرف بھیجا اس میں تیس مہاجر صحابہ شامل تھے العیص کے مقام پر مسلمانوں کا مکہ کے قریش کے ایک لشکر سے آمنا سامنا ہو گیا اس لشکر میں تین سو مشرک تھے ابوجہل امیر لشکر تھا مسلمان بہت تھوڑے ہونے کے باوجود قریش کے بڑے لشکر سے لڑائی کیلئے تیاری کر رہے تھے کہ جہینہ کا سردار مجدی بن عمرو درمیان میں آ گیا ان کا قریش کے ساتھ اپنے علاقہ میں تحفظ کا پرانا معاہدہ تھا۔

حضرت حمزہؓ کے دستے کا جہینہ کے علاقے کا گشت دوستی اور خیر سگالی کا سفارتی دورہ تھا مسلمانوں کا اپنے اتحادی مسلمان قبیلے کے علاقہ کا دورہ تھا اور اس قبیلے کے سردار نے پرانے معاہدے کی وجہ سے اپنے علاقہ میں لڑائی نہیں ہونے دی تھی۔

اس سے اگلے ماہ شوال میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبیدہؓ بن الحارث کی قیادت میں ساٹھ مہاجرین کا ایک دستہ وادی رابغ کی طرف بھیجا احیاء کے مقام پر مکہ کے مشرکوں کا سردار ابوسفیان اپنے دوسو

ساتھیوں کے ہمراہ خیمہ زن تھا دونوں طرف سے لڑائی کے لئے صفیں درست کر لی گئیں مگر لڑائی کی نوبت نہ آئی مسلمان رابغ کے گردونواح میں چکر لگا کر واپس آ گئے۔

ذی قعد کے مہینے میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بیس مہاجرین کے ایک دستہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ جانے والے راستہ کی طرف گئے رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی کہ الخرار سے آگے نہ جانا دستہ کچھ عرصہ وہاں قیام کر کے واپس آ گیا۔

ذوالحج اور محرم کے دومہینوں میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی گشتی دستہ بھیجنے کی کوئی روایت نہیں ملتی۔

صفر کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ خود ساٹھ مہاجرین کے ایک دستہ کے ساتھ مسلمان قبیلہ مزینہ کے علاقے کی طرف گئے اور ان کے پڑوسی قبیلہ ضمرہ کے سردار فخشی بن عمرو ضمری سے غیر جانبداری اور تعاون کا تحریری معاہدہ کیا بنوضمرہ کا علاقہ مدینہ سے ایک سوتیس کلومیٹر دور تھا گویا اس وقت تک مدینہ کی اسلامی ریاست کے اثر ورسوخ کا دائرہ مکہ کی طرف ایک سوتیس کلومیٹر تک پھیل چکا تھا اس تحریری معاہدے کی شرائط قابل غور ہیں معاہدے میں کہا گیا ہے

''یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنوضمرہ کیلئے ہے
ان کے مال وجان محفوظ رہیں گے
اگر کوئی ان پر حملہ کرے تو ان کی مدد کی جائے گی
اپنے مذہب کیلئے لڑائی میں ان کی مدد نہیں کی جائے گی
جب پیغمبر ﷺ انہیں بلائیں تو یہ مدد کو آئیں گے''

اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

یہ کہ ہجرت کے دس ماہ بعد ریاست مدینہ کا دائرہ اثر بنوضمرہ کے علاقہ تک وسیع ہو چکا تھا اور بدو قبائل ریاست مدینہ سے اپنے جان و مال کے تحفظ کی درخواستیں کرنے لگے تھے اور ریاست مدینہ کے پاس اتنی قوت تھی کہ وہ اپنے مرکز سے ایک سوتیس کلومیٹر دور لڑائی میں دوسروں کی مدد کر سکتی تھی۔

ربیع الاول میں رسول اللہ ﷺ دوسوسواروں کے دستہ کے ساتھ جہینہ کے علاقہ کی طرف گئے اور پورا ایک مہینہ بواط میں قیام کر کے واپس آ گئے۔

جمادی الثانی میں حضور ﷺ ڈیڑھ یا دوسوسواروں کے ہمراہ ینبوع کی بندرگاہ کے نواح میں العشیرہ گئے اور ایک ماہ تک وہاں مقیم رہے اس دوران بنوضمرہ کے حلیف قبیلہ بنومدلج نے بھی ریاست مدینہ کے ساتھ اسی طرح کا معاہدہ کر لیا جس طرح کا معاہدہ بنوضمرہ کر چکے تھے بنومدلج کا علاقہ مدینہ سے پونے دوسو کلومیٹر دور تھا۔

ربیع الاول میں مکہ کے قریش کا ایک چھاپہ مار دستہ مدینہ کی ایک چراگاہ سے اونٹ بھگا لے گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے وادی سفوان تک اس دستہ کا پیچھا کیا تھا مگر وہ ہاتھ نہیں آئے تھے۔

شعبان میں رسول اللہ ﷺ دوبارہ وادی سفوان تک تشریف لے گئے اور قبیلہ غفار اور اسلم کے ساتھ باہمی دوستی اور تعاون کے معاہدے کئے۔قریش کا چھاپہ مار دستہ انہی دونوں قبائل کے علاقوں کی طرف بھاگ کر گیا تھا۔

رجب کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ نے قریش کے بارے میں خبریں معلوم کرنے کیلئے مکہ کے قریب نخلہ تک نو صحابہ پر مشتمل ایک دستہ بھیجا اس دستہ کے امیر حضرت عبداللہ بن جحش تھے۔نخلہ میں مکہ کے قریش کا ایک قافلہ اترا ہوا تھا مسلمانوں نے اس قافلہ کے امیر عمرو بن عبداللہ حضرمی کو قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ مخزومی اور الحکم بن کیسان کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے مدینہ سے چار سو تراسی کلومیٹر دور نخلہ مکہ کی دہلیز تھا اور مسلمان ابوجہل کے باپ کے غلام الحکم بن کیسان اور اس کے چچا ابی ربیعہ کے پوتے کو قیدی بنا کر لے گئے تھے۔مقتول عمرو حضرمی ابوسفیان کے باپ حرب کا حلیف تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی اس منصوبہ بندی کے اقتصادی، سیاسی، سفارتی، مذہبی اور دفاعی اثرات کے جائزہ سے پہلے اس چارٹ پر ایک نظر ڈال لیں:

سریہ/غزوہ	تاریخ	تعداد مجاہدین	مقام	نتیجہ
سریہ حمزہ	رمضان/مارچ	30	العیص	ابوجہل وہاں 300 سواروں کے ساتھ موجود تھا مجدی بن عمرو جہنی درمیان میں حائل ہو گیا
سریہ عبیدہ بن الحارث	شوال/اپریل	60	رابغ	ابوسفیان 200 سواروں کیساتھ موجود تھا آمنے سامنے آئے لڑائی نہیں ہوئی
سریہ سعد بن ابی وقاص	ذی قعد/مئی	20	الخرار	کچھ دن بعد واپس آ گئے
غزوہ ابواء	12 صفر تا ربیع الاول/اگست	60	فرع	ضمرہ سے معاہدہ۔ربیع الاول میں واپسی
غزوہ تلاش کرز بن جابر	ربیع الاول/اگست	–	وادی سفوان	کرز بن جابر ہاتھ نہ آیا
غزوہ بواط	ربیع الاول تا ربیع الثانی/ستمبر	200	بواط	ایک ماہ قیام کے بعد ربیع الثانی میں مدینہ پہنچ گئے

غزوہ العشیرہ	جمادی الاول رتا جمادی الثانی ردسمبر	150 تا 200 سوار	العشیرہ	ایک ماہ قیام۔ بنومدلج سے معاہدہ
سریہ نخلہ	رجب رجنوری	9	نخلہ	عمرو بن عبداللہ حضرمی قتل الحکم اور عثمان قیدی
غزوہ ینبوع	شعبان رفروری	-	ینبوع	جلد واپسی
غزوہ سفوان	شعبان رفروری		وادی سفوان	قبیلہ اسلم اور غفار سے معاہدہ

ہجرت کے پہلے چھ ماہ کے بعد کے ایک سال میں رسول اللہ ﷺ نے چار گشتی دستے بھیجے اور چھ دفعہ خود مختلف قبائل کی طرف تشریف لے گئے ان ساری مہمات میں دو تیر کمان سے نکلے۔ چار غزوات کے دوران چار قبیلوں نے ریاست مدینہ کے ساتھ تعاون اور غیر جانبداری کے معاہدے کئے۔

بارہ صفر سے جمادی الثانی تک تقریباً چار ماہ رسول اللہ ﷺ مختلف غزوات کے سلسلے میں مدینہ سے باہر رہے لیکن آپ ﷺ کی عدم موجودگی کے باوجود ریاست مدینہ میں مکمل اندرونی امن اور استحکام رہا آپ ﷺ نے بیرونی محاذ کی طرف توجہ دینے سے پہلے چھ ماہ کے عرصہ میں اندرونی محاذ پر جو اقدامات کئے تھے ان کی وجہ سے ریاست مدینہ کا نظم مظبوط ہو گیا تھا۔

صرف پہلے دو سرایا میں مسلمانوں کا مشرکوں سے آمنا سامنا ہوا تھا لیکن دونوں بار مشرکوں کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی بعض لوگ ہر سریہ اور غزوہ کا مقصد قریش مکہ کے کسی قافلے پر حملہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان قافلوں کے بارے میں خبریں لانے کا نظام قائم کر رکھا تھا اور قریش کے قافلہ کی خبر موصول ہوتے ہی اسے لوٹنے کیلئے دستہ روانہ کر دیا جاتا تھا اگر ایسا تھا تو کیا آپ ﷺ ابو جہل کے تین سو سواروں کے مقابلے کیلئے صرف تیس مسلمانوں کا دستہ ہی بھیج سکتے تھے؟ ابو سفیان کے دو سو سواروں کے مقابلے کیلئے صرف ساٹھ ہی مجاہدین کافی تھے؟ کیا کوئی تھوڑی سی عقل والا آدمی بھی ایسا سوچ سکتا ہے کہ دشمن کے بارے میں ساری معلومات مل جانے کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ پوری منصوبہ بندی کر کے ان سے لڑائی کیلئے بیس تیس مجاہد بھیجنا ہی کافی سمجھتے تھے۔

جن مقامات پر مسلمانوں کا ابو جہل اور ابو سفیان کے لشکروں سے آمنا سامنا ہوا تھا وہ مدینہ سے مغرب میں مکہ سے شام کی طرف جانے والے تجارتی راستے کے ارد گرد آباد قبائل کے علاقے میں ہیں مگر مشرکوں کے ان لشکروں کے ان علاقوں میں موجود ہونے کا یہ مطلب کیسے ہو گیا کہ وہ تجارتی قافلے تھے؟ مکہ سے شام کی طرف قریش کا تجارتی قافلہ تو سال میں صرف ایک ہی بار جایا کرتا تھا اور

ابو جہل کا لشکر رمضان میں اس علاقہ میں تھا۔

ابو سفیان کا لشکر شوال میں اس علاقہ میں تھا۔

وہ دونوں لشکر تجارتی قافلے کیسے ہو گئے؟

مکہ والوں کا تجارتی قافلہ ایک ہی ہوتا تھا اس میں ہزاروں تک بار برداری کے اونٹ ہوتے تھے سینکڑوں ملازم اور محافظ قافلے کے ساتھ چلتے تھے صرف سوار ہی نہیں بلکہ بہت سے ملازم پیدل بھی ہوتے تھے جو اونٹوں اور سامان کی دیکھ بھال کے لئے ساتھ ہوتے تھے مگر ابوجہل اور ابوسفیان دونوں کے لشکروں میں صرف سوار ہی تھے کسی پیدل کا کوئی ذکر نہیں ملتا بار برداری کے اونٹوں کی تعداد کا ذکر بھی کہیں نہیں کیا گیا۔ دو ماہ میں دو تجارتی قافلے اور دونوں میں ہی صرف سوار؟ اور دونوں نے مسلمانوں سے لڑائی سے مکمل پرہیز کیا۔ آخر کیوں؟

کیونکہ وہ تجارتی قافلے نہیں تھے۔ ابوجہل اور ابوسفیان اس راستے پر آباد قبائل کو اپنی قوت سے ڈرانے اور ان سے اپنے تعلقات مستحکم کرنے لشکروں کے ساتھ ادھر آئے ہوئے تھے اور مسلمانوں سے ان کا اچانک آمنا سامنا ہو گیا تھا مگر ان قبائل کے سردار نہیں چاہتے تھے کہ ان کے علاقے میں مسلمانوں کا مکہ والوں سے تصادم ہو اور وہ اس کی زد میں آ جائیں جہینہ اور مزینہ کی تو اکثریت اس وقت تک مسلمان ہو چکی تھی اور ریاست مدینہ کے ساتھ انہوں نے امن اور دوستی کے معاہدے کر رکھے تھے غزوہ تلاش کرز چوروں کا تعاقب تھا باقی پانچ غزوات کے سفر میں سے رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے قریش کے حامی چار قبائل کے ساتھ غیر جانبداری یا دوستی اور تعاون کے معاہدے کئے تھے اور ان قبائل نے کسی لڑائی کے بغیر اپنی رضامندی سے ایسے معاہدے کئے تھے جہینہ اور مزینہ نے خود معاہدوں کی درخواست کی تھی اور خود اسلام قبول کیا تھا۔

اس تبدیلی سے ثابت ہوتا ہے کہ

اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی قوت مدینہ کے اندر اور باہر دور تک محسوس کی جانے لگی تھی اور اللہ کے رسول ﷺ کی پیغمبرانہ فراست اور پالیسی کی وجہ سے اللہ کے دین اور ریاست مدینہ کو اللہ نے وسعت عطاء کر دی تھی۔

غزوہ ابواء کے وقت رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنوخزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا دوسرے غزوہ بواط کے وقت حضور ﷺ نے اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

غزوہ تلاش کرز بن جابر کے سلسلے میں مدینہ سے نکلے تو حضرت زیدؓ بن حارثہ (مہاجر) کو مدینہ میں نائب مقرر فرمایا چوتھے غزوہ العشیر ہ کے وقت حضرت ابوسلمہ مخزومی (مہاجر) مدینہ میں آپ ﷺ کے نائب تھے (پانچویں اور چھٹے غزوہ کی تفصیلات دستیاب نہیں) اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ مختلف قبائل اور گروہوں کے درمیان تعاون کے ساتھ توازن کو بھی کتنا اہم سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس پالیسی کی بنیاد اللہ کی مدد پر بھروسا کر کے بیٹھے رہنا نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ نے ان نازک حالات میں بڑی تیزی

سے اندرونی اور بیرونی محاذوں پر حیران کن اقدامات کے ذریعے

☆ دوستوں اور دشمنوں کے دلوں پر سے مکہ کے قریش کے صدیوں سے چلے آنے والے خوف، ڈر، رعب اور دبدبہ کا خاتمہ کر دیا تھا

☆ مکہ کے قریش کی ریاست مدینہ کو گھیرے میں لینے کی منصوبہ بندی میں شگاف ڈال دیئے تھے

☆ مکہ کے قریش کے دل میں خوف پیدا کر دیا تھا کہ مسلمان ان کی تجارتی شہ رگ کاٹ بھی سکتے ہیں

☆ جوف مدینہ میں رہنے والے اللہ کے دین کے دشمنوں کے دلوں پر بھی اللہ کے رسول ﷺ کی قوت اور صلاحیت کا رعب قائم ہو گیا تھا۔

اللہ کی تدبیر

توحید اور شرک کے معرکہ میں جنگ بدر سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا تھا۔قرآن کریم کے مطابق جنگ بدر اللہ تعالیٰ کا اپنا منصوبہ تھا اور اس کا واحد سبب رسول اللہ ﷺ کا ابوسفیان کے قافلہ کا راستہ روکنے کا منصوبہ ہی نہیں تھا نخلہ کا واقعہ رجب اور شعبان کی درمیانی رات پیش آیا تھا اور غزوہ بدر کی تاریخ سترہ رمضان ہے یعنی نخلہ کے واقعہ کے سینتالیس دن بعد مکہ سے چل کر قریش مکہ کا لشکر نو دن میں بدر پہنچا تھا۔تین چار دن قریش لڑائی کی تیاریوں میں مصروف رہے تھے اگر مسئلہ صرف اپنا قافلہ بچانے کا ہوتا تو اتنا بڑا لشکر تیار کرنے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی اس کے لئے تو فوری طور پر امدادی دستہ بھیجا جا سکتا تھا۔اس وقت کے مکہ کے سیاسی معاملات میں دو آدمی بہت اہم تھے۔ابوجہل اور ابوسفیان نخلہ میں عمرو بن عبداللہ حضرمی مارا گیا تھا جو ابوسفیان کے باپ کے حلیف کا بیٹا تھا عمرو بن عبداللہ کے باپ کی وفات کے بعد ابوسفیان نے اس کی ماں صعبہ سے نکاح کیا تھا ویسے بھی عرب کی قبائلی روایات کے مطابق حلیف کی حیثیت بھی قبیلے کے رکن جیسی ہوتی تھی مکہ کی دہلیز پر عمرو بن عبداللہ حضرمی کا مارا جانا ابوسفیان کی ذاتی اور اس کے قبیلہ بنوعبدالشمس کی روایتی توہین تھی۔ مسلمان الحکم کو گرفتار کر لائے تھے جو ابوجہل کے باپ کا غلام تھا دوسرا گرفتار ہونے والا عثمان بن عبداللہ مخزومی ابوجہل کے اس چچا ابی ربیعہ کا پوتا تھا جس سے ابوجہل کی ماں نے شادی کی تھی۔اس حوالے سے عمرو کا قتل اور الحکم اور عثمان کی گرفتاری شرک کے دو اہم سرداروں کی ذاتی توہین تھی۔مکہ کے قریش سارے جزیرہ نمائے عرب کے بے تاج بادشاہ مانے جاتے تھے اور مسلمانوں نے چار سو ترا سی کلو میٹر دور سے آکر ان کی صدیوں پرانی بادشاہیت کو چیلنج کیا تھا اس ذاتی اور اجتماعی توہین کا بدلہ لینا قریش اپنا قومی فرض سمجھتے تھے۔نخلہ کے واقعہ کے فوراً بعد قریش لڑائی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے اس کا ثبوت وہ دو غزوات بھی ہیں جن کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ شعبان کے مہینے میں دو بار اسفان کی وادی تک تشریف لے گئے تھے اور بنو اسلم اور بنو غفار سے غیر جانبداری کے معاہدے کئے تھے مکہ کے لشکر کو انہی قبائل کے علاقہ سے ہو کر آنا تھا اس سے پہلے

ریاست مدینہ نے جن قبیلوں سے معاہدے کئے تھے وہ مکہ سے شام کو جانے والے تجارتی راستے پر آباد تھے رسول اللہ ﷺ جب کرز بن جابر کے تعاقب کیلئے تشریف لے گئے تھے تو وہ بنو اسلم اور بنو غفار کے علاقوں کی طرف بھاگ گیا تھا اور ان کے علاقوں میں رسول اللہ ﷺ نے اس کا تعاقب نہیں کیا تھا کیونکہ جن قبائل کے ہاں کرز نے پناہ لی تھی وہ قریش کے پرانے اتحادی تھے۔ نخلہ کے واقعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان قبائل کی طرف دوبارہ ہنگامی سفر کیا تھا اور ان سے بھی معاہدے کر لئے یہ دفاعی نوعیت کے معاہدے تھے اور قریش کے حملہ کے امکانات کے پیش نظر ہی کئے گئے تھے۔

نخلہ میں عمرو بن عبداللہ کو قتل کر دینا اور عثمان بن عبداللہ مخزومی اور الحکم کو گرفتار کر کے مدینہ لے آنا ریاست مدینہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی پالیسی کے مطابق نہیں تھا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو دشمنوں کی خبریں معلوم کرنے نخلہ بھیجا تھا اسی لئے جب وہ عثمان بن عبداللہ اور الحکم کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے تھے تو آپ ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا ''میں نے تو تمہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا'' اور مال غنیمت بھی قبول نہیں فرمایا تھا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ''ریاست مدینہ کے گشتی دستہ نے جو غلطی کی تھی اس کے ذمہ دار بہر حال اللہ کے رسول ﷺ تھے'' وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں۔ جیسی غلطی عبداللہ بن جحش اور اس کے ساتھیوں نے کی تھی ویسی درجنوں غلطیاں تو اس جدید دور میں بھی بڑی طاقتوں کے گشتی دستے کرتے رہتے ہیں حالانکہ فضاء میں معلق ان کے سیارے ان کے گشتی دستوں کی مدد اور رہنمائی کرتے ہیں مگر کسی بھی گشتی دستے کی بڑی سے بڑی غلطی کو بھی کبھی کسی نے اس کے ملک اور اس ملک کے حکمران کی سوچی سمجھی پالیسی قرار نہیں دیا جو لوگ کہتے ہیں کہ پہلا تیر بھی مسلمانوں کی طرف سے چلایا گیا تھا کیا انہیں یقین ہے کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے قریش کی طرف سے کسی اشتعال کے بغیر ہی وہ تیر چلا دیا تھا اور قریش خاموش بیٹھے رہے تھے؟ تصادم اللہ کے رسول ﷺ کی پالیسی نہیں تھی آپ ﷺ کی پالیسی کی بنیاد ہر قسم کی صورت حال کے مقابلے کیلئے تیاری تھی اور نخلہ کی طرف بھیجا جانے والا گشتی دستہ اسی سلسلے میں دشمنوں کی تیاریوں کے بارے میں خبریں معلوم کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا گشتی دستہ میں شامل صحابہ کو مشرکین مکہ نے ظلم اور زیادتی سے ان کے گھروں سے نکالا ہوا تھا ان مشرکوں کے قافلہ کو دیکھ کر مسلمانوں کا غصہ میں آ جانا ایک فطری اور انسانی امر تھا جس کی خود اللہ تعالیٰ نے تائید فرما دی تھی کہ

☆ ''کہو ماہ حرام میں جنگ بڑا گناہ ہے
لیکن اللہ کے راستے سے روکنا
اس کا (اللہ کا) انکار کرنا
لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا

اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا
اس سے بھی بڑے گناہ ہیں
اور فتنہ انگریزی قتل سے بھی بڑھ کر ہے
اور یہ لوگ تم سے مسلسل جنگ کرتے رہیں گے" (217:2)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دستہ کے ایکشن کی تائید تھی جس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم فرمادیا تھا اور دونوں قیدی ریاست کی تحویل میں لے لئے گئے تھے مکہ کے قریش نے ان قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ بھیجا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب تک حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عتبہؓ بن غزوان واپس مدینہ نہیں پہنچ جاتے نہ فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی قیدیوں کو رہا کیا جائے گا اور اگر دونوں صحابہ کرام کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا تو ہم دونوں قیدیوں کو قتل کر دیں گے جب دونوں صحابہ سلامتی کے ساتھ واپس مدینہ پہنچ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے دونوں قیدی واپس کر دیئے تھے مگر ابوجہل کے باپ کا غلام مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے مکہ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ دستہ سے بچھڑ جانے والے صحابہ کرام کی واپسی تک مکہ والوں کے قیدی رہا نہ کرنا ریاست مدینہ کی پالیسی تھی۔

جنگ بدر کا ذمہ دار کون ہے؟

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ سے فلسفہ انقلاب ایجاد کرنے والے ایک صاحب نے لکھا ہے "جماعتی سطح پر تو یہی ہوتا ہے کہ اس جماعت کا کوئی فرد جب اقدام کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری جماعت کے قائد پر آتی ہے یا پھر یہ ہوتا کہ حضور ﷺ اس سے بالکلیہ برأت کا اظہار فرماتے یا اقدام کرنے والوں کو سزا دیتے اور مشرکین کے نقصان کی تلافی فرماتے ایسی کوئی شکل حضور ﷺ نے اختیار نہیں فرمائی گویا آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کے اس اقدام کو own فرمالیا"۔

مگر صحابہ کے اس اقدام کو قبول تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اس ایکشن کی تو خود اللہ نے تائید فرمادی تھی۔ اللہ کی طرف سے تائید تک آپ ﷺ نے تو نہ مال غنیمت تقسیم فرمایا تھا اور نہ ہی قیدی ریاست نے تحویل میں لئے تھے کیا اللہ کی طرف سے تائید کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس ایکشن کو قبول کر لینے کی ذمہ داری اللہ کے رسول ﷺ پر تھی؟ اور اس کی وجہ سے ان صحابہ کرام کو سزا دی جاسکتی تھی اور مشرکوں کے نقصان کی تلافی کرنا ریاست مدینہ پر لازم تھا؟

تو کیا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں اللہ کے رسول ﷺ کو نخلہ کا ایکشن قبول کرنے کا اور جنگ بدر کا ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا

☆ ''جنھیں جنگ کا نشانہ بنایا جاتا ہے
انہیں لڑنے کی اجازت دے دی گئی ہے
کیونکہ ان کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے
اور ان کی مدد کرنے والا
اللہ بہت ہی طاقت والا ہے
ان لوگوں کو ان کے گھروں سے
صرف اس لئے ناجائز طور پر نکال دیا گیا تھا
کہ وہ کہتے ہیں
کہ ہمارا رب اللہ ہے'' (22:39،40)

☆ ''جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں
خدا کی راہ میں ان سے جنگ کرو
مگر حد سے نہ گزرنا
خدا حد سے گزرنے والوں
کو پسند نہیں کرتا'' (2:190)

اللہ تعالیٰ نے نخلہ کے ایکشن کو بھی جائز قرار دے دیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ ''یہ لوگ تم سے مسلسل جنگ کرتے رہیں گے''

''یہ لوگ'' سے مراد مکہ کے قریش ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے جنگ کرنے کے عزم کی اطلاع غزوہ بدر سے پہلے ہی دیدی تھی

مسلمان ہی کہتے تھے کہ ''ہمارا رب صرف اللہ ہے''

مسلمانوں کو ہی ایسا کہنے کی وجہ سے ناجائز طور پر ان کے گھروں سے نکالا گیا تھا

مسلمانوں کے ساتھ ہی زیادتی کی گئی تھی

قرآن کریم کے مطابق جنگ کا نشانہ کسے بنایا گیا تھا؟

اور ان لوگوں کو جو کہتے تھے کہ ''ہمارا رب صرف اللہ ہے'' کس نے ان کے گھروں سے نکالا تھا؟

ان کے ساتھ کس نے زیادتی کی تھی؟

کیا مکہ کے قریش کے علاوہ کوئی اور ایسا ہو سکتا تھا؟

جنگ بدر سے پہلے مسلمانوں اور مکہ کے قریش کے درمیان تیروں، تلواروں اور نیزوں سے کبھی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔

اللہ کے فرمان کے مطابق اگر مکہ کے قریش نے مسلمانوں کو جنگ کا نشانہ بنایا تھا تو پھر اس جنگ کو اللہ کے رسول ﷺ کی تصادم کی پالیسی کا نتیجہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے بلکہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مکہ کے قریش عملاً مسلمانوں کے خلاف جنگ شروع کر چکے تھے اور غزوہ بدر اس جنگ کا فیصلہ کن مرحلہ تھا ابوسفیان کا تجارتی قافلہ بھی اسی جنگ کے حربی اور معیشی محاذ سے تعلق رکھتا تھا اور ''جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں خدا کی راہ میں ان سے جنگ کرو'' کے حکم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے خود ریاست مدینہ کی دفاعی پالیسی متعین فرما دی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ اسی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ فراست، جرأت اور حوصلہ مندی سے بدر میں اور اس کے بعد ہر جنگ میں بڑی بڑی اور بہت بڑی بڑی فوجوں کو شکست دی تھی۔

ریاست مدینہ کے خلاف قریش کی جنگی تیاریوں کا اللہ کے رسول ﷺ کو بخوبی علم تھا آپ ﷺ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ابوسفیان جو قافلہ تجارت لے کر گیا ہے وہ ان تیاریوں کا حصہ ہے حالت جنگ میں دشمن کے مال تجارت اور جنگی ساز و سامان پر قبضہ کرنا زمانہ قدیم سے ہی جنگی منصوبہ بندی کا حصہ رہا ہے اور آج بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے قافلے کی واپسی کے بارے میں خبریں معلوم کرنے کے لئے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت سعدؓ بن زید کو قافلے کی آمد سے بہت پہلے بھیجا ہوا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ ''وہ دونوں شام گئے ہوئے تھے'' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قریش کے قافلے کے پیچھے بھیجا ہوا تھا ابو سفیان نے بھی اردن میں زرقہ کے مقام سے ضمضم غفاری کو مکہ بھیج دیا ہوا تھا۔ ابن سعد کے مطابق ابوسفیان کو شام میں خبر ملی تھی کہ مسلمان اس قافلہ کی گھات میں ہیں اور اس نے روانہ ہونے سے پہلے ہی ضمضم کو مکہ بھیج دیا تھا گویا دونوں فریق ہوشیار تھے مگر مکہ کے قریش نے قافلہ کی حفاظت کیلئے فوری طور پر سوار دستہ بھیجنے کی بجائے مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کیلئے لشکر کی تیاریاں تیز کر دیں وہ نخلہ کی رسوائی کا بدلہ لینے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ قافلہ کیلئے خطرہ کا پیغام مل گیا جس سے ان کا جوش انتقام اور بڑھ گیا انہوں نے جنگی فنڈ قائم کر دیا ہتھیار خریدے جانے لگے دشمن قبائل سے پیچھے مکہ پر حملہ نہ کرنے کی یقین دہانی حاصل کی گئی تو کیا اس تاخیر اور ان تیاریوں کی وجہ اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کی قوت نہیں تھی؟ اگر مسلمان اتنے ہی کمزور تھے اور مکہ کے قریش کو صرف اپنا قافلہ ہی بچانا تھا تو اتنی بڑی تیاریوں، اتنے بڑے لشکر اور جنگی نغمے گانے والیوں کے دستوں کی کیا ضرورت تھی؟ قافلہ بچانے کیلئے تو گھوڑ سواروں کا دستہ ہی کافی تھا اور وہ پیغام ملتے ہی فوراً بھیجا جا سکتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ بڑے ہنگامی حالات میں قافلہ کا راستہ روکنے کیلئے مدینہ سے نکلے تھے اور جن مسلمانوں کی سواریاں مدینہ کی بیرونی بستیوں میں تھیں انہیں اپنی سواریاں لانے کا بھی موقعہ نہیں مل سکا تھا رسول اللہ ﷺ قافلہ کا راستہ روکنے کیلئے مدینہ سے مکہ کی طرف تشریف لے گئے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو قافلہ کی خبر تاخیر سے موصول ہوئی تھی اسی تاخیر کے سبب جب آپ ﷺ ذفران پہنچے تو خبر ملی تھی کہ قافلہ تو آگے نکل گیا ہے مکہ کے قریش کو بھی قافلہ کے بچ کر نکل جانے کی خبر بدر سے دو روز پہلے جحفہ میں ہی مل گئی تھی لیکن انہوں نے واپس جانے کی بجائے بدر کی طرف سفر جاری رکھا تھا تا کہ اس علاقہ کے ان قبائل پر جو ریاست مدینہ سے دوستی، تعاون اور غیر جانبداری کے معاہدے کر چکے تھے یا آگے چل کر کر سکتے تھے قریش کی قوت کا سکہ جم جائے ابو جہل نے کہا تھا ''خدا کی قسم ہم بدر سے ہو کر ہی واپس لوٹیں گے ہم تین دن وہاں قیام کریں گے دعوتیں اڑائیں گے لوگوں کو کھانا کھلائیں گے شراب پلائیں گے اور ناچ گانے کی محفلیں منعقد کریں گے جب بدر میں ہمارے قیام اور دعوتوں کی خبر پھیلے گی تو لوگوں پر ہمارا رعب اور دبدبہ قائم ہو جائے گا اور ہماری شہرت پورے عرب میں پھیل جائے گی۔''

رسول اللہ ﷺ مدینہ سے قریش سے لڑائی کیلئے نہیں نکلے تھے ریاست مدینہ کی پالیسی دشمن کو اپنی قوت اور عزم کا احساس دلانے اس کے اتحادیوں کو اپنے ساتھ ملانے یا غیر جانبدار بنانے اور مکہ کے اسلام دشمنوں کو عملاً یہ بتانے کی تھی کہ اگر وہ باز نہ آئے تو ان کا تجارتی راستہ بند کیا جا سکتا ہے ان کے قافلہ کا راستہ روکنے میں اتنی دلچسپی بھی اسی وجہ سے تھی رسول اللہ ﷺ نے الروحاء سے حضرت ابولبابہؓ کو واپس مدینہ بھیج دیا تھا۔ نو عمر لڑکوں کو بھی وہیں سے واپس مدینہ بھیج دیا گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قافلہ والوں سے لڑائی کا امکان موجود تھا اور رسول اللہ ﷺ اس کیلئے بھی تیار تھے مگر مدینہ سے آپ ﷺ کسی بڑی لڑائی کیلئے نہیں نکلے تھے۔ اسی لئے سارے مسلمان اس لشکر میں شامل نہیں ہو سکے تھے قرآن کریم کے مطابق بدر کی لڑائی تو اللہ تعالیٰ کے اپنے منصوبے کے تحت ہوئی تھی ''مسلمان سمجھ رہے تھے کہ وہ قریش کا قافلہ روکنے جا رہے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو حق ثابت کرنے اور مکہ کے مشرکوں کی جڑ کاٹنے کیلئے انہیں بدر کے میدان کی طرف لے جا رہے تھے۔'' حضرت ابو ایوب انصاری کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے خبر ملی ہے کہ ابو سفیان کا قافلہ واپس آ رہا ہے کیا تم اس قافلے کی طرف جانے کو تیار ہو؟ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں مالِ غنیمت دلوا دیں''۔ ہم ساتھ جانے کو تیار ہو گئے ایک یا دو دن کے سفر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ''قریش کے خلاف جہاد کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہیں تمہارے آنے کا علم ہو گیا ہے اور وہ تم سے لڑنے آ رہے ہیں'' ہم نے عرض کیا ''واللہ ہم میں تو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہم تو صرف قافلے کے ارادے سے آئے ہیں'' آپ ﷺ نے دوبارہ یہی سوال کیا تو ہم نے پھر وہی جواب دیا مگر مقدادؓ نے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ ہم آج آپ ﷺ کو وہ

جواب نہیں دیں گے جو موسیٰ کی قوم نے انہیں دیا تھا کہ ''تو اور تیرا رب جا کر کافروں سے لڑو ہم تو آگے نہیں جائیں گے'' یہ جواب سن کر ہمیں بہت افسوس ہوا کہ ہم نے کیوں یہی جواب نہ دیا ہم نے یہی جواب دیا ہوتا تو قافلہ سے ملنے والے مال سے بھی بہتر تھا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روحا پہنچ کر صحابہ کرام کو بتایا تھا کہ قریش تو لڑائی کیلئے آ رہے ہیں اور پوچھا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے تو حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت مقدادؓ کے جوابات کے بعد حضور ﷺ نے پھر فرمایا کہ ''مجھے مشورہ دو'' تو حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا تھا ''یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہم سے دریافت فرما رہے ہیں؟ اس اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو عزت اور بزرگی دی ہے اور جس نے آپ ﷺ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے مجھے قریش کے لشکر کے بارے میں کوئی علم نہیں اور نہ ہی میں نے کبھی ان راستوں پر سفر کیا ہے ہاں میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ ﷺ برک الغماد تک بھی چڑھائی کریں تو واللہ ہم آپ ﷺ کی رکاب تھامے آپ ﷺ کے پیچھے ہوں گے ہم ان کی طرح نہیں جنہوں نے موسیٰ سے کہہ دیا تھا کہ تو اپنے ساتھ اپنے پروردگار کو لے اور دونوں لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نہیں ہرگز ہم ایسا نہیں کہیں گے یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ آگے چلیں اللہ آپ ﷺ کی مدد کرے ہم کفار کے خلاف جہاد کیلئے صدق دل سے تیار ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کسی بھی مقصد کیلئے نکلے ہوں اب اگر کوئی نیا کام درپیش ہے تو بسم اللہ کریں ہم فرمانبرداری سے منہ پھیرنے والے نہیں آپ ﷺ جس سے چاہیں تعلق قائم کر لیں اور جس سے پسند فرمائیں ناطہ توڑ لیں جس سے چاہیں عداوت فرمائیں جس سے چاہیں محبت کریں ہم اسی طرح آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے یا رسول اللہ ﷺ ہماری جانیں اور ہمارے مال حاضر ہیں۔''

یہ تھی وہ صورت حال جب اللہ کے رسول ﷺ کو قریش مکہ کے لشکر کی آمد کی خبر موصول ہوئی تھی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟

حقیقت مشورہ

اکثریت نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بار بار ''مجھے مشورہ دو'' اس لئے فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ کے ساتھیوں میں اکثریت انصار کی تھی اور انصار نے عقبہ کی گھاٹی میں جو عہد کیا تھا اس میں مدینہ سے باہر کسی دشمن سے لڑائی میں آپ ﷺ کا ساتھ دینا شامل نہیں تھا اس لئے آپ ﷺ جاننا چاہتے تھے کہ انصار درپیش مقابلے میں ساتھ دیں گے یا نہیں اگر درپیش صورتحال کا تجزیاتی انداز میں جائزہ لیا جائے تو ''مجھے مشورہ دو'' کا مطلب ہرگز یہ نہیں نکلتا ویسے بھی عقبہ کی گھاٹی میں انصار کے عہد کرنے والوں پر واضح کر دیا گیا تھا کہ ''تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دے کر سارے عرب کو اپنا دشمن بنا رہے ہو'' اور انہوں نے گورے اور کالے کی

دشمنی کو قبول کر کے وہ عہد کیا تھا (تفصیل کیلئے دیکھیں الامین ﷺ جلد دوم حاشیہ گیارہ باب غزوہ بدر) بدر کے وقت اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا تھا "اب کیا کرنا چاہیے" تو احد کے وقت بھی تو آپ ﷺ نے انصار و مہاجرین سب سے اسی انداز میں بار بار پوچھا تھا کہ "لڑائی کا میدان کہاں ہونا چاہیے؟ یا لڑائی کیسے کرنا چاہیے؟" خندق کے وقت بھی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کے بعد ہی خندق کھودنے کا فیصلہ فرمایا تھا حالانکہ اس وقت تو مدینہ سے باہر والا کوئی مسئلہ تھا ہی نہیں پھر بھی سب کو شریک مشورہ کیا گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ سب سے مشورہ طلب کیا کرتے تھے بدر کے وقت آپ ﷺ نے سب سے رائے طلب فرمائی کہ اب جو نئی صورتحال سامنے آگئی ہے اس میں کیا کرنا چاہیے تو حضرت سعدؓ بن معاذ کی بات ختم ہوتے ہی فرمایا تھا "اے سعد اللہ تعالیٰ کا فیصلہ انشاء اللہ اس سے بہتر ہوگا۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے تو اہل توحید کو خوشخبری بھی دے دی تھی کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو میں سے ایک جماعت کا وعدہ فرمایا ہے۔"

اور "واللہ میں گویا ان لوگوں کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں"

اس نئی صورتحال اور مسلمانوں کی لڑائی کی بجائے قافلہ کی طرف جانے کی خواہش اور اپنے منصوبے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتایا ہے

☆ "جیسا کہ تیرے پروردگار نے
تجھے تیرے گھر (مدینہ) سے بہترین تدبیر
کے ساتھ نکالا
حالانکہ مومنوں کا ایک گروہ
اسے (قافلہ کی بجائے میدان جنگ کی طرف جانے کو) پسند نہیں کرتا تھا (4:8)

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کا بغیر کسی تیاری کے جلدی سے مدینہ سے نکلنا اللہ تعالیٰ کی اپنی تدبیر تھی جسے قرآن کریم میں بہترین تدبیر کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس حسن تدبیر کا سبب بھی بیان فرما دیا ہے

☆ "یاد کر جب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ
دو جماعتوں میں سے
ایک تمہارے ہاتھ آجائے گی
تم چاہتے تھے کہ
تمہارے ہاتھ وہ جماعت آجائے

جو (جنگی) شان والی نہیں
اور اللہ چاہتا تھا کہ وہ
اپنی تدبیر (امر) سے
حق کو (دین حق کو)
حق (سچا) ثابت کردے
اور کافروں کی جڑ کاٹ دے
تاکہ حق کو حق
اور باطل کو باطل
ثابت کردے
خواہ مجرموں کو برا ہی لگے''۔(8:7،8)

اس کے بعد بدر کے میدان میں ہوا کیا تھا

اللہ کا منصوبہ کامیاب ہونا تھا وہ ہو گیا تھوڑے سے مسلمانوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی قیادت میں مشرکین مکہ (اللہ کے مجرموں) کو اللہ کی مدد سے ایسی سزا دی کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا افرادی قوت، جنگی وسائل اور قریش کی شان و شوکت کو سامنے رکھ کر آج بھی کوئی یہ سوچ نہیں سکتا کہ اتنے بڑے لشکر کو ایسی ذلت آمیز شکست ہو سکتی تھی اور اللہ کی طرف سے مدد کے وعدے کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے وہ ساری تدابیر اختیار کی تھیں جو ایسے حالات میں مقابلے کیلئے ضروری تھیں اور آپ ﷺ کی پیغمبرانہ فراست اور قیادت نے تاریخ انسانی کا رخ پلٹ دیا تھا۔

مشن کی اولیت

حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ شدید بیمار تھیں ایک طرف ذاتی دکھ تھا اور دوسری طرف اللہ کی طرف سے سونپے مشن کے تقاضے تھے اور قافلے کے بارے میں خبر موصول ہوتے ہی آپ ﷺ نے مشن کے تقاضوں کو اہمیت دی تھی۔

رسول اللہ ﷺ، حضرت علیؓ اور حضرت ابولبابہؓ کے حصے میں سواری کا ایک اونٹ آیا تھا حضرت علیؓ اور حضرت ابولبابہؓ نے درخواست کی حضور ﷺ آپ سوار ہو کر چلیں ہم ساتھ پیدل چلیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''پیدل چلنے میں تم دونوں مجھ سے طاقتور نہیں اور نہ ہی میں ثواب سے بے نیاز ہوں میں پیدل چلنے کا زیادہ ثواب کیوں چھوڑ دوں'' رسول اللہ ﷺ سارا راستہ باری باری پیدل چلتے اور اونٹ پر سواری کرتے رہے کسی

فوج کے کمانڈر انچیف اور عام سپاہی کے درمیان مشکلات برداشت کرنے کی ایسی مساوات کی مثال دنیا میں کہیں اور نہیں مل سکے گی آپ ﷺ اہل توحید کے دین و دنیا کے امور میں امام تھے اس کے باوجود آپ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے بھی سفر اور ثواب میں وہی معیار مقرر کیا جو عام سپاہی کیلئے تھا حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 53 سال کے قریب تھی۔

ایک مشرک نے مال کی خاطر لشکر توحید میں شامل ہونے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''ہم مشرک سے قطعاً مدد نہیں لیتے تم واپس چلے جاؤ'' حالانکہ وہ ایک بہادر آدمی تھا اور آپ ﷺ کو ایسے آدمی کی ضرورت تھی لیکن چونکہ اس سفر اور مشن کی بنیاد دنیاوی مفاد نہیں دینی مشن تھی اور وہ مشرک دنیاوی فائدے کی خاطر لشکر کے ساتھ جانا چاہتا تھا آپ ﷺ نے تین بار اس کی درخواست مسترد فرمادی اور جب تک اس نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ پر ایمان لانے کا اعلان نہیں کر دیا تھا آپ ﷺ نے اسے لشکر توحید میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔

الروحا میں خبر ملی کہ قریش مکہ بڑا لشکر لے کر لڑائی کیلئے آرہے ہیں تو آپ ﷺ نے سب صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے اور سب کے مشورہ کے بعد مشرکین سے لڑائی کا فیصلہ کیا تھا چند یا منتخب صحابہ کی الگ میٹنگ بلا کر اس میں فیصلہ نہیں کیا گیا تھا سب کے سامنے صورتحال پیش کر کے سب سے رائے لی تھی تا کہ جو بھی فیصلہ کیا جائے سب اپنے کو اس میں شامل محسوس کریں کمانڈر سپاہیوں اور افسروں کے مجمع میں صورتحال تو بیان کیا کرتے ہوں گے مگر فیصلہ کبھی کسی کمانڈر یا کمانڈر انچیف نے ان کی رائے کے مطابق نہیں کیا تھا بلکہ صورتحال کے بارے میں اپنے خطاب کے بعد کمانڈر اپنا فیصلہ اور حکم سنایا کرتے تھے اور سنایا کرتے ہیں مگر اہل توحید کے دینی اور دنیاوی سب ہی امور میں امام ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں نہ فیصلہ سنایا تھا اور نہ ہی لڑائی کیلئے آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا بلکہ سب کے مشورہ کے مطابق فیصلہ کیا تھا۔

جب الروحا میں مشرکین کے لشکر کی آمد کی خبر موصول ہوئی اور صحابہ کے جلسہ عام میں مشورہ کے بعد لڑائی کا فیصلہ ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرما کر واپس بھیج دیا ریاست کے دینی اور دنیاوی امور میں امام لڑائی کیلئے جا رہے تھے اور ریاست کو امیر کے بغیر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا آپ ﷺ نے مشورہ کی اہمیت اور ضرورت کے بعد امیر کی ضرورت اور اہمیت بھی اپنے عمل سے واضح کر دی۔

حضرت حسیلؓ اور حضرت حذیفہؓ مکہ سے مدینہ کیلئے نکلے تو مشرکوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور کہا کہ ہم تمہیں ایک ہی صورت میں چھوڑیں گے جب تم وعدہ کرو کہ تم محمد ﷺ کے لشکر میں شامل نہیں ہو گے انہوں نے مجبوراً وعدہ کر لیا اور اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی مجبوری پیش کر کے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تم نے قریش کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرو'' اور انہیں لشکر میں توحید شامل ہونے کی

اجازت نہیں دی تھی آپ ﷺ نے مجبوری کی حالت میں بھی دشمن سے کیا وعدہ بھی پورا کرنے کی تربیت دی حالانکہ وہ وعدہ ان کا مجبوری کی حالت میں کیا ذاتی وعدہ تھا اور لشکر میں شامل ہونا دینی اور ملی ضرورت تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمت

رسول اللہ ﷺ نے صحراؤں اور ریگستانوں میں سے گزرنے والے راستوں کے ماہر کو ساتھ رکھا اور خبریں موصول کرنے والوں کو آگے بھیج دیا تھا لیکن اس انتظام کے باوجود بدر پہنچتے ہی آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ صدیق کو ساتھ لے کر خود زمینی صورتحال کا اپنی آنکھوں سے جائزہ لینے اور دشمن کے بارے میں خبریں معلوم کرنے آگے گئے تا کہ اس کے مطابق منصوبہ بندی کی جائے حضرت حبابؓ بن منذر نے کیمپ کی جگہ تبدیل کرنے کی تجویز دی تو آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور پانی کے چشموں پر قبضہ کر لیا دوسری طرف قریش کے سرداروں نے ان پہلوؤں کو سامنے نہیں رکھا تھا رسول اللہ ﷺ کے ایسے اقدامات اور پیشگی منصوبہ بندی کا لڑائی میں مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوا۔

میدان جنگ کا جائزہ لے کر رسول اللہ ﷺ نے رات کو ہی صف بندی کا خاکہ تیار کر لیا تھا اور سب کو بتا دیا تھا کہ صبح کس کا دستہ کس پوزیشن پر ہو گا اپنے کمان کے چھپر کی جگہ متعین کر کے وہ چھپر بھی رات سے پہلے تیار کروا لیا تھا رات کو اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی تو مسلمان درختوں کے نیچے آرام کرتے رہے سوتے رہے اور اللہ کے رسول ﷺ خود ساری رات جاگ کر اللہ سے دعائیں کرتے رہے اور ایک طرح سے نگرانی کا فرض بھی خود ادا کرتے رہے۔

پہلے سے میدان جنگ کا جائزہ لے کر منصوبہ بندی کا یہ فائدہ ہوا کہ بارش کا پانی اس نشیبی جگہ پر جمع ہو گیا تھا جو آپ ﷺ نے دشمن کی فوجوں کی صف بندی کیلئے چھوڑ دی تھی بارش سے وہاں کیچڑ ہو گیا تھا اور مشرکوں کو اس کیچڑ کی وجہ سے صف بندی اور لڑائی میں بہت دشواریاں پیش آئی تھیں۔

شام کا اندھیرا پھیلتے ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو مشرکوں کے کیمپ کی طرف بھیج دیا اور فرمایا ''اس ٹیلے کے پیچھے بے آباد کنویں پر سے تمہیں کچھ خبر مل جائے گی'' گشتی دستہ وہاں سے قریش کے پانی بھرنے والوں کو پکڑ لایا جن سے آپ ﷺ کو دشمن کی تعداد جیسی اہم معلومات حاصل ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ خود فرما چکے تھے کہ میں مشرکوں کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں اس کے باوجود آپ ﷺ ساری رات اللہ کے حضور کھڑے ہو کر دعا مانگتے رہے اور ''یا حیّ یا قیوم'' کا ورد فرماتے رہے آپ ﷺ کی چادر کندھوں سے گر گئی تو حضرت ابو بکرؓ صدیق

نے اٹھا کر آپ ﷺ کے کندھوں پر چادر ڈالتے ہوئے کہا "یا رسول اللہ ﷺ دعا کافی ہو چکی اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈالیں اللہ نے آپ ﷺ سے مدد کا جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔"

یقین اور ایمان کی اس حالت کے باوجود آپ ﷺ وہ ساری رات اللہ سے دعائیں کرتے رہے تھے۔ صبح اللہ کے رسول ﷺ نے خود آوازیں دے کر سوئے ہوئے صحابہ کرام کو نماز کیلئے جگایا نماز کے بعد اللہ سے مدد اور نصرت کی دعا کی اور میدان جنگ میں صفیں درست فرما کر ہدایت فرمائی "میدان جنگ میں صبر اور استقامت سے کام لینا جب تک میں نہ کہوں کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے جب تک دشمن زد میں نہ آجائے ہتھیار استعمال نہ کئے جائیں" آپ ﷺ نے تیراندازوں کو ہدایت فرمائی کہ جب تک دشمن پوری طرح زد میں نہ آجائیں ان پر تیر چلا کر اپنے تیر ضائع نہ کرنا رسول اللہ ﷺ سارے انتظامات کر چکے تھے لیکن مشرک ابھی تک اپنے کیمپ سے بھی باہر نہیں آئے تھے۔

اہل توحید کی تعداد بہت تھوڑی تھی ان کے پاس ہتھیار بھی ناکافی تھے رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں کی تعداد، ان کے ہتھیاروں اور سواروں کی صلاحیت کو سامنے رکھ کر لڑائی کا ایسا منصوبہ بنایا جو اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں بنایا تھا۔ آپ ﷺ نے عربوں کے روایتی طریق جنگ پر عمل نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس طریقہ پر عمل کیا تھا جو ایرانیوں اور رومیوں کا صدیوں سے صف بندی کا طریقہ چلا آرہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر میں Unity of Command کے جس اصول پر عمل کیا تھا مغرب کے ماہرین جنگ اٹھارھویں صدی میں اس طریقہ کو اختیار کرنے تک پہنچے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس سے پہلے کبھی کوئی جنگ نہیں لڑی تھی آپ ﷺ نے کسی فوجی اکاڈمی میں علوم جنگ بھی نہیں سیکھے تھے اپنی پیغمبرانہ فراست سے آپ ﷺ نے روز بدر جو لڑائی کے اصول متعین فرمائے تھے دنیا کی بڑی بڑی فوجی درس گاہوں میں صدیوں سے ان پر تحقیق ہو رہی ہے۔

انفرادی مقابلوں میں رسوائی کے بعد قریش نے عام حملہ کر دیا تو اہل توحید اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایات کے مطابق اپنی صفوں میں جمے رہے۔ اپنی ساری قوت اور ہتھیاروں کے باوجود مشرک کسی ایک بھی جگہ اہل توحید کی کسی صف میں شگاف نہیں ڈال سکے تھے۔ تیراندازوں نے ان کے گھوڑوں کے منہ پھیر دیئے اور پھر رسول اللہ ﷺ اپنے چھپر سے نکل کر مجاہدین کی اگلی صفوں میں پہنچ گئے اور "یلغار کر دو" کا حکم دے کر اہل توحید کی قیادت کرنے لگے حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ "بدر کے روز ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے پناہ لیتے رہے آپ ﷺ دشمن سے لڑنے والوں میں سب سے آگے تھے اور اس روز سب سے مضبوطی سے لڑنے والے بھی آپ ﷺ ہی تھے" آپ ﷺ اپنے چھپر سے جنگ کی صورتحال کی کمان کرتے رہے، مختلف دستوں کو ہدایات بھیجتے رہے اور جب دشمن پر عام حملہ کا مرحلہ آیا تو کمان آفس سے اگلی صفوں میں پہنچ گئے۔

محمد بن عبداللہ ﷺ خدا کے آخری نبی تھے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صرف وعظ و نصیحت کا ہی مشن نہیں

سونپا تھا اللہ نے آپ ﷺ کو زمین پر اپنی حاکمیت کے قیام کیلئے بھیجا تھا۔ چونکہ آپ ﷺ کا مشن کسی بھی حوالے سے ادھورا نہیں تھا اس لئے اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے محمد بن عبداللہ ﷺ زمین پر اللہ کے مکمل نبی اور کامل انسان تھے اور اللہ نے آپ ﷺ کو وہ ساری انسانی صلاحیتیں بھی عطاء کر دی تھیں جو اس سے پہلے کسی انسان کو نہیں دی گئی تھیں۔

خونی رشتوں کا قتل عام

اہلِ توحید کی تعداد بھی کم تھی ان کے پاس وسائل جنگ بھی بہت محدود تھے ان کے پاس تو بارش سے بچنے کیلئے خیمے بھی نہیں تھے وہ تو بارش سے بچنے کے لئے بھی درختوں کے نیچے لیٹے اور بیٹھے رہے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے حوصلے بڑھا دیئے تھے انہیں اللہ کی مدد اور اللہ کے رسول ﷺ کی قیادت پر پختہ یقین تھا وہ رات آرام سے سوئے تھے، صبح جب ایمان اور یقین کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان میں اترے تو وہ اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے بیتاب تھے نسل، قبیلے اور خون کا کوئی رشتہ ان کیلئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا جب رسول اللہ ﷺ دعا فرما رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے عرض کیا تھا ''اللہ نے آپ ﷺ سے مدد کا جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔''

قریش کے لشکر سے جو مشرک حوض کی منڈھیر توڑنے کی قسم اٹھا کر نکلا تھا وہ حضرت ابوسلمہؓ کا بھائی اسود بن عبدالاسد تھا اور حضرت حمزہؓ نے اسے قتل کر دیا تھا حضرت ابوسلمہؓ حضرت حمزہؓ کے بھانجے تھے اور اسلامی لشکر کے ساتھ تھے اسود اور حضرت ابوسلمہؓ کا باپ ایک تھا عبدالاسد اور مائیں الگ الگ تھیں۔

الگ الگ مقابلوں میں سب سے پہلے مشرکوں کے کمانڈر انچیف عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے علی کے ساتھ مقابلے کیلئے آئے تھے عتبہ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی عقیل کا سسر تھا جس کا بیٹا ابوحذیفہؓ داماد عبدالرحمٰن بن عوف اور بھانجا شاس بن عثمان رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں تھے اور عقیل بن ابوطالب مشرکوں کے ساتھ تھا اور حضرت علیؓ نے عتبہ کے بیٹے کو مقابلے میں قتل کر دیا تھا جو عقیل کا سالا تھا اور عتبہ کا بھائی شیبہ حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا تھا عتبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے مل کر اسے قتل کر دیا تھا۔ وہ حضرت علیؓ کے بھائی اور حضرت حمزہؓ کے بھتیجے کا سسر تھا۔

اس روز حضرت عمر فاروقؓ نے لڑائی میں اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہاشم بن مغیرہ کو قتل کیا تھا اور حضرت ابوعبیدہؓ نے اس روز اپنے والد عبداللہ کو قتل کیا تھا جو بار بار ان کے سامنے آ جاتا تھا۔

بدر کے روز حضرت مصعبؓ بن عمیر لشکر اسلام کے علمبردار تھے اور ان کے بھائی ابوعزیز بن عمیر مشرکین کے علمبردار تھے ابوعزیز بن عمیر کو گرفتار کر لیا گیا تو حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اسے گرفتار کرنے والے

انصاری سے کہا "اس کو مضبوط کر کے باندھنا" ابوعزیز نے کہا کہ آپ میرے بھائی ہو کر ایسا کہہ رہے ہیں تو حضرت مصعبؓ بن عمیر نے جواب دیا تھا "میرے بھائی تم نہیں بلکہ تمہیں گرفتار کرنے والے انصاری ہیں۔"

جب قریش مکہ بدر کیلئے لشکر تیار کر رہے تھے تو ان کے ایک سردار سہیل بن عمرو نے مکہ میں اعلان کروایا تھا "اگر کسی کو لشکر کیساتھ جانے کیلئے مال کی ضرورت ہے تو وہ مجھ سے لے لے اگر کسی کے پاس ہتھیار نہیں تو وہ بھی حاضر ہیں" بدر کے راستے میں قدید کے مقام پر سہیل بن عمرو نے دس اونٹ ذبح کر کے قریش کے سارے لشکر کی دعوت کی تھی۔ سہیل بن عمرو کے دو بھائی سلیطؓ بن عمرو اور ابو حاطبؓ بن عمرو دو داماد حضرت ابو حذیفہؓ اور حضرت ابو سبرۃؓ رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں شامل تھے اور اس کا اپنا بیٹا عبداللہ جسے وہ مکہ سے اپنے ساتھ لایا تھا میدان جنگ میں قریش کے لشکر سے بھاگ کر اللہ کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ تشریف لے گئے تھے تو سہیل بن عمرو کے دونوں بازو اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ بھی بدر کے جنگی قیدیوں میں شامل تھا سہیل بن عمرو کے حلیف سعدؓ بن خولہ اور آزاد کردہ غلام حضرت عمیرؓ بن عوف بھی اللہ والوں کے لشکر میں شامل تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے چچا حمزہؓ، تایا زاد بھائی حضرت علیؓ اور پانچ پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عبداللہؓ بن جحش، حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد، حضرت ابو سبرۃؓ بن ابی رہم، اور حضرت طلیبؓ بن عمیر بن وہب آپ ﷺ کے ساتھ تھے جبکہ آپ ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب آپ ﷺ کے تایا زاد بھائی عقیل بن ابو طالب اور داماد ابوالعاص مشرکین کے ساتھ تھے اور جنگی قیدیوں میں شامل تھے آپ ﷺ کے تایا زاد طالب بن ابو طالب بھی مشرکین کے ساتھ آئے تھے مگر جنگ سے پہلے ہی واپس مکہ لوٹ گئے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ صدیق اور ان کے فرزند حضرت عبداللہ رسول ﷺ کے لشکر میں تھے جبکہ حضرت ابو بکرؓ صدیق کے بیٹے عبدالرحمٰن مشرکین کی طرف سے لڑ رہے تھے امیہ بن خلف شرک کے دو بڑے سرداروں میں سے تھا اور ان کے ساتھ تھا جبکہ اس کے چچا حبیب کے چار پوتے حضرت عثمانؓ بن مظعون، حضرت عبداللہؓ بن مظعون، حضرت قدامہؓ بن مظعون، حضرت سائبؓ بن مظعون، اور اس کی بیوی کا بھتیجا حضرت معمرؓ بن حارث رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں شامل تھے۔

مکہ کے قریش کے صرف دو قبیلے ایسے تھے جن کے کسی ایک بھی فرد نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے خلاف بدر کی لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا وہ تھے رسول اللہ ﷺ کا ننھیالی قبیلہ بنو زہرہ اور حضرت عمرؓ فاروق کا قبیلہ بنو عدی، بنو زہرہ کو اخنس بن شریق قافلہ کے بچ نکلنے کی خبر پر واپس مکہ لے گیا تھا اور بنو عدی کا کوئی فرد مکہ سے ہی مشرکین کے لشکر کے ساتھ نہیں آیا تھا رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں بھی زیادہ تعداد سترہ مجاہد بنو عدی اور اس کے حلیفوں کی تھی۔ بنو عدی کے کسی فرد نے کبھی بھی مسلمانوں کے خلاف کسی لڑائی میں شرکت نہیں کی

توحید نے پہلے دل فتح کیے اور پھر بدر کے معرکہ میں شرک اور اس کے "بادشاہوں" کو ایسی عبرت ناک شکست دی کہ زمین عرب ان کے پاؤں کے نیچے سے نکلنا شروع ہوگئی۔ شرک کی مکمل شکست کی راہ بدر کے معرکہ نے ہموار کردی تھی تھوڑے سے اہل توحید کی قریش کے بہت بڑے لشکر کے خلاف وہ بہت بڑی فتح اللہ کی مدد اللہ کے رسول ﷺ کی قیادت اور اہل توحید کی ایمان اور یقین کی قوت کا نتیجہ تھی۔

بدر کے میدان میں

شرک کی جڑ کٹ گئی

اور باطل کے خلاف حق کی سچائی اور بڑائی ثابت ہوگئی

اور یہی اللہ تعالیٰ کا منصوبہ تھا

بدر میں حصہ لینے والے مہاجروں کی تعداد

توحید اور شرک کے اس معرکہ میں جن مہاجرین نے حصہ لیا تھا ان کی تعداد اور تفصیل اس طرح ہے:

نمبر شمار	بدری مہاجر کا نام	قبیلہ	ضروری تفصیل
1	رسول اللہ ﷺ	بنو ہاشم	
2	حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب	بنو ہاشم	
3	حضرت علیؓ بن ابو طالب	بنو ہاشم	
4	حضرت زید بن حارثہ	رسول ﷺ کے آزاد کردہ غلام	
5	حضرت ابو کبشہؓ	رسول ﷺ کے آزاد کردہ غلام	
6	حضرت آنسہ	رسول ﷺ کے آزاد کردہ غلام	
7	حضرت صالحؓ شقران	رسول ﷺ کے آزاد کردہ غلام	
8	حضرت ابو مرثدؓ کناز بن حصین	حضرت حمزہؓ کے حلیف	
9	حضرت مرثدؓ بن ابو مرثد کناز	حضرت حمزہؓ کے حلیف	
10	حضرت عبیدہؓ بن حارث	بنو مطلب	شہید بدر
11	حضرت طفیلؓ بن حارث	بنو مطلب	
12	حضرت الحصین بن حارث	بنو مطلب	
13	حضرت مسطحؓ بن اثاثہ	بنو مطلب	

14	حضرت عبداللہؓ بن سعید بن عاص	بنوعبدالشمس	شہید بدر (ابن اثیر ص 239۔ج 5)
15	حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ	بنوعبدالشمس	
16	حضرت سالمؓ	حضرت ابوحذیفہؓ کے مولیٰ	
17	حضرت عبداللہ بن جحش	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	
18	حضرت عکاشہؓ بن محصن	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	
19	حضرت ابوسنانؓ بن محصن	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	
20	حضرت سنانؓ بن ابوسنان	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	
21	حضرت شجاع بن وہب	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	
22	حضرت ابوسفیانؓ بن وہب	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	(ابن اثیر ص 140۔ج 11)
23	حضرت عقبہؓ بن وہب	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	
24	حضرت اربد بن حمیرہ	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	
25	حضرت یزیدؓ بن رقیش	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	
26	حضرت وہبؓ بن عبد بن محصن	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	(عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب ص 269)
27	حضرت محرزؓ بن نصلہ	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	
28	حضرت ربیعہ بن کثمؓ	بنوعبدالشمس کے حلیف (بنوغنم)	
29	حضرت مالکؓ بن عمرو	بنوغنم کے حلیف	
30	حضرت ثقفؓ بن عمرو	بنوغنم کے حلیف	
31	حضرت مدلجؓ بن عمرو	بنوغنم کے حلیف	
32	حضرت عتبہؓ بن غزوان	بنونوفل کے حلیف	
33	حضرت خبابؓ	حضرت عتبہ بن غزوان کے مولیٰ	
34	حضرت زبیرؓ بن العوام	بنواسد	
35	حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ	بنواسد کے حلیف	
36	حضرت سعدؓ	حضرت حاطبؓ کے آزاد کردہ غلام	
37	حضرت معصبؓ بن عمیر	بنوعبدالدار	

38	حضرت سویبطؓ بن سعد بن حرملہ	بنو عبد الدار	
39	حضرت طلیبؓ بن عمیر بن وہب	بنو عبد بن قصی	(ابن اثیر ص 83۔ج5)
40	حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف	بنو زہرہ	
41	حضرت سعدؓ بن ابی وقاص	بنو زہرہ	
42	حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص	بنو زہرہ	شہید بدر
43	حضرت مقدادؓ بن عمرو	بنو زہرہ کے حلیف	
44	حضرت عبد اللہؓ بن مسعود	بنو زہرہ کے حلیف	
45	حضرت مسعودؓ بن ربیعہ القاری	بنو زہرہ کے حلیف	
46	حضرت ذوالشمالین عمیر بن عبد عمرو خزاعی	بنو زہرہ کے حلیف	شہید بدر
47	حضرت عتبہؓ بن مسعود	بنو زہرہ کے حلیف	امام بخاری
48	حضرت خبابؓ بن الارت	بنو زہرہ کے حلیف	
49	حضرت ابو بکرؓ صدیق	بنو تیم	
50	حضرت عبد اللہؓ بن ابو بکر	بنو تیم	
51	حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ	بنو تیم	
52	حضرت عامرؓ بن فہیرہ	حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام	
53	حضرت بلالؓ بن رباح	حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام	
54	حضرت صہیبؓ بن سنان رومی	حلیف	
55	حضرت ابو سلمہؓ بن عبد الاسد	بنو مخزوم	
56	حضرت شماسؓ بن عثمان	بنو مخزوم	
57	حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم	بنو مخزوم	
58	حضرت عثمانؓ بن ارقم	بنو مخزوم	ابن اثیر ص 210۔ج6) شہید بدر
59	حضرت معتبؓ بن عوف بن عامر	بنو مخزوم کے حلیف	
60	حضرت عمارؓ بن یاسر	آزاد کردہ غلام	
61	حضرت عمرؓ بن الخطاب	بنو عدی	

62	حضرت زیدؓ بن الخطاب	بنوعدی		
63	حضرت سعیدؓ بن زید	بنوعدی		
64	حضرت عمروؓ بن سراقہ	بنوعدی		
65	حضرت عبداللہؓ بن سراقہ	بنوعدی		
66	حضرت سراقہؓ بن المعتمر بن انس	بنوعدی		
67	حضرت واقدؓ بن عبداللہ	بنوعدی کے حلیف		
68	حضرت خولیؓ بن ابی خولی	بنوعدی کے حلیف		
69	حضرت مالکؓ بن ابی خولی	بنوعدی کے حلیف		
70	حضرت عامرؓ بن ربیعہ	بنوعدی کے حلیف		
71	حضرت عامرؓ بن بکیر	بنوعدی کے حلیف		
72	حضرت خالدؓ بن بکیر	بنوعدی کے حلیف		
73	حضرت ایاسؓ بن بکیر	بنوعدی کے حلیف		
74	حضرت عاقلؓ بن بکیر	بنوعدی کے حلیف	شہید بدر	
75	حضرت ہلالؓ بن خولی بن ابی خولی	بنوعدی کے حلیف	(ابن اثیر ص 176۔ج3)	
76	حضرت عبداللہؓ بن خولی بن ابی خولی	بنوعدی کے حلیف	(ابن اثیر ص 176۔ج3)	
77	حضرت عبد یالیلؓ بن ثابت لیثی	بنوعدی کے حلیف	(عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب ص 367)	
78	حضرت مجعؓ بن صالح	آزاد کردہ غلام	شہید بدر	
79	حضرت عثمانؓ بن مظعون	بنوجمح		
80	حضرت سائبؓ بن عثمان بن مظعون	بنوجمح		
81	حضرت قدامہؓ بن مظعون	بنوجمح		
82	حضرت عبداللہؓ بن مظعون	بنوجمح		
83	حضرت سائبؓ بن مظعون	بنوجمح	(ابن اثیر ص 64۔ج3)	
84	حضرت معمرؓ بن حارث	بنوجمح		

85	حضرت خنیسؓ بن خدافہ	بنوسہم	
86	حضرت ابوسبرہؓ بن ابی رہم	بنوعامر بن لوی	
87	حضرت عبداللہؓ بن مخرمہ	بنوعامر بن لوی	
88	حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو	بنوعامر بن لوی	
89	حضرت سلیطؓ بن عمرو	بنوعامر بن لوی	عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ص366)
90	حضرت ابوحاطبؓ بن عمرو	بنوعامر بن لوی	
91	حضرت وہبؓ بن سعد بن ابی سرح	بنوعامر بن لوی	
92	حضرت سعدؓ بن خولہ	حلیف	
93	حضرت عمیرؓ بن عوف	آزاد کردہ غلام	
94	حضرت ابوشراک عمروؓ بن ابوعمرو	بنوفہر	شہید بدر (ابن اثیر ص151۔ ج 11)
95	حضرت صفوانؓ بن وہب بن ربیعہ	بنوفہر	شہید بدر (ابن اثیر ص34۔ ج5)
96	حضرت عمروؓ بن حارث بن زہیر	بنوفہر	(ابن اثیر ص128۔ ج7)
97	حضرت عیاضؓ بن زہیر	بنوفہر	
98	حضرت معمرؓ بن ابی سرح	بنوفہر	
99	حضرت عمروؓ بن ابی سرح	بنوفہر	
100	حضرت سہیلؓ بن عمرو بن ابوعمرو	بنوفہر	(عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب ص266)
101	حضرت سہلؓ بن بیضاء	بنوفہر	(عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب ص266)
102	حضرت وہب بن ابی سرح بن ربیعہ	بنوفہر	
103	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح	بنوفہر	
104	حضرت عیاض بن غنم بن زہیر	بنوفہر	

105	حضرت عوفؓ بن حارث بن رفاعہ	بنوفہر	(ابن اثیر ص 617۔ج 1)
106	حضرت مالکؓ بن عمیلہ بن سباق	بنوعبدالدار	(عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ص 368)

ابن کثیر نے 86 بدری مہاجرین کی جو فہرست دی ہے اس میں حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت صبیحؓ بھی شامل ہیں ان دونوں کو مندرجہ بالا فہرست میں شامل کرلیا جائے تو بدری مہاجرین کی تعداد 108ؓ ہو جاتی ہے اور یہ تعداد سیرت کی کسی بھی کتاب میں دی گئی تعداد سے بائیس زیادہ ہے اس تعداد کے حوالے سے حضرت زبیر بن العوام کی وہ روایت جس میں کہا گیا ہے کہ غزوہ بدر میں ایک سو سے زائد مہاجرین نے حصہ لیا تھا حقیقت کے قریب ترین معلوم ہوتی ہے۔ اس تفصیل کے مطابق بدر میں شہید ہونے والے مہاجرین بھی چھ نہیں آٹھ تھے اور بدر کے شہداء کی کل تعداد بھی اٹھارہ ہو جاتی ہے۔

اس سے ایک بار پھر یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے کسی بھی مرحلہ پر اہل توحید کی تعداد کے تعین میں جملہ مأخذ کو دیکھنا بہت لازم ہے اور اہل توحید کی اصل تعداد کسی بھی مرحلہ پر اس سے کافی زیادہ تھی جو سیرت مبارکہ کی کتابوں میں درج ہے اس لئے کسی بھی مرحلہ پر ان کتب میں دی گئی مسلمانوں کی تعداد کو اللہ کے دین کی قوت اور وسعت کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا توحید اور شرک کے اس معرکہ میں شرک کی پسپائی اور شکست کی رفتار اس سے بھی تیز تر تھی جو بتائی اور دکھائی جاتی ہے اور جزیرہ نمائے عرب کی وسعتوں اور اندھیاروں میں توحید کی روشنی اس سے بہت زیادہ تیزی سے پھیلی تھی جو ان کتب کے صفحات میں نظر آتی ہے اور مکہ اور عرب کے مشرکوں کی بدحواسی اور پریشانی کی بنیاد دعوت توحید کی یہی وسعت پذیری اور اللہ کے رسول ﷺ کی منصوبہ بندی اور پالیسی کی حیرت انگیز کامیابی تھی جس کی وجہ سے عرب کی سیاسی صورتحال تیزی سے تبدیل ہونے لگی تھی۔

وقت کا انوکھا واقعہ

عربوں کی قدیم تاریخ اس کے شاہد شعراء کے کلام میں محفوظ ہے غزوہ بدر کے بارے میں بھی اس میں حصہ لینے والے دونوں فریقوں کے حامی اور مخالف شعراء نے بہت سے قصیدے لکھے تھے ان قصیدوں میں روایتی مبالغہ بھی ہے اور خودستائی بھی پائی جاتی ہے اس کے باوجود وہ قصیدے واقعاتی سچائی کا اہم ذریعہ بھی ہیں ایک قصیدہ جو حضرت حمزہؓ سے منسوب ہے اس کے ابتدائی اشعار کا ترجمہ اس طرح ہے:

☆ ''تو نے وقت کا وہ انوکھا واقعہ نہیں دیکھا
اور موت کے اسباب تو معین ہوتے ہیں

ہوا ایسے کہ وہ قوم جس نے آپس میں کفر اور
نافرمانی پر قائم رہنے کا عہد کیا تھا ہلاک ہو گئی
ایک شام وہ اپنا جتھا لیکر بدر کیلئے نکلے
اور ہمیشہ کیلئے بدر کے سنگین کنویں میں دفن ہو گئے
ہم تو صرف قافلے کیلئے نکلے تھے
وہ آ گئے تو تقدیر ہمیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے لے آئی''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس نے خود مسلمانوں کو مدینہ سے اپنی بہترین تدبیر کے ساتھ نکالا تھا اور اس تدبیر کا مقصد اللہ کی طرف سے اپنے دین کو حق ثابت کرنا اور کافروں کی جڑ کاٹنا تھا مسلمان جو مدینہ سے ابو سفیان کے قافلہ کیلئے نکلے تھے اللہ کی تدبیر انہیں بدر کے میدان میں کافروں کے لشکر کے سامنے لے آئی تھی اور جب وہ مدینہ کی طرف لوٹے تھے تو قریش اور عرب کے ستر نامی گرامی سردار بدر کے اندھے کنویں میں نابود ہو چکے تھے اور ستر جنگی قیدیوں کا جتھا ان کے ساتھ تھا کافروں کی جڑ کٹ چکی تھی اور اللہ کے دین کی حقانیت ثابت ہو گئی تھی مدینہ سے نکلے کس مقصد کیلئے تھے اور لوٹ کس نصرت کے ساتھ رہے تھے۔

ریاست مدینہ اور نئی پالیسی

اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر سے ریاست مدینہ کی پالیسی کا رخ بھی تبدیل کر دیا تھا بدر سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ کی پالیسی مخالفوں کو اپنی قوت کا احساس دلانا اور انہیں ساتھ ملانا تھی تا کہ اندرونی امن اور استحکام قائم رہیں اور بیرونی دباؤ کو کم کیا جائے مگر اللہ کی تدبیر اور بدر میں توحید والوں کی کامیابی سے صورتحال بالکل ہی بدل گئی تھی اندرونی بھی اور بیرونی بھی عبداللہ بن ابی بن سلول اللہ کے دین اور رسول ﷺ کا کھلا دشمن تھا بدر میں شرک کی شکست فاش کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا" اس دین کا قافلہ چل نکلا ہے اب کوئی اس کا راستہ نہیں روک سکے گا" مقامی، سیاسی اور معاشرتی مجبوریوں اور حالات کے جبر کے تحت اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور اس کے پیروکار بھی مسلمان ہو گئے باہر کا کھلا دشمن اندر آ گیا ایک ہوشیار اور مکار اندرونی دشمن جو وفا شعاری کا عہد بھی دہراتا رہے اس کی چالوں اور منصوبوں کو ناکام بنانا بہت دشوار ہوتا ہے اس گروہ کے دل اور دماغ اللہ کے دین کے دشمنوں کے ساتھ تھے اور زبانیں اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کے دعوے کرنے لگی تھیں اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے زبانی دعوؤں کو قبول کیا ان کی سازشوں اور چالوں کو قوت کے ذریعے دبانے کی بجائے انہیں سمجھانے اور اکاموڈیٹ کرنے کی کوشش کی اور تصادم کی بجائے مفاہمت اور درگزر کے ذریعے اندرونی استحکام کو ترجیح دی۔

یہودیوں کی بدعہدی

مدینہ کے یہودیوں پر اہل توحید کی اس فتح کا اثر الٹا ہوا کعب بن اشرف نے بدر میں مسلمانوں کی فتح اور شرک کے سرداروں کے مارے جانے کی خبر سن کر کہا تھا" وہ تو عرب کے اہل مرتبہ کے بادشاہ تھے بخدا اگر واقعی محمد ﷺ نے انہیں قتل کر دیا ہے تو پھر زمین کے اوپر زندہ رہنے کی نسبت اس کے پیٹ میں چلے جانا زیادہ اچھا ہے۔"

مدینہ کی کل آبادی میں چالیس فیصد کے قریب یہودی تھے۔ انہوں نے دستور مدینہ کی پابندی کا عہد تو کرلیا ہوا تھا لیکن انہیں اُمید تھی کہ مکہ اور عرب کے مشرک ریاست مدینہ کو باقی نہیں رہنے دیں گے اس وجہ سے یہودی خود تصادم اختیار کرنے کی بجائے دوسروں کے ہاتھوں ریاست اور اسلام ختم ہو جانے کی امیدوں کے سہارے زندہ تھے مگر جب اللہ کی تدبیر نے حالات کا رُخ پلٹ دیا اور مسلمانوں نے اللہ کی مدد سے عرب کی سب سے مضبوط اقتصادی، سیاسی، مذہبی اور فوجی قوت کو بڑی آسانی سے بہت بڑی شکست دے دی تو یہودیوں کو اپنے ساتھی عبداللہ بن ابی بن سلول کی پیش گوئی پریشان کرنے لگی کہ ''اس دین کا قافلہ چل نکلا ہے اب کوئی اس کا راستہ نہیں روک سکے گا''۔

یہودی جزیرہ نمائے عرب کی ایک مضبوط اور فعال اقتصادی قوت تھے

اپنے مذہبی پس منظر اور علم کی وجہ سے ان کا تہذیبی برتری کا دعویٰ مضبوط تھا

یثرب میں یہودی سیاسی حوالے سے بھی اہم ہوتے تھے

رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے وجود اور حقوق کو تسلیم کر کے انہیں آئینی تحفظ اور مذہبی آزادی دیئے تھے اور ریاست کے معاملات میں شریک کیا تھا اس لئے مدینہ کے یہودیوں کیلئے ریاست مدینہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف کسی بغاوت اور سرکشی کا کوئی جواز نہیں تھا لیکن اللہ کے رسول ﷺ کو اندرونی اور بیرونی طور پر جو کامیابیاں حاصل ہو رہی تھی ان کے نتیجے میں یہودی سوچنے لگے تھے کہ اگر یثرب کے عرب متحد ہو گئے اور باہمی لڑائی جھگڑوں کی بجائے اندرنی امن کے محافظ بن گئے تو ان کا سودی کاروبار مندا پڑ جائے گا۔ مہاجرین نے مقامی اور بین الاقوامی تجارت پر یہودیوں کی اجارہ داری ختم کر دی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعے یہودیوں کی مذہبی اور عملی منافقت کا پول کھول دیا تھا اور مدینہ کی سیاست میں ان کی حیثیت ثانوی ہو گئی تھی یہودیوں کو نظر آنے لگا تھا کہ اللہ کا دین عربوں کے دلوں کے بعد ان کا ملک بھی فتح کر لے گا اپنی صدیوں کی تاریخ میں یہودیوں نے کبھی کسی دوسرے کی حکومت دل سے تسلیم نہیں کی تھی وہ تو یونانیوں، رومیوں اور ایرانیوں کی زبردست حکومتوں کے خلاف بھی ہمیشہ سازشوں میں مصروف رہے تھے یہودیوں کی یہ فطرت اور تاریخ ان کا مذہبی عقیدہ بن چکی تھی اور وہ محسوس کرنے لگے تھے کہ جزیرہ نمائے عرب میں بھی ایک منظم حکومت قائم ہو جائے گی بدر میں اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی کامیابی سے یہودیوں کا یہ خوف اور بھی بڑھ گیا تو انہوں نے وہی رویہ اپنا لیا جس پر وہ ہر جگہ عمل کرتے آئے تھے وہ طریقہ تھا ریاست کے بیرونی دشمنوں سے اتحاد کے ذریعے ریاست کے خلاف سازش کا طریقہ۔

مدینہ کے یہودیوں کے چالیس سرکردہ سیاسی اور مذہبی رہنماء وفد کی صورت میں مکہ گئے وہاں انہوں نے ابوسفیان اور قریش کے دوسرے سرداروں سے ملاقاتیں کی تھیں اور انہیں اللہ کے دین اور رسول ﷺ

کے خلاف ہر قسم کی مدد اور تعاون کا یقین دلایا تھا یہودیوں نے غلاف کعبہ تھام کر مکہ کے مشرکوں سے کہا تھا کہ ''تم محمد ﷺ سے زیادہ ہدایت پر ہو'' اس وفد میں کعب بن اشرف کے علاوہ بنو نضیر کے سردار حُیِی بن اخطب اور سلام بن مشکم بھی شامل تھے کعب بن اشرف قریش کی مجلسوں میں ان کے بدر میں مرنے والوں کے مرثیے پڑھتا تھا خود روتا تھا اور انہیں رلا رلا کر ان کی آتش انتقام کو تیز کرتا تھا مکہ کے قریش اور مدینہ کے یہودیوں نے حالات کا تجزیہ کر کے ایک دوسرے کو یقین دلایا تھا کہ وہ مل کر ریاست مدینہ کو ختم کر سکتے ہیں ان کا خیال تھا کہ مدینہ کے اندر یہودی پراپیگنڈہ سازش اور سرکشی کے ذریعے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کریں گے اور باہر سے مکہ والے شرک کی طاقت جمع کر کے حملہ کریں گے تو مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اس منصوبے کے تحت مدینہ واپس آتے ہی یہودیوں نے پورے زور شور سے پراپگنڈہ مہم کا آغاز کر دیا کعب بن اشرف اور ابو عفک جیسے یہودی شاعر اللہ کے رسول ﷺ، صحابہ کرام اور مسلمان خواتین کے خلاف نظمیں لکھ لکھ کر گلیوں، بازاروں اور مجلسوں میں گانے لگے مگر رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کی اس سرکشی اور دشمنوں کے ساتھ مل کر ریاست کے خلاف بغاوت پر بھی تصادم اور قوت کے استعمال کی پالیسی اختیار نہ کی تو ان کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے مسلمان ان کے توہین آمیز رویہ کی وجہ سے انہیں سزا دیتے یا کوئی اور اقدام کرتے تو ریاست کے اندر بدامنی کا خدشہ تھا اور وہ ایسا کوئی اقدام کر کے اللہ کے رسول ﷺ کو ناراض نہیں کر سکتے تھے وہ ریاستی اور اسلامی نظم کے پابند تھے ورنہ ایسی توہین برداشت کرنا عربوں کی فطرت اور روایات کے خلاف تھا۔

قریش کا المیہ

قریش مکہ کی تاریخ میں انہیں کبھی ایسی ذلت اور رسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا ان کے نامی گرامی سرداروں کے ساتھ ان کی قومی تاریخ بھی بدر کے اندھے کنویں میں دفن ہو گئی تھی جو بہت بڑا جانی نقصان، شہرت و ناموری کا نقصان اور قومی برتری کا نقصان تھا مگر معاملہ صرف اتنے بڑے نقصان کا ہی نہیں تھا۔ مسئلہ یہ بھی تھا کہ ان کی تجارت کا کیا بنے گا؟ سارے قریش کی روزی روٹی، خوشحالی اور سرداری کا دارومدار تو تجارت پر تھا اور شام کے ساتھ ان کی تجارت کا راستہ خطرے میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے اس راستے کے ساتھ ساتھ رہنے والے قبائل سے دوستی اور غیر جانبداری کے معاہدے کر کے اس راستے پر اپنی گرفت مضبوط کی اور پھر اللہ کی تدبیر سے قریش کی فوجی قوت کا بھی جنازہ نکال دیا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ اس راستے پر آباد قبائل کسی صورت بھی طاقتور ریاست مدینہ کے مقابلے میں کمزور قریش مکہ کو راہداری کی کوئی رعایت نہیں دیں گے ان قبائل کو ساتھ ملانے کیلئے ریاست مدینہ کی قوت کا خاتمہ ضروری تھا اس کے بغیر قریش کا وجود خطرے میں تھا قریش مکہ کیلئے سب سے بنیادی مسئلہ اپنے وجود کی بقاء کا مسئلہ تھا۔ کچھ اور بھی مسائل تھے اگر وہ مسلمانوں سے

اپنی ذلت اور رسوائی کا انتقام نہیں لیتے تو سارے عرب اور ارد گرد کے ممالک میں ان کا اثر ورسوخ ختم ہو جائے گا ان کی کمزوری اور مسلمانوں کے مقابلے میں بے بسی کے تاثر سے عرب کے اندرونی معاملات پر سے ان کا غلبہ ختم ہو جائے گا وہ بیت اللہ میں نصب ساڑھے تین سو کے قریب بتوں کے مجاور بھی تھے اور اگر وہ مسلمانوں سے اپنی شکست ذلت اور رسوائی کا بدلہ نہیں لیتے تو ان کا مجاوری دھندا بھی متاثر ہوگا اور لوگوں کا ان کے ''بتوں کی خدائی'' پر سے ایمان اٹھنا شروع ہو جائے گا مجاوروں کی شکست، ذلت اور رسوائی کو بتوں کی شکست، ذلت اور رسوائی سمجھا جائے گا بدر میں شکست سے قریش مکہ کیلئے جو بہت سے سنگین مسائل پیدا ہو گئے تھے ان سارے مسائل کا حل ریاست مدینہ کے خاتمہ میں تھا اس لئے بدر میں شکست کے بعد سے ریاست مدینہ اور مسلمانوں کا خاتمہ مکہ کے قریش کا سیاسی، مذہبی اور قومی مقصد بن گیا تھا اور اس کے بعد کی ان کی ساری جدوجہد اور منصوبہ بندی اسی مقصد کے حصول کیلئے تھی۔

قریش نے شکست کے صدمہ کے دوران ہی نئے منصوبے پر عمل شروع کر دیا تھا نفسیاتی محاذ پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے سرداروں اور عزیزوں کا ماتم نہیں کریں گے قریش کے اس اجتماعی فیصلے کے ساتھ ہی مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں مرنے والوں کیلئے ماتمی جلوس بند ہو گئے ان کی عورتیں اور مرد کسی کی موجودگی میں اپنے مرنے والوں کیلئے روتے تک نہیں تھے یہ بڑا مشکل اور سخت فیصلہ تھا لیکن جس سختی سے مکہ کے خواتین وحضرات اور چھوٹے بڑوں نے اس قومی فیصلے پر عمل کیا تھا اس سے ان کے قومی عزم Will کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ابوسفیان جو تجارتی مال بچا لایا تھا اس کا سارا منافع انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں کیلئے وقف کر دیا کسی بھی قبائلی معاشرے میں اس کے بڑے بڑے قبیلوں کے اتنے بڑے بڑے سرداروں کے مارے جانے سے اجتماعی قیادت کا بہت بڑا بحران پیدا ہو جاتا ہے لیکن مکہ کے قریش کے درجن بھر قبیلوں کے دوسرے درجہ کے سرداروں نے بڑی ہوشیاری اور دانائی سے اس قومی بحران پر قابو پا لیا تھا اور آپس میں کسی تنازعہ اور اختلاف کے بغیر ابوسفیان بن حرب کو اپنا قومی لیڈر چن لیا تھا۔ یہ بھی ان کے قومی عزم کا ثبوت ہے اللہ کے دین اور رسول ﷺ سے دشمنی میں اپنے قومی وقار کی بحالی اور قومی وجود کے تحفظ کیلئے وہ اپنے سارے اندرونی اختلافات اور قیادت کے جھگڑے بھول گئے تھے بدر کیلئے لشکر کی تیاری کے وقت تو ان میں اختلافات کے شواہد ملتے ہیں لیکن بدر کی شکست کے بعد ان کا اتحاد اور بھی مضبوط ہو گیا تھا اور طالب بن ابو طالب جو بدر کی لڑائی سے پہلے ہی واپس آ گیا تھا وہ بھی بدر میں مارے جانے والوں کے غم میں قصیدے لکھ لکھ کر قریش کے قومی وقار کے تحفظ کی مہم میں شامل ہو گیا تھا۔ ابوسفیان کے ایک سسر کو قتل کر دیا گیا تو اس کے بیٹے نے اپنے نانا کا بدلا لینا چاہا مگر ابوسفیان نے قومی وحدت اور اتحاد کو برقرار رکھنے کیلئے اپنے پاس سے اپنے سسر کا خون بہا ادا کر دیا تھا اور بیٹے کو اس نازک مرحلہ میں قومی انتشار پیدا کرنے سے روک دیا تھا۔

ابوسفیان کا ایک بیٹا بدر میں مارا گیا تھا دوسرا قیدی تھا اس نے قبائلی سردار کا کردار ادا کیا باقی سب اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر چھڑا لائے تھے مگر ابوسفیان نے فدیہ دے کر اپنا بیٹا مسلمانوں سے چھڑانے سے انکار کر دیا اور جب تک قریش کی قومی شکست ذلت اور رسوائی کا بدلہ نہ لے لیا جائے ان کے نئے قومی لیڈر نے اپنی بیوی سے الگ رہنے کا عہد کیا تھا اور اس کی بیوی ہند نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ مسلمانوں سے اپنے عزیزوں کا انتقام نہیں لے گی وہ نہ سر میں تیل ڈالے گی اور نہ کسی قسم کی آرائش کرے گی۔ لائن کے دوسری طرف سے دیکھ کر کچھ بھی کہا جائے لیکن مکہ کے قریش کے نئے لیڈر کے اس کردار کو اس دور کے قبائلی معیار پر جانچا جائے تو اس سے اس کے ذاتی عزم اور قومی جذبہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے قریش کی اور بھی بہت سی خواتین نے عہد کیا تھا کہ مسلمانوں سے بدلہ لینے تک وہ اپنے اپنے خاوندوں کے بستروں سے الگ رہیں گی قریش کے اجتماعی فیصلے کے مطابق مکہ کے خواتین و حضرات ماتمی لباس پہنتے تھے اور چھوٹے بڑے سب مسلمانوں کے خلاف تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے شاعر نظمیں اور قصیدے لکھ لکھ کر قومی غیرت بیدار کرنے میں مصروف ہو گئے تھے اور سردار دوسرے قبیلوں سے سفارتی اور جنگی اتحاد قائم کرنے میں لگ گئے تھے اسی ماحول میں مدینہ کے یہودیوں کے سرداروں کا وفد مکہ پہنچ گیا تھا اور اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے خلاف مدد کا عہد کر کے مدینہ لوٹ آیا تھا مسلمانوں کے بارے میں مکہ کے قریش کی قومی پالیسی اور مدینہ کے یہودیوں کی قومی پالیسی ایک ہی طے پائی تھی اور متحدہ اقدام کے وقت کا انتخاب ابوسفیان پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

مدینہ کے یہودیوں اور مکہ کے قریش کے علاوہ ایک فریق عرب کے مشرک بھی تھے وہ بت پرست جو جزیرہ نمائے عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں رہتے تھے اور جن کے مذہبی اور سیاسی پیشوا مکہ کے قریش تھے ان سب مشرکوں کے بت حرم کعبہ میں نصب تھے اور مکہ کے قریش ان سب کے بتوں کے مجاور تھے بیت اللہ عربوں کا قومی اور مذہبی مرکز تھا مکہ کے قریش ان سارے مشرک عربوں کے اس مذہبی اور قومی مرکز کے محافظ تھے اس لئے بدر کے میدان میں مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی شکست سارے عربوں کے بتوں اور ان کے مجاوروں کی شکست تھی اور بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہونے کے باوجود وہ سب قریش کی شکست کو اپنی شکست سمجھنے لگے تھے مکہ کے قریش کو بدر میں شکست کا جہاں نقصان ہوا تھا وہاں انہیں یہ فائدہ بھی حاصل ہو گیا تھا کہ سارے مشرک خود بخود ان کے اتحادی بن گئے تھے اور مدینہ کے یہودی جو اس سے پہلے دستور مدینہ کی پابندی کا عہد کر کے اللہ کے رسول ﷺ کو اپنا حاکم مان چکے تھے خود چل کر ریاست مدینہ کے خلاف جنگی اتحاد کرنے ان کے پاس آ گئے تھے بدر سے پہلے ایسا وسیع تر اتحاد ممکن نہیں تھا صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے بدوؤں کو فکر لاحق ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کو روکا نہ گیا تو ان کے اپنے بت، بت خانے اور آزادی بھی خطرے میں پڑ جائے گی تو مدینہ کے یہودیوں کو جزیرہ نمائے عرب میں اسلامی ریاست اور حکومت کی توسیع کا

غم ستانے لگا تھا۔سب کے دکھ اور غم الگ الگ تھے اور سب کا مقصد ایک ہی تھا۔

تصادم کی وسیع حدود

بدر کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی پالیسی اللہ کے دین کے ان سب دشمنوں کے مقابلے کیلئے تیاری اوران سب کی چالوں، سازشوں اور منصوبوں کو ناکام بنا کر اللہ کے دین اور ریاست مدینہ کی توسیع قرار پائی تھی مگر توحید اور شرک کے تصادم کی حدود بہت وسیع ہو گئی تھیں 23 رمضان کو رسول اللہ ﷺ بدر سے واپس مدینہ آئے مال غنیمت کی تقسیم جنگی قیدیوں کے معاملات اور مدینہ کی نئی صورتحال سے نپٹنے کے دوران ہی عید آ گئی اس دوران خبر ملی کہ بنو سلیم اور بنو غطفان کے لوگ چھاپہ مار کاروائیوں کے لئے جمع ہو رہے ہیں بنو سلیم قریش مکہ کے رشتہ دار بھی تھے رسول اللہ ﷺ کی اپنی تیسری سے چھٹی پیڑی تک پردادیاں اسی قبیلہ سے تھیں بنو سلیم، ہوازن اور غطفان سب آل قیس تھے اور عزیٰ ان کا خاص بت تھا جس کا بت خانہ نخلہ میں تھا اس لئے سارے بتوں کے مجاوروں کی شکست کا انہیں دکھ ہونا لازمی امر تھا اور انہوں نے سب سے پہلے اس دکھ کے اظہار کیلئے لشکر اکٹھا کیا تھا۔رسول اللہ ﷺ بدر سے واپسی کے سات روز بعد دو سو صحابہ کے ہمراہ ان کی سرکوبی کیلئے روانہ ہو گئے بنو سلیم جس جگہ جمع ہو رہے تھے وہ مدینہ سے ایک سو پچپن کلومیٹر دور تھی آپ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے ہی مشرک بھاگ گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فوری کارروائی کے ذریعے ان کا منصوبہ ناکام بنا دیا تھا اس مہم میں آپ ﷺ پندرہ روز مدینہ سے باہر رہے۔بنو سلیم کی سرکوبی سے واپس مدینہ پہنچے ہی تھے کہ بنو قینقاع نے اعلانیہ دستور کی خلاف ورزی شروع کر دی رسول اللہ ﷺ نے انہیں جمع کر کے سرکشی سے باز رہنے اور دستور کی پابندی کرنے کا اس انداز میں مشورہ دیا ''جیسے ایک ہمسایہ دوسرے ہمسائے سے بات کرتا ہے'' مگر انہوں نے جارحانہ رویہ اختیار کیا اور جواب دیا ''ہمیں بھی قریش کی مانند نہ سمجھ لینا ہم نے ہتھیار اٹھائے تو آپ ﷺ کو پتہ چل جائے گا کہ کس سے پالا پڑا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے پھر بھی ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی اور درگزر فرمایا لیکن جب انہوں نے ایک مسلمان خاتون کو سر بازار بے عزت کیا اور ایک مسلمان کو شہید کر دیا تو یہ ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج تھا رسول اللہ ﷺ نے انہیں شہید مسلمان کا فدیہ دینے کا حکم دیا تو انہوں نے ہتھیار اٹھا لئے جو کھلی بغاوت تھی۔ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے یہودیوں کی بغاوت کچلنا رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری تھی ورنہ یہودیوں اور شہید مسلمان کے وارثوں میں جنگ کا خطرہ پیدا ہو جاتا۔پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد بنو قینقاع نے ہتھیار ڈال دیئے تو آپ ﷺ نے انہیں بال بچوں اور مال و اسباب سمیت مدینہ سے چلے جانے کی اجازت دے دی۔

بنو قینقاع کو مکہ کے قریش اور مدینہ کے مشرکوں اور منافقوں کی طرف سے مدد کی امید تھی مگر ان کی

کوئی امید پوری نہ ہو سکی اور مدینہ کے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول بھی انہیں کوئی تحفظ نہ دے سکے۔ بدر سے واپسی کے سینتیس دن کے مختصر سے وقت میں رسول ﷺ نے دو طاقتور قبیلوں کے گٹھ جوڑ کو ناکام بنایا اور مدینہ کے سب سے طاقتور یہودی قبیلہ کی بغاوت اور سرکشی دبا کر اسے مدینہ سے نکال دیا یہ ریاست مدینہ کے سربراہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے عزم اور قوت کا اظہار تھا ایک سو پچپن کلومیٹر دور کی مہم سے واپس آتے ہی بنوقینقاع کا محاصرہ شروع ہو گیا تھا جو ہجرت کے بعد سے مدینہ کے کسی گروہ یا قبیلے کے خلاف ریاست مدینہ کی طرف سے پہلی کاروائی تھی اس کاروائی کی کامیابی سے اس وقت کے مدینہ اور ریاست مدینہ میں اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی قوت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ریاستی نظم اتنا مستحکم کر دیا تھا کہ بنوقینقاع جیسا طاقتور قبیلہ بھی اس سے ٹکر نہیں لے سکتا تھا اور عبداللہ بن ابی بن سلول بھی عملاً غیر موثر ہو گیا تھا۔

بنوقینقاع کے اخراج کے اثرات ابھی تازہ تھے کہ ابوسفیان چھاپہ مار لشکر کے ساتھ اپنے حامیوں کے حوصلے بڑھانے نکل پڑا مکہ کے مشرکوں کے لئے اپنے اتحادیوں کو یہ تاثر دینا ضروری ہو گیا تھا کہ مسلمان کوئی بڑی طاقت نہیں اور قریش ان کے خلاف کاروائی کا پکا ارادہ رکھتے ہیں بدر کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ کی بنو سلیم اور بنوغطفان جیسے طاقتور قبیلوں کے خلاف کامیاب کارروائی اور بنوقینقاع جیسے طاقتور قبیلے کے مدینہ سے اخراج سے مشرکوں کے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ابوسفیان انہیں حوصلہ دینے اور ان کا مورال بلند کرنے کیلئے پہلے ڈیڑھ سو کلومیٹر مشرق میں بنوسلیم کی طرف گیا تھا اور انہیں حوصلہ دے کر مدینہ آیا تھا رات کے اندھیرے میں اپنے لشکر کو ایک جگہ چھوڑ کر چھپتا چھپاتا وہ یہودی قبیلے بنونضیر کی بستی پہنچ گیا تو بنونضیر کے سرداروں حُیَی بن اخطب اور خزانہ دار سلام بن مشکم نے ابوسفیان اور ان کے چالیس ساتھیوں کا استقبال کیا ان کی شاندار دعوت کی اور ریاست مدینہ کے خلاف کاروائی میں تعاون کا عہد دہرایا جس انداز میں بنونضیر کے سرداروں نے رات کے مختصر عرصہ میں ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کی شاندار دعوت کا اہتمام کیا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں پہلے سے ابوسفیان کی آمد اور پروگرام کا علم تھا واپس جاتے ہوئے ابوسفیان کے ساتھیوں نے مسلمانوں کے ایک باغ کو آگ لگا دی اور سوئے ہوئے دو مسلمانوں کو شہید کر کے بھاگ گئے رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کا ڈیڑھ سو کلومیٹر تک تعاقب کیا مگر وہ بنو سلیم کے علاقہ کی طرف بھاگ گئے۔ ابوسفیان کے چھاپہ مار لشکر کی آمد اور فرار کے سلسلے میں یہ بات اہم ہے کہ وہ مکہ سے مدینہ کی طرف روایتی راستہ سے نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس راستہ سے واپس گیا تھا بلکہ لمبا چکر کاٹ کر بنو سلیم کے علاقہ سے ہوتا ہوا بنونضیر کی بستی تک آیا تھا اور اسی علاقہ کی طرف بھاگ گیا تھا ایک تو اس لئے کہ بنوسلیم کو حوصلہ دینا مقصود تھا دوسرے اس لئے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان روایتی راستہ کے اردگرد کے قبائل ریاست

مدینہ کے ساتھ اپنے دوستی اور غیر جانبداری کے معاہدوں کی وجہ سے ایسی کارروائیوں میں قریش کا ساتھ دینے کو تیار نہیں تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے الکدر تک ابوسفیان کا تعاقب کیا تھا الکدر وہی جگہ تھی جہاں بنوسلیم اور بنوغطفان ریاست مدینہ کے علاقہ میں چھاپہ مار کارروائی کیلئے جمع ہو رہے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ نے بروقت کارروائی کر کے انہیں منتشر کر دیا تھا ابوسفیان ایک سو پچپن کلومیٹر دوڑتا ہوا آل قیس کے قبائل بنوسلیم وغیرہ کے صحراؤں کی طرف نکل گیا تھا اس لئے نجد کے ان قبائل اور مکہ کے قریش کے درمیان جارحانہ اتحاد کو کمزور کرنے کیلئے کارروائی ضروری ہوگئی تھی عید قربان کے بعد رسول اللہ ﷺ ساڑھے چار سو مجاہدین کے لشکر کے ساتھ ایک بار پھر نجد گئے اور ڈیڑھ ماہ تک بنوسلیم اور بنوغطفان کے علاقہ میں مقیم رہے مگر بنوسلیم اور بنوغطفان یا ان کا کوئی ذیلی قبیلہ مقابلے کیلئے نہ آیا۔ اگرچہ اس ڈیڑھ ماہ کے قیام میں کسی قبیلہ کے ساتھ دوستی یا غیر جانبداری کے کسی معاہدے کا کوئی ذکر نہیں ملتا لیکن جنگ بدر کے بعد پورے عرب میں ریاست مدینہ کے خلاف جو ردعمل پیدا ہو گیا تھا اس کی موجودگی میں دشمن کے علاقے میں رسول اللہ ﷺ کا ڈیڑھ ماہ تک قیام اس دور کا اہم واقعہ تھا جس سے رسول اللہ ﷺ کے عزم اور دشمن کو اپنے عزم سے آگاہ کرنے کی پالیسی کی نشاندہی ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے واپس آتے ہی بدو پھر سے سرگرم ہو گئے مدینہ خبر پہنچی کہ آل قیس کے قبائل بنو ثعلبہ اور بنومحارب کے چھاپہ مار جمع ہو رہے ہیں رسول اللہ ﷺ مدینہ واپسی کے آٹھ دس روز بعد ہی پھر سے ساڑھے چار سو کے لشکر کے ساتھ نجد کی طرف تشریف لے گئے اور کئی روز ذی امر کے چشموں پر مقیم رہے۔ ڈاکو آپ ﷺ کی آمد کی خبر سنتے ہی پہاڑی غاروں میں جا چھپے تھے رسول اللہ ﷺ گیارہ راتیں مدینہ سے باہر رہے۔

الامین ﷺ کا عزم

رسول اللہ ﷺ نے دشمن کی نقل و حرکت کی خبریں حاصل کرنے کا بہت مؤثر نظام قائم کیا ہوا تھا اور جب بھی مشرک کہیں جمع ہونا شروع ہوتے تھے آپ ﷺ فوراً ان کے خلاف کارروائی کیلئے مدینہ سے روانہ ہو جاتے تھے مگر آپ ﷺ کے مدینہ سے روانہ ہوتے ہی یہودی اور مشرک اللہ کے دین کے دشمنوں کو اطلاع کر دیتے تھے اور اسلامی لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ بھاگ جاتے تھے رسول اللہ ﷺ ان کے علاقہ میں مقیم رہتے مگر وہ مقابلہ کیلئے نہیں آتے تھے اور آپ ﷺ کے واپس آتے ہی پھر سے سرگرم ہو جاتے تھے تین ہجری کے جمادی الاول میں خبر ملی کہ بنوسلیم بحران کے مقام پر جمع ہو رہے ہیں رسول اللہ ﷺ تین سو مجاہدین کیساتھ ان کی سرکوبی کیلئے بحران تشریف لے گئے مگر اس بار بھی آپ ﷺ کے پہنچنے سے ایک روز پہلے انہیں اطلاع مل گئی اور وہ بھاگ گئے اس مہم کے سلسلہ میں آپ ﷺ دس روز مدینہ سے باہر رہے ابن اسحاق کی روایت کے مطابق رسول

اللہ ﷺ ربیع الثانی اور جمادی الاول پورے دو ماہ مدینہ سے باہر رہے تھے اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اگر دو ماہ تک مسلسل مدینہ سے باہر رہے تھے تو آپ ﷺ کا وہ قیام بھی بنوسلیم اور بنوغطفان کے علاقوں میں ہی تھا اور غزوہ بحران اسی عرصہ میں پیش آیا تھا۔ غزوہ بحران اسی طویل مہم کا حصہ ہوگا۔

غزوہ بدر سے واپسی اور عیدالفطر کے بعد کے آٹھ ماہ میں رسول اللہ ﷺ پانچ دفعہ خود لشکر لے کر دور دراز کے علاقوں تک گئے اور مجموعی طور پر چھیاسی روز اور دوسری روایت کے مطابق ایک سوتیس دن مدینہ سے باہر رہے اپریل سے نومبر تک گرمی اور شدید گرم موسم میں بھی آپ ﷺ نجد کے صحراؤں میں اللہ کے دین کے دشمنوں کے منصوبوں کو ناکام بنانے میں مصروف رہے۔ بنوقینقاع کا محاصرہ اور اخراج بھی اسی عرصہ میں عمل میں آیا تھا اگر ان پندرہ دنوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو اللہ کے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار ساتھی بدر کے بعد دوسو چالیس دنوں میں سے ایک سو پینتالیس دن میدان جہاد میں اور سفر جہاد میں رہے تھے اور ریاست مدینہ کے اندر اور باہر کے کسی دشمن کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دی تھی عرب کے گرم صحراؤں اور ریگستانوں میں چون سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے اس سفر اور جہاد سے آپ ﷺ کے عزم کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مکہ کے قریش آٹھ ماہ میں کوئی تجارتی قافلہ نہیں بھیج سکے تھے ان کی اشتعال انگیز اور چھاپہ مار کارروائیوں کے باوجود مکہ سے شام کی طرف جانے والے تجارتی راستے کے اردگرد آباد قبائل نے ریاست مدینہ کے ساتھ دوستی اور تعاون کے معاہدوں کی پابندی کی تھی اور چھاپہ مار کارروائیوں میں قریش کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ قریش اس راستے پر کوئی تجارتی قافلہ بھیجنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے مگر تجارت کے بغیر وہ زندہ بھی نہیں رہ سکتے تھے اور نہ ہی مسلمانوں سے بدلہ لینے کے اپنے پروگرام کے اخراجات پورے کر سکتے تھے بڑی سوچ بچار کے بعد انہوں نے نجد کے غیر روایتی دشوار گزار صحرائی راستوں سے ایک تجارتی قافلہ بھیجنے کا پروگرام بنایا کیونکہ اس طرف کے بدو قبائل ان کے اتحادی تھے رسول اللہ ﷺ کو قریش کے اس پروگرام کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی قیادت میں ایک سو مجاہدین کا ایک دستہ قریش کے تجارتی قافلے کا راستہ روکنے بھیج دیا۔ حضرت زیدؓ نے نجد میں اس قافلے کو جا لیا امیر قافلہ صفوان بن امیہ اپنے ساتھیوں سمیت جان بچا کر بھاگ گیا اور قافلہ کا ایک لاکھ درہم کا سامان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ قافلہ کے رہبر نے اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر لیا۔ مکہ کے قریش کیلئے بدر کی رسوائی کے بعد یہ دوسری بڑی رسوائی تھی اور مسلمانوں نے مدینہ سے ڈیڑھ دوسو کلومیٹر دور جا کر ان کے اتحادی بدو قبائل کے علاقہ میں ان کے قافلہ کے خلاف کامیاب کارروائی کی تھی۔

بدر سے احد تک کے ساڑھے بارہ ماہ کے عرصہ میں آپ ﷺ پانچ دفعہ خود دور دراز علاقوں تک ایسی

کارروائیوں کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ بدر سے پہلے سرایا اور غزوات کی منزل زیادہ تر مدینہ کے مغربی علاقے ہوتے تھے بدر کے بعد کے غزوات کی منزل مدینہ سے مشرق میں نجد کی طرف ہوتی تھی۔ اس سارے عرصہ میں مغربی علاقوں کی طرف کوئی ایک بھی مہم نہیں بھیجی گئی تھی اس طرف کے کسی بھی قبیلے نے نہ مکہ کے قریش کے کسی منصوبے میں حصہ لیا تھا اور نہ ہی خود سرکشی کی تھی جن قبائل کے ساتھ ریاست مدینہ کے دوستی اور غیر جانبداری کے معاہدے تھے ان سب نے ان معاہدوں کی پابندی کی تھی جو ریاست مدینہ کی منصوبہ بندی اور سفارت کاری کی کامیابی اور قوت کا ثبوت ہے۔

اندرون ریاست رسول اللہ ﷺ نے درگزر، برداشت اور فعال اقدام کی پالیسی پر عمل کیا بنوقینقاع اور کعب بن اشرف کو پہلے نرمی سے سمجھایا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو پوری قوت سے ان کے خلاف کارروائی کی اس سے ریاست کے اندر اور باہر اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کی قوت، عزم اور حوصلے کا تاثر مزید گہرا ہوگیا۔ اپنے سردار کعب بن اشرف کے قتل کے بعد مدینہ کے طاقتور یہودی قبیلہ بنونضیر نے اس کے جرم کو تسلیم کرتے ہوئے نئے سرے سے دستور ریاست کی پابندی کا تحریری عہد کیا تھا اگرچہ ان کے دل اللہ کے دین کے دشمنوں کے ساتھ تھے۔ ان بارہ مہینوں میں ریاست مدینہ کے اثر اور اس سے خوف دونوں کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا تھا اس کے اتحادیوں کا جذبہ اتحاد مزید مستحکم ہوگیا تھا اور اس کے دشمن مزید خوفزدہ رہنے لگے تھے عرب میں خاص طور پر حجاز اور نجد کے شہری اور صحرائی علاقوں میں رہنے والے سب قبائل دو گروپوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور توحید اور شرک کے درمیان معرکہ کے فیصلہ کن مرحلوں میں اس تقسیم نے اہم رول ادا کیا تھا۔

اس عرصہ کے غزوات اور سرایا کی تفصیل اس طرح ہے:

غزوہ/مہم	تاریخ	تعداد مجاہدین	دشمن	دن لگے	نتیجہ
غزوہ بنوسلیم (الکدر)	شروع شوال/اپریل	200	بنوسلیم، بنو غطفان	پندرہ دن	دشمن بھاگ کر چھپ گئے
غزوہ بنوقینقاع	نصف شوال/اپریل	-	بنوقینقاع	پندرہ دن	بنوقینقاع کا مدینہ سے اخراج
غزوہ سویق	5 ذوالحج/جون	200	ابوسفیان	پانچ دن	ابوسفیان بھاگ گیا
غزوہ نجد (قراۃ الکدر)	نصف محرم/جولائی	400	بنوسلیم، بنو غطفان	ڈیڑھ ماہ	دشمن بھاگ کر چھپ گئے
غزوہ ذی امر	بارہ ربیع الاول/ستمبر	450	بنوثعلبہ، بنومحارب	گیارہ دن	دشمن بھاگ گئے

غزوہ بحران	6 جمادی الاول رنومبر	300	بنوسلیم	دس دن ر دو ماہ	مشرک بھاگ گئے
سریہ زید بن حارثہ	یکم جمادی الثانی ر دسمبر	100	قریش کا قافلہ	-	دشمن مال چھوڑ کر بھاگ گئے

تاریخ اسلام کے اہم ترین مہینے

توحید اور شرک کے معرکہ میں بدر سے احد تک ساڑھے بارہ ماہ کا عرصہ بہت اہم ہے بدر کے بعد جزیرہ نمائے عرب کے مشرک اور توحید پرست ہونے کے دعویدار یہودی اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف متحد ہو گئے تھے اور فیصلہ کن جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے اللہ تعالیٰ نے ریاست مدینہ کی پالیسی خود متعین کر دی تھی کہ جو کوئی تم سے لڑنا چاہتا ہے تم بھی اس کے خلاف لڑو یہ ساڑھے بارہ ماہ جنگجو دشمنوں کے خلاف اس جنگ کی تیاریوں کیلئے بھی اہم ہیں انتظامی اور نظریاتی حوالے سے بھی تاریخ اسلام میں یہ ساڑھے بارہ مہینے بہت اہمیت رکھتے ہیں اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام اور مدینہ کی چھوٹی سی ریاست کی بقاء کا دارومدار اس آنے والی لڑائی میں اہل توحید کی کامیابی پر تھا۔ اس کامیابی کیلئے ضروری تھا کہ ریاست مدینہ پر اللہ کے رسول ﷺ اور اہل توحید کا کنٹرول مضبوط ہو ان میں اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے منصوبوں کو ناکام بنانے کی صلاحیت اور قوت پیدا کی جائے اور انہیں سارے عرب سے لڑائی کیلئے تیار کیا جائے اللہ کے رسول ﷺ نے ان بارہ مہینوں میں ایسی سب تیاریاں مکمل کر لی تھیں بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد اندرون مدینہ شاعروں اور منافقوں نے جو پراپیگنڈہ اور توہین کی مہم شروع کر دی تھی اس پر مکمل طور پر قابو پا لیا گیا تھا عصماء اور ابوعفک کو ان کے اپنے قبیلہ اور تعلق والوں نے قتل کیا تھا کعب بن اشرف کے قتل کی ذمہ داری اس کے دودھ شریک مسلمان نے خود اپنے ذمہ لی تھی اور بنوقینقاع کے اخراج کی ذمہ داری ان کے اپنے حلیف نے انجام دی تھی مسلمانوں نے اللہ کی رسی کو اس قدر مضبوطی سے تھام لیا تھا کہ کوئی تعلق اور رشتہ اس تعلق کو کمزور نہیں کر سکتا تھا صدیوں کے اتحادی بنوقینقاع کے خلاف کاروائی اور ان کے اخراج میں سب مسلمان متحد تھے اللہ کے رسول ﷺ طویل مدت تک مدینہ سے باہر رہے مگر ریاست کا اندرنی اور بیرونی نظم قائم رہا، بدر سے پہلے سرایا میں صرف مہاجرین ہی جایا کرتے تھے بدر کے بعد کے غزوات میں مہاجر اور انصار سب ہی شامل ہوتے تھے جس سے ان کے ایمانی اتحاد کے بعد جنگی اور دفاعی اتحاد کا عمل بھی مضبوط ہو گئے اور وہ ہر قسم کے حالات کے مقابلے کیلئے تیار ہو گئے بنوسلیم، بنوغطفان، بنوثعلبہ اور بنومحارب جیسے قبائل کے خلاف کارروائیوں اور بدر میں مکہ کے قریش کی رسوائی کے بعد ان کے قافلہ کے خلاف کامیابی نے مسلمانوں کے حوصلے اور اللہ کی مدد پر

ایمان اور بھی مضبوط کر دیئے تھے اور یہ سب کچھ اللہ کی اپنی تدبیر اور اللہ کے رسول ﷺ کی پیغمبرانہ قیادت کی وجہ سے ہوا تھا جزیرہ نمائے عرب کی ساری تاریخ میں عرب کی ان قوتوں کو اس انداز میں اس سے پہلے کبھی کسی نے چیلنج اور خوفزدہ نہیں کیا تھا۔

مشرکوں کا نیا ایجنڈا

مکہ کے مشرک جب ایک ہزار کا لشکر بدر تک لائے تھے تو ان کا بنیادی مقصد جزیرہ نمائے عرب میں اپنی قوت اور فوجی طاقت کا سکہ جمانا اور ریاست مدینہ کی قوت کا خاتمہ تھا ابوسفیان کا تجارتی قافلہ بچانا بھی ان کے مقاصد میں شامل تھا مگر وہ واحد یا بنیادی مقصد نہیں تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس تجارتی راستہ کے اردگرد کے قبائل پر ان کا دبدبہ بحال ہو جائے اور وہ ریاست مدینہ سے تعلقات ختم کر کے ان کے کیمپ میں واپس آ جائیں۔ قریش مدینہ کے اوس اور خزرج کو بھی خوفزدہ کرنا چاہتے تھے اور انہیں اللہ کے دین اور رسول ﷺ کا ساتھ دینے کی سزا دینے آئے تھے مگر احد کے وقت مشرکین مکہ کے ایجنڈے میں اضافہ ہو گیا تھا ابوسفیان کیل کانٹے سے لیس تین ہزار کا لشکر لے کر اپنے بدر کے مقتولوں کا بدلہ لینے قریش کی سیاسی اور فوجی قوت کا دبدبہ بحال کرنے اور ان کی تجارت کے راستے محفوظ بنانے آیا تھا کیونکہ یہ سب مقاصد اسی وقت حاصل ہو سکتے تھے جب اللہ کے دین اور ریاست مدینہ کا خاتمہ ہو جائے۔ بدر کے وقت مدینہ کے اندر کا کوئی گروہ قریش کے ایجنڈے میں شامل نہیں تھا احد کے وقت مدینہ کے یہودی، منافق اور مشرک سب ان کے ایجنڈے کی تکمیل میں ان کے ساتھ تھے۔ مدینہ کے مشرکوں کا راہب ابو عامر اپنے پچاس پیروکاروں کے ساتھ قریش کے لشکر میں موجود تھا ابوسفیان کے لشکر میں بنو کنانہ، خزیمہ، ثقیف، تہامہ اور احابیش کے دستے بھی شامل تھے کیونکہ اپنے اپنے بتوں کے دفاع کی مشترکہ لڑائی سب مشرکوں کی مذہبی جنگ بن گئی تھی اور سارے عرب کے مشرکوں کے بتوں کو توحید سے بچانا اور ان کا مذہبی وقار بحال کرنا ابوسفیان کے ایجنڈے کا اہم حصہ تھا بدر سے احد تک کے عرصہ میں ریاست مدینہ کی قوت اور دائرہ اثر میں بھی کافی اضافہ ہو گیا تھا ابوسفیان کے ایجنڈے میں یہ بھی شامل تھا کہ ریاست مدینہ کی قوت ختم کر کے قریش کا دائرہ اثر وسیع اور بحال کیا جائے۔ اس وسیع تر ایجنڈے کی تکمیل کیلئے مکہ کے قریش نے بہت تیاریاں کی تھیں اور انہیں اپنی کامیابی کا اس حد تک یقین تھا کہ شرک کے سردار اپنی بیویاں بھی ساتھ لے آئے تھے۔ انہیں بدر کی مانند رسوائی اور کسی خاتون کے جنگی قیدی بن جانے کا

کوئی خدشہ تک نہیں تھا بدر کے بعد مسلمانوں کی مجموعی تعداد میں تو اضافہ ہو گیا تھا لیکن میدان احد میں افرادی قوت کا اگر مقابلہ کیا جائے تو بدر کے مقابلے میں تناسب اور بھی کم ہو گیا تھا۔

بدر سے بھی کم تناسب

بدر کے وقت قریش کے لشکر کی ترکیب اس طرح تھی:

کل تعداد ——— ایک ہزار جنگجو

گھوڑسوار ——— دوسو

زرہ پوش ——— سات سو

اونٹ ——— سات سو

احد کے وقت ابوسفیان جو لشکر لے کر مدینہ تک آ گیا تھا اس کی ترکیب اس طرح تھی

کل تعداد ——— تین ہزار جنگجو

گھوڑسوار ——— دوسو

زرہ پوش ——— سات سو

اونٹ ——— تین ہزار

قریش کے سرداروں کی بیویاں اور دیگر خواتین ——— چودہ

آگے بڑھنے سے پہلے بدر اور احد کے غزوات میں حصہ لینے والے مجاہدین توحید کی تعداد اور ترکیب کا ذکر ہو جائے تو جنگی صورتحال سمجھنے میں آسانی رہے گی۔

بدر میں اہل توحید کی تعداد ——— تین سو چالیس

گھوڑسوار ——— دو

اونٹ ——— ستر

غزوہ احد میں اہل توحید کی تعداد اور ترکیب

کل تعداد ——— سات سو

گھوڑسوار ——— دو

زرہ پوش ——— ایک سو

بدر میں تین مشرکوں کے مقابلے میں ایک مسلمان

احد میں چار مشرکوں کے مقابلے میں ایک مسلمان

مشورہ کی تربیت

بدر کے وقت رسول اللہ ﷺ لڑائی لڑنے نہیں گئے تھے اللہ کی تدبیر سے مشرکین مکہ کے لشکر سے سامنا ہو گیا تھا احد کے وقت بھی مشرک لشکر لے کر آ گئے تھے اس لئے اللہ کے حکم کے مطابق جو لڑنے آئے تھے ان سے لڑائی ضروری تھی بدر کے وقت اللہ کے رسول ﷺ نے مجاہدین توحید سے مشورہ کیا تھا کہ قریش تو لڑائی کرنے آ گئے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور ان سے مشورہ کے بعد میدان بدر کی طرف پیش قدمی کی تھی احد کے وقت رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے سارے اہل توحید سے مشورہ کیا تھا کہ مشرکوں سے لڑائی کھلے میدان میں کی جائے یا مدینہ کی آبادی میں قلعہ بند ہو کر ان کا مقابلہ کیا جائے۔ میدان جنگ کے انتخاب جیسے اہم معاملے میں آپ ﷺ نے اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ فرما دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے چھوٹے بڑے سب صحابہ کو کھل کر رائے دینے کی آزادی دی جن کی رائے آپ ﷺ کی مدینہ میں قلعہ بند ہو کر لڑنے کی خواہش کے خلاف تھی انہیں بھی روکا یا ٹوکا نہیں گیا تھا آپ ﷺ امت کو اجتماعی معاملات کے بارے میں کھل کر اظہار رائے کی عملی تربیت دے رہے تھے بدر میں بھی آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا احد کے وقت مشورہ کی محفل میں صحابہ کرام کے دلائل کو دیکھا جائے تو اجتماعی معاملات کے بارے میں ان کے سیاسی شعور کا اندازہ ہوتا ہے وہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے بھی جو بہتر سمجھتے تھے پورے زور سے کہہ دیا کرتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ نہ اس کا برا مانتے تھے اور نہ کسی کو روکتے ٹوکتے تھے آپ ﷺ اہل توحید کو اعلیٰ کردار کی خصوصیات کی عملی تربیت دے رہے تھے جب آپ ﷺ نے اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ کر لیا تو پھر صحابہ کی درخواست اور معذرت کے باوجود اس پر قائم رہے اور انہیں بھی اس پر قائم رہنے اور اس کے مطابق بسم اللہ کے ساتھ آگے بڑھنے کا حکم دیا اس طرح آپ ﷺ نے امت اور اس کی قیادت کو اجتماعی فیصلوں کے احترام اور ان پر قائم رہنے کی تربیت دی اور اپنے عمل سے بتایا کہ کوئی بھی لیڈر جب کوئی اہم فیصلہ کر لے تو پھر پوری یکسوئی کے ساتھ اس پر عمل کرنا اور کرانا چاہیے جو لیڈر باہمی مشورہ سے کیا فیصلہ فوراً ہی بدل دے اس پر عوام کا اعتماد قائم نہیں رہ سکتا ایک دفعہ فیصلہ کر لیا جائے تو پھر پوری یکسوئی سے اس پر عمل کیا جائے اور اللہ پر بھروسہ کیا جائے۔

بدر کے وقت مشورہ اور احد کے غزوہ کے وقت مشورہ میں ایک اہم فرق دکھائی دیتا ہے بدر کے وقت بعض مسلمان قریش کے لشکر سے لڑائی کی بجائے ان کے قافلہ کی طرف جانے کے حق میں تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ لڑائی کی تو ہم تیاری ہی کر کے نہیں آئے لیکن احد کے وقت مشورہ کے دوران اہل توحید کا جہاد کا جذبہ بے تاب تھا اور وہ اللہ کے رسول ﷺ سے درخواستیں کرتے رہے تھے کہ انہیں شرک کا مقابلہ کرنے اور شہادت کے مرتبہ کو پہنچنے کا موقعہ دیا جائے مسلمانوں میں سے کوئی ایک بھی قریش کے اتنے بڑے لشکر سے خوفزدہ نہیں تھا بلکہ وہ خوشی کا اظہار کرتے رہے تھے کہ اللہ نے انہیں اپنے دین اور رسول ﷺ کی خاطر جہاد اور جانیں قربان کرنے کا موقع دیا ہے۔

کیا بنوقینقاع واپس آ گئے تھے؟

رسول اللہ ﷺ ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہوئے تو دونوں طرف مجاہدین توحید ہتھیار لگائے صفیں باندھے کھڑے تھے آپ ﷺ نے گھوڑے کی لگام کو حرکت دی تو مدینہ کے اوس اور خزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ آپ ﷺ کے گھوڑے کے آگے دوڑنے لگے قبائلی حوالے سے وہ دونوں مدینہ کے سب سے بڑے سردار تھے اور وہ دونوں اظہار وفا کے لئے رات بھر اللہ کے رسول ﷺ کے دروازے پر خود پہرا دیتے رہے تھے اوس کے سردار حضرت اسید بن حضیر بھی شب رفتہ حضور ﷺ کے گھر پہرا دیتے رہے تھے مدینہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے فدائین کی کمی نہیں تھی لیکن اوس اور خزرج کے سرداروں نے پہرے کی ڈیوٹی خود دی تھی اور اب وہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کے آگے آگے دوڑے جا رہے تھے مدینہ کے انصار کی طرف سے یہ اظہار وفا بھی تھا اور اپنے عہد کی پابندی بھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مجاہدین کے ساتھ میدان احد کی طرف جا رہے تھے ایک طرف سے شور کی آواز آئی تو آپ ﷺ نے استفسار فرمایا "یہ کس کی آواز ہے" بتایا گیا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کے حلیف یہودی گیت گاتے آ رہے ہیں اور وہ مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر لڑنے آئے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مشرکوں کے ساتھ لڑائی میں ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے" اور ان یہودیوں کو واپس بھجوا دیا بدر کے وقت بھی جب ایک مشرک نے لشکر توحید میں شامل ہونا چاہا تھا تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا تھا اور اس وقت تک اسے شامل لشکر نہیں کیا تھا جب تک اس نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ پر ایمان کا اعلان نہیں کر دیا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے "رسول اللہ ﷺ ثنیۃ الوداع سے آگے بڑھے تو ایک بہت سے ہتھیار روں والے لشکر کو دیکھا فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا یہ عبداللہ بن ابی بن سلول ہے اور اس کے ساتھ اس کے دوست اور حلیف چھ سو یہودی ہیں جن کا تعلق بنوقینقاع سے ہے اور وہ عبداللہؓ بن سلام کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں" آپ ﷺ نے پوچھا "اسلام لا چکے ہیں؟" بتایا گیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا "ان سے کہو واپس چلے جائیں کیونکہ ہم مشرکوں کے خلاف مشرکوں سے مدد نہیں لیں گے۔"

اگر بنوقینقاع کو گیارہ ماہ پہلے مدینہ سے نکال دیا گیا تھا تو احد کے وقت چھ سو ہتھیار بند بنوقینقاع کہاں سے آ گئے تھے؟ بنوقینقاع کے لڑنے کے قابل افراد کی تعداد چھ سات سو ہی بتائی گئی ہے اگر ان میں سے چھ سو ہتھیار بند احد کے وقت مدینہ میں موجود تھے تو کیا بنوقینقاع واپس آ چکے تھے اور مدینہ میں ہی رہتے تھے؟ یہودیوں میں سے عبداللہ بن ابی بن سلول کے دوست اور حلیف تو بنوقینقاع ہی تھے اور حضرت عبداللہؓ بن سلام کا قبیلہ بھی بنوقینقاع ہی تھا سب کا اتفاق ہے کہ یہودی ہتھیار لگائے گاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں

شامل ہونے آئے تھے۔ مدینہ کے یہودیوں کا دوسرا بڑا قبیلہ بنونضیر تھا جو کھلے طور پر مکہ والوں کے ساتھ تھا تیسرا یہودی قبیلہ بنوقریظہ سیاسی اور سماجی طور پر بنونضیر کا پیروکار تھا ویسے بھی بنونضیر اور بنوقریظہ قبیلہ اوس کے دوست اور اتحادی ہوتے تھے اور عبداللہ بن ابی بن سلول سے ان کا کبھی بھی اتحاد نہیں رہا تھا تو کیا بنوقینقاع نیک چلنی کی ضمانت پر واپس مدینہ آ گئے تھے اور اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں شامل ہونا چاہتے تھے؟ اور عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے ان دوست یہودیوں کو اس لئے ساتھ لایا تھا کہ ان پر اعتماد قائم ہو جائے اور وہ پھر سے ریاست کے معاملات میں شریک ہو سکیں؟ تاریخ اسلام کا یہ وہ اہم سوال ہے جس کا کہیں جواب دستیاب نہیں اور نہ ہی کسی نے اس طرف کبھی دھیان دیا ہے۔

الامین ﷺ کا ضابطہ جنگ اور اقوام متحدہ کی ناکامی

شیخین کے ٹیلوں کے پاس پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے لشکر توحید کا معائنہ فرمایا تو سترہ نوعمر مجاہد بھی ہتھیار پہنے مشرکوں سے لڑنے جا رہے تھے ان کی عمریں پندرہ سال سے کم تھیں آپ ﷺ نے انہیں واپس جانے کی ہدایت فرمائی تو وہ سب لشکر کے ساتھ جانے کے طریقے سوچنے لگے حضرت رافعؓ بن خدیج کو حضرت ظہیرؓ کی سفارش پر اجازت مل گئی تو سمرہؓ بن جندب نے اسے کشتی میں پچھاڑ کر اجازت حاصل کر لی۔ باقی پندرہ نوعمر صحابہ کو واپس کر دیا گیا بدر کے وقت بھی رسول اللہ ﷺ نے نوعمر مجاہدوں کو واپس بھیج دیا تھا حالانکہ بدر اور احد کے غزوہ کے وقت مجاہدین کی تعداد مشرکوں کے مقابلے بہت تھوڑی تھی اور رسول اللہ ﷺ کو افرادی قوت کی بہت زیادہ ضرورت تھی دور حاضر میں بنی نوع انسان کو جن مسائل کا سامنا ہے ان میں سے ایک نوعمر لڑکوں کو قومی لشکروں میں شامل کرنے کا اہم مسئلہ بھی ہے مگر اقوام متحدہ کے قوانین اور اپیلوں کے باوجود آزادی کی قومی تحریکوں میں نوعمر لڑکوں کو شامل کرنے کا تدارک نہیں ہو سکا غزوہ بدر اور غزوہ احد مسلمانوں کی قومی لڑائیاں تھیں مسلمان اپنے وجود اور بقاء کے لئے لڑنے جا رہے تھے۔ اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے نوعمر مجاہدوں کو واپس بھیج دیا تھا اور ایسا ضابطہ جنگ نافذ کر دیا تھا جو جدید دور میں ساری اقوام اور سارے انسان بھی مل کر نافذ نہیں کر سکے۔

اندرونی دشمن کی سازش

اللہ کے رسول ﷺ نے رات کو کیمپ کے اندر اور باہر پہرے کا انتظام فرمایا اور خود رات ختم ہونے سے بہت پہلے بیدار ہو گئے لشکر توحید بھی جھٹ سے تیار ہو گیا۔ جب قریش کا لشکر اپنے کیمپ سے باہر آ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے نماز کے بعد عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے تین سو ساتھیوں سمیت واپس چلے گیا بعض صحابہ نے پہلے اس سے نپٹ لینے کی خواہش ظاہر کی مگر اللہ کے رسول ﷺ نے نہ ابی اور اس

کے ساتھیوں کے الگ ہو جانے پر اور نہ ہی صحابہ کی طرف سے ''مشرکین سے پہلے ہمیں منافقین سے نپٹ لینا چاہیئے'' کی خواہش پر کوئی توجہ فرمائی آپ ﷺ کی ساری توجہ درپیش لڑائی پر رہی رئیس المنافقین میدان جنگ میں داخل ہو کر لوٹ رہا تھا صحابہ کی خواہش پر عمل سے دشمن کے سامنے اندر کے دشمن سے نپٹنے سے اندرونی طور پر خطرناک صورت پیدا ہو سکتی تھی آپ ﷺ نے پیغمبرانہ اعتماد اور بصیرت سے دشمن کی اتنی بڑی سازش ناکام بنا دی۔

پیغمبرانہ جنگی بصیرت کی گرفت

رسول اللہ ﷺ نے بدر کے میدان جنگ کے چشموں پر رات ہی قبضہ کر لیا تھا اور صبح مشرکوں کے اپنے کیمپ سے باہر آنے سے پہلے ہی میدان جنگ کے بہترین حصہ پر اپنے لشکر کی صف بندی کر دی تھی قریش کو مجبوراً کیچڑ والی نشیبی زمین پر صف بندی کرنا پڑی تھی اور لڑائی کے وقت ان کی سپاہ کیچڑ میں پھنس گئی تھی احد کے وقت بھی رسول اللہ ﷺ مشرکوں کے کیمپ سے نکلنے سے پہلے ہی میدان جنگ میں پہنچ گئے تھے اور پہاڑ ندی نالوں پانی کے چشموں اور ٹیلوں کا جائزہ لے کر اپنی سپاہ کی صف بندی کے لئے بہترین جگہ پر قبضہ کر لیا تھا مشرکوں کو اپنی فوجوں کی صف بندی کہاں کرنا ہوگی بدر میں بھی یہ فیصلہ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا تھا اور احد میں بھی۔ آپ ﷺ نے بدر میں بھی اپنا کمان اور کنٹرول روم لشکر توحید کی صفوں کے پیچھے اونچائی پر بنایا تھا اور احد میں بھی جہاں سے سامنے لڑائی کی صورت حال صاف نظر آ سکتی تھی رسول اللہ ﷺ نے اہل توحید کی صف بندی اس انداز میں کی تھی کہ بایاں پہلو کھجور کے باغات کی وجہ سے محفوظ ہو گیا تھا دشمن نہ پیچھے سے حملہ کر سکتا تھا اور نہ اس کے گھوڑ سوار بائیں طرف سے حملہ آور ہو سکتے تھے۔

جبل رماۃ پر آپ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ متعین فرما دیا اور ہدایت فرمائی کہ "خواہ دشمن ہمیں تہ تیغ کر دے اور پرندے ہماری بوٹیاں نوچ رہے ہوں تب بھی تم اپنا مورچہ چھوڑ کر ہماری مدد کو نہ آنا" آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی "اگر دشمن کے گھوڑ سوار اس طرف سے ہم پر حملہ کریں تو ان پر چوڑے پھل والے تیروں کی بارش کر دینا تاکہ اس طرف سے وہ ہماری صفوں کے پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں جب تک تم اپنے مورچے میں ڈٹے رہو گے ہم اپنے دشمن پر غالب رہیں گے۔"

قریش کے لئے اپنے لشکر کی صف بندی کے لئے قناۃ کی خشک گزرگاہ اور جبل احد کے درمیان کی تنگ جگہ ہی رہ گئی تھی اور ان کے لئے اس جگہ کا انتخاب اللہ کے رسول ﷺ نے خود کیا تھا جس سے ان کے لئے سامنے سے حملہ کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا اس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے دشمن کی چار گنا بڑی افرادی قوت اور ہتھیاروں میں برتری کو غیر مؤثر بنا دیا تھا ان کی کثیر سپاہ ایک تنگ دائرے میں ہی حرکت کر سکتی تھی اور

ان کے گھوڑ سوار دستوں کو دونوں بازوؤں پر تیر اندازوں کا پیمانا تھا رسول اللہ ﷺ نے زمینی صورت حال کو اس انداز میں اپنے حق میں اور قریش کے خلاف استعمال کیا کہ قریش اپنی کثرت سپاہ کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ کی پیغمبرانہ جنگی بصیرت کی گرفت میں آ گئے تھے۔

فتح وکامرانی کے اصول

صف بندی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لشکر توحید سے خطاب فرمایا اور ان کی فتح وکامرانی کے کچھ اصول متعین فرمادیئے آپ ﷺ نے فرمایا

☆ ہر عمل اللہ کی اطاعت میں ہونا چاہیئے

☆ ہدایت پر وہی لوگ ہیں جو جہاد کے دشوار لمحوں میں صبر کرتے ہیں

☆ اللہ اپنے فرمانبرداروں کی مدد کرتا ہے

☆ میرے حکم پر سختی سے عمل کرنا

☆ اللہ تعالیٰ آپس کے اختلافات جھگڑوں اور لاپرواہی کو پسند نہیں فرماتے

☆ کیونکہ اس سے ایمان کمزور ہوتا ہے اور بزدلی پیدا ہو جاتی ہے

☆ اور اللہ تعالیٰ ایسا کرنے والوں کو فتح اور کامرانی عطاء نہیں کرتے

☆ رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین توحید کی فتح وکامرانی کی دعا کی اور فرمایا "جب تک میں حکم نہ دوں لڑائی شروع نہ کرنا۔"

احد میں فتح اور شکست کا مسئلہ

رسول اللہ ﷺ کی قیادت اور منصوبہ بندی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اہل توحید کو فتح عطاء کر دی رئیس المشرکین ابوسفیان حضرت حنظلہؓ کے وار سے منہ کے بل گھوڑے سے زمین پر گر گیا تھا اور اس کے محافظوں نے اس کی جان بچائی تھی اس کی دف بجانے والی بیوی چیخیں مارتی بھاگ کر احد کی گھاٹیوں میں جا چھپی تھی قریش اپنے دس علمبردار مروا کر اپنا جھنڈا میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے مسلمان ان کے کیمپ تک جا پہنچے تھے اور ان کا سامان اکٹھا کر رہے تھے انہیں قیدی بنا رہے تھے کہ قناۃ کے دوسری طرف کے ٹیلے پر متعین تیر اندازوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت کی خلاف ورزی کی اور اپنے دستہ کے امیر کا حکم نہ مانا اور بھاگنے والوں کا مال اکٹھا کرنے کے لالچ میں مورچہ چھوڑ دیا اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا "جب تک تم اپنے مورچہ میں ڈٹے رہو گے ہم دشمن پر غالب رہیں گے۔"

جب تک وہ اپنے مورچے میں ڈٹے رہے مسلمان مشرکوں پر غالب رہے تھے اور ان کے مورچہ

چھوڑ دینے کی وجہ سے بھاگتے ہوئے اور پہاڑی گھاٹیوں میں چھپے ہوئے مشرک پھر سے اکٹھے ہو گئے تھے اور جبل رماۃ کے اوپر سے چکر کاٹ کر ان کے گھوڑ سوار اہل توحید کے عقب میں پہنچ گئے تو وہ صورت پیدا ہو گئی تھی جسے بعض سیرت نگاروں نے اہل توحید کی شکست تک لکھ دیا ہے اور صحیح صورتحال سمجھنے اور جملہ روایات کو سامنے رکھ کر تجزیہ کرنے سے پرہیز کیا ہے غزوہ احد میں ابتداء میں بھرپور کامیابی کے بعد جو صورت حال پیدا ہوئی اس کی بڑی وجہ تو تیر اندازوں کی غلط فہمی تھی دوسرا اہم سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی سات سو میں سے پچاس تیر انداز جبل رماۃ پر تھے کچھ رسول اللہ ﷺ کے کنٹرول اور کمان روم میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے اور باقی چھ سوا چھ سو مجاہدین توحید پانچ چھ کلومیٹر تک کھلے میدان، مشرکین کے کیمپ اور پہاڑی دروں میں ہر طرف بھاگتے ہوئے تین ہزار مشرکوں کا تعاقب کر رہے تھے مسلمان سب پیدل تھے۔ جبکہ مشرکین کے جس دستہ نے واپس لوٹ کر حملہ کیا تھا وہ گھوڑ سوار تھے۔ واپسی کے لئے گھوڑوں کی تیز رفتاری کا پیدل مقابلہ نہیں کر سکتے تھے سوا چھ سو مجاہدین بارہ تیرہ مربع کلومیٹر کے دائرے میں پھیلے ہوئے تھے اور ان کا اپنے کمان اور کنٹرول روم سے کوئی رابطہ نہیں رہا تھا چاروں طرف بھاگتے مشرکین کے تعاقب کی وجہ سے نظم ٹوٹ گیا تھا اور اس طرح منتشر دور دور تک پھیلی ٹکڑیوں تک پیغام پہنچانے کا دور حاضر جیسا کوئی نظام بھی نہیں تھا۔ جب مشرکین کے دو سو گھوڑ سواروں نے لوٹ کا عقب سے حملہ کیا تھا تو لڑائی اور گھوڑوں کی بھاگ دوڑ کا میدان خشک نالے کی ریت سے بھری گزرگاہ بن گئی تھی روایات میں ہے کہ آندھی بھی چلنے لگی تھی گھوڑوں کی بھاگ دوڑ سے اڑنے والے گرد و غبار اور آندھی کے سبب کوئی کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا اور کئی مسلمانوں نے اپنے ساتھیوں کو ہی زخمی کر دیا تھا حضرت حذیفہؓ کے والد حضرت یمانؓ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو خون بہا دیا تھا جو انہوں نے صدقہ کر دیا تھا حضرت ابو بردہؓ نے "لو یہ زخم ایک انصاری کے فرزند سے" کا نعرہ لگایا اور حضرت اُسیدؓ بن حضیر کو زخمی کر دیا۔ حضرت جبارؓ بن صخر نے حضرت حبابؓ بن منذر کو شدید زخمی کر دیا تھا اور حضرت ابو بردہؓ حضرت ابو زعنہؓ کے ہاتھوں زخمی ہو گئے تھے آندھی مغرب سے مشرق کو چل رہی تھی اور مغرب کی سمت میں ہی لڑائی ہو رہی تھی۔

غزوہ احد کے اس ہنگامی مرحلہ کی صورت احوال کے بارے میں سیرت اور تفاسیر کی کتابوں میں جتنی بھی روایات دستیاب ہیں یا جن روایات کی بنیاد پر غزوہ احد میں مشرکوں کو غلبہ حاصل ہو جانے کی بات کی گئی ہے وہ اکثر یکطرفہ ہیں سب روایات اہل توحید کی جانثاری اور اور جذبہ ایمان کے بارے میں ہی ہیں اور اس غزوہ میں حصہ لینے والے مسلمانوں کے حوالے سے ہی بیان کی گئی ہیں۔ جنگ کے دوسرے فریق مشرکین مکہ کے حوالے سے بہت ہی کم روایات اور تفاصیل دستیاب ہیں اور اگر کوئی ہیں بھی تو اہل علم نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی اور صورت حال کو سمجھنے کے لئے ان سے مدد نہیں لی گئی مکہ کے قریش کے کتنے لوگ زخمی ہوئے

تھے؟ان کے سرداروں نے اپنے اس غلبہ کے باوجود جس کا سیرت اور تفسیر کی کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے فوری طور پر بوریا بستر لپیٹ کر میدان جنگ سے بھاگ جانے کا کیوں فیصلہ کرلیا تھا؟ حالانکہ غالب اور فاتح لشکر کے اس طرح فرار کی عربوں میں کوئی روایات نہیں تھی اگر وہ غالب اور فاتح تھے اور مسلمانوں کو واقعی شکست ہو گئی تھی تو انہوں نے اپنا ایجنڈا پورا کیوں نہیں کیا تھا۔ میدان جنگ سے فوری فرار کے مشورہ میں کون کون شامل تھا اور کس کی کیا رائے تھی؟ کہیں بھی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ مشرکین مکہ کے فوری فرار سے یہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ان کا متفقہ فیصلہ تھا اور اگر یہ فیصلہ متفقہ تھا تو اس کی وجوہ کافی وزنی تھیں ورنہ جو دشمن اتنی زیادہ تیاریاں کر کے آئے تھے اس طرح راہ فرار اختیار نہیں کر سکتے تھے۔

واقدی نے غزوہ احد کے ذکر میں جو روایات درج کی ہیں ان میں دو سے اس فرار کی وجوہ کا کچھ اندازہ ہوتا ہے ایک روایت ضرار بن الخطاب کی ہے جو مشرکین کے ان چار سو رماؤں میں سے تھا جنہوں نے جنگ شروع ہونے سے پہلے مشرکین کے کمانڈروں اور لشکریوں کے سامنے اللہ کے رسول ﷺ کو شہید کرنے کا حلف اٹھایا تھا وہ کہتا ہے "واللہ ہم مسلمانوں کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور پسپا وگریزاں وگرداں ہوئے تو میں نے اپنے دل میں کہا یہ جنگ تو بدر سے بھی زیادہ سخت ہے" خالدؓ بن ولید کو واپس لوٹ کر حملہ کرنے کے مشورہ اور جبل رماۃ کے خالی ہونے کا ذکر کر کے وہ کہتا ہے "ہم اپنے لشکر (کیمپ) میں پہنچے تو مسلمان اسے تاراج کر رہے تھے ہم نے بڑی شدت سے ان پر زور ڈالا وہ ہر طرف بھاگے ہم نے ان کو تلواروں پر دھرلیا ہم اپنے بزرگوں کے قاتل اوس اور خزرج کے سرداروں کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے مگر ان میں سے کوئی بھی نہ ملا وہ لوگ بھاگ گئے تھے پھر اتنا ہی وقت گزرا ہوگا جتنا اونٹنی کا دودھ نکالنے میں لگتا ہے کہ انصاری آن پڑے اور بڑھ کر ہم میں خلط ملط ہو گئے ہم لوگ گھوڑ سوار تھے لیکن وہ ہمارے سامنے ثابت قدم رہے اور بڑی بہادری سے لڑے یہاں تک کہ انہوں نے میرے گھوڑے کو زخمی کر کے گرا دیا تب میں پیدل ہو گیا میں نے ان میں سے دس کو قتل کیا۔" (مغازی الرسول ص ۲۰۹، ۲۱۰)

دوسری روایت مشرکین کی پیدل فوج کے کمانڈر عمرو بن العاص کی ہے وہ کہتا ہے "ہوا ایسے تھا کہ جب ہم نے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرلیا تو ہم نے ان میں سے جس کو پایا ہلاک کیا اور وہ ہر طرف بکھر گئے۔ اس کے بعد ان کے گروہ پھر سے جمع ہو گئے اور ان کو غلبہ حاصل ہو گیا تب قریش نے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ فتح ہمیں ہوئی ہے کاش واپس چلے چلو عبداللہ بن ابی بن سلول ایک تہائی لوگوں کو واپس لے گیا ہے اوس اور خزرج کے کچھ اور لوگ بھی پیچھے رہ گئے تھے اگر اب مسلمانوں نے ہم پر حملہ کر دیا تو ہم بچ نہیں سکیں گے کیونکہ ہم میں سے اکثر زخمی ہیں۔ اور ہمارے گھوڑے بھی تیروں سے زخمی ہیں چنانچہ سب قریش واپس چلے گئے۔" (مغازی الرسول ص ۲۲۳)

ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے اہل توحید کا جذبہ شہادت آزما لیا تھا ان کے بہت سے ساتھی زخمی تھے گھوڑے چھلنی ہو چکے تھے لڑنے والے دل ہار گئے تھے (سست ہو گئے تھے) مشرکوں نے سوچا کہ اگر مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا تو کیا ہوگا؟ ابوسفیان کے سامنے یہ بہت اہم سوال تھا زخمیوں کو اٹھا کر کیسے لے جائے گا؟ پیچھے چھوڑ نہیں سکے گا اٹھا کر بھاگ نہیں سکے گا مکمل شکست سے بچے کھچے عزت اور وقار بھی خاک میں مل جائیں گے جزیرہ نمائے عرب اور اردگرد کے ممالک میں مکہ کے قریش کی رہی سہی سیاسی سماجی اور اقتصادی حیثیت بھی ختم ہو جائے گی اس سے بچنے کا واحد طریقہ فوری بھاگ جانے کا تھا وہ اپنے لشکر کو بوریا بستر باندھنے کا حکم دے کر جبل احد کی بلندی پر آیا اور "ہمارا اور تمہارا آئندہ مقابلہ اگلے سال کے شروع میں بدر الصفراء میں ہوگا" کا اعلان کر کے فرار ہو گیا۔ ایسا اعلان ایسی صورت میں کیا جاتا تھا جب لڑائی میں کسی فریق کو فتح حاصل نہ ہوئی ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکین کا وہ چیلنج قبول فرما لیا۔

اس لڑائی میں مکہ کے قریش کے ہاتھ نہ کوئی مال غنیمت آیا تھا اور نہ ہی کوئی جنگی قیدی مال غنیمت جتنا بھی تھا مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا اور دو جنگی قیدی بھی مشرک ہی اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے ابوسفیان کے ایجنڈے کا کوئی بھی مقصد پورا نہیں ہو سکا تھا اللہ کے رسول ﷺ بھی حیات تھے ریاست مدینہ بھی سلامت تھی مکہ کے قریش کے تجارتی راستوں کے محفوظ ہو جانے کی بھی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکی تھی اور قریش مکہ کے عزت و وقار بھی بحال نہیں ہو سکے تھے اور نہ ہی بدر کا بدلہ لیا جا سکا تھا بدر میں ستر مشرک اندھے کنوئیں میں دفن ہو گئے تھے اور ستر جنگی قیدی بنا لئے گئے تھے جن میں ان کے بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے انہوں نے فدیہ دے کر اپنے قیدی رہا کرائے تھے احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے بدر کے شہداء کی تعداد اٹھارہ تھی دونوں لڑائیوں میں اہل جنت کی زیادہ سے زیادہ تعداد اٹھاسی بنتی ہے اور اہل دوزخ کی ستانویں ہے فرار بدر میں بھی قریش کا مقدر تھا اور احد میں بھی بدر میں تین مشرکوں کے مقابلے میں ایک مسلمان تھا اور احد میں چار مشرکوں کے مقابلے میں ایک مسلمان تھا اللہ نے بدر میں بھی مسلمانوں کی مدد کی تھی اور احد میں بھی احد میں مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب اللہ کی مدد کے علاوہ اللہ کے رسول ﷺ کی بے مثل شجاعت پیغمبرانہ استقامت اور اہل توحید کی اللہ کے دین اور رسول ﷺ سے بے پناہ محبت تھے (جس کی تفصیل جلد دوم میں دیکھی جا سکتی ہے)۔ ابوسفیان غیر فیصلہ کن لڑائی (undecided battle) کا اگلے سال کے شروع میں فیصلہ کرنے کا اعلان کر کے بھاگ گیا مگر مشرک پر یقین نہیں کیا جا سکتا تھا رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو ان کے پیچھے بھیجا کہ جاؤ دیکھو وہ مدینہ پر حملہ تو کرنے نہیں جا رہے اور فرمایا "اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر انہوں نے مدینہ پر حملہ کیا تو میں فوراً ان کے تعاقب میں جاؤں گا اور ہاتھوں ہاتھ بدلہ لوں گا۔" حضرت سعدؓ بن ابی وقاص وادی عقیق تک ان کے پیچھے رہے اور پھر واپس آ کر بتایا کہ مکہ کے مشرک مدینہ پر حملہ کرنے کی بجائے

واپس جارہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی ''اپنی آواز مدھم رکھ جنگ میں دھوکہ بھی دیا کرتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں کے لوٹ کر مدینہ پر حملے کے امکان کو بالکل مسترد نہیں کیا تھا آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ کو اپنی آواز مدھم رکھنے کی اس لئے ہدایت فرمائی تھی کہ مسلمان سن کر بے فکر نہ ہو جائیں اور اپنے ہتھیار نہ کھول دیں۔

احد سے واپس آئے تو حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ کو سہارا دے کر سواری سے اتارا تھا آپ ﷺ کے رخسار مبارک زخمی تھے دانت ٹوٹ گئے تھے۔ رانوں کا گوشت پھٹ گیا تھا اور خون بہت زیادہ بہا تھا اس کے باوجود آپ ﷺ نے شہدا کو دفنانے میں حصہ بھی لیا تھا حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آہستہ چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور پھر انہی کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مغرب کی نماز ادا کرنے مسجد تشریف لائے تھے اس کے باوجود اگلی صبح کی نماز کے بعد آپ ﷺ نے مشرکوں کے تعاقب کا اعلان فرما دیا تھا اور صحابہ کرام کو فوری تیاری کا حکم دے کر قریش کے بارے میں خبریں معلوم کرنے کے لئے تین جاسوس بھیج دیئے تھے۔

احد میں تین ہزار مشرکوں کے مقابلے میں سات سو مسلمان تھے جن میں سے ستر شہید ہو گئے تھے باقیوں میں سے بھی بہت سے زخمی تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مشرکوں کے تعاقب کے لئے وہی صحابہ جائیں گے جو احد میں موجود تھے اس طرح مشرکوں کے لشکر کے مقابلے کے لئے جانے والے مسلمانوں کی تعداد چھ سو اکتیس تھی چھ سو اکتیس تھکے ماندے اور زخمی مسلمان اپنے سے پانچ گنا بڑے لشکر کے تعاقب میں جا رہے تھے زخمی ہونے کے باوجود سب سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ ہتھیار لگا کر اپنے حجرہ سے برآمد ہوئے تھے اور جب مدینہ کی بیرونی بستیوں کے مسلمان پہنچے تو آپ ﷺ گھوڑے پر سوار تیار کھڑے تھے چھوٹی سی زخمی سپاہ کے ساتھ اپنے سے پانچ گنا بڑے دشمن کے تعاقب کا فیصلہ دنیا کا کوئی بھی عام انسان نہیں کر سکتا تھا جنگی حکمت عمل سیاسی اور ریاستی مصلحت ایسا فیصلہ ہر دنیاوی اصول جنگ کے خلاف تھا مشرکوں سے لڑائی کا امکان موجود تھا اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے قریش کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا اور تھکے ماندے زخمی مجاہدین کی خود قیادت کرتے ہوئے فوراً مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر اسلامی لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اس کی درخواست مسترد کر دی حالانکہ ایسے حالات میں افرادی قوت کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد پہنچے تو دو مسلمان جاسوسوں کی نعشیں وہاں پڑی تھیں قریش مکہ نے رات وہاں گزاری تھی انہیں مسلمان جاسوسوں پر شبہ ہوا تو پکڑ کر ان کی آمد کا مقصد معلوم کیا جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تعاقب کے لئے آ رہے ہیں تو انہوں نے مسلمان جاسوسوں کو شہید کر دیا اور خود فوراً وہاں سے مکہ کی

سمت روانہ ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے حمراء الاسد میں کیمپ لگانے کا حکم دیا شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا رات کو آپ ﷺ نے مجاہدین توحید کو ہدایت فرمائی کہ اردگرد کے ٹیلوں پر پھیل جائیں اور ساری رات آگ کے الاؤ روشن رکھیں۔ مشرکوں کا کیمپ وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا وہ ساری رات اتنے زیادہ دور دور تک پھیلے آگ کے روشن الاؤ دیکھتے رہے تھے معبد خزاعی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات اور اظہار ہمدردی کر کے ان کی طرف گیا تو قریش کو تجسس تو تھا ہی ابوسفیان نے اس سے مسلمانوں کے لشکر کے بارے میں پوچھا تو معبد نے کہا کہ مسلمان تو بہت تیاری کر کے آئے ہیں خزرج کے جو لوگ احد کی لڑائی میں شریک نہیں تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہیں اور وہ اپنے شہیدوں کا بدلہ لئے بن واپس نہیں جائیں گے ابوسفیان نے کہا کہ ہم تو ان سے مقابلے کے لئے جانے والے ہیں تو معبد خزاعی نے مشورہ دیا کہ اس سے باز رہو بچ جاؤ گے اگر لوٹ کر لڑائی کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے ابوسفیان فوراً بوریا بستر باندھ کر مکہ کی طرف بھاگ گیا۔

رئیس المشرکین کے ساتھیوں کے حوصلے تو پہلے ہی پست تھے اسے تو یہی خیال پریشان کر رہا تھا کہ اتنے زیادہ نقصان کے باوجود مسلمان اس کے تعاقب کے لئے نکل آئے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اردگرد کی پہاڑیوں اور ٹیلوں پر ساری رات الاؤ روشن رکھنے کی جو ہدایت فرمائی تھی اس سے وہ سمجھا کہ مسلمانوں کا لشکر بہت بڑا ہے جو اتنی دور تک پھیلا ہوا ہے معبد خزاعی نے جو مسلمانوں سے ہمدردی رکھتا تھا قریش کے اس خوف اور خدشہ کو اپنے قصیدہ سے اور بھی بڑھا دیا تھا جس میں اس نے مسلمانوں کی تعداد حوصلے اور عزم کے بارے میں بتایا تھا ابوسفیان کوئی خطرہ مول لینے کو تو پہلے ہی تیار نہیں تھا وہ فوراً بوریا بستر باندھ کر بھاگ گیا رسول اللہ ﷺ تین روز تک وہاں مقیم رہے اور جب قریش بھاگ کر مکہ کے گردونواح میں جا پہنچے تو واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

قریش کا تعاقب کیوں کیا؟

اللہ نے اپنی تدبیر سے بدر کے میدان میں مشرکوں کی جڑ کاٹ دی اور اپنے دین کو غلبہ عطاء کیا تو اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے بارے میں جزیرہ نمائے عرب میں نئی سوچ پیدا ہو گئی تھی بعض قبائل اور گروہوں نے ریاست مدینہ سے مفاہمت کو اپنے لئے بہتر جانا تو بعض کی دشمنی میں شدت آ گئی۔ ایسے قبائل اور گروہ مدینہ کے اندر بھی تھے اور جزیرہ نمائے عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں بھی بکھرے ہوئے تھے۔ احد میں مسلمانوں کے جانی نقصان سے عربوں کی اجتماعی سوچ پر منفی اثرات مرتب ہو سکتے تھے ایک طرف قریش اپنی فتح کا پراپیگنڈہ کر سکتے تھے تو دوسری طرف مدینہ کے اندر عبداللہ بن ابی بن سلول کہنے لگا تھا کہ مسلمانوں کا جانی نقصان اس کا مشورہ نہ ماننے کی وجہ سے ہوا ہے ایسے پراپیگنڈہ سے ریاست کے اندرونی دشمنوں کے حوصلے

بڑھ جاتے اور اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی قوت کی کمزوری کا تاثر پیدا ہو جاتا ایسا تاثر اللہ کے دین اور ریاست مدینہ کی توسیع اور فروغ میں مشکلات پیدا کر سکتا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے اس سوچ اور تاثر کو ختم کرنے کے لئے فوری طور پر دشمن کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا اور دشمن کے دل پر اپنی قوت اور عزم کی دہشت ثبت کر دی ریاست کے دوستوں اور دشمنوں سب کو بتا دیا کہ احد میں جانی نقصان سے نہ ریاست مدینہ کے عزم میں کوئی فرق آیا ہے اور نہ ہی اس کی قوت میں کوئی کمی آئی ہے اپنی پیغمبرانہ بصیرت اور منصوبہ بندی سے اللہ کے رسول ﷺ نے عربوں کی سوچ پر منفی اثرات کے آگے عزم اور ہمت کا بند باندھ دیا۔

سیرت تفسیر اور تاریخ کی اکثر کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قریش کے تعاقب کا سبب قریش کے لوٹ کر مدینہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بتایا گیا ہے جس کی بنیاد موسیٰ بن عقبہ کی وہ روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مکہ کا ایک باشندہ مدینہ آیا تھا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو قریش کے اس پروگرام سے آگاہ کیا تھا روایت کے مطابق اس نے بتایا تھا کہ وہ قریش کے لشکر میں کچھ دیر ٹھہر کر آیا ہے اور اس نے دیکھا تھا کہ قریش کے سرداروں میں واپسی کی وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے تھے اور وہ ایک دوسرے کو ملامت کر رہے تھے کہ مسلمانوں کی شان وشوکت اور ترقی وعروج پر کاری ضرب لگا کر وہ ان کے خاتمہ کے بغیر واپس کیوں آ گئے ہیں مسلمانوں کے جو بااثر افراد بچ گئے ہیں وہ لشکر جمع کر کے تم پر حملہ کر دیں گے اس اختلاف کے بعد مشرکین مکہ لوٹ کر مدینہ پر حملہ کی تیاری کرنے لگے تھے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص کی رپورٹ پر قریش کے تعاقب کا اعلان کر دیا تھا۔

اس بارے میں کچھ پہلو قابل غور ہیں قریش مکہ دن کے پچھلے پہر احد کے اپنے کیمپ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے تھے ان کے ساتھ خواتین بھی تھیں تین ہزار کی فوج کا رسد اور جنگ کا سامان بھی تھا اور زخمی بھی تھے احد کے کیمپ سے چل کر انہوں نے حمراء الاسد میں قیام کیا تھا حمراء الاسد مدینہ سے تیرہ کلومیٹر اور احد کے کیمپ سے سولہ سترہ کلومیٹر دور تھا راستہ نہایت دشوار گزار تھا قریش مکہ اتنے بھاری سامان اور زخمیوں کے ساتھ کافی رات گئے حمراء لاسد پہنچے ہوں گے اور لڑائی اور سفر کے تھکے ماندے ان کے سردار اور سپاہی فوراً ہی مشورہ اور اختلاف کرنے اور پھر سے مدینہ پر حملہ کا فیصلہ کرنے نہیں بیٹھ گئے ہوں گے وہ مارچ کا گرم مہینہ تھا اور راتیں چھوٹی تھیں ایسا مشورہ یا ایک دوسرے کو ملامت وہ اگلے دن صبح ہی کر سکتے تھے اور اگلے دن کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا تھا کہ ''اعلان کر دو کہ قریش کے تعاقب کی تیاری کریں۔'' فرض کر لیں کہ مکہ کے قریش حمراء الاسد پہنچتے ہی ایک دوسرے کو ملامت کرنے بیٹھ گئے تھے اور مکہ سے آنے والے نامعلوم مسافر کو ان کی مشورہ گاہ تک رسائی بھی حاصل ہو گئی تھی مگر وہ اس خبر کے ساتھ صبح کی نماز سے پہلے ہی مدینہ کیسے پہنچ گیا تھا؟ اور اس نے اللہ کے رسول ﷺ کو نماز سے بھی پہلے قریش

کے پروگرام کی خبر کیسے پہنچادی تھی؟ اس زمانے میں دشوار گزار راستوں پر کسی سوار مسافر کی ایک دن کی منزل تیس بتیس کلومیٹر ہوتی تھی اگر وہ مسافر قریش کی مشورہ گاہ سے فوراً ہی مدینہ کے لئے روانہ ہو گیا تھا تو بھی وہ اتنے کم وقت میں مدینہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ زخمی تھے اور ساری رات حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ آپ ﷺ کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے تھے اگر وہ نامعلوم مسافر صبح سے پہلے پہنچ بھی گیا تھا تو کیا اس نے ان میں سے کسی کے ذریعے اللہ کے رسول ﷺ کو پیغام بھجوادیا تھا؟ مگر ایسی بھی کوئی روایت نہیں ملتی۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو قریش کے کسی ایسے ارادے کی اطلاع ملی تھی تو بھی تھوڑے سے زخمی اور تھکے ماندے صحابہ کے ساتھ ان سے مقابلے کا بہترین طریقہ تو مدینہ کے اندر قلعہ بند ہو کر لڑائی کرنے کا تھا نہ کہ ان کا تعاقب کرنے کا بعض کتب میں حضرت عائشہ صدیقہ سے بھی ایک روایت بیان کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا خیال تھا کہ ہو سکتا ہے قریش حملہ کے لئے لوٹ آئیں اس وجہ سے آپ ﷺ نے ان کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا تھا لیکن اس روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ستر منتخب صحابہ کے دستہ کے ہمراہ قریش کا تعاقب کیا تھا جن میں حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے اگر اس روایت کا پہلا حصہ درست مان لیا جائے تو دوسرا حصہ بھی درست ماننا پڑے گا اور دوسرے حصے کو درست ماننے میں یہ دشواری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ستر صحابہ کے منتخب دستہ کے ساتھ قریش کا تعاقب نہیں کیا تھا بلکہ چھ سو اکتیس کے قریب صحابہ کے لشکر کے ساتھ آپ ﷺ مشرکین مکہ اور ان کے اتحادیوں کے لشکر کے تعاقب میں تشریف لے گئے تھے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ نے تعاقب کا فیصلہ قریش کے لوٹ کر حملہ کرنے کے کسی پروگرام کی کسی اطلاع کے بغیر کیا تھا۔

سیرت کی بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے روانگی سے پہلے قریش کے بارے میں خبریں معلوم کرنے جو کھوجی یا جاسوس بھیجے تھے وہ جب حمراء الاسد پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ قریش لوٹ کر مدینہ پر حملہ کا مشورہ کر رہے ہیں اگر قریش نے مدینہ پر حملہ کا فیصلہ پہلے ہی کر لیا ہوا تھا جیسا کہ مکہ سے آنے والے مسافر کی اطلاع کے سلسلے میں بتایا جاتا ہے تو قریش دوبارہ کیوں مشورہ کر رہے تھے؟ اور اللہ کے رسول ﷺ کے کھوجی قریش کے مشورہ کے خیمے تک کیسے پہنچ گئے تھے؟ قریش نے ان تین کھوجیوں میں سے دو کو شہید کر دیا تھا اور ان کی نعشیں وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ ان کے تعاقب میں آرہے ہیں اگر وہ لوٹ کر مدینہ پر اس لئے حملہ کرنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے ان سرداروں کو بھی ختم کر دیں جو احد میں بچ گئے تھے تو پھر تو انہیں وہیں رک کر مسلمانوں سے لڑائی کی تیاری کرنا چاہئے تھی۔ تھکے ماندے اور زخمی مسلمان تو خود ان کی طرف آرہے تھے وہیں رک کر

مسلمانوں سے لڑائی کا قریش کو جو موقعہ مل رہا تھا مدینہ جا کر لڑنے سے تو وہ بہت اچھا موقعہ تھا مدینہ واپس جا کر حملہ کرنے کے لئے انہیں سارے لشکر اور سامان رسد کے ساتھ دس پندرہ کلومیٹر کا دشوار گزار سفر کرنا پڑتا وہ تو اس مشقت سے بھی بچ گئے تھے پھر مدینہ میں خزرج اور اوس کے ان لوگوں کے مسلمانوں کے ساتھ مل جانے کا بھی خدشہ تھا جن کی وجہ سے بقول عمرو بن العاص انہوں نے فوری واپسی کا فیصلہ کیا تھا یہ بھی ہوسکتا تھا کہ مسلمان مدینہ میں قلعہ بند ہو جائیں اور حمراء الاسد تو مسلمان خود چل کر آ رہے تھے قریش نے اتنا اچھا موقعہ ضائع کیوں کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر حمراء الاسد سے بھاگ کیوں گئے تھے؟

سیرت اور تفسیر کی کتابوں میں تو یہ بھی درج ہے کہ جب معبد خزاعی روحا میں ابوسفیان کے پاس پہنچے تو اس وقت بھی قریش کے سردار یہی مشورہ کر رہے تھے کہ لوٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دینا چاہئیے اور معبد خزاعی نے انہیں مسلمانوں کے عزم اور ارادے سے خوفزدہ کر دیا تو وہ واپس چلے گئے تھے کیا یہ عجیب معلوم نہیں ہوتا کہ پہلے قریش نے حمراء الاسد پہنچتے ہی لوٹ کر مدینہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا جس کا ذکر مکہ سے آنے والے مسافر والی روایت میں ہے پھر اس وقت بھی انہوں نے لوٹ کر حملہ کرنے کا ہی فیصلہ کر لیا تھا جب رسول اللہ ﷺ کے کھوجی حمراء الاسد پہنچے تھے اور اس کے ایک روز بعد جب معبد خزاعی اللہ کے رسول ﷺ سے حمراء الاسد میں مل کر روحا میں قریش کے لشکر میں پہنچے تھے تو اس وقت بھی وہ لوٹ کر حملہ کرنے کا ہی فیصلہ کر رہے تھے آخر وہ ہر بار فیصلہ کر کے بھاگ کیوں جاتے تھے؟ ان روایات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ صفوان بن امیہ لوٹ کر مدینہ پر حملہ کرنے کے خلاف تھا اور حمراء لاسد میں قریش کے دیگر سرداروں نے اس کی بات مان لی تھی اور روایت یہ بھی ہے کہ روحا کے مشورہ کے وقت بھی صفوان بن امیہ ہی اس کا مخالف تھا اگر حمراء لاسد میں صفوان کی بات مان لی گئی تھی تو روحا میں پھر سے اس کے مشورہ کے خلاف مشورہ کی ضرورت کیوں پیش آ گئی تھی؟ جبکہ صورت حال میں قریش کے حق میں کوئی تبدیلی بھی نہیں آئی تھی کہ اس کی وجہ سے وہ حالات کو حملہ کے لئے موافق سمجھنے لگے ہوں۔ روحا میں تو وہ ساری رات آگ کے الاؤ دیکھتے رہے تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ بہت بھاری لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔

بعض سیرت نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے معبد خزاعی کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ قریش کے پاس جائیں اور انہیں مسلمانوں کے عزم اور ارادے سے ڈرائیں تاکہ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ جائیں لیکن ابن اسحاق ابن سعد، واقدی اور ابن کثیر نے اس بارے میں کوئی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے معبد کی کوئی ایسی ڈیوٹی لگائی تھی بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ معبد خزاعی اسلام قبول کرنے کے بعد ابوسفیان کے پاس گیا تھا مگر حالات اس کی بھی تصدیق نہیں کرتے۔ معبد کو مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی تھی اور اس کا وہ اظہار بھی کر چکا تھا اپنے قبائلی تعصب اور باہمی تعلقات کی پرانی تاریخ کی وجہ سے معبد خزاعی

قریش سے دشمنی رکھتا تھا اسے اور اس کے قبیلہ والوں کو مسلمانوں کے مقابلے میں قریش کی برتری پسند نہیں تھی اس کا اندازہ ان روایات سے بھی ہوتا ہے جن میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو قریش اور ان کے اتحادیوں کے لشکر کی مکہ سے احد کے لئے روانگی کی اطلاع بھی اصل میں معبد کے قبیلہ نے ہی بھجوائی تھی۔ جو رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے اتحادی تھے اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ حدیبیہ کے معاہدے کے بعد انہوں نے قریش کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ سے اتحاد کیا تھا جس کے نتیجے میں وہ واقعہ پیش آیا تھا جو مکہ کی فتح کی سیاسی بنیاد بن گیا تھا بنوخزاعہ دل سے اللہ کے رسول ﷺ کے حامی تھے اسی وجہ سے معبد خزاعی نے ابو سفیان اور قریش کے سرداروں کو مسلمانوں سے ڈرایا تھا اور وہ بوریا بستر باندھ کر بھاگ گئے تھے۔

فتح مکہ کا عملی آغاز

جزیرہ نمائے عرب اور اس کے باسیوں کے دلوں پر اللہ کے دین کے غلبہ اور شرک کی پسپائی میں غزوہ احد بھی بدر کی مانند بہت اہم سنگ میل ہے احد کی آزمائش اور عزم کے نتیجے میں جو عظیم کامیابی حاصل ہوئی تھی اس کے اثرات بہت گہرے تھے۔ مسلمانوں کے دلوں پر بھی اور مشرکوں کے دلوں پر بھی بدر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں شامل انصار قریش سے لڑنے کے ارادے سے نہیں گئے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے بار بار "مجھے مشورہ دو" فرمایا تھا اور اوس اور خزرج کے سرداروں کی طرف سے لڑائی میں ساتھ دینے کے عہد کے بعد ہی قافلہ کے تعاقب کی بجائے مشرکوں سے لڑائی کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ مگر غزوہ احد میں انصار مدینہ نے میدان کارزار میں بھی اپنی جانوں اور اولاد سے بڑھ کر اللہ کے رسول ﷺ کی حفاظت کے لئے قربانیاں دی تھیں اور وہ مدینہ سے باہر حمراء الاسد تک مشرکوں کے تعاقب میں گئے تھے جو اس کا ثبوت ہے کہ انہوں نے عقبہ کی رات صرف مدینہ میں ہی اللہ کے رسول ﷺ کی حفاظت کا عہد نہیں کیا تھا۔ روایات کے اختلاف کو چھوڑ کر اگر احد کے شہداء کی اصل تعداد ستر مان لی جائے تو ان میں صرف چار مہاجر تھے دو مزنی تھے باقی سب انصار مدینہ اور ان کے حلیف تھے بنی سلمہ کے چالیس افراد زخمی تھے اور وہ سارے ہی مشرکین کا تعاقب کرنے والے مجاہدین میں شامل تھے اگرچہ ان میں سے بعض تو کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے بنوعبدالاشہل کے تقریباً سب ہی افراد زخمی تھے اور سارے ہی تعاقب کرنے والوں میں شامل تھے بدر میں اللہ کی تدبیر کی کامیابی پر مشرک منافق اور یہودی کہتے تھے کہ " کبھی کبھی ایسا بھی ہو جایا کرتا ہے اب قریش لشکر لے کر آئے تو مسلمانوں کو ختم کر کے ہی جائیں گے" احد میں ایمان اور عزم نے مشرکین مکہ کے اتنے بڑے لشکر کو بھگا دیا تو " کبھی کبھی ایسا بھی ہو جایا کرتا ہے" کا نظریہ فریب بھی دم توڑ گیا اور عربوں کے دلوں سے مکہ کے قریش کے ناقابل شکست ہونے کا تصور دھندلا پڑنا شروع ہو گیا احد کی آزمائش اور افرادی قوت کے

نقصان نے مسلمانوں کی نظریاتی بنیاد بہت مضبوط کردی تھی اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتی حفاظت کی بجائے اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے مرحلہ میں داخل ہو گئے تھے اور جہاد اور ایثار و قربانی کا جذبہ زمان و مکاں کی حدود سے نکل کر غیر فانی اور غیر محدود ہو گیا تھا۔ لڑائی کے شدید لمحوں میں شدید زخمی حضرت خارجہؓ بن زید "محمد ﷺ ختم ہو گئے ہیں تو خدا تو زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی محمد ﷺ تو دین پہنچانے کا کام مکمل کر گئے اب اس دین کی خاطر جہاد کرو" کا اعلان کرتے ہوئے اللہ کے دین کی خاطر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

حضرت سعدؓ بن ربیع سے کہا گیا کہ "اللہ کے رسول ﷺ تو شہید ہو گئے ہیں "انہوں نے جواب دیا" میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ نے اللہ کا دین اس کے بندوں تک پہنچادیا ہے اب تم اس دین کے لئے لڑو کہ اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے "اور وہ بھی اللہ کے دین کے لئے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

پریشانی اور جنگ کے نازک لمحوں میں حضرت ثابتؓ بن وجداحہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے "اے گروہ انصار! میری بات سنو! میں ابن وجداحہ ہوں محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو حق تعالیٰ تو زندہ اور باقی ہے جو کبھی نہیں مرے گا آگے بڑھو اور اپنے دین کی خاطر جہاد کرو حق تعالیٰ تمہیں غلبہ دیں گے اور تمہاری مدد کریں گے "ان کے اعلان پر انصار کی ایک جماعت اکٹھی ہو گئی تھی اور وہ سب اللہ کے دین کی خاطر خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل کے گھوڑسوار دستوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

اسلامی لشکر کے علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیر کے دونوں بازو کٹ گئے تو انہوں نے علم کٹے ہوئے بازوؤں کی مدد سے سینے سے لگا لیا اور

☆ "اس کے سوا کچھ نہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں
اس سے پہلے بھی اللہ کے رسول آتے رہے ہیں
اگر محمد کو موت آجائے یا انہیں قتل کر دیا جائے
تو کیا تم اللہ کے دین سے پھر جاؤ گے"

کا ورد کرتے ہوئے شہید ہو گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خاطر لڑنے والوں کی مدد کی تھی اور انہیں غلبہ عطا کر دیا تھا۔

حضرت علیؓ پانی ڈال رہے تھے اور سیدہ فاطمہؓ اللہ کے رسول ﷺ کے چہرہ مبارک پر سے خون دھو رہی تھیں صحابہ کرام ارد گرد کھڑے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے میدان احد میں خوشخبری دی تھی "آئندہ کبھی بھی مشرک ہمیں اس طرح کے مصائب میں نہیں ڈال سکیں گے یہاں تک کہ اللہ ہمیں ان پر غلبہ دے گا اور ہم حرم کعبہ کے رکن کو چھوئیں گے "اور احد کی آزمائش کے بعد ایسے ہی ہوا تھا غزوہ احد سے مکہ کی فتح کا عمل اور اللہ کے دین کی

توسیع اور قوت کا نیا دور شروع ہو گیا تھا۔ احد میں اللہ تعالیٰ نے آنے والی نسلوں کو کامیابی اور کامرانی کا نسخہ بھی بتادیا تھا کہ جو بھی کوئی مشکلات اور آزمائش میں ثابت قدم رہے گا اور اللہ کے دین کی خاطر مشکلات اور آزمائشوں کا مقابلہ کرے گا اللہ تعالےٰ اسے کامیابی عطاء فرمائیں گے ایمان صبر عزم ایثار قربانی اور اللہ کے دین کی سربلندی کا جذبہ صادق اس نسخہ کے اجزاء ہیں۔

بنو مخزوم کا زوال

مشرکین مکہ کی اندرونی سیاست کے حوالے سے دیکھا جائے تو غزوہ احد سے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کے قبیلہ کی قوت کا زوال شروع ہو گیا تھا بدر میں ابوجہل اندھے کنویں میں دفن ہو گیا تو بنو مخزوم اس کے قتل کے بدلہ کو قریش کا قومی نعرہ بنانے میں کافی حد تک کامیاب ہو گئے تھے احد تک ابوجہل کا بیٹا عکرمہ مسلمانوں کے خلاف لشکر تیار کرنے میں اور اس کا بھائی حارث مشرک قوم کو مسلمانوں کے خلاف متحد کرنے میں بہت سرگرم ہوا کرتے تھے بنو مخزوم نے احد کی لڑائی میں بھی بڑی قوت مشرکانہ دکھائی تھی ابن ہشام نے احد میں قتل ہوئے بائیس مشرکوں کی جو فہرست دی ہے اس میں تین کا تعلق بنو مخزوم سے تھا جن میں ولید بن العاص بن ہشام ابوجہل کا حقیقی بھتیجا تھا اور ہشام بن ابی امیہ اور ابوامیہ بن ابوحذیفہ ان کے چچازاد بھائی تھے خالد بن الاعلم اس خاندان کا حلیف تھا باقی مقتولین میں سے دس قریش کے علمبردار قبیلہ بنو عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے اور ایک بنو عبدالدار کا غلام تھا افرادی قوت کے حوالے سے احد میں مارے گئے مشرکین میں سے نصف کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا اور دوسرے نمبر پر بنو مخزوم تھے دو مقتول ابوالحکم بن الاخنس بن شریق اور سباع بن عبدالعزیٰ بنو زہرہ کے حلیف تھے ایک مقتول عبداللہ بن حمید بنو اسد سے تھا دو عمرو بن عبداللہ اور ابی بن خلف بنو جمح سے اور دو ہی عبیدہ بن جابر اور شیبہ بن مالک بنو عامر سے تھے رئیس المشرکین ابوسفیان کے قبیلہ بنو عبدالشمس کا کوئی بھی آدمی احد میں مارا نہیں گیا تھا اس طرح بنو سہم بنو تیم ,بنو فہر اور بنو زہرہ سے تعلق رکھنے والا بھی کوئی مشرک احد میں کام نہیں آیا تھا۔ بنو مخزوم کی تباہی سے قریش کی قیادت مکمل طور پر بنو عبدالشمس کے قبضہ میں آ گئی تھی احد کی وجہ سے بنو مخزوم کی مانند بنو جمح کی قوت میں بھی کمی آ گئی تھی جس سے بنو عبدالشمس کی قوت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا عرب اور مکہ میں کسی بھی خاندان یا قبیلے کی قوت کا دارومدار اس کے افراد (مردوں) کی تعداد اور دولت پر ہوتا تھا اور بنو عبدالشمس ان دونوں معیاروں پر قریش کے باقی سب قبیلوں سے آگے نکل گئے تھے۔ ابوجہل نے ریاست مکہ کی اندرونی سیاست میں دوسرے قبیلوں سے آگے نکلنے کے لئے اللہ کے دین اور رسول ﷺ سے دشمنی میں سب سے آگے نکلنے کی کوشش کی تھی بے کس اور مجبور مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی میں بھی وہ سب سے آگے ہوتا تھا بائیکاٹ کے فیصلہ اور اس کے نفاذ

میں بھی ابوجہل کا رویہ سب سے سخت تھا اللہ کے رسول ﷺ کے قتل کی تجویز بھی اسی نے پیش کی تھی اور بدر کے وقت قریش کی واپسی کی راہ میں بھی وہی سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوا تھا بدر میں وہ خود اللہ کے عذاب کی گرفت میں آ گیا تھا اور احد سے مکہ کی سیاست میں اس کے قبیلے کے زوال کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی تھی اگرچہ روایات اس دور کی مکہ کے قریش کی اندرونی سیاست سمجھنے میں زیادہ مدد نہیں کرتیں کیونکہ ان کا رخ توحید اور شرک کے معرکہ اور اس لڑائی اور پسپائی کی طرف ہی رہتا ہے اور اس لڑائی اور پسپائی میں سارے مشرک اور قریش ایک ہی صف میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں لیکن اگر بدر اور اس کے بعد فتح مکہ تک قریش کے مختلف قبیلوں اور افراد کے رویہ کو سامنے رکھا جائے تو بنو عدی توحید کی حمایت میں سب سے آگے اور مخالفت میں سب سے پیچھے دکھائی دیتے ہیں۔ بنو عدی واحد قبیلہ ہے جس کے کسی بھی فرد نے کبھی بھی اللہ کے دین کی مخالفت اور شرک کے دفاع میں تلوار نہیں اٹھائی تھی۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب تلوار لہراتے ہوئے نکلے اور توحید کے علمبردار بن گئے اس کے بعد ان کے قبیلہ کے کسی فرد نے کبھی شرک کے کسی لشکر میں شرکت نہیں کی تھی۔ بنو ہاشم تو بدر میں ''لوگ کیا کہیں گے'' کے خوف اور سماجی اور قبائلی دباؤ کے تحت شرک کے لشکر میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں مگر احد اور اس کے بعد توحید دشمنی میں ان کا اجتماعی رویہ بھی بدلا ہوا دکھائی دیتا ہے اور مکہ کے قریش کی مشرکانہ وحدت میں بھی دراڑیں نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔

دفاعی پالیسی کی بنیادیں

رسول اللہ ﷺ یکم ذیقعد چار ہجری کو پندرہ سو صحابہ کے ساتھ بدر پہنچ گئے ابوسفیان نے احد سے فرار کے وقت اعلان کیا تھا "ہمارا تمہارا آئندہ مقابلہ ایک سال بعد بدر کے میدان میں ہوگا" قبیلہ بنوضمرہ کے سردار مخشی ضمری نے اپنے قبیلہ کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا ہوا تھا وہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا "اے محمد ﷺ کیا آپ بدر تک قریش مکہ سے لڑنے آئے ہیں؟"

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا "بنوضمرہ کے بھائی میں قریش سے لڑائی کے لئے ہی یہاں آیا ہوں اگر تم ہمارے ساتھ معاہدہ ختم کرنا چاہتے ہو تو کر دو میں تمہارے ساتھ بھی جنگ کروں گا اس وقت تک جب اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔"

مخشی نے کہا "نہیں! نہیں! خدا کی قسم مجھے آپ ﷺ سے جنگ کی ضرورت نہیں" اور واپس چلا گیا۔

رسول اللہ ﷺ آٹھ روز تک مشرکین مکہ کا انتظار کرتے رہے مگر وہ اپنے وعدے پر قائم نہ رہے ابوسفیان دو ہزار سپاہ کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے مکہ سے نکلا اور مراء الظہران سے ہی واپس چلے گیا اہل مکہ نے اپنے اس لشکر کا نام ہی ستو پینے والا لشکر رکھدیا تھا جو لڑے بغیر ستو پی کر واپس آ گیا تھا۔ ملک عرب میں وعدے کے مطابق مقابلے کے لئے نہ پہنچنا بڑی ذلت اور رسوائی کی بات ہوتی تھی مکہ کے قریش ملک عرب کی سب سے بڑی سیاسی اور فوجی قوت سمجھے جاتے تھے وہ ایک سال سے اللہ کے رسول ﷺ سے لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مدینہ کے مشرق اور شمال مشرق کے صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے بدو قبائل کو ساتھ ملا کر ریاست مدینہ پر حملہ کے منصوبے بنا رہے تھے اور ان ساری کوششوں اور تیاریوں کے باوجود وہ حسب وعدہ بدر کے میدان میں اللہ والوں سے لڑنے نہیں آئے تھے۔ یہ اللہ کے دین کی قوت اور رسول اللہ ﷺ کی کامیاب ریاستی سیاسی دفاعی اور سفارتی پالیسیوں کی وجہ سے تھا احد میں مسلمانوں کے جانی نقصان کے باوجود عرب کے بدو اور مکہ کے قریش اسلام کی قوت سے خوفزدہ رہنے لگے تھے۔

غزوہ احد کے بعد سے جزیرہ نمائے عرب کے اندر اور باہر ریاست مدینہ کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جانے لگا تھا ایسی اٹل حقیقت جو مکہ کے قریش کو بدر کے میدان میں شکست بھی دے سکتی تھی۔ احد کے میدان میں ان کے لشکروں کا مقابلہ کر کے انہیں فرار پر بھی مجبور کر سکتی تھی اور ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی بدر میں اللہ کی تدبیر سے مسلمانوں کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی لیکن ریاست مدینہ کے وجود کو اور اللہ کے دین کی قوت کو غزوہ احد کے بعد ہی صحیح معنوں میں تسلیم کیا جانے لگا تھا احد سے فرار کے وقت سے مکہ کے قریش اگرچہ اپنی کامیابی اور برتری کے پراپیگنڈہ سے اپنی ناکامی چھپانے کی کوشش کر رہے تھے مگر خود انہیں بھی احساس ہو گیا تھا کہ اللہ کے دین اور رسول ﷺ کا مقابلہ ان کے بس میں نہیں۔ ایک طرف وہ اپنی کامیابی کا پراپیگنڈہ کرتے تھے تو دوسری طرف صحراؤں اور ریگستانوں کے باسی بدوؤں میں ان کے دین کے لئے خطرہ کا پرچار کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف متحد کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے۔ مدینہ کے مشرق اور شمال مشرق کے قبائل سے مکہ کے قریش کے کاروبار اور رشتہ داری کے پرانے تعلقات تھے قریش کی اس نئی مہم کا رُخ زیادہ تر نجد کے انہی قبائل کی طرف تھا احد سے پہلے جن قبائل کے ریاست مدینہ کے ساتھ دوستی اور غیر جانبداری کے معاہدے ہو چکے تھے انہوں نے احد میں قریش کی کامیابی کے پراپیگنڈے کے باوجود ان معاہدوں کی پابندی کی تھی ایسے قبیلے زیادہ تر مکہ سے شام کی طرف جانے والے تجارتی راستے کے اردگرد اور مدینہ کے جنوب اور مکہ کے شمال میں آباد تھے اور قریش کو انہیں ساتھ ملانے میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی اس ایک سال کے عرصہ میں قریش کے پراپیگنڈہ ترغیب اور بعض صورتوں میں لالچ اور مفادات کی سودے بازی کے اثرات نجد کے قبائل پر ہی دیکھنے میں آتے ہیں مگر اللہ کے رسول ﷺ نے ان قبائل کو ڈرانے دبانے اور بھگانے کے لئے بروقت اقدام کر کے انہیں بھی ریاست کی حدود میں کسی قسم کی چھاپہ مار یا چوری ڈاکے کی کاروائی کا موقعہ نہیں دیا تھا جس سے ریاست مدینہ کی طاقت اور اثر و رسوخ کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا تھا اور بنو عامر بن صعصعہ کا سردار عامر بن مالک نجد سے چل کر اللہ کے رسول ﷺ کو گھوڑے اور اونٹ ہدیہ پیش کرنے مدینہ آیا تھا عامر بن مالک اللہ کے دین کے دشمن اور قریش مکہ کے اتحادی قبیلہ بنو سلیم کے پڑوسی قبیلہ کا سردار تھا وہ اس وقت تک اپنے آبائی دین پر ہی تھا اس نے خود مدینہ آ کر رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ اس کی قوم کی طرف مبلغ بھیجے جائیں عامر نے اپنی اور اپنے قبیلہ کی طرف سے مبلغین اسلام کے تحفظ کا عہد کیا تھا اور کہا تھا کہ اس کے قبیلہ والے مسلمان ہو گئے تو وہ بھی اسلام قبول کر لے گا اور جب اس کے بھتیجے عامر بن طفیل نے بنو سلیم کی شاخوں رعل، ذکوان اور عصیہ کی مدد سے چاہ معونہ پر مبلغین اسلام کو شہید کر دیا تو عامر بن مالک نے اپنے بیٹے اور بھتیجے کو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں معذرت اور ہمدردی کے لیے مدینہ بھیجا تھا اور بڑھاپے کے باوجود اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر مبلغین کا بدلہ لینے نکل پڑا تھا۔

عامر بن طفیل کو تلاش کر کے انہوں نے اسے زخمی کر دیا تھا عامر بن مالک غزوہ احد کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اس کی واپسی کے بعد قاریوں کی جماعت دس صفر کو اس کے علاقہ کی طرف روانہ ہوئی تھی اس سے ایک ہی ماہ پہلے محرم میں اللہ کے رسول ﷺ نے بنو اسدؓ بن خزیمہ کے ڈاکوؤں طلیحہ اور سلمہ کے جتھے کے خلاف حضرت ابو سلمہؓ کی قیادت میں ڈیڑھ سو صحابہ کا ایک لشکر بھیجا تھا اور مجاہدین توحید نے بنو اسد کے ڈاکوؤں کو باقاعدہ لڑائی کے بعد مار بھگایا تھا۔ حضرت ابو سلمہؓ کے دستے اردگرد کے علاقوں میں گشت کرتے رہے مگر بنو اسد کی کوئی جماعت لوٹ کر مقابلہ کے لئے نہیں آئی تھی اور مجاہدین ان کے اونٹ اور بکریاں اور تین چرواہے پکڑ لائے تھے ہوسکتا ہے بنو اسد بن خزیمہ کے خلاف اہل توحید کی اس کامیاب مہم کا بھی عامر بن مالک کی سوچ پر کوئی اثر پڑا ہو لیکن ایک سو ساٹھ کلومیٹر دور کے صحراؤں سے عامر بن مالک کے خود چل کر مدینہ آنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریش کے دعوے اور پراپیگنڈے کے باوجود کافی دور تک کے قبائل کے دلوں پر اللہ کے دین کی قوت کے اثرات ثبت ہونے لگے تھے۔

واٹ کی کج فہمی

قاریوں میں سے حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا تھا وہ واپس مدینہ آ رہے تھے تو قبیلہ بنو عامر کے دو شخص ملے جب دونوں عامری سو گئے تو حضرت عمروؓ نے انہیں قتل کر دیا اور مدینہ آ کر رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ "میں نے بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کر کے اپنے ساتھیوں کی شہادت کا بدلہ لے لیا ہے" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم نے بھی برا کیا میں ان کا خون بہا دوں گا" رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں عامریوں سے پناہ کا عہد کیا ہوا تھا جس کا حضرت عمروؓ ضمری کو علم نہیں تھا ڈبلیو ایم واٹ نے اپنی روایتی کج فہمی کے سبب بظاہر بڑا عالمانہ سوال اٹھایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں عامریوں کا تو عامر بن طفیل کو خون بہا ادا کر دیا مگر عامر بن طفیل سے اپنے اڑتیس قاریوں کی شہادت کا خون بہا کیوں طلب نہیں کیا تھا؟ ان دونوں عامریوں کے خون بہا کے بارے میں ابن سعدؓ کے الفاظ ہیں "رسول اللہ ﷺ نے ان کی قوم کو ان کا خون بہا بھجوا دیا" اور ان کی قوم وہ تھی جس نے عامر بن طفیل کے ساتھ مل کر قاریوں پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا تھا عامر بن طفیل تو ان کی قوم نہیں تھا تو پھر عامریوں کے خون بہا کی ادائیگی عامر بن طفیل کو کیسے ہوگئی؟ جب عامر بن مالک نے اللہ کے رسول ﷺ سے درخواست کی تھی کہ اس کے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے مبلغ بھیجے جائیں اور ان مبلغوں کی حفاظت کا عہد کیا تھا جس سے اس کی قوم یا قبیلہ اور ریاست مدینہ کے درمیان ایک طرح سے باہمی تحفظ کا تعلق قائم ہو گیا تھا۔ عامر بن طفیل نہ اپنی قوم کا سردار تھا اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے اسے دو عامریوں کا خون بہا ادا کیا تھا رہا اڑتیس قاریوں کی شہادت کے خون بہا کا سوال تو بنو عامر کے بدمعاش عامر بن طفیل

نے قاریوں کو بنو سلیم کی ذیلی شاخوں رعل، ذکوان اور عصیہ کے مشرکوں کے لشکر کی مدد سے شہید کیا تھا بنو سلیم اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے کھلے دشمن تھے جن کے خلاف احد سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ نے دستے بھیجے تھے۔

غزوہ احد میں قریش کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ اس کے دو بھائی اور تین بیٹے مارے گئے تھے اس کی بیوی سلافہ نے اعلان کیا تھا کہ جو بھی کوئی اس کے بیٹوں کو قتل کرنے والوں میں سے کسی کا سر کاٹ کر اس کے پاس لائے گا وہ اسے سو اونٹ انعام دے گی قبیلہ بنو ہذیل کے سردار سفیان بن خالد نے اعلیٰ نسل کے سو اونٹ انعام میں حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا اور قبیلہ عضل اور قارہ کے سات آدمیوں کے ساتھ مل کر سازش تیار کی طلحہ کے ایک بیٹے کو حضرت عاصمؓ بن ثابت نے قتل کیا تھا عضل اور قارہ کے ساتوں آدمی مدینہ آئے اور کہا کہ ان کے قبیلوں کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اور وہ اسلام کی تعلیمات سیکھنے آئے ہیں۔ انہوں نے حضرت عاصمؓ کے والد کے ہاں قیام کیا اور ان سے تعلق استوار کر لیا عضل اور قارہ کے سازشیوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے قبیلوں کے مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم و تربیت کے لئے ان کے ساتھ مبلغ بھیجے جائیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عاصمؓ بن ثابت کی امارت میں سات صحابہ کرام کو ان کے ساتھ بھیج دیا وہ ساتوں مبلغ بنو ہذیل کے علاقہ میں پہنچے تو رجیع کے چشمے پر دو سو تیرہ مشرکوں نے انہیں گھیر لیا حضرت عاصمؓ اور ان کے چار ساتھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے دو صحابہ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو گرفتار کر کے وہ مکہ لے گئے جہاں مشرکوں نے انہیں سولی چڑھا کر اور نیزے مار مار کر شہید کر دیا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ نے خون بہا تو ان صحابہ کا بھی نہیں مانگا تھا جن دشمنوں سے حالت جنگ میں ہوں انؑ سے خون بہا مانگا جاتا تھا؟

اللہ کے رسول ﷺ کو چاہ معونہ اور رجیع کے چشمہ کے شہیدوں کی خبر ایک ہی دن موصول ہوئی تھی اور آپ ﷺ کو اپنے صحابہ کی شہادت کا بہت زیادہ دکھ ہوا تھا غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے پانچ مسلمانوں کو رجیع کے چشمہ پر دھوکے سے قتل کر دیا گیا تھا اور دو کو گرفتار کر کے مکہ میں سولی چڑھا دیا گیا تھا اڑتیس صحابہ کو معونہ کے کنویں پر شہید کر دیا گیا تھا بنو اسدؓ کے خلاف مہم کے امیر حضرت ابو سلمہؓ احد کا زخم پھر سے تازہ ہو جانے سے شہید ہو گئے تھے اس طرح چار ماہ کے مختصر عرصہ میں ایک سو سولہ اہل توحید نے اللہ کے دین کے لئے اپنی جانیں قربان کر دی تھیں۔ احد کے میدان میں اللہ والوں کی سپاہ میں سات سو افراد شامل تھے جن میں سے ایک سو سولہ کم ہو گئے تھے اور اعداد و شمار کے حوالے سے لڑائی کے قابل پانچ سو چراسی مسلمان ہی پیچھے رہ گئے تھے لیکن آٹھ ماہ بعد اہل توحید کا جو لشکر بدر کی طرف گیا تھا اس میں پندرہ سو مسلمان شامل تھے غزوہ احد میں اللہ کے دین کے لئے لڑنے والوں سے دگنا سے بھی ایک سو زیادہ ایک ہی سال میں مسلمانوں کی افرادی قوت اور لڑنے والوں کی تعداد میں اس اضافہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہل شرک کی سازشوں کے باوجود اللہ کا دین

کس تیزی سے عربوں کے دل اور صحرا فتح کر رہا تھا اللہ کے رسول ﷺ کس استقامت اور پیغمبرانہ صبر و حکمت سے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی سازشوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں کے باسیوں کو اللہ کے دین کی طرف بلا رہے تھے آپ ﷺ نے بنو عامر کی طرف جو چالیس قاری بھیجے تھے وہ اس علاقہ کے دیگر سرداروں کے لیے بھی دعوتی خط لے کر گئے تھے بنو ہذیل کی طرف بھی رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے دین کی وسعت اور طاقت کے لئے ہی مبلغ بھیجے تھے ایک طرف اللہ کے دین کے دشمنوں کی قوت کا قوت سے مقابلہ اور دوسری طرف انہیں اللہ کے دین کے دائرے میں داخل کرنے کی جدوجہد رسول اللہ ﷺ کی پالیسی کے بنیادی اصول بن گئے تھے اور ان کے اثرات بڑی تیزی سے سامنے آنے لگے تھے۔

خون خرابہ سے پرہیز

احد اور بدر کے دوسرے غزوہ کے درمیانی عرصہ میں ہی مدینہ کے دوسرے طاقتور یہودی قبیلہ بنو نضیر کو مدینہ سے نکلنا پڑ گیا تھا بنو قینقاع کے اخراج کے بعد بنو نضیر کا اخراج اور بنو قریظہ کی طرف سے ایک بار پھر دستور مدینہ کی پابندی کا عہد بھی اس پالیسی کی کامیابی کے ثبوت ہیں بنو نضیر نے پہلی دفعہ اللہ کے رسول ﷺ کو دھوکے سے شہید کرنے کی سازش تیار کی تو ایک یہودی نے آپ ﷺ کو اس بارے میں بتا دیا تھا مگر اندرونی امن و استحکام کی خاطر آپ ﷺ نے ان کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا تھا لیکن جب وہ اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو پوری قوت سے ان کا مقابلہ کیا گیا اور انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا بنو نضیر مسلمانوں کے طاقتور قبیلہ بنو اوس کے صدیوں پرانے پڑوسی اور اتحادی تھے اور بنو اوس کے ساتھ مل کر اوس کے دشمنوں کے خلاف لڑتے رہے تھے لیکن جب دین اور دنیا میں سے کسی ایک کے انتخاب کا مرحلہ پیش آ گیا تو بنو اوس نے دین کی خاطر سب دنیاوی تعلقات مفادات اور مصالح مسترد کر دیئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر سے کہا تھا کہ وہ دس دن میں مدینہ سے چلے جائیں کیونکہ ان کی مسلسل سازشوں اور ریاست کے دستور کی خلاف ورزی کی وجہ سے ان کے ساتھ مدینہ میں اکٹھے رہنا ممکن نہیں آپ ﷺ نے انہیں اجازت دیدی تھی کہ وہ اپنا سارا مال و اسباب اپنے ساتھ لے جائیں ان کے کھیت اور باغ بھی ان کی ملکیت ہی رہیں گے ان کی دیکھ بھال کے لئے وہ اپنے آدمی مقرر کر دیں یہودیوں کو خود احساس تھا کہ انہوں نے بار بار معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے وہ مدینہ سے چلے جانے کی تیاریاں کرنے لگے تو عبداللہ بن ابی بن سلول نے سوچا کہ اگر بنو نضیر بھی چلے گئے تو مدینہ کے اندر اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے دشمنوں کی قوت اور ریاست مدینہ کے بیرونی دشمنوں کا اندرونی سہارا کمزور پڑ جائیں گے اس نے بنو نضیر سے کہا کہ وہ مدینہ سے نہ جائیں اور ریاست کے مقابلے میں ڈٹ جائیں۔ عبداللہ بن ابی نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ خود اپنے

ساتھیوں کے ہمراہ ان کے ساتھ مل کر ریاست کے خلاف لڑے گا یہودیوں کا قبیلہ بنو قریظہ بھی ان کا ساتھ دے گا اور بنو غطفان سے ان کے حلیف بھی ان کی مدد کو آ جائیں گے۔ بنو نضیر صدیوں سے بنو اوس کے حلیف چلے آئے تھے لیکن انہیں مدینہ سے نہ جانے اور لڑائی کی صورت میں مدد کا پیغام بنو خزرج کے منافقوں نے بھیجا تھا جن کے وہ خلاف لڑتے رہے تھے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دشمن کس طرح اپنی پرانی دشمنیاں بھول کر اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے خلاف متحد ہو گئے تھے اگر عبداللہ بن ابی بن سلول کے منصوبہ کے مطابق وہ سب لوگ بنو نضیر کی مدد کو آ جاتے جن کا اس نے ذکر کیا تھا تو مدینہ کے اندر بڑی خطرناک صورت حال پیدا ہو سکتی تھی عبداللہ بن ابی سلول کے پیغام کے بعد بنو نضیر نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیج دیا کہ ہم تو نہیں جاتے آپ ﷺ جو کر سکتے ہیں کر لیں۔ یہودی ریاست کے خلاف جنگ کی تیاریاں کرنے لگے ریاست کے سربراہ کے قتل کی سازش اور ریاست کے دستور کی پابندی کا عہد توڑنے کے بعد ریاست کے خلاف لڑائی کی تیاریاں سازش بھی تھی اور اعلان بغاوت بھی اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے خلاف فوری اقدام نہیں کیا تھا۔ اگرچہ انہیں دس روز کی سفر کی تیاریوں کے لئے جو مہلت دی گئی تھی اس میں وہ جنگ کی تیاریاں کرتے رہے تھے۔ اس مہلت کے ختم ہوتے ہی پوری قوت سے ان کے خلاف اقدام کیا گیا اور ان کی قلعہ بند بستی کا محاصرہ کر لیا گیا۔

یہودیوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے خیمہ پر شب خون مارنے کو چھاپہ مار دستہ بھیجا کئی روز تک فصیل کے اوپر سے تیر برساتے رہے مسلمانوں کے مقابلے میں فصیل اور بستی کے جس حصے کا دفاع نہیں کر سکتے تھے انہیں خالی کر کے خود ہی گرا گرا کر بستی کے اندرونی حصوں کے طرف منتقل ہوتے رہے یہودی اپنے گرائے ان مکانوں میں چھپ کر چھاپہ مار کاروائیاں کر سکتے تھے اس لئے مسلمانوں نے ان پر قبضہ کر کے انہیں مسمار کر دیا مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کے باوجود ان کی بستی پر یلغار کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ آپ ﷺ کسی خون خرابہ کے بغیر بنو نضیر کی بغاوت پر قابو پانے کی پالیسی پر کاربند رہے اور انہیں اپنے عزم سے آگاہ کرنے کیلئے ان کے باغوں کے کچھ درخت کاٹ دینے کا حکم دیا آپ ﷺ چاہتے تھے کہ یہودیوں کو احساس ہو جائے کہ وہ نہ تو مسلمانوں سے مقابلہ کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی کوئی ان کی نجات اور مدد کے لئے باہر سے آئے گا انہیں جو بھی اقدام یا فیصلہ کرنا ہے خود ہی کرنا ہے اگر جنگ کرنا ہے تو درخت بچانے کے لئے آئیں اور کھل کر میدان میں لڑائی کریں رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو قلعہ بند بستی سے نکل کر لڑنے پر مجبور کرنے کے لئے ان کے کچھ درخت کاٹنے کی جس پالیسی پر عمل کیا گیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد طائف میں قلعہ بند بنو ثقیف کو کھلے میدان میں لڑائی پر آمادہ کرنے کے لئے بھی اسی پر عمل کیا تھا اللہ کے رسول ﷺ کے عزم مسلمانوں کے اتحاد اور قوت کی وجہ سے کوئی بھی بنو نضیر کی مدد کو نہ آیا تو پندرہ روز بعد انہوں نے مجبوراً مدینہ سے چلے جانے کی درخواست پیش کر دی۔

بنونضیر نے سازش کی تھی بغاوت کی تھی اور لڑائی کی تھی۔ان جرائم میں انہیں سخت سے سخت سزائیں دی جاسکتی تھیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے باوجود انہیں اپنا سارا مال اسباب اونٹوں پر لاد کر مدینہ سے چلے جانے کی اجازت دیدی وہ کئی روز تک سامان باندھتے رہے۔اپنے بچے ہوئے مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے تک اتار کر ساتھ لے گئے جو ساتھ نہ لے جاسکے وہ توڑ گئے تھے مگر اللہ کے رسول ﷺ نے طاقت اور جواز رکھتے ہوئے بھی انہیں اس کی اجازت دے دی تھی یہودی ناچتے گاتے اور دف بجاتے مدینہ سے چلے گئے۔یہودیوں کے اس طاقتور قبیلہ کے اخراج کے طویل اور صبر آزما مراحل میں بھی رسول اللہ ﷺ نے کسی کا خون بہانے اور ریاست کی حدود میں خون خرابہ کی پالیسی نہیں اپنائی تھی بنونضیر کے اخراج سے ان کے ہتھیار املاک اور باغات ریاست مدینہ کو مل گئے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ ساری املاک مدینہ کے کمزور اور غریب اور بے سہارا مسلمانوں میں بانٹ دی تھیں بنونضیر کے اخراج سے مسلمانوں کی دفاعی اقتصادی اور سیاسی حالت بہتر ہوگئی اور اندرون ریاست کے دشمنوں کی طاقت مزید کمزور ہوگئی۔اللہ کے دین کے دشمنوں نے مسلمانوں کے خلاف جو سازش تیار کی تھی وہ خود ہی اس کا شکار ہو گئے تھے اور مسلمان پہلے سے بھی زیادہ مضبوط اور متحد ہو گئے تھے۔

ڈرانے اور دبانے کی پالیسی

بنونضیر کے اخراج کا ردعمل تھا یا قریش مکہ کی تیاریوں کا حصہ کہ نجد کے بنوغطفان کے دو قبیلوں بنو محارب اور بنوثعلبہ نے لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔بنوغطفان یہودی قبیلہ بنونضیر کے اتحادی تھے مگر عبداللہ بن ابی بن سلول کی یقین دہانی اور اُمید کے مطابق وہ محصور بنونضیر کی مدد کو نہیں آئے تھے۔بنوغطفان مکہ کے قریش کے بھی ساتھی تھے رسول اللہ ﷺ جمادی الاول میں ایک لشکر کے ساتھ نجد گئے اور ان قبائل کے علاقہ کے اندر تک تشریف لے گئے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنتے ہی بنومحارب اور بنوثعلبہ بھاگ گئے تھے رسول اللہ ﷺ کئی روز تک وہاں مقیم رہے آپ ﷺ نے بنومحارب اور بنوثعلبہ کو بھی ان کے اپنے علاقہ میں جالیا تھا اور انہیں کسی کارروائی کا موقعہ نہیں دیا تھا اس طرح احد سے بدر کے دوسرے غزوہ تک اللہ نے اپنے دین کو قوت عطاء کر دی تھی اور سارے اندرونی اور بیرونی دشمن خوفزدہ رہنے لگے تھے مشرکین مکہ کے وعدے اور اعلان کے باوجود مسلمانوں سے مقابلے کیلئے بدر تک نہ آنے اور ابوسفیان کے راستہ سے ہی واپس لوٹ جانے کا سبب بھی اس کا خوف ہی تھا۔بدر کے دوسرے غزوہ کے چھ ماہ بعد رسول اللہ ﷺ ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے آٹھ سو کلومیٹر دور دومۃ الجندل تک گئے تھے۔

جزیرہ نمائے عرب میں بڑی اہم تبدیلیاں آچکی تھیں مدینہ میں ایک باقاعدہ ریاست قائم ہوگئی تھی

اس ریاست نے مکہ کے قریش کی قوت کے ناقابل تسخیر ہونے کا پول کھول دیا تھا اور قریش کے صدیوں سے چلے آنے والے تجارتی راستے بند کر دیئے تھے مدینہ کی سب سے بڑی اقتصادی تہذیبی اور مذہبی قوت یہودیوں کے دوسب سے طاقتور قبیلوں کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔ مکہ کے قریش مشرک عربوں کی سب سے بڑی مذہبی سیاسی اور فوجی قوت تھے اور مدینہ کے یہودی اہل کتاب کی عرب میں سب سے بڑی منظم مذہبی سیاسی اور اقتصادی قوت سمجھے جاتے تھے اور ریاست مدینہ نے ان دونوں قوتوں پر غلبہ حاصل کرلیا تھا۔ کاروباری اور تاجر یہودیوں کے مدینہ سے اخراج کے بعد ریاست کے اندر کے کاروبار اور تجارت میں مکہ سے آنے والے مہاجر مسلمان بڑی تیزی اور کامیابی سے داخل ہو چکے تھے مکہ کے قریش کی تجارت کے زوال سے بین الاقوامی تجارت میں جو خلاء پیدا ہو گیا تھا وہ بھی تجارت پیشہ مہاجرین پر کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور ریاست مدینہ اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے مدینہ سے شام کی طرف تجارتی قافلے جانا شروع ہو گئے تھے اور ریاست مدینہ اپنا دفاعی سفارتی تجارتی اور اقتصادی نظم قائم کرنے کی کوشش کر رہی تھی جزیرہ نمائے عرب کے حوالے سے یہ بہت اہم تبدیلیاں تھیں اور جزیرہ نمائے عرب کی سرحدوں سے اس پار کے شاہوں اور شہنشاہوں کے درباروں اور ان ممالک کے کاروباری مرکزوں میں بھی ان تبدیلیوں سے پیدا ہونے والے حالات پر غور کیا جانے لگا تھا۔

صدیوں پرانے تجارتی اور سفارتی رشتے ٹوٹ رہے تھے اور نئے رشتوں کی بنیاد پڑ رہی تھی بین الاقوامی تجارت اور سفارت کاری کے حوالے سے وہ ایک عبوری دور تھا اور سب فریق بدلتے ہوئے حالات کو سمجھنے اور ان کے مطابق اپنی اپنی پالیسیاں مرتب کرنے کی کوشش کر رہے تھے شام کی طرف جانے والے تجارتی راستے پر اکیدر نامی ایک راجواڑے کی نیم قبائلی اور نیم خودمختار حکومت تھی رومیوں کا ہم مذہب اکیدر عرب تھا اور رومیوں کے مفادات کا نگران ہوتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ اکیدر بن عبدالملک کے علاقے میں قبائلی لٹیرے مسلمانوں کے تجارتی قافلے لوٹ لیتے ہیں اور تاجروں کو تنگ کرتے ہیں دومتہ الجندل میں علاقائی تجارتی میلہ بھی لگتا تھا جس میں اردگرد کے قبائل اور تاجر خرید و فروخت کے لئے آتے تھے۔ اکیدر اور اس کے ڈاکوؤں کی وجہ سے اس تجارتی بازار کا نظام خراب ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے خلاف بھی کاروائی کی۔ عینیہ بن حصن فزاری نے اسی مہم کے دوران رسول اللہ ﷺ سے تغلمین سے مراض تک کے علاقہ میں مویشی چرانے کا اجازت نامہ حاصل کیا تھا تغلمین سے مراض تک کا علاقہ مدینہ سے بہت دور تھا عینیہ بن حصن فزاری کے ریاست مدینہ کے ساتھ اس معاہدے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کے قبائل پہلے ہی ریاست مدینہ کے زیر اثر تھے ورنہ ان کے صحراؤں اور علاقوں میں اونٹ اور مویشی چرانے کی اجازت ریاست مدینہ سے حاصل کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ ریاست مدینہ کے زیر

اثر قبائل کے تجارتی بازار اور خرید و فروخت کی سہولتوں کا تحفظ بھی ریاست کی ذمہ داری تھی۔ روایات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ دومتہ الجندل کے علاقہ میں تجارتی قافلوں اور تاجروں کو تنگ کرنے والے ریاست مدینہ کے خلاف کارروائی کا بھی منصوبہ بنا رہے تھے اس حوالے سے اکیدر اور اس کے قبائلی ساتھیوں کی یہ پالیسی براہ راست ریاست مدینہ اور اللہ کے دین کے خلاف تھی۔ اکیدر کا علاقہ مدینہ سے سولہ دن کی مسافت پر تھا اور رومیوں کا علاقائی دارالحکومت دمشق وہاں سے پانچ روز کی مسافت پر تھا اگست کا شدید گرم موسم تھا رسول اللہ ﷺ پچیس ربیع الاول پانچ ہجری کو اکیدر اور اس کے قبائلی لٹیروں کے خلاف کارروائی کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے اور تیز رفتاری سے راتوں کو سفر کرتے ہوئے دومتہ الجندل پہنچ گئے۔ شر پسند آپ ﷺ کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنے اونٹ اور بکریاں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کئی روز تک اکیدر کے علاقہ میں مقیم رہے مسلمانوں کے گشتی دستے دور دراز تک گھومتے رہے مگر نہ اکیدر مقابلہ کے لیے سامنے آیا اور نہ ہی اس کے کسی ساتھی نے جرأت کی رسول اللہ ﷺ کا دومتہ الجندل کا سفر ریاست مدینہ کے سربراہ کی طرف سے اکیدر ڈاکوؤں اور رومیوں کو اپنی قوت وجود اور عزم سے آگاہ کرنے کا سفر بھی تھا۔ ریاست مدینہ کی اس وقت قوت کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ اس علاقہ کے ایک اہم قبائلی سردار عینیہ بن حصن فزاری نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں خود حاضر ہو کر آپ ﷺ سے تغلمین سے مراض تک کے علاقہ میں اونٹ اور مال مویشی چرانے کا اجازت نامہ حاصل کر کے دوستی کا عہد کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ خون خرابہ اور لڑائی پسند نہیں فرماتے تھے اور ہمیشہ ڈرانے اور بھگانے کی پالیسی پر عمل کیا کرتے تھے اور جو بھاگ جائے اس سے لڑائی کی کوشش نہیں کیا کرتے تھے جب شر پسند اور فسادی منتشر ہو جاتے تھے تو چند روز تک ان کے علاقہ میں قیام کر کے اور انہیں اپنی قوت عزم اور استحکام سے عملاً آگاہ کر کے واپس آ جایا کرتے تھے مدینہ سے آٹھ سو کلومیٹر دور دومتہ الجندل میں بھی آپ ﷺ چند روز قیام فرما کر واپس تشریف لے آئے تھے۔ اس کے بعد اکیدر کے علاقہ میں ریاست مدینہ کے تاجروں اور تجارتی قافلوں کے راستے محفوظ ہو گئے تھے رومیوں کی سلطنت تین براعظموں تک پھیلی تھی اکیدر ان کا ہم مذہب تھا اور جزیرہ نمائے عرب کی سرحد کی حفاظت اس کے ذمہ تھی اس سے پہلے اس کے علاقہ میں یا اس جیسے کسی اور راجواڑے کی ریاست کی حدود میں جزیرہ نمائے عرب کے اندر سے کبھی کسی نے ایسی کارروائی نہیں کی تھی غزوہ دومتہ الجندل اکیدر اور اس کے رومی آقاؤں کے لئے بھی پیغام تھا کہ ریاست مدینہ اپنے مفادات کا تحفظ کرے گی۔

احد کے میدان سے فرار کے بعد سے مکہ کے قریش کی حالت زخمی سانپ جیسی تھی اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے مکہ کے بل سے نکل کر کوئی کارروائی کرنے کے سب راستے بند کر دیئے تھے غزوہ احد اور غزوہ خندق کے درمیانی عرصہ میں قریش کے کسی تجارتی قافلہ کی بھی کوئی روایت نہیں ملتی۔ اس بارے میں بھی کوئی روایت

میسر نہیں کہ قریش نے ریاست مدینہ سے تجارتی قافلوں کے سلسلے میں کوئی مفاہمت کر لی ہو وہ ریاست مدینہ کے ساتھ حالت جنگ میں تھے مگر بنو نضیر کے مدینہ سے اخراج کے بعد بھی کافی دیر تک کوئی اسلام دشمن اتحاد قائم نہیں کر سکے تھے اس عرصہ میں جزیرہ نمائے عرب میں عام طور پر امن رہا تھا اور اس امن کی بنیاد ریاست مدینہ کی فعال پالیسی تھی۔

غزوات و سرایا کی تفصیل

غزوہ احد سے خندق تک کے دو سال کے عرصہ میں امن و امان اور استحکام کے لئے ترتیب دیئے گئے سرایا اور غزوات اور ان کے نتائج اور اثرات کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر شمار	غزوہ/سریہ	تاریخ	تعداد مجاہدین	دشمن	نتیجہ
۱	غزوہ حمراء الاسد	شوال ۳ ہجری	چھ سو ستائیس۔	مشرکین مکہ	مشرک بھاگ گئے
۲	سریہ قطن	محرم ۴ ہجری	ایک سو پچاس	بنو اسد کے ڈاکو (طلیحہ، سلمہ)	لڑائی میں ایک صحابی شہید ایک مشرک مارا گیا طلیحہ اور سلمہ اپنے جتھوں سمیت بھاگ گئے تین مشرک قیدی
۳	غزوہ بنو نضیر	ربیع الاول ۴ ہجری		یہودی قبیلہ بنو نضیر	محاصرہ۔ یہودیوں کی درخواست پر انہیں مدینہ چھوڑ کر چلے جانیکی اجازت دیدی گئی
۴	غزوہ نجد	جمادی الاول ۴ ہجری		بنو محارب اور بنو ثعلبہ	مشرک بھاگ گئے
۵	بدر کا دوسرا غزوہ	ذیقعد ۴ ہجری	پندرہ سو	مکہ کے قریش	قریش راستہ سے ہی واپس چلے گئے
۶	غزوہ دومتہ الجندل	ربیع الاول ۵ ہجری	ایک ہزار	اکیدر اور اس کے ڈاکو	دشمن بھاگ گئے۔ عینیہ بن حصن فزاری سے معاہدہ امن

حالات پر گرفت کا ایک پیمانہ غزوات اور سرایا بھی ہیں بدر اور احد کے درمیانی ساڑھے بارہ ماہ کی مدت میں رسول اللہ ﷺ پانچ دفعہ دشمنوں کے خلاف لشکر لے کر مدینہ سے باہر گئے تھے لیکن احد اور خندق کے درمیانی دو سال میں آپ ﷺ چار بار مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تھے ایک دفعہ قریش کے

تعاقب میں ایک دفعہ بدر کے دوسرے غزوہ کے لیے جب قریش مقابلہ میں آئے ہی نہیں تھے دو بار سرکش قبائل کی سرکوبی کے لئے ایک بار نجد میں بنومحارب کی طرف اروایک بار دومتہ الجندل کی طرف گویا دو سال میں رسول اللہ ﷺ صرف دو بار دشمنوں کی سرکوبی کے لئے خود تشریف لے گئے تھے اور ایک دفعہ بنواسد کے ڈاکوؤں کے خلاف قطن کی طرف مہم بھیجی تھی جبکہ بدر اور احد کے درمیانی ساڑھے بارہ ماہ میں رسول اللہ ﷺ کو پانچ دفعہ خود لشکر لے کر سرکشوں کی سرکوبی کے لئے دور دراز کے علاقوں تک جانا پڑا تھا اس عرصہ میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کی امارت میں ایک مہم بھیجی بھی گئی تھی۔ بدر سے احد تک کے ساڑھے بارہ ماہ میں رسول اللہ ﷺ چار دفعہ نجدی قبائلی بنوغطفان اور بنوسلیم کی سرکوبی کے لئے تشریف لے گئے تھے جبکہ احد سے خندق تک دو سال میں آپ ﷺ کو صرف ایک بار ان نجدی قبائل کو ڈرانے اور دھمکانے جانا پڑا تھا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ احد سے قریش کے فرار کے بعد حالات پر اللہ کے رسول ﷺ کی گرفت کس قدر مضبوط ہو گئی تھی ایک اور قابل غور بات احد کے بعد کے غزوات میں مجاہدین کی تعداد بھی ہے۔

شرک کی آخری ہچکی

خندق کا غزوہ شرک کی موت کی آخری ہچکی ثابت ہوا اس کے بعد شرک کے لشکروں کے کہیں بھی پاؤں جم نہیں سکے تھے خندق سے اہل شرک کے فرار کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''وہ ہم پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہے اب ہم ان پر حملہ کریں گے اور ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا'' بدر میں قریش مکہ لشکر لے کر آئے تھے احد کے وقت بھی وہی حملہ آور تھے اور خندق کے وقت بھی وہی لشکر لائے تھے اور تینوں دفعہ اللہ کی تدبیر اور اللہ کے رسول ﷺ کی پیغمبرانہ قیادت کی بدولت مشرکوں کو ہی ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا تھا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق خندق کے بعد اہل توحید کے لشکر ہی خیبر، مکہ، حنین اور طائف کی طرف گئے تھے اور کامیاب و کامران لوٹے تھے خندق کے وقت اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ کی پالیسی میں جس تبدیلی کا اعلان فرمایا تھا اس سے جزیرہ نمائے عرب میں شرک کی قوتوں کا خاتمہ ہو گیا تھا شرک کے لشکروں کے مقابلے میں اہل توحید کی تعداد اس طرح تھی:

بدر میں مشرکوں کی تعداد	ایک ہزار
بدر میں اہل توحید کی تعداد	تین سو چالیس کے قریب
بدر میں ایک مسلمان کے مقابلے میں مشرک	تین
احد میں مشرکوں کی تعداد	تین ہزار
احد میں مسلمانوں کی تعداد	سات سو
احد میں ایک مسلمان کے مقابلے میں مشرک	چار
خندق میں مشرکوں کی تعداد (روایات کے اختلاف کے ساتھ)	دس ہزار سے چوبیس ہزار تک
خندق میں مسلمانوں کی تعداد	تین ہزار
خندق میں ایک مسلمان کے مقابلے میں مشرک	آٹھ

بدر میں شرک کے لشکر میں عام طور پر مکہ کے قریش ہی شامل تھے احد کے وقت شرک کے لشکر میں مکہ کے قریش کے ساتھ ان کے حلیف اور بنو کنانہ اور تہامہ کے قبائل شامل تھے جبکہ خندق کے وقت سارا عرب ہی ریاست مدینہ کے خلاف چڑھ آیا تھا۔ اللہ کے دین کے خلاف شرک کے اتحاد میں مکہ کے قریش، بنو ہوازن، بنو سلیم، بنو کنانہ بنو نضر بن کنانہ، بنو مالک بن کنانہ، بنو حرث بن مالک، بنو مصطلق کی بارہ شاخیں بنو غطفان کی شاخیں بنو اشجع، بنو مرہ، بنو فزارہ ان کے حلیف بنو سعد اور بنو اسد نجد کے دیگر قبائل بنو عبس، بنو ذوبیان، بنو الشعراء، بنو حشراء، بنو شبیع اور حجاش کے ساتھ خیبر، تیماء، فدک اور وادی القریٰ کے یہودی بھی شامل تھے۔

مدینہ کے جنوب مشرق اور شمال کے شہروں اور صحراؤں میں رہنے والے سارے مشرک اور یہودی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ریاست مدینہ کو ختم کرنے آ گئے تھے اور مدینہ کا یہودی قبیلہ بنو قریظہ بھی ان کے ساتھ مل گیا تھا۔ ان لشکروں کی تعداد اہل توحید کے مقابلے میں بہت ہی زیادہ تھی بلکہ مدینہ کی کل آبادی سے بھی بہت زیادہ تھی۔

دشمن اتحاد کی وجوہ

ریاست مدینہ کے خلاف اس وسیع تر اتحاد کے قیام میں مدینہ سے نکالے گئے بنو نضیر کے سرداروں نے بہت اہم کردار ادا کیا تھا انہوں نے خیبر کی کھجوروں کی نصف پیداوار دینے کے بدلے بنو غطفان کو اس اتحاد میں شامل کیا تھا اور جنوبی قبائل کو مکہ کے قریش نے ساتھ ملایا تھا جزیرہ نمائے عرب کی صدیوں کی تاریخ میں اتنے زیادہ قبائل نے کبھی بھی کسی کے خلاف اتنا بڑا اتحاد قائم نہیں کیا تھا اہل سیرت نے اس اتحاد کے دو بڑے اسباب بیان کئے ہیں: (1) مکہ کے قریش کی شام کی طرف تجارت کے راستے بند ہو گئے تھے۔ قریش تجارت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے تھے اور ریاست مدینہ کے خاتمہ کے بغیر ان کے تجارتی راستے کھل نہیں سکتے تھے۔ (2) بنو نضیر کو ان کی سازش اور بغاوت کی وجہ سے مدینہ سے نکال دیا گیا تھا اور جب تک ریاست مدینہ قائم تھی وہ واپس آ کر اپنی زمینوں اور باغوں پر پھر سے قبضہ نہیں کر سکتے تھے دنیاوی اور اقتصادی لحاظ سے یہ دونوں اسباب بہت وزنی ہیں لیکن ان کے علاوہ بھی کچھ اور اسباب تھے اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ قریش اور یہودی بڑے دور اندیش تھے اپنی فراست سیاست اور دور اندیشی کی وجہ سے قریش اور یہودی صدیوں سے اپنے اپنے حوالوں سے سب سے اہم چلے آ رہے تھے مگر وہ دونوں فریق دیکھ رہے تھے کہ ان کے ماضی اور مستقبل ان کے حال میں غرق ہونے جا رہے تھے اپنی تجارت اور املاک بچانے کے علاوہ ان کے لئے اپنے اپنے ماضی اور مستقبل بچانے کا بھی مسئلہ تھا اور ان کے قومی حوالوں سے یہ بہت اہم مسئلہ تھا اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی قوت جس تیزی سے بڑھ رہی تھی اس سے انہیں صاف دکھائی دینے لگا تھا کہ توحید کے سامنے وہ

ٹھہر نہیں سکیں گے۔ وہ سب اپنے اپنے وجود کے تحفظ، اپنے اپنے مقاصد اور اپنی اپنی مجبوریوں کے تحت اللہ کے دین کے خلاف متحد ہو گئے تھے اور چوبیس ہزار کا لشکر جمع کر لائے تھے۔ قریش دیکھ چکے تھے کہ وہ ریاست مدینہ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے بنوقینقاع کے بعد بنونضیر کو بھی اپنے اعمال کی وجہ سے مدینہ چھوڑنا پڑ گیا تھا یہودی بھی اکیلے اللہ کے دین کا مقابلہ نہیں کر سکے تھے بنوغطفان جب بھی کوئی منصوبہ بناتے تھے اللہ کے رسول ﷺ ان کے اپنے علاقوں میں جا کر اسے ناکام بنا دیتے تھے ان میں سے کوئی بھی اکیلا ریاست مدینہ کے مقابلے کے قابل نہیں تھا اس لئے وہ سب مل گئے تھے اور اس عزم اور اُمید کے ساتھ آئے تھے کہ اس دفعہ وہ سب ریاست مدینہ کو ختم کر کے ہی واپس لوٹیں گے ان کے لشکروں کی تعداد ہتھیاروں تیاریوں اور جوش و جذبہ کو کامیابی اور ناکامی کا پیمانہ بنایا جائے تو ان کی اُمیدیں بے بنیاد بھی نہیں تھیں مگر اللہ کے رسول ﷺ کی قیادت فراست جرأت اور منصوبہ بندی اہل توحید کے جذبہ ایمانی اور اللہ کی تدبیر نے ایک بار پھر انہیں رسوا کر دیا تھا اور ان کے فرار کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کی نئی پالیسی کا اعلان فرمایا تھا

خندق کھودنے والے کمانڈر انچیف

شرک کے لشکروں کی چڑھائی کی خبر ملی تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ اتنے بڑے لشکر کے مقابلہ کے لئے کیا حکمت عملی اختیار کی جائے اور ایک آزاد شدہ غلام کا مشورہ قبول فرما کر حملہ آوروں کے سامنے خندق کھودنے کا فیصلہ کیا عرب میں خندق کی لڑائی اور خندق کھودنے کا رواج نہیں تھا مدینہ کے مسلمانوں کے پاس پتھریلی زمین کھودنے کے لئے اوزار بھی کافی نہیں تھے انہیں خندق کھودنے کا تجربہ بھی نہیں تھا رسول اللہ ﷺ نے وہیں میدان میں خیمہ لگا لیا اور انصار مہاجرین خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے خندق کی لمبائی ناپی گئی تو دس صحابہ کے حصے میں چالیس ذراع لمبی خندق کھودنا آیا آپ ﷺ نے اپنے اور اپنے ساتھی نو صحابہ کے لئے بھی چالیس ذراع لمبی خندق کھودنے کا ٹکڑا رکھا۔ آپ ﷺ خندق بھی کھودتے تھے اٹھاون سال کی عمر میں اپنی پیٹھ پر خندق کے اندر سے مٹی اٹھا اٹھا کر بھی باہر لاتے تھے جو چٹان اور پتھر کسی سے نہیں ٹوٹتا تھا وہ بھی خود توڑتے تھے خندق کھودنے والوں کے ساتھ مل کر رجز بھی پڑھتے تھے اور سب کی رہنمائی بھی فرماتے تھے جب تک خندق مکمل نہیں ہو گئی تھی رسول اللہ ﷺ رات دن وہیں اسی خیمہ میں مقیم رہے تھے اس سے پہلے اور بعد کی تاریخ عالم میں کبھی کسی کمانڈار نے خندق یا مورچہ کھودنے کے دوران اس انداز میں نہ کبھی کدال چلائی ہے اور نہ مٹی اٹھائی ہے آپ ﷺ ریاست مدینہ کے حاکم تھے اہل توحید کے دین اور دنیا میں امام تھے توحید کے لشکر کے کمانڈر انچیف تھے اللہ کے رسول ﷺ تھے اور عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کی طرح ہی کدال چلاتے اور مٹی اٹھاتے رہے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے قیادت کا جو اعلیٰ معیار مقرر کر دیا تھا اس سے

مسلمانوں کے دینی اور دفاعی شعور میں بہت وسعت آ گئی تھی اور ہر چھوٹا بڑا بچہ بوڑھا جسم و جان اور قلب و شعور کی ساری قوتوں کے ساتھ شرک کے خلاف توحید کی جنگ عظیم میں شامل ہو گیا تھا۔

نفسیاتی برتری

مدینہ کے قریب فوجوں کے کیمپ اور لڑائی کے لئے ایک ہی میدان تھا جو جبل احد اور مدینہ کی مرکزی بستی کے درمیاں تھا باقی اطراف میں نوکیلے آڑے ترچھے موٹے پتھروں سے اٹے ہوئے میدان تھے یا کھیت اور باغات تھے اس میدان کے درمیان میں صرف چھ روز میں اہل توحید نے ساڑھے پانچ کلو میٹر لمبی خندق کھود دی تھی جو ساڑھے چار میٹر چوڑی اور اڑھائی میٹر گہری تھی شرک کے سرداروں اور کمانڈروں کا منصوبہ تھا کہ وہ اپنے ٹڈی دل لشکر سے مدینہ کو شکنجے میں لے لیں گے لیکن احد کے میدان میں پہنچتے ہی وہ ایمان اور رسالت کا معجزہ دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی آمد سے پہلے ہی ان کی ناکامی کے اسباب فراہم کر دیئے تھے اور اس بار بھی ان کے لیے لڑائی کا میدان اور طریقہ خود متعین فرما دیا تھا ان کے لشکر خندق سے پار آ نہیں سکتے تھے وہ خندق پار سے صرف تیر ہی برسا سکتے تھے یا خندق پار کرنے کی کوشش کر سکتے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے خندق کے اندر سے نکلنے والی مٹی سے اپنی طرف خندق کے ساتھ ساتھ اونچی دیوار بنوا دی تھی اور اس کے پیچھے تیرانداز متعین کر دیئے تھے شرک کے لشکروں کو اپنی تعداد اور گھوڑ سوار دستوں کا فائدہ صرف آمنے سامنے کی میدانی لڑائی میں ہی ہو سکتا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکوں کے لئے آمنے سامنے کی لڑائی کا راستہ مسدود کر کے ان پر پہلے ہی نفسیاتی اور ٹیکنیکل برتری حاصل کر لی تھی اور ان کی افرادی قوت کی برتری غیر مؤثر بنا دی تھی مشرکین خندق پر حملے کرتے رہے ان کے گھوڑ سوار دستے یلغار کر کے خندق عبور کرنے کی ناکام کوششیں کرتے رہے مگر مسلمان تیراندازوں نے انہیں خندق کے قریب بھی نہیں آنے دیا تھا۔

ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے لئے اُمید کی واحد کرن مدینہ کا یہودی قبیلہ بنوقریظہ ہی رہ گئے تھے جن کی مدد سے وہ اہل توحید پر پیچھے سے حملہ کر کے انہیں پریشان کر سکتے تھے بنونضیر کے سردار حُیّی بن اخطب نے بنوقریظہ کو حملہ آوروں کے ساتھ معاہدے پر راضی کر لیا تو بنوقریظہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے دستور کی پابندی اور وفاداری کا عہد ختم کرنے کا اعلان کر دیا مگر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے حسن تدبیر سے بنوقریظہ اور حملہ آور مشرکوں کے اس اتحاد کو بھی ناکام بنا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنوقریظہ کو عہد کی پابندی کا پابند بنانے اور سمجھانے کے لئے ان کے پاس انصار کے سرداروں کا وفد بھیجا لیکن جب انہوں نے اعلان بغاوت کر دیا اور اپنے دستے شرک کے لشکروں کے ساتھ شامل کر دیئے تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی بستیوں میں گشت کے لئے گھوڑ سوار دستے بھیج دیئے جو دن رات گشت کے دوران اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے رہتے تھے جس سے

دشمن کو عورتوں اور بچوں پر حملہ کا موقعہ نہیں مل سکا تھا صورت احوال بہت نازک ہوگئی تھی باہر سے شرک کے لشکروں نے مدینہ کا گھراؤ کیا ہوا تھا اندر سے یہودی ان کے ساتھ مل گئے تھے مدینہ میں خوراک کی شدید قلت ہوگئی تھی رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں باہر سے خوراک کی فراہمی کا بھی انتظام کیا اور محاصرہ کرنے والے ٹڈی دل لشکروں کے پیچھے سے ان کی سپلائی لائن کاٹنے کے لئے بھی کامیاب چھاپہ مار کارروائیاں کیں۔ خوراک نہ ملنے سے حملہ آور اور بھی زیادہ پریشان ہوگئے تھے۔

سیرت تفسیر اور تاریخ کی اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ بنو قریظہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا تھا اور حُیّی بن اخطب نے بنو قریظہ اور ابوسفیان کے درمیان معاہدہ بھی کروا دیا تھا لیکن بنو قریظہ کا کوئی دستہ مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں عملاً شامل نہیں ہوا تھا لیکن ابن سعد نے حضرت سعدؓ بن معاذ کی شہادت کے ذکر میں لکھا ہے "عینیہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نجد چلا گیا اور بنو قریظہ واپس آ کر اپنے قلعوں میں بند ہو گئے (طبقات حصہ چہارم صفحہ ۱۵) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بنو قریظہ کے دستے بھی خندق کے پار دشمنوں سے جا ملے تھے اور خندق پر حملہ میں بھی حصہ لے رہے تھے بنو قریظہ کے مسلح دستے مدینہ کی بستیوں میں بھی چھاپہ مار کاروائیوں کے لئے گھومتے رہتے تھے اسی لئے اللہ کی رسول ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی کہ مسلمان ہر وقت ہتھیار اپنے ساتھ رکھیں اگر کوئی صحابی میدان جنگ سے اپنے گھر جائے تو ہتھیار بند ہو کر جائے تا کہ ایسے چھاپہ ماروں کا مقابلہ کر سکے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ محاصرہ کے دوران دوسری خواتین اور بچوں کے ساتھ جس قلعہ نما بستی میں مقیم تھیں یہودیوں نے ایک رات اس قلعہ کی دیواروں کے اوپر چڑھنے کی کوشش کی تھی اور حضرت صفیہؓ نے اندر سے وار کر کے ایک یہودی کو قتل کر دیا تھا' اس کی لاش باہر پھینک دی تھی اور اس کے ساتھی بھاگ گئے تھے ایک رات یہودیوں کے مدینہ پر حملہ کی خبر ملی تو رسول اللہ ﷺ نے بستی کی حفاظت کے لئے دستے بھیجے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بنو قریظہ بھرپور حملہ کی تیاریوں کے ساتھ ساتھ چھاپہ مار کارروائیوں اور دشمن کے لشکروں کے ساتھ مل کر خندق پر حملہ میں بھی مصروف رہے تھے۔

خفیہ سفارت کاری

موسم بہت سرد تھا افرادی قوت سامان جنگ اور خوراک کی کمی تھی اور محاصرہ طویل ہو گیا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکوں کے اتحاد میں دراڑیں ڈالنے کا منصوبہ بنایا اور بنو غطفان کے کمانڈر عینیہ بن حصن اور بنو مرہ کے کمانڈر حارث بن عوف کو خفیہ مذاکرات کے ذریعے اس اتحاد سے الگ ہو کر واپس لوٹ جانے پر آمادہ کر لیا حُیّی بن اخطب انہیں خیبر کی کھجوروں کی پیداوار کا نصف حصہ دینے کے وعدہ پر ساتھ لایا تھا رسول اللہ ﷺ نے انہیں مدینہ کی کھجور کی فصل کے ایک تہائی کے بدلے واپس جانے پر راضی کر لیا بنو غطفان اور بنو مرہ کے

لشکروں کے لوٹ جانے سے دیگر قبائل کے لشکروں کے حوصلے بھی ٹوٹ جاتے اور بنوقریظہ خوفزدہ ہوکر مشرکوں کے اتحاد سے الگ ہو جاتے اللہ کے رسول ﷺ نے میدان جنگ میں خفیہ سفارت کاری کے ہتھیار کا بڑی مہارت سے استعمال کیا اور عینیہ اور حارث سے واپسی کا تحریری معاہدہ لکھوالیا تھا مدینہ کے اوس اور خزرج یا کسی اور کو اس کا کوئی علم نہیں تھا اور آپ ﷺ ان سے مشورہ کے بعد ہی اس پر دستخط کرنا چاہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ اور خزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ کو بلایا اور تحریری معاہدہ کے بارے میں ان کی رائے پوچھی انہوں نے عرض کیا" اگر یہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے یا آپ ﷺ کو ایسا معاہدہ کرنا پسند ہے یا پھر آپ ﷺ ہماری (انصار مدینہ کی) خاطر ایسا معاہدہ کرنا چاہتے ہیں؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" نہ یہ اللہ کا حکم ہے نہ ہی میری ذاتی پسند ہے یہ میری رائے ہے کیونکہ سارا عرب تمہارے خلاف چڑھ آیا ہے اور میں ان کی طاقت اور شان و شوکت میں دراڑیں ڈالنا چاہتا ہوں"

حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا" یارسول اللہ ﷺ ہم نے تو ان کے شرک میں ساتھی ہوتے وقت بھی انہیں کھجور کا ایک دانہ بھی اس طرح کبھی نہیں دیا تھا اب اللہ نے ہمیں اسلام سے سرفراز فرمایا ہے اور آپ ﷺ کے ذریعے ہمیں عزت بخشی ہے اب ہمیں اس ذلت آمیز صلح کے بدلے اپنا مال مشرکوں کو دینے کی کوئی ضرورت نہیں اللہ کی قسم ہم ان سے تلوار اور جہاد کے سوا کوئی بات نہیں کریں گے اور اللہ ہمارے اور ان کے درمیان جو فیصلہ کر دے وہ ہمیں منظور ہوگا"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" ٹھیک ہے اب تم جانو اور تمہارا کام"

حضرت سعدؓ بن معاذ نے معاہدے کی وہ تحریر مٹا دی اور کہا" کرلیں وہ جو کچھ ہمارے ساتھ کر سکتے ہیں"

حضرت سعدؓ بن معاذ کی رائے انصار مدینہ اور اہل ایمان کے عزم اور جذبہ ایثار و قربانی کا اظہار تھا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم پر ہر قسم کی قربانی دینے کو بے چین رہتے تھے لیکن مشرکوں کے مقابلے میں اہل توحید کی کسی بھی قسم کی کمزوری کا تاثر انہیں پسند نہیں تھا احد کے غزوہ کے وقت جب عبداللہ بن ابی بن سلول نے مدینہ میں قلعہ بند ہو کر لڑنے کی تجویز پیش کی تھی تو اس وقت بھی انصار کے دیگر افراد نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر ہم قلعہ بند ہو گئے تو دشمن ہمیں کمزور سمجھیں گے اور اگر ایک بار انہوں نے ہمیں کمزور سمجھ لیا اور ہماری کھیتیاں اور باغ اجاڑ کر چلے گئے تو پھر بار بار حملہ کرنے کا لالچ کیا کریں گے وہ مشرکوں کے مقابلے میں امت مسلمہ کو کمزور دکھانا بھی پسند نہیں کرتے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے اس وقت بھی ان کی اس رائے کو اہمیت دی تھی اور کھلے میدان میں لڑائی کا فیصلہ فرمایا تھا احد کے ستر شہداء میں سے صرف چار مہاجر تھے اور دو مزنی باقی سب مدینہ کے انصار تھے زخمیوں میں بھی انصار سب سے زیادہ تھے حضرت سعدؓ بن معاذ کے اپنے قبیلہ میں شاید ہی کوئی ایسا فرد تھا جو زخمی نہیں تھا ان کا اپنا بھائی احد کے شہیدوں میں شامل تھا اس کے

باوجود وہ اللہ کے دین کی خاطر تلوار اور جہاد کے سوا کوئی اور بات پسند نہیں کرتے تھے اور اللہ کے فیصلہ پر راضی تھے اللہ کے رسول ﷺ نے اس بار بھی ان کی رائے کو اہمیت دی اپنی ذاتی رائے واپس لے لی اور اپنی طرف سے کوئی فیصلہ ان پر مسلط نہیں کیا تھا مدینہ کے باغات بنو اوس اور بنو خزرج کی ملکیت تھے اللہ کے رسول ﷺ ریاست مدینہ کے حاکم تھے ریاست کی حدود میں واقع باغات اور زمینیں ریاست کی ملکیت نہیں تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنی رائے پر باغات کے مالکوں کی رائے کو اہمیت دی اور اسلامی ریاست کی طرف سے نجی املاک کے حقوق کے احترام کا اصول بھی قائم کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے خندق کی آزمائش کے وقت دشمن کی طاقت اور شوکت میں دراڑیں ڈالنے کے لیے اس خفیہ سفارت کاری اور اہل توحید کے اہل رائے کی رائے کو اہمیت دے کر معاہدہ نہ کرنے کے اقدامات میں ان لوگوں کے لئے ہمیشہ کے لئے رہنمائی ہے جن کے پاس امت کی یا امت کے کسی حصہ کی قیادت ہو اللہ کی تدبیر اور اس کے رسول ﷺ کی بصیرت سے ہر مرحلہ پر کچھ رہنماء اصول متعین ہوتے جا رہے تھے اور ریاست مدینہ کی پالیس وقت کے نئے تقاضوں کے مطابق ڈھلتی جا رہی تھی اس خفیہ سفارت کاری کی کامیابی کا ثبوت عنیہ اور حارث کا معاہدے پر راضی ہو جانا اور مشرکوں کے اتحاد مقاصد کی بنیادیں کمزور پڑ جانا ہے۔

اہل توحید اہل شرک کے ٹڈی دل لشکروں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے اور اللہ کے فیصلے پر راضی تھے تو اللہ کے رسول ﷺ ان کے لئے اللہ سے دعائیں بھی کر رہے تھے ان کی رہنمائی بھی فرما رہے تھے اور دشمن کے اتحاد میں دراڑیں ڈالنے کے متبادل طریقوں پر بھی غور فرماتے رہتے تھے بنو اشجع کے لشکروں کے ساتھ حضرت نعیمؓ بن مسعود بھی آئے تھے جن کی سفارت کاری کی مہارت کی وجہ سے ابوسفیان نے انہیں بیس سرخ اونٹ دینے کے وعدے پر مدینہ بھیجا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ڈرا کر بدر کے دوسرے غزوہ کے لئے آنے سے باز رکھیں اس سفارت کاری کے دوران انہوں نے اہل توحید کو قریب سے دیکھا تھا ان کے جوش ایمانی اور خلوص دینی کا قریب سے مشاہدہ کرنے کی وجہ سے اسلام نے ان کے دل میں جگہ بنالی تھی لیکن اس تبدیلی کا نہ ان کی قوم کے کسی فرد کو علم تھا نہ ان کے دوست یہودیوں کو کچھ اندازہ تھا اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ اس سے آگاہ تھے حضرت نعیمؓ بن مسعود نے حاضر ہو کر اپنی خدمات پیش کیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں خفیہ سفارت کاری کا نیا مشن سونپ دیا آپ ﷺ ان کی صلاحیتوں دشمن کے سب فریقوں سے ان کے تعلقات اور ہوشیاری سے آگاہ تھے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے نعیمؓ بن مسعود جیسے ہوشیار اور باصلاحیت سردار کے اسلام قبول کرنے کا فوری اعلان نہیں فرما دیا تھا ایسے اعلان سے مسلمانوں کو تقویت بھی مل سکتی تھی اسے میدان جنگ میں پراپیگنڈہ کے ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا تھا اس طرح سے دشمن کے سرداروں اور لشکریوں پر لازماً اثرات مرتب ہوتے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ایسا اعلان یا پراپیگنڈہ نہیں کیا تھا اور اپنے

ساتھیوں کو بھی نعیمؓ بن مسعود کے اسلام درخواست اور مشن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا'' اگر تم ہمارے ساتھ آملو گے تو اس سے ہماری تعداد میں صرف ایک فرد کا اضافہ ہوگا تم دشمنوں کو دفع کرنے کے لئے کچھ کر سکتے ہو تو کرو کیونکہ لڑائی بھی ایک چال ہے'' فرما کر آپ ﷺ نے انہیں دشمنوں کے اتحاد اور شوکت میں دراڑیں ڈالنے کا ایسا مشن سونپ دیا جس کے لئے وہی سب سے موزوں تھے حضرت نعیمؓ بن مسعود نے نہایت ہوشیاری سے بنوقریظہ قریش اور بنوغطفان کے درمیان ایسی دراڑیں ڈال دیں جن کے نتیجے میں حُیّی بن اخطب جان کے خوف سے بھاگ کر بنوقریظہ کے پاس جا چھپا تھا اور بنوقریظہ نے ابوسفیان اور بنوغطفان کے سرداروں کو پیغام بھیج دیا تھا کہ جب تک وہ ضمانت کے طور پر اپنے سرداران کے پاس نہیں بھیجیں گے وہ ان کے پروگرام کے مطابق مسلمانوں پر بڑا حملہ نہیں کریں گے حضرت نعیمؓ بن مسعود کے مشورہ کی وجہ سے ہی ابوسفیان نے معاہدے کے مطابق اپنے آدمی بنوقریظہ کے پاس ضمانت کے طور پر بھیجنے سے انکار کر دیا تھا اور یہودیوں سے ان کا معاہدہ عملاً ختم ہو گیا تھا۔

دشمنوں میں اختلافات کی دراڑیں

اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکوں کو خوراک کی فراہمی کے راستے کاٹ دیئے تھے اہل توحید کے چھاپہ مار دستے ان کی صفوں کے پیچھے سرگرم رہتے تھے سامنے سے مسلمانوں کے تیروں سے چھلنی ان کے گھوڑے بھوک اور زخموں سے مرنے لگے تھے نعیمؓ بن مسعود کی سفارت کاری کی وجہ سے حُیّی بن اخطب بھاگ گیا تو بنوغطفان کو خیبر کی کھجوروں کی پیداوار سے نصف حصہ کی بھی کوئی اُمید نہ رہی جس سے ان میں انتشار اور اختلافات کھل کر سامنے آگئے سردی بھوک اور تھکاوٹ سے نڈھال نجدی قبائل ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ وہ اس جنگ سے کیا حاصل کریں گے؟ انہیں نہ کوئی فائدہ نظر آ رہا تھا اور نہ ہی جنگ میں کامیابی کی کوئی اُمید دکھائی دیتی تھی بنوقریظہ نے معاہدہ ختم کر دیا تو مشرکوں کا اتحاد قائم کرنے اور کرانے والا حُیّی بن اخطب بھاگ گیا بنوقریظہ کے دستے لڑائی سے الگ ہو گئے نجدی قبائل اور مکہ کے قریش میں اختلافات پیدا ہو گئے اللہ کی حکمت اس کے رسول ﷺ کی تدبیر اور اہل توحید کے صبر و استقلال کے اثرات نمایاں ہونے لگے تھے اس صورت احوال میں ابوسفیان بہت پریشان تھا اور اسی پریشانی میں اس نے سب کو جمع کر کے اگلے روز خندق پر فیصلہ کن یلغار کا اعلان کر دیا تھا مگر اگلا روز آنے سے پہلے ہی اللہ کی مدد آ گئی اور صبح ہونے سے پہلے ہی سارے لشکر میدان چھوڑ کر اور بوریا بستر سمیٹ کر بھاگ گئے تھے مشرک بھاگنے میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے رہے تھے اور تیز تر بھاگنے کے لئے اپنا بہت سا سامان بھی وہیں چھوڑ گئے تھے۔ وہ آئے تھے تو متحد تھے گئے تو منتشر تھے میدان جنگ میں انھوں نے ابوسفیان کو اپنا سپریم کمانڈر مقرر کیا ہوا تھا اور میدان

جنگ سے فرار کے وقت ہر قبیلے کے لشکر کا کمانڈر خود مختار تھا۔

قیادت کا بہترین نمونہ

اللہ کے رسول ﷺ نے عزم و استقلال تدبر و بصیرت سفارت کاری جنگی منصوبہ بندی اور عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر عام مزدور کی مانند خندق کھودنے اور خوراک کی کمی کے وقت باقی صحابہ کی مانند ہی بھوک برداشت کر کے پیغمبرانہ قیادت کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کیا تھا مشرکوں اور بنوقریظہ کے درمیان معاہدے کی خبر ملی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سمجھانے کے لیے وفد بھیجا اور ارکان وفد کو ہدایت فرمائی کہ مذاکرات کے نتیجے کے بارے میں کسی اور کو نہ بتایا جائے اور اگر کوئی اور آپ ﷺ کے پاس موجود ہو تو اشارے سے بتا دیا جائے وفد واپس آیا تو حضور ﷺ خود اس کی طرف گئے انہوں نے بنوقریظہ کی بغاوت کے بارے میں اطلاع دی تو ہدایت فرمائی "اس خبر کو پوشیدہ رکھو اور اچھی خبر ظاہر کرو" صحابہ کے پاس واپس آ کر آپ ﷺ نے تین بار اللہ اکبر کہا اور فرمایا "مسلمانوں اللہ کی طرف سے حمایت نصرت اور کامیابی پر خوش ہو جاؤ" اس خبر کو عام تو ہونا تھا مگر آپ ﷺ اس سے پیدا ہونے والے فوری اثرات سے آگاہ تھے اور ضروری انتظامات کرنا چاہتے تھے سرد ہواؤں، طوفانی بارش اور رات کے جس اندھیرے سے خوفزدہ ہو کر مشرک بھاگ گئے تھے پہاڑی کے پیچھے ہونے کی وجہ سے مسلمان اس طوفان سے کافی حد تک محفوظ تھے لیکن سردی تو وہاں بھی تھی جب وہ اپنے مورچوں اور خیموں میں ٹھٹھرے ہوئے بیٹھے تھے تو رسول اللہ ﷺ اپنے خیمے میں نماز میں کھڑے تھے اور اللہ سے نصرت اور مدد کی دعائیں کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو دشمن کے کیمپ سے تازہ خبریں معلوم کرنے بھیجا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ جو بھی خبر ہو کسی اور کو نہ بتانا وہ واپس آئے تو حضور ﷺ ابھی تک نماز میں کھڑے تھے۔ وہ پاس بیٹھ گئے حضور نے نماز ختم کر کے اپنے کمبل کا ایک سرا سردی سے کانپتے حضرت حذیفہ پر ڈال دیا اور مشرکوں کے بھاگ جانے کی خبر سن کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور فرمایا "اللہ نے اکیلے سب لشکروں کو شکست دی ہے" اللہ کی مدد اور نصرت پر یقین کامل کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے وہ سب تدابیر اختیار کیں جو ایسی آزمائش جنگ اور حالات میں اختیار کرنا ضروری تھیں اور اپنے عمل سے امت کو بتا دیا کہ اللہ کی مدد کی اُمید پر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ نہیں جانا چاہیے بلکہ معروضی حالات اور قدرت کے قوانین اور اصولوں کے مطابق تمام تدابیر اختیار کرنا چاہئیے اور اللہ کی مدد پر کامل یقین کے ساتھ اپنی طرف سے پورے عزم حوصلے جرأت اور استقلال کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے رسول اللہ ﷺ کی امامت اور قیادت کے اس اعلیٰ نمونے کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"بلاشبہ تمہارے لئے

اللہ کے رسولؐ بہترین نمونہ ہیں
ہر اس شخص کے لئے
جو اللہ سے اجر
روز قیامت ملاقات
کی اُمید رکھتا ہے
اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرتا ہے" (21:33)

نماز سے اہم دفاع

اہل ایمان کے روز قیامت اللہ سے ملاقات اور دنیاوی اعمال کے اجر پر ایمان کامل کا اندازہ ان کے صبر اور استقلال کے علاوہ ان اشعار سے بھی کیا جاسکتا ہے جو وہ خندق کھودتے وقت پڑھتے رہتے تھے
"اے ہمارے رب آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے
آخرت کا عیش ہے اصل عیش ہے
ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے جہاد کی بیعت کی ہے
اور جب تک یہ تعلق باقی ہے جہاد جاری رہے گا"

غزوہ احد کی آزمائش کا سبب اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت پر عمل کرنے میں کوتاہی تھی غزوہ خندق کے ستائیس روز کے محاصرے میں کسی ایک بھی مسلمان نے اللہ کے رسول ﷺ کی کسی ہدایت پر عمل میں کوتاہی نہیں کی تھی امت عمل میں آگے بڑھ رہی تھی اور اللہ تعالےٰ کی نصرت سے آزمائش کے مرحلے ختم ہو گئے تھے ایک روز صبح سے شام تک شدید لڑائی ہوتی رہی اللہ کے رسول ﷺ خود بھی کوئی نماز وقت معین پر ادا نہیں کر سکے تھے اور سب صحابہ کرام نے شام کی نماز کے ساتھ ہی ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کی تھیں اللہ کے رسول ﷺ چاہتے تو معینہ وقت پر اپنے مورچے میں نمازیں ادا کر سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے اپنے عمل سے دکھا اور سکھا دیا کہ اسلامی ریاست اور اللہ کے دین کے دفاع کی آزمائش کے مرحلوں میں اولیت دفاع کو حاصل ہے

بنو قریظہ کی خودکشی

بنو قریظہ کی خودکشی بھی غزوہ خندق کا ہی حصہ ہے انہوں نے شرک کے لشکروں کی تعداد اور قوت پر بھروسہ کر کے اللہ کے رسول ﷺ اور ریاست مدینہ کے خلاف بغاوت کی تھی اور ریاست کے وجود کے دشمنوں کے ساتھ مل کر ریاست کے خلاف جنگ کی تھی اللہ نے ریاست مدینہ کا وجود کینسر کی اس آخری گلٹی سے بھی پاک کر دیا بنو قریظہ نے بغاوت اور غداری کے بعد کوئی معذرت بھی نہیں کی تھی انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ

سے مصالحت سے بھی انکار کر دیا تھا اور مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہی اپنا مال اسباب قلعہ بند بستی کے اندر لے جا چکے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کی بستی کا محاصرہ کرنے کا حکم دے دیا سیرت مبارکہ اور تفسیر کی کتابوں میں ان روایات کو ہی دہرایا گیا ہے جن میں کہا گیا ہے کہ محاصرہ سے تنگ آ کر بنوقریظہ نے اپنے حلیف بنو اوس سے مدد کی درخواست کی تھی اور ان کی درخواست پر اللہ کے رسول ﷺ نے بنوقریظہ سے کہا تھا کہ وہ اپنی مرضی کا ثالث چن لیں ان روایات کے مطابق بنوقریظہ نے حضرت سعدؓ بن معاذ کو ثالث چن لیا تھا اور فریقین کے دلائل سننے کے بعد حضرت سعدؓ بن معاذ نے فیصلہ دیا تھا کہ بنوقریظہ کے لڑائی کے قابل افراد قتل کر دیئے جائیں عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور اموال تقسیم ہو جائیں کتب میں ہے کہ اس فیصلے پر عمل کیا گیا تھا لیکن اس سلسلے میں بعض چیزیں قابل غور ہیں۔

بنوقریظہ نے لڑ کر ہتھیار ڈالے تھے

سب کا اتفاق ہے یا یہ کہہ لیں سب نے لکھا ہے کہ بنوقریظہ کے اموال مال غنیمت کے اصول کے مطابق تقسیم کر دیئے گئے تھے بنوقریظہ سے پہلے بنونضیر بھی کئی روز تک محاصرہ میں رہے تھے بلکہ بنونضیر نے تو اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کرنے کے لئے چھاپہ مار دستہ بھی بھیجا تھا مگر ان کے اخراج کے بعد ان کے اموال ریاست کی ملکیت ہو گئے تھے اور مال غنیمت کے طور پر محاصرہ کرنے والوں میں تقسیم نہیں کئے گئے تھے اگر بنوقریظہ نے بھی محاصرہ کے دوران لڑائی نہیں کی تھی اور مسلمانوں نے ان کے خلاف نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ تلواریں چلائی تھیں تو ان کے اموالی مال غنیمت کے طور پر مجاہدین میں کیوں تقسیم کر دیئے گئے تھے؟ مال غنیمت تو صرف لڑائی سے حاصل ہوتا ہے۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بنوقریظہ کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے صلح کے مذاکرات کے لئے حضرت سعدؓ بن معاذ کو بنوقریظہ کی بستی میں بھیجا تھا اور حضرت سعدؓ بن معاذ نے انہیں بتا دیا تھا کہ اگر انہوں نے ہتھیار نہ ڈالے اور مسلمانوں نے لڑائی کے بعد ان کے قلعہ پر قبضہ کر لیا تو ان کے لڑائی کے قابل مردوں کو قتل کر دیا جائے گا عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے گا اور اموال تقسیم ہو جائیں گے بقول امام ابن کثیر حضرت سعدؓ بن معاذ نے جب بنوقریظہ کی قلعہ بند بستی سے واپس آ کر اللہ کے رسول ﷺ کو بتایا تھا کہ وہ بنوقریظہ کو بتا آئے ہیں کہ اگر ان کی بستی پر لڑائی کے بعد قبضہ کیا گیا تو ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا "تمہارا فیصلہ حکم خدا اور حکم رسول ﷺ کے مطابق ہے" بنوقریظہ نے صلح اور ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا تو اگلے روز مسلمان ان کی بستی میں داخل ہو گئے تھے اور یہودی بڑی بہادری سے لڑے تھے مسلمانوں نے انہیں ہتھیار ڈالنے کو کہا مگر وہ لڑتے رہے تھے اور جن یہودیوں نے ہتھیار نہیں ڈالے تھے وہ

لڑائی میں مارے گئے تھے اور جنہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے انہیں گرفتار کر کے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا تھا جنہوں نے معافی مانگ کر اسلام قبول کر لیا تھا انہیں رہا کر دیا گیا تھا اس لڑائی میں چند مسلمان بھی شہید ہو گئے تھے (تاریخ ابن کثیر ج سوم و چہارم صفحہ 538'537)

حضرت حسانؓ بن ثابت نے بنو قریظہ کی رسوائی کے بارے میں جو نظم لکھی تھی اس میں ہے

"قریظہ نے اپنے بداعمال کا انجام دیکھ لیا
ان کے قلعوں کو ذلت اور رسوائی نے آ لیا
سعد نے انہیں ہمدردانہ تنبیہ کی تھی
کہ تمہارا معبود خدائے بزرگ و برتر ہے
مگر وہ اپنی عہد شکنی پر اڑے رہے
اور اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی بستی میں ہی انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا
ہماری صف بستہ فوجوں نے ان کا قلعہ گھیر لیا
اور وہ جنگ کے شور سے گونج اٹھا"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے

☆"ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے
اور ایک کو قیدی بناتے تھے"

اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ کیا یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ بنو قریظہ نے صلح اور ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا تھا اور مسلمانوں نے لڑائی کے بعد ان کی بستی اور قلعہ پر قبضہ کیا تھا اور ان میں سے بہت سے بہادری سے لڑتے ہوئے قلعہ کے اندر ہی مارے گئے تھے اور باقیوں کو قیدی بنا لیا گیا تھا اور چونکہ لڑائی کے بعد ان کے اموال پر قبضہ ہوا تھا اس لئے وہ مال غنیمت کے طور پر مجاہدین میں تقسیم کر دیئے گئے تھے حضرت جابر کی روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ بنو قریظہ کے جن مردوں کو قیدی بنایا گیا تھا انہیں قتل سے پہلے حضرت اسامہ بن زید کے گھر میں جمع کیا گیا تھا بنو قریظہ کے قتل کئے گئے افراد کی تعداد مختلف روایات میں ساڑھے تین سو چار سو اور نو سو بتائی گئی ہے نو سو قیدی تو کسی طرح بھی ایک گھر میں جمع نہیں کئے جا سکتے تھے اسامہ بن زید کا گھر تو تین سو افراد کو جمع کرنے کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتا تھا اگر سب مردوں کو قتل کرنے سے پہلے ایک ہی گھر میں اور حضرت اسامہؓ بن زید ہی کے گھر میں رکھا گیا تھا تو پھر تو ان کی تعداد مشکل سے چالیس پچاس ہی ہو سکتی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے قیدیوں کو اچھی طرح رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی اور تیز دھوپ میں انہیں قتل کرنے سے بھی روک دیا تھا تاکہ انہیں دھوپ کی اضافی تکلیف نہ ہو کیا اللہ کے رسول ﷺ کی ایسی ہدایات کے بعد انہیں بھیڑ بکریوں

کی مانند تنگ گھر میں جمع کیا جا سکتا تھا؟ ایسا کرنا اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت اور مزاج کے خلاف ہوتا اور مسلمان ایسی جرأت نہیں کر سکتے تھے ان روایات سے ہم انکار نہ بھی کریں جن میں کہا گیا ہے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کو قتل کر دیا گیا تھا تو بھی ظاہر ہے کہ ایسے قیدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور وہ باقاعدہ لڑائی کے بعد قیدی بنائے گئے تھے وہ ریاست مدینہ کے باغی بھی تھے اور دشمن کے ایجنٹ بھی تھے انہیں جو بھی سزا دی گئی تھی وہ ان کی مذہبی کتاب تورات کے مطابق تھی بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے خلاف کارروائی اور ان کے اخراج کے علاوہ محمد بن حبیب بغدادی کے مطابق یہودیوں کے قبیلہ بنو ثعلبہ کے بنو فطیون کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ سے نکال دیا تھا بلکہ سب سے پہلے بنو فطیون کو ہی مدینہ چھوڑنا پڑا تھا مگر ان باغیوں کے اخراج کے بعد بھی مدینہ میں یہودی موجود تھے اور عام کاروبار میں شریک تھے رسول اللہ ﷺ کے رفیق اعلیٰ سے ملاپ کے بعد تک مدینہ میں یہودی موجود ہوتے تھے۔

جزیرہ نمائے عرب کے حوالے سے دیکھا جائے تو پانچ ہجری کا شوال اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے دشمنوں کے بے مثل اتحاد کا مہینہ تھا اور ذیقعد کا مہینہ ختم ہونے تک ریاست مدینہ کی ساری دشمن قوتوں کے اتحاد کا شیرازہ بکھر چکا تھا مکہ کے قریش کا رہا سہا وقار بھی خاک میں مل چکا تھا اور عرب کے سارے فریقوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ریاست مدینہ کو ختم کرنا ممکن نہیں مسلمان ہر آزمائش میں کامیاب ہو رہے تھے اور ہر آزمائش سے ان کی قوت اور اتحاد میں اضافہ ہو رہا تھا دعوت توحید کے ساتھ ہی اہل توحید پر سختیوں کا جو دور شروع ہوا تھا وہ بھی غزوہ خندق کے ساتھ ختم ہو گیا تھا غزوہ خندق ایک عجیب جنگ تھی جس میں نہ عربوں کے روایتی انداز میں کوئی انفرادی مقابلہ ہوا تھا نہ فریقین نے ایک دوسرے کے سامنے صف بندی کی تھی اور نہ ہی کسی فریق کا چند افراد سے زیادہ جانی نقصان ہوا تھا دونوں طرف کے زخمیوں کی تعداد بھی بمشکل ایک درجن ہو گی اس کے باوجود اس جنگ میں سارے عرب کے لشکروں کو جو ذلت اٹھانا پڑی تھی وہ بڑی سے بڑی خونی جنگ سے بھی زیادہ تھی میدانی لڑائیوں میں ہزاروں افراد کی ہلاکت سے بھی اتنے دوررس اور بنیادی اہمیت کے فوجی اور سیاسی نتائج اور اثرات مرتب نہیں ہوا کرتے جیسے اثرات غزوہ خندق سے پیدا ہوئے تھے اسی غزوہ سے جزیرہ نمائے عرب میں شرک کے مکمل خاتمہ کی بنیاد رکھ دی گئی تھی جو دشمن ریاست مدینہ ختم کرنے آئے تھے وہ بیس ستائیس روز تک گھوڑے دوڑا کر تیر چلا کر اور تلواریں لہرا کر اپنی قوت' سطوت اور ماضی اللہ کے رسول ﷺ کی کھدوائی خندق میں اپنے ہاتھوں دفن کر گئے تھے۔ بلا خون بہائے اللہ کے دین کی اس بے مثل فتح کا سبب اللہ کی تدبیر اور مدد کے علاوہ اللہ کے رسول ﷺ کی پیغمبرانہ قیادت تھی اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کاملہ سے توحید کے سب دشمنوں کو اکٹھا کر لائے تھے ورنہ ان سب کو ان کے اپنے اپنے شہروں اور علاقوں میں جا کر اس قسم کی شکست دینا اس وقت بہت دشوار ہوتا بڑی قوتیں وہی ہوتی ہیں جو اپنے نظم عزم اور ایثار سے حالات کا دھارا اپنے حق

میں موڑ لینے کی صلاحیت رکھتی ہوں غزوہ خندق میں اہل توحید نے اہل عرب پر ثابت کر دیا تھا کہ وقت کی اہم اور بڑی قوت وہی ہیں اس کامیابی کے عربوں پر بڑے گہرے نفسیاتی اثرات مرتب ہوئے تھے اور ریاست مدینہ کی اندرونی مخالف قوتیں بھی بے بس ہو گئی تھیں عبداللہ بن ابی بن سلول اور ان کے ساتھی منافقوں کا اس طویل محاصرے اور بنو قریظہ کے خلاف کاروائی میں کوئی ایسا سرگرم کردار بھی دکھائی نہیں دیتا جیسا انہوں نے غزوہ احد یا بنو قینقاع اور بنو نضیر کے خلاف کاروائی کے وقت دکھایا تھا۔

شرک توحید کے محاصرے میں

رسول اللہ ﷺ نے خندق سے شرک کے لشکروں کے فرار کے وقت اہل توحید سے فرمایا تھا ''اب قریش کبھی تم پر حملہ نہیں کریں گے بلکہ تم ان پر حملہ کرو گے'' خندق سے حدیبیہ تک ایک سال میں ریاست مدینہ کا دائرہ اثر بہت وسیع ہو گیا تھا اور مکہ کے قریش اسلامی ریاست کے زیر اثر علاقوں اور دائروں میں عملاً محصور ہو گئے تھے مکہ کے مشرق میں یمامہ کے طاقتور قبیلہ بنو حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال مسلمان ہو گیا تو اس نے مکہ کو غلہ کی فراہمی بند کر دی تھی اور قریش کو رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرنا پڑی تھی اور حضرت ثمامہؓ نے حضور ﷺ کے حکم پر انہیں غلہ کی فراہمی کی اجازت دی تھی شمال میں ان کے پڑوسی قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارثؓ بن ضرار اپنے قبیلہ سمیت مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح اللہ کے رسول ﷺ سے کر دیا تھا رسول اللہ ﷺ نے حضرت حارث کو بنو مصطلق سے زکوٰۃ کی وصولی کی ذمہ داری سونپ دی تھی اور زکوٰۃ اسی علاقہ سے وصول کی جاتی تھی جو ریاست مدینہ کے زیر اثر ہو۔

مدینہ سے آٹھ سو کلومیٹر شمال میں دومتہ الجندل کے قبیلہ بنو کلب کے سردار اصبغ نے اسلام قبول کر کے اپنی بیٹی کی شادی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کر دی تھی اور ان کے قبیلہ کی بہت بڑی تعداد مسلمان ہو گئی تھی اور جو مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے ریاست مدینہ کو جزیہ دینے کا معاہدہ کر لیا تھا اس طرح بنو کلب کا علاقہ عملاً ریاست مدینہ کا حصہ بن گیا تھا اگرچہ یمامہ اور مکہ کے درمیان اس وقت بھی بہت سے بت پرست قبائل آباد تھے۔ دومتہ الجندل اور مدینہ کے درمیان بھی یہودی بھی تھے اور مشرک بھی لیکن توحید نے ایک طرح سے شرک کو محاصرے میں لے لیا تھا اور جزیرہ نمائے عرب کی کوئی بھی قوت ریاست مدینہ پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہی تھی ذیقعد پانچ ہجری میں بنو قریظہ کے خاتمہ سے ذیقعد چھ ہجری میں حدیبیہ کے سفر تک کے درمیانی عرصہ میں تین بار رسول اللہ ﷺ خود لشکر کے ساتھ مدینہ سے باہر گئے تھے اور سولہ مہمیں مدینہ سے باہر بھیجی گئی تھیں جن میں سے ایک مہم میں صرف ایک ہی صحابی شامل تھے اور وہ رجیع کے کنویں پر مبلغین کو

دھوکے سے شہید کرنے اور دو صحابہ کو مکہ لے جا کر فروخت کر دینے والے بنوہذیل کے ڈاکو سفیان بن خالد کو اس کے انجام تک پہنچا کر کامیاب واپس آئے تھے اس سے پہلے کبھی بھی ایک سال میں اتنی بڑی تعداد میں لشکر گشتی دستے اور مہمیں مدینہ سے باہر نہیں بھیجے گئے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے اس عرصہ میں مکہ کے قریش پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا ان کے صرف ایک تجارتی قافلہ کا مسلمانوں نے راستہ روکا تھا اور ان کا بہت سا تجارتی مال اور قیدی مدینہ لے آئے تھے لیکن قریش اور ان کے سارے اتحادی اتنے بے بس ہو چکے تھے کہ وہ کسی چھوٹے دستے اور لشکر کا مقابلہ کرنے کے بھی قابل نہیں رہے تھے

مدینہ اور دومتہ الجندل کے درمیان خیبر یہودیوں کا اہم شہر تھا اس کے پڑوس میں بنوغطفان کی بہت سی شاخوں کے علاقے تھے خندق کے غزوہ کے وقت یہودی اور بنوغطفان کی وہ شاخیں بھی قریش کے اتحاد میں شامل تھیں ایک سال کے اس عرصہ میں اگر کسی نے کوئی تھوڑی بہت سرگرمی یا دشمنی دکھائی تھی یا ریاست مدینہ کے خلاف کوئی لشکر جمع کرنے کی کوشش کی تھی تو وہ خیبر کے یہودی اور بنوغطفان کی وہی شاخیں تھیں مگر اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی وہ سب کوششیں ناکام بنادی تھیں خیبر کے یہودیوں کے سردار ابورافع اور اسیرم نے کرائے کے لشکر جمع کرنے کی مہم شروع کی تو انہیں ان کے انجام تک پہنچا دیا گیا بنوسعد کے ولبر بن علیم نے ریاست مدینہ کے خلاف اتحاد میں شمولیت کے لئے یہودیوں سے معاہدہ کرنے کی بات چیت شروع کر رکھی تھی رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک سو مجاہدین کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لئے بھیج دیا ولبر اور اس کا لشکر بھاگ گئے اور یہودیوں کی کوششیں ناکام ہو گئیں۔

ایک سال کے اس عرصہ میں اللہ کے دین کے جس بھی کسی دشمن نے کوئی سازش یا شرارت کی اس کے خلاف پوری قوت سے کاروائی کی گئی تھی بنوجزام کے ڈاکو ہنید بن عارض نے حضرت دحیہ کلبیؓ سے تحائف چھین لئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو پانچ سو صحابہ کا لشکر دے کر بھیجا انہوں نے ہنید اس کے بیٹے اور ساتھی ڈاکوؤں کو قتل کر دیا اور اس کے قبیلے کی ایک سو عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا بنوالضبیب نے خود ڈاکوؤں کا تعاقب کیا تھا اور حضرت دحیہ سے چھینے تحائف واپس لے لئے تھے وہ ریاست مدینہ کے حامی تھے اللہ کے رسول ﷺ نے بنوجذام کو بھی ایک فرمان عطاء کیا ہوا تھا ان کے وفد نے مدینہ حاضر ہو کر وہ فرمان پیش کیا تو ان کے قیدی اور مال واپس کر دیئے گئے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بنوجذام اور بنوالضبیب کا علاقہ پہلے ہی ریاست مدینہ کے زیر اثر تھا اور اس کاروائی سے بنوجذام کے مسلمانوں کی قوت اور بھی مضبوط ہو گئی تھی بنولحیان نے رجیع کے کنویں پر مبلغین اسلام کی شہادت کی سازش میں حصہ لیا تھا رسول اللہ ﷺ خود دو صد صحابہ کے لشکر کے ساتھ انہیں سزا دینے عسفان تک تشریف لے گئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک گشتی دستہ کے ساتھ مکہ کے دروازے پر کرع غمیم تک دشمنوں کو تلاش کرتے رہے تھے عینیہ بن حصن فزاری نے مدینہ کی چراگاہ سے

رسول اللہ ﷺ کے اونٹ بھگا لے جانے کی کوشش کی تو اللہ کے رسول ﷺ خود اس کے خلاف ایک لشکر لے کر گئے تھے عینیہ کا بیٹا مارا گیا تھا اور وہ خود بنو غطفان کی طرف بھاگ گیا تھا اس عرصہ میں ریاست کی حدود میں مال مویشی چوری کرنے کی صرف ایک اور واردات ہوئی تھی اور وہ عرینیوں کی کوشش تھی جنھوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا تھا وہ بھی اپنے کیئے کے مطابق اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے غزوہ بنولحیان کے وقت فرمایا تھا ''دشمن پر قابو پالو تو عفو سے کام لو'' حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی ''خیانت نہ کرنا بدعہدی نہ کرنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا'' دشمنوں کے خلاف کاروائی اور حملے میں عفو ایمانداری، عہد کی پابندی ان سے تعلق قائم کرنا اور رحم ریاست مدینہ کی پالیسی کی بنیادیں تھیں جس کے نتیجے میں اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی قوت اور دائرہ اثر میں اللہ نے بہت اضافہ کر دیا تھا اور مکہ کے قریش کا تجارت، سیاست اور سازش کا کاروبار تقریباً ختم ہو گیا تھا۔

غزوہ بنو قریظہ سے حدیبیہ تک کے غزوات وسرایا

ذیقعد پانچ ہجری سے ذیقعد چھ ہجری میں غزوہ حدیبیہ تک کے عرصہ کے غزوات اور سرایہ کی تفصیل اس طرح ہے:

نمبر شمار	تاریخ	غزوہ/سریہ	مجاہدین کی تعداد	نتیجہ
۱	۵ محرم	سریہ عبداللہ بن انیس	ایک	سفیان بن خالد کو قتل کر دیا گیا
۲	۱۰ تا ۲۹ محرم	سریہ محمد بن مسلمہ	تیس	مشرک بھاگ گئے ثمامہ بن اثال کی گرفتاری اور قبول اسلام
۳	یکم تا ۱۴ ربیع الاول	غزوہ بنولحیان	دوصد	بنولحیان بھاگ گئے حضرت ابوبکر مکہ کے قریب کراع غمیم تک گشتی دستہ لے گئے
۴	ربیع الاول	غزوہ غابہ	پانچ سے سات سو تک	عینیہ بھاگ گیا اس کا بیٹا مارا گیا

۵	ربیع الاول	سریہ عکاشہ بن محصن بجانب الغمر	چالیس	بنو اسد بھاگ گئے
۶	ربیع الاول	سریہ محمد بن مسلمہ بجانب ذی القصہ	دس/چالیس	بنو ثعلبہ اور بنو عوال سے لڑائی میں نو صحابہ شہید ہو گئے تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح چالیس صحابہ کا دستہ لے کر گئے مگر وہ بھاگ گئے تھے
۷	ربیع الثانی	سریہ ابو عبیدہ بطرف ذی القصہ	چالیس	بنو ثعلبہ، بنو انمار اور بنو محارب بھاگ گئے
۸	ربیع الثانی	سریہ زید بن حارثہ بجانب بنو سلیم	—	مشرک بھاگ گئے
۹	جمادی الاول	سریہ زید بن حارثہ بجانب العیص	ستر سوار	قریش کے تجارتی قافلہ کے مال پر قبضہ اور قیدی
۱۰	جمادی الثانی	سریہ زید بن حارثہ بجانب الطرف	پندرہ سوار	بنو ثعلبہ بھاگ گئے
۱۱	جمادی الثانی	سریہ زید بن حارثہ بجانب حسمیٰ	پانچ سو	ڈاکو ہنید اس کا بیٹا اور ساتھی مارے گئے بنو جذام مسلمان ہو گئے
۱۲	رجب	سریہ زید بن حارثہ بجانب وادی القریٰ	بارہ سوار	لڑائی میں نو صحابہ شہید
۱۳	شعبان	سریہ عبد الرحمٰن بن عوف بجانب دومتہ الجندل		سردار اصبغ اور اس کے قبیلہ بنو کلب کے بہت سے افراد مسلمان ہو گئے باقیوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا
۱۴	شعبان	سریہ علی بن ابی طالب بجانب فدک	ایک سو	دلبر بھاگ گیا اتحاد کی کوششیں ناکام بنا دیں
۱۵	شعبان	غزوہ بنو مصطلق	سات سو	بنو مصطلق کا سردار حارث اور اس کا قبیلہ مسلمان ہو گئے
۱۶	رمضان	سریہ زید بن حارثہ بجانب وادی القریٰ	—	بنو فزارہ کو سزا دی

۱۷	رمضان	سریہ عبداللہ بن عتیک بجانب ابورافع	5	ابورافع کا خاتمہ
۱۸	شوال	سریہ کرز بن جابر	۲۰ سوار	عرینیوں کوان کے جرم کی سزا مل گئی
۱۹	شوال	سریہ عبداللہ بن رواحہ بجانب اسیرم بن ازام	تیس سوار	اسیرم کا خاتمہ

ذیقعد پانچ ہجری میں غزوہ بنوقریظہ تھا ذوالج حرام مہینوں میں سے تھا اس کے بعد چھ ہجری کے محرم سے شوال تک دس ماہ کے غزوات اور سرایا کے اس چارٹ کو دیکھا جائے تو صرف صفر کے مہینے میں کوئی دستہ مدینہ سے باہر نہیں بھیجا گیا تھا باقی نو ماہ میں غزوات اور سرایا کی تعداد انیس ہے اور یہ سرایا زیادہ تر یہودیوں کے مرکز خیبر اور اس کے اردگرد کے علاقوں کی طرف بھیجے گئے تھے جہاں بنوغطفان کی مختلف شاخیں اس عرصہ میں سرگرم دکھائی دیتی ہیں خندق کے غزوہ کے وقت حُیی بن اخطب نے بنوغطفان کو خیبر کی کھجوروں کی پیداوار کا نصف حصہ دینے کے وعدے پر اس اتحاد میں شامل کیا تھا ریاست مدینہ سے بنوغطفان کی دشمنی کی وجہ ان کا عقیدہ کم اور مالی لالچ زیادہ تھا۔ وہ کرایہ کے سپاہی تھے اسی لئے تو وہ مدینہ کی کھجوروں کی فصل کے ایک تہائی کے وعدے پر واپس چلے جانے پر بھی آمادہ ہو گئے تھے حیی بن اخطب بنوقریظہ کے ساتھ مارا گیا تھا اس کے بعد ناکام اتحاد میں شامل ہونے کی وجہ سے خیبر کے یہودیوں نے بنوغطفان کو اپنی کھجوروں کی فصل سے نصف حصہ دینے کا وعدہ پورا کیا تھا یا نہیں روایات سے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا۔ اتنے بڑے لشکر کی تیاری اور ستائیس روز تک محاصرہ پر کتنا خرچ آیا تھا اس بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا گیا لشکر اکٹھا کرنے مدینہ تک آنے اور واپس جانے کے دن شامل کئے جائیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس ناکام مہم جوئی پر اس اتحاد میں شامل قبیلوں کا کافی زیادہ خرچ آیا ہو گا۔ بنوغطفان کی معیشت انکی بھیڑ بکریاں اور مال مویشی تھے۔ خندق کے فوراً ہی بعد ان کے علاقوں میں خشک سالی سے کنویں تک خشک ہو گئے تھے اور ان کی صحرائی معیشت اور بھی کمزور ہو گئی تھی مکہ کے قریش کی اقتصادیات کی بنیاد تجارت تھی اور ان کے تجارتی راستے بھی تقریباً بند تھے جس وجہ سے وہ شدید اقتصادی عدم تحفظ کا شکار ہو گئے تھے۔ ان حقائق کو دیکھا جائے تو خندق کے اتحاد میں شامل فریقوں میں سے صرف یہودی ہی ایسے تھے جو اس طویل مہم جوئی کے بعد بھی اقتصادی طور پر مضبوط تھے کیونکہ وہ تاجر بھی تھے دکاندار اور دستکار بھی تھے اور کاشتکار اور باغات کے مالک بھی تھے اپنی اسی مضبوط اقتصادیات کی وجہ سے وہ خندق کے بعد پھر سے رشوت اور لالچ دے کر ریاست مدینہ کے خلاف کوئی لشکر جمع کر سکتے تھے حُیی بن اخطب کے قتل کے بعد پہلے ابورافع نے اور اس کے بعد اُسیرم بن ازام نے نئے سرے سے ریاست مدینہ کے خلاف کرایہ کے لشکر جمع کرنے کی کوششیں کی تھیں یہودی خندق اور قحط زدہ بدو قبائل کو ریاست مدینہ کے خلاف

اکساتے اورورغلاتے رہتے تھے مگراللہ کے رسول ﷺ نے ان میں سے کسی کو بھی سر نہیں اٹھانے دیا تھا مجرموں کوسزائیں دیں اور مفسدوں کو دبادیا اس عرصہ میں مکہ کے قریش نے بھی ریاست مدینہ کے خلاف کوئی سرگرمی نہیں دکھائی تھی۔ خندق کے اتحاد کے لیڈر اور سب سے اہم فریق تو وہی تھے مسلمانوں نے ان کے تجارتی قافلہ سے سارا مال چھین لیا تھا مگر انہوں نے پھر بھی اس طرح کی کوئی سرگرمی نہیں دکھاہی تھی جس طرح وہ بدر اور احد کے بعد سرگرم ہوا کرتے تھے اور ریاست مدینہ کے خلاف چھاپہ مار کارروائیوں کے ساتھ ساتھ دوسرے قبیلوں کو بھی ایسی کاروائیوں کے لئے اکساتے رہتے تھے قریش کی اس خاموشی کی اہم وجہ خندق کی ناکام مہم جوئی پر اٹھنے والے اخراجات اوران کی کمزور اقتصادی حالت تھی۔

شرک کے مرکز پرامن سے حملہ

رسول اللہ ﷺ ذیقعد چھ ہجری میں چودہ سو اہل توحید کے ساتھ حدیبیہ پہنچ گئے اہل توحید کے پاس ایمان اور عزم کے سوا لڑائی کا کوئی ہتھیار نہیں تھا نیاموں میں بند وہی تلواریں تھیں جو اس زمانے میں عمرہ اور حج کے مسافر ساتھ رکھتے تھے مکہ کے قریش کو اہل توحید کی تیاری اور روانگی کی پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی انہوں نے اہل توحید سے لڑائی اور انہیں مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کی بھرپور تیاریاں کی تھیں احابیش اور بنو ثقیف کے لشکر بھی ان کی مدد کو آ گئے تھے ان کے تین سو گھوڑ سواروں نے راستہ روکنے کی کوشش کی تو رسول اللہ ﷺ دشوار راستوں سے ہوتے ہوئے حدیبیہ پہنچ گئے قریش نے بڑی تیزی سے اپنے اور اپنے اتحادیوں کے لشکر مکہ اور حدیبیہ کے درمیان لا بٹھائے اور عملاً ویسے ہی محاصرے میں پھنس گئے جیسا ایک سال پہلے انہوں نے اپنے اتحادیوں کے لشکروں کی مدد سے مدینہ کا کیا تھا۔ خندق کے وقت محاصرہ کرنے والے قریش اور ان کے اتحادی احابیش کے لشکر محصور ہو گئے تھے خندق کے وقت شرک کے لشکروں اور مدینہ کے درمیان حائل توحید کا لشکر مکہ میں داخل ہونے آیا تھا اور توحید کے لشکر نے شرک کے لشکروں کو محصور کرلیا تھا مشرک اور ان کے لشکر صرف محصور ہی نہیں تھے وہ مجبور بھی تھے ان کے اپنے صدیوں پرانے اخلاقی مذہبی اور معاشرتی اصولوں کے ہتھیار بھی ان سے چھن گئے تھے۔ حرام مہینے میں عمرہ کے لئے آنے والوں کا راستہ روک کر انہوں نے خود ان سب اصولوں کے خلاف ورزی کی تھی جن کی پابندی اور حفاظت کے وہ دعویدار چلے آتے تھے۔ یہ بھی ایک طرح سے قریش مکہ کی شکست تھی اور اللہ کے رسول ﷺ نے ایک بار پھر بلا لڑے انہیں شکست دیدی تھی۔

اہل توحید کے مشرکوں کے مرکز پر اس پرامن حملہ کی خبر سارے حجاز میں پھیل گئی تھی بعض قبائل کو مکہ کے قریش نے اپنی مدد کے لئے بلایا تھا تو بعض قبائلی سردار حالات کا جائزہ لینے خود ہی آ گئے تھے ان میں بنو خزاعہ کا سردار بدیل بن ورقاء بھی شامل تھا جو خود اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا

''میں تو کسی سے لڑنے نہیں آیا عمرہ کرنے آیا ہوں''۔ بدیل نے قریش کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانے بنو کنانہ کا سردار حلیس اپنے لشکر کے ساتھ قریش کی مدد کو آیا تھا وہ خود جائزہ لینے اللہ کے رسول ﷺ کے کیمپ میں آیا اور قربانی کے جانوروں کے گلے میں قلاوے دیکھ کر واپس چلا گیا۔ اس نے بھی قریش سے کہا کہ مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخلہ سے نہ روکو قریش نے اس کا مشورہ بھی نہ مانا تو اس نے غصہ سے کہا ''اے گروہ قریش واللہ ہم نے تم سے یہ معاہدہ نہیں کیا کہ ہم بیت اللہ میں داخلہ سے روکنے میں تمہاری مدد کریں گے اللہ کی قسم تم محمد ﷺ اور ان کے عزم کے درمیان حائل نہیں ہو گے اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تم سے لڑائی کریں گے'' اللہ کے رسول ﷺ کی پرامن پالیسی سے شرک کے اتحادیوں میں انتشار پیدا ہو گیا تو انہوں نے بنو کنانہ کے مکرز اور بنو ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا ابوسفیان بن حرب کے داماد عروہ بن مسعود نے بھی واپس جا کر انہیں یہی مشورہ دیا تھا کہ ''محمد ﷺ کی بات مان لو'' عروہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ قریش کی مدد کو آیا ہوا تھا۔

قریش نے ایک رات چھاپہ مار دستہ بھیجا تو مسلمانوں نے اس کے سب ارکان کو پکڑ لیا مگر اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں بھی رہا کر کے واپس بھجوا دیا تھا رسول اللہ ﷺ نے بنو خزاعہ کے خراش بن امیہ کو اپنا اونٹ دے کر قریش کو سمجھانے بھیجا۔ انہوں نے خراش کو قتل کرنا چاہا تو احابیش درمیان میں آ گئے اور خراش کو چھڑا کر واپس بھجوا دیا قریش نے اللہ کے رسول ﷺ کا وہ اونٹ ہلاک کر دیا تھا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو سفیر امن بنا کر بھیجا تو قریش نے ان کی بات بھی نہ مانی اور ان کے قتل کی افواہ پھیل گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے امن کے حملہ Peace offensive سے مشرکوں کا اتحاد منتشر کر دیا اور قریش کی مدد کو آنے والے ان سے الگ ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ فراست سے مکہ کے قریش کو اخلاقی شکست سے بھی دوچار کر دیا تھا اور جب اہل توحید نے اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر قریش کے خلاف آخری سانس تک جہاد کی بیعت کی تھی تو قریش کے لئے اللہ کے رسول ﷺ سے معاہدہ کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں رہ گیا تھا کیونکہ اگر ان کی ضد اور رویہ کی وجہ سے حرام مہینے میں حدود حرام میں لڑائی اور خون خرابہ ہوتے تو اس کی ساری ذمہ داری ان پر ہی آتی انہوں نے فوری طور پر حضرت عثمانؓ کو مسلمانوں کے کیمپ میں پہنچا دیا اور خود معاہدہ امن کی درخواست کر دی پہلے انہوں نے اعلان کیا تھا کہ ''اللہ کی قسم ہم محمد ﷺ کو کبھی بھی مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے'' اور پھر خود ہی وفد بھیج دیا کہ اس بار واپس چلے جائیں تو اگلے سال تین دن کے لئے ہم آپ کے لئے مکہ خالی کر کے باہر نکل جائیں گے بتوں کے مجاور مذہبی فوجی سیاسی اور اخلاقی ہر محاذ پر پسپا ہو رہے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا تھا'' مکہ میں مقیم اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو اللہ کے دین کی فتح کی خوشخبری دو اور بتاؤ کہ اللہ اپنے دین کو غلبہ دینے والا ہے یہاں تک کہ کسی کو اپنے ایمان کے لئے کسی سے

چھپنے کی ضرورت نہیں رہے گی" حضرت عثمانؓ کو روکنے سے پیدا ہونے والی صورت احوال میں قریش نے خود پیشکش کر دی تھی کہ "کوئی ایک دوسرے کے کسی فرد کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائے گا" قریش مکہ کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے ویرانے میں ان سے جو معاہدہ کیا تھا اس سے اللہ کے دین کے غلبہ کی راہیں مزید کشادہ ہو گئی تھیں اور مکہ میں بھی کسی مسلمان کو اپنا دین چھپانے کی ضرورت نہیں رہی تھی اور مکہ کی فتح کی پیش گوئی پوری ہونے کی راہ ہموار ہو گئی تھی۔

قریش کی نظریاتی پسپائی

حدیبیہ کے معاہدے سے اللہ کے دین کے قدیمی دشمنوں نے ریاست مدینہ کے وجود کو تسلیم کر لیا اور عہد کیا کہ وہ اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے خلاف کسی بھی قسم کی مخالفانہ سرگرمی میں حصہ نہیں لیں گے جنگ نہیں کریں گے لشکر جمع نہیں کریں گے ریاست مدینہ کے خلاف کوئی سازش نہیں کریں گے اور کسی اور کو نہ اکسائیں گے اور نہ ہی ورغلائیں گے جزیرہ نمائے عرب کا جو بھی کوئی قبیلہ چاہے ریاست مدینہ سے دوستی اور اتحاد کا معاہدہ کرے انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس بار مسلمان واپس چلے جائیں آئندہ ان میں سے جو بھی کوئی حج عمرہ اور تجارت کے لئے مکہ آئے گا اسے امن حاصل ہوگا اس معاہدے سے مسلمانوں کے لئے تبلیغ تجارت اور سفارت کی سب راہیں کھل گئی تھیں اور شرک کی مذہبی نظریاتی اور سیاسی بنیادیں ہل گئی تھیں اس معاہدہ کے مشرکین مکہ پر جو نفسیاتی اثرات مرتب ہوئے تھے ان کا اندازہ قریش کے سفیر اور جنگ احد میں ان کے پیدل دستوں کے کمانڈر عمرو بن العاص کے قریش اور شرک کے مستقبل سے مایوس ہو کر حبشہ چلے جانے سے لگایا جا سکتا ہے عمرو بن العاص خندق کی رسوائی کے بعد سے اپنے نخلستان میں گوشہ نشین تھا وہ کہتا ہے "حدیبیہ کا معاہدہ ہو گیا محمد (ﷺ) واپس چلے گئے تو میں نے اپنے دل سے کہا کہ اگلے سال وہ اپنے صحابہ کے ساتھ مکہ آئیں گے اب تو نہ مکہ رہنے کے قابل ہے اور نہ طائف مجھے کہیں اور چلے جانا چاہئے" احد اور خندق کے وقت قریش کے گھوڑ سوار دستوں کے کمانڈر خالد بن ولید نے حدیبیہ کے وقت بھی گھوڑ سوار دستہ کے ساتھ لشکر توحید کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی وہ کہتے ہیں "جب قریش نے حدیبیہ کا معاہدہ کر لیا اور مان گئے کہ اگلے سال مسلمان عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو میں نے اپنے دل سے کہا اس معاہدے کے بعد ہمارا کیا وقار باقی رہ گیا ہے؟ میں مکہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کے بارے میں سوچنے لگا تھا" یہ مکہ کے اس وقت اسلام دشمن بڑے جنگجو کمانڈروں پر حدیبیہ کے معاہدے کے اثرات کا حال ہے عام لوگوں پر اس فتح مبین کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہوں گے اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے حدیبیہ کے بعد مکہ اور عرب میں جس تیزی سے اسلام پھیلا تھا اس کا اندازہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک کے درمیانی عرصہ میں اسلام قبول کر کے مکہ

سے مدینہ ہجرت کرنے والے اہل مکہ کی تعداد سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔اس عرصہ میں ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ جانے والوں میں عمرؓو بن العاص، خالدؓ بن ولید اور قریش کے علمبردار خاندان کے عثمانؓ بن طلحہ بن ابی طلحہ کے علاوہ بھی بہت سے خواتین وحضرات شامل تھے احد میں قریش کا علم بلند رکھنے کی کوشش میں عثمان بن طلحہ کے والد چار بھائیوں اور چچا سمیت اس خاندان کے گیارہ افراد نے شرک کے لئے جانیں دی تھیں غزوہ حدیبیہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کے لشکر توحید میں چودہ سو اہل توحید شامل تھے اور اس کے بیس ہی ماہ بعد رمضان آٹھ ہجری میں جب آپ ﷺ فتح مکہ کے لئے نکلے تھے تو آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار اہل توحید تھے جن میں انصار اور مہاجرین کے علاوہ بنو اسلم، بنو غفار، بنو سلیم، بنو اشجع، بنو مزینہ اور بنو جہینہ کے مجاہدین کے دستے بھی شامل تھے۔

رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپسی کے تیس چالیس دن بعد محرم سات ہجری کے آخری عشرہ میں خیبر کے لئے روانہ ہوئے تھے اگر چہ مآخذ میں حدیبیہ سے فتح مکہ کے درمیان اسلام قبول کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے قریشیوں کی اصل تعداد کی تفصیل نہیں ملتی لیکن خیبر کے لئے لشکر توحید میں بہت سے ایسے قریشی صحابہ بھی شامل تھے جو بدر اور احد کے بعد کسی وقت مسلمان ہوئے تھے ان میں بنو مطلب کے صلت بن مخرمہ بن مطلب ان کے دو بھائی قیسؓ بن مخرمہ بن مطلب قاسمؓ بن مخرمہ بن مطلب اور فرزند حکیمؓ بن صلت بن مخرمہ بنو زہرہ کے عبداللہ بن ارقم بن عبد یغوث بنو اسد کے حلیف عبداللہ بن ابی امیہ بن وہب بنو مطلب کے عبداللہؓ بن علقمہ بن عبد مناف اور عجیر بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد مناف شامل ہیں حدیبیہ کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید حضرت عثمان بن طلحہ حضرت عمرؓو بن العاص ان کے بیٹے عبداللہؓ بن العاص کے علاوہ حضرت عمرؓ کے قبیلہ بنو عدی کے ۲۷ سواروں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی اور مکہ میں بنو عدی کا کوئی ایک بھی فرد نہیں رہ گیا تھا جن دیگر قریشوں نے خیبر کے سال مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بھائی اسودؓ بن عوف بنو مطلب کے جہیمؓ بن صلت بنو جمح کے سعیدؓ بن عامر بن خزیمہ اور بنو مخزوم کے سعیدؓ بن حریث بن عمرو اور سعیدؓ بن یربوع بن عنکشہ بھی شامل تھے کرز بن جابر بن حسیل فہری ایک وقت مدینہ کی چراگاہ سے اونٹ چرا لے گیا تھا اور پھر اسلام قبول کر کے مکہ سے مدینہ ہجرت کر آیا تھا حضرت کرزؓ بن جابر بن حسیل فہری فتح مکہ کے روز شہید ہوئے تھے دشمن اسلام ابولہب کی بیٹی درہ بھی اسلام قبول کر کے مدینہ ہجرت کر آئی تھی اور عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی ام کلثوم معاہدہ حدیبیہ کے بعد مکہ سے چھپ کر مدینہ آ گئی تھی۔حضرت عثمانؓ بن عفان کی ماں جائی بہن یہی امؓ کلثوم وہ خاتون تھیں جن کی واپسی کا قریش مکہ نے مطالبہ کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں واپس بھیجنے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ حدیبیہ کا معاہدہ خواتین پر لاگو نہیں ہوتا اس معاہدہ سے مکہ میں موجود مسلمانوں پر قریش کا جبر اور دباؤ کم ہو گئے تو وہ بھاگ بھاگ کر بحیرہ احمر کے کنارے اکٹھے ہو گئے تھے۔

نجات کے لئے جدوجہد یا دہشت گردی

اس سلسلے میں اللہ کے رسول ﷺ اور ریاست مدینہ کی پالیسی کے بعض پہلو مسلمانوں کے لئے رہنماء اصول ہیں معاہدے میں لکھا گیا تھا کہ قریش کا کوئی مرد (رجل) اگر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا جائے تو اسے قریش کو واپس کر دیا جائے گا اسی شرط کے تحت حضرت ابوجندلؓ کو اس کے باپ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کو اس شرط اور واپسی کا بہت دکھ تھا رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے مدینہ واپس پہنچے ہی تھے کہ حضرت ابوبصیر بھاگ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے قریش نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کے مطابق حضرت ابوبصیر کو قریش کے نمائندوں کے ساتھ جانے کا حکم دیا تو حضرت ابوبصیر نے عرض کیا کہ مشرک مجھے اذیت دینگے اور دین چھوڑنے پر مجبور کریں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہم نے اس قوم سے جو وعدہ کیا ہے وہ ہمیں عذر کی اجازت نہیں دیتا اللہ تعالیٰ خود تمہاری نجات کا راستہ کھول دیں گے" حضرت ابوبصیر قریش کے دو رکنی وفد کے ساتھ چلے گئے راستہ میں انہوں نے وفد کے سربراہ کو قتل کر دیا اس کا ساتھی بھاگ گیا۔ حضرت ابوبصیرؓ ان کے ہتھیار اونٹ اور اسباب لے کر مدینہ واپس آ گئے اور مشرکوں کے ہتھیار اور خمس رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دیئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر میں خمس لوں تو میں نے وعدہ پورا نہیں کیا۔"

حضرت ابوبصیرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو وعدہ پورا کر دیا تھا اب تو اللہ نے مجھے نجات دی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اسے گرفتار کر کے مکہ بھیجنے یا مشرک کے قتل کے سلسلہ میں کوئی کاروائی کرنے کی ہدایت نہیں فرمائی تھی بلکہ اتنا فرمایا تھا کہ "اس کی ماں کی خرابی ہو اس کے ساتھ اور مل جائیں تو یہ تو جنگ کی آگ بھڑکا دے گا۔" حضرت ابوبصیرؓ مدینہ سے ساحل سمندر کی طرف نکل گئے اور جنگل میں ٹھکانہ بنا لیا۔ مشرکین مکہ کو اپنے وفد کے قائد کے قتل کی خبر ملی تو حدیبیہ میں معاہدہ کرنے والے ان کے سفیر سہیل بن عمرو نے کہا تھا کہ "میں محمد (ﷺ) سے خنیس کی دیت طلب کروں گا" جس کے جواب میں ابوسفیان نے کہا تھا "تم دیت کس بات کی طلب کرو گے؟ انہوں نے تو معاہدے کے مطابق ابوبصیرؓ کو تمہارے آدمیوں کے حوالے کر دیا تھا" اور سہیل بن عمرو اور مکہ کے قریش کو ان کی یہ دلیل ماننا پڑی تھی۔

حضرت ابوبصیرؓ قریش کی قید سے بھاگ کر ریاست مدینہ کے سربراہ کے پاس آ گئے تھے ریاست مدینہ کے سربراہ نے معاہدے کی شرط کے مطابق انہیں قریش کے آدمیوں کے ساتھ بھیج دیا تھا اور معاہدے کی شرط پوری ہو گئی تھی اس کے بعد حضرت ابوبصیرؓ کا خنیس کو قتل کر کے بھاگ جانا اس کا ذاتی فعل تھا ریاست مدینہ اس کی ذمہ دار نہیں تھی اور یہی بات ابوسفیان نے کہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے معاہدے کی شرط اور روح

سے زیادہ کچھ نہیں کیا تھا اگرچہ آپ ﷺ یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ اگر ابو بصیرؓ کے ساتھ اس جیسے مجبور اور بھاگ کر آجانے والے کچھ اور افراد مل گئے تو اس سے ریاست مدینہ اور قریش کے درمیان جنگ کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے مگر اتنے بڑے خطرہ کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بصیر کو گرفتار کر کے قریش کے حوالے نہیں کیا تھا اور انہوں نے اپنی نجات کے لیے جو کچھ کیا تھا اسے اللہ کی طرف سے ان کی "نجات کی راہ" قرار دیا تھا بعض اہل دانش اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان سے کہ "اس کی ماں کی خرابی ہو اس کے ساتھ اور مل جائیں تو یہ تو جنگ کی آگ بھڑکا دے گا" سے یہ مطلب بھی لیتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ابو بصیرؓ کو اشارہ تھا کہ تم ریاست مدینہ کی حدود سے چلے جاؤ اور اپنے دشمنوں کے خلاف جو چاہو کرو۔

حضرت ابو بصیرؓ نے مدینہ سے بھاگ کر سمندر کے کنارے جنگل میں ٹھکانہ بنالیا حضرت ابو جندلؓ کو ان کے ٹھکانے کا علم ہوا تو وہ بھی مکہ سے بھاگ کر جنگل میں ان سے جا ملے۔ وہ حضرت ابو بصیرؓ کی مانند مدینہ نہیں آئے تھے کیونکہ انہیں علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ معاہدے کے مطابق انہیں بھی پھر سے قریش کے حوالے کر دیں گے اس کے بعد جو کوئی بھی مشرکوں سے بھاگتا تھا مدینہ نہیں جاتا تھا بلکہ حضرت ابو بصیرؓ کے اسی ٹھکانے پہنچ جاتا تھا اور وہاں ایسے ستر مسلمان جمع ہو گئے تھے۔ روایات میں ہے کہ اردگرد کے قبائل کے افراد کے ان کے ساتھ مل جانے سے حضرت ابو بصیرؓ کے گروہ میں شامل افراد کی تعداد تین سو ہو گئی تھی اردگرد کے علاقوں سے آنے والے اور حضرت ابو بصیرؓ کے گروہ میں شامل ہو جانے والے کتنے مسلمان تھے کتنے غیر مسلم روایات سے اس بارے میں بھی کچھ اندازہ نہیں ہوتا حضرت ابو بصیرؓ نے اس جتھا کی کمان حضرت ابو جندلؓ کے سپرد کر دی تھی اور انہوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کے خلاف چھاپہ مار کارروائیوں کے ذریعے قریش کو اللہ کے رسول ﷺ سے درخواست کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ ان سب مسلمانوں کو مدینہ بلالیں۔ قریش مکہ نے خود لکھا تھا کہ وہ ان مسلمانوں یا چھاپہ مار دستہ کو مدینہ بلالیں تو قریش ان کی واپسی کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ قریش مکہ نے ریاست مدینہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے ان چھاپہ ماروں کے خلاف کسی کارروائی کی درخواست بھی نہیں کی تھی رسول اللہ ﷺ نے انہیں مراسلہ ارسال فرمایا تو حضرت ابو جندلؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ آگئے۔ حضرت ابو بصیرؓ بیمار تھے اور اپنے ساتھیوں کی مدینہ روانگی سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے حضرت ابو جندلؓ ان کا جنازہ پڑھانے اور انہیں سپرد لحد کرنے کے بعد مدینہ روانہ ہو گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مراسلہ میں لکھا تھا "مسلمانوں کو مدینہ لے آئیں اور باقیوں کو ان کے گھروں کی طرف بھیج دیں" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ساحل سمندر پر جنگل میں جمع ہو جانے والے سب چھاپہ مار مسلمان نہیں تھے مگر ان سب کی قیادت حضرت ابو بصیرؓ اور کمان حضرت ابو جندلؓ کے پاس تھی۔ مکہ کے قریش نے اپنا تجارتی راستہ اور قافلے محفوظ بنانے کے لئے خود ہی ولی کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے جانے والے اپنے عزیز و اقارب کی واپسی کی

شرط ختم کر دی تھی اور حضرت ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ کی ان چھاپہ مار کاروائیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مکہ کے قریش کے جبر میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کی نجات کی راہ پیدا کر دی تھی۔

حضرت ابو بصیرؓ نے جس جنگل میں اپنا مرکز قائم کیا تھا وہ العیص کے قریب تھا اس علاقہ کے قبائل ریاست مدینہ سے اتحاد اور دوستی کے معاہدے کر چکے تھے مگر وہ علاقے ریاست مدینہ کا حصہ نہیں تھے رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ظلم اور جبر میں مبتلا مسلمانوں کو اپنے دشمن کے خلاف چھاپہ مار کاروائیوں سے نہیں روکا تھا البتہ آپ ﷺ نے ریاست کی حدود میں انہیں کسی ایسی کاروائی کی اجازت نہیں دی تھی اور نہ ہی ریاست کی حدود کے اندر کوئی ایسا مرکز قائم کرنے کی اجازت دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کی حدود سے باہر ریاست کے اتحادی قبائل کے علاقہ میں چھاپہ مار کاروائیاں روکنے اور ایسی کاروائیاں کرنے والے مسلمانوں کا مرکز ختم کرنے کے لئے بھی کوئی دستہ نہیں بھیجا تھا جو مسلمان آپ ﷺ کا نامہ مبارک ملنے پر چھاپہ مار کاروائیاں ختم کر کے مدینہ آ گئے تھے انہیں آپ ﷺ نے لکھا تھا کہ انہیں ان کے دشمنوں کے حوالے نہیں کیا جائے گا آپ ﷺ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے اپنا مرکز ختم کر دیا تھا اور مدینہ آ کر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے اس عمل اور پالیسی سے ثابت ہے کہ ظلم اور جبر کا شکار مسلمانوں کو اپنے دشمن کے خلاف ایسی کاروائیوں کا دینی حق حاصل ہے اس شرط کے ساتھ کہ ایسی کاروائیاں کسی مسلم ریاست کے اندر سے نہ کی جائیں تاکہ اس ریاست کے ان لوگوں سے معاہدوں کی خلاف ورزی نہ ہو اگر ریاست کے اندر کسی کاروائی سے کسی معاہدے کی خلاف ورزی ہو تو اس ریاست کو معاہدے کی شرائط اور روح کے مطابق کاروائیوں کا حق حاصل ہے مگر اس سے زیادہ کا نہیں ایسی کاروائیاں کرنے والوں کو بھی اپنے دشمن کے خلاف کاروائیوں کا حق حاصل ہے مگر کسی ایسی کاروائی کا حق حاصل نہیں جس سے مسلم امت اور ریاست کے مفاد کو کسی قسم کا نقصان پہنچ سکتا ہو حضرت ابو بصیرؓ اور ان کے ساتھیوں کی چھاپہ مار کاروائیوں سے مجموعی طور پر مکہ میں جبر کے شکار مسلمانوں اور ریاست مدینہ کو فائدہ پہنچا تھا اور جزیرہ نمائے عرب میں اہل توحید کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا تھا اور اللہ کے دین کے دشمنوں کو جبر اور ظلم کی پالیسی ترک کرنا پڑی تھی۔

اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے دشمن اور شرک کے سردار عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی حضرت ام کلثومؓ اپنے خاندان سے بھاگ کر مدینہ آ گئی تو اس کے بھائی عمارہ اور ولید اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیبیہ کے معاہدے کے تحت اپنی بہن کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "جو خاتون ہماری پناہ میں آ جائے اس کی حفاظت ہمارا فرض ہے" آپ ﷺ نے حضرت ام کلثوم کو اس کے بھائیوں کے ساتھ واپس مکہ بھیجنے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ حدیبیہ کے معاہدے کے تحت صرف مردوں کو واپس کرنے

کی شرط ہے خواتین پر وہ شرط لاگو نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کی پناہ حاصل کرنے والی مسلمان خاتون کی حفاظت کے لئے معاہدے کی تشریح اس کی اصل روح کے مطابق کی تھی اور قریش کی طرف سے کی جانے والی تشریح نہیں مانی تھی اس طرح اللہ کی تدبیر اور اللہ کے رسول ﷺ کی پیغمبرانہ بصیرت کی بدولت مکہ کے مجبور مسلمانوں کی نجات کی راہ پیدا ہوگئی تھی اور حدیبیہ کے معاہدہ سے چند ہی ماہ بعد ولی کی اجازت کے بغیر مکہ سے مدینہ آ جانے والے مسلمانوں کی قریش کو واپسی کی وہ شرط ختم ہوگئی تھی جس کی وجہ سے مسلمان دل گرفتہ اور دکھی تھے اور مجموعی اثرات کے حوالے سے اللہ کے دین کی تقویت کا سبب ثابت ہوئی تھی مکہ کے قریش کو حدیبیہ کے معاہدے سے اگر کوئی فائدہ ہوا تھا تو وہ صرف تجارتی سہولت کا فائدہ تھا ورنہ اخلاقی سماجی سیاسی دفاعی اور مذہبی ہر حوالے سے وہ معاہدہ اللہ کے رسول ﷺ کی بصیرت کی فتح ثابت ہوا تھا۔

قریش مکہ سے حدیبیہ میں معاہدے پر دستخط ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اہل توحید سے کہا کہ وہ اپنے قربانی کے جانور ذبح کر کے سر کے بال منڈوا اور ترشوا لیں اور احرام کھول دیں مسلمانوں کو اس معاہدے کا اس قدر شدید دکھ تھا کہ وہ دم بخود بیٹھے رہے ایک حال وہ تھا کہ سب نے اللہ کے دین کی خاطر اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر مکہ کے ہتھیار بند لشکروں کے خلاف صرف تلواروں سے آخری دم تک جہاد کا عہد کیا تھا اور ایک حالت وہ پیدا ہوگئی تھی کہ کوئی بھی اپنا جانور ذبح کرنے اور بال منڈوانے اور ترشوانے کے لئے نہیں اٹھا تھا رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کرام کے اس رویہ پر شدید رنج ہوا آپ ﷺ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے ام المومنین حضرت اُم سلمیٰؓ نے اس دکھ کی وجہ پوچھی اور کہا "یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنے قربانی کے جانور ذبح کر دیں اور سر منڈوا لیں سب اہل توحید آپ ﷺ کے عمل کی پیروی کریں گے" رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا کسی پر غم و غصہ کا اظہار کیا نہ قربانی کرنے اور سر منڈوانے اور بال ترشوانے کا حکم نافذ کرنے کی کوشش کی آپ ﷺ کو اپنے اونٹ ذبح کرتے دیکھ کر جس بھی مسلمان کے پاس قربانی کا جانور تھا اس نے وہ ذبح کر دیا اور سب نے اپنے سر کے بال منڈوا اور ترشوا کر احرام کھول دیئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حدیبیہ میں امت کے قائدین کے لئے تحمل برداشت مشورہ اور عمل کا ایک اور رہنما اصول عطاء فرما دیا آپ ﷺ نے حضرت ام سلمیٰ کا مشورہ ایک خاتون کا مشورہ قرار دے کر مسترد نہیں کر دیا تھا حضرت ام سلمیٰ کے اس مشورہ پر عمل سے اللہ کے رسول ﷺ کے رنج اور اہل توحید کی دکھ اور صدمہ کی حالت پر قابو پانے کی صورت نکل آئی تھی۔

دعوتی خطوط کے اثرات

اللہ تعالیٰ نے محمد بن عبداللہ ﷺ کو اپنی زمین پر اپنی حاکمیت کے قیام کا مشن سونپا تھا آپ ﷺ کو عیسیٰؑ بن مریم کی مانند اپنی قوم کو صرف وعظ و نصیحت کرنے اور اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین

کرنے کی ہی ذمہ داری نہیں سونپی تھی اور نہ ہی حضرت موسیٰؑ جیسا صرف کسی خاندان، قبیلے یا قوم کو کسی خاص حکمران کے ظلم اور جابرانہ نظام سے نجات دلانے کا ہی مشن سونپا گیا تھا محمد بن عبداللہ ﷺ کو اللہ کے سب بندوں کے دلوں اور ساری زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام کا مشن سونپا گیا تھا اور حدیبیہ کے بعد اس وسیع تر مشن کی تکمیل کی راہیں مزید کشادہ ہوگئی تھیں۔ دعوت توحید کے مکی دور میں آپ ﷺ حج اور عمرہ کے لئے مکہ آنے والوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے عرب قبائل کے سرداروں کو دعوت دیتے رہے۔ عرب سے باہر حبشہ کے شہنشاہ کو آپ ﷺ نے مکی دور کے شروع میں ہی خط لکھا تھا اور اس کے کافی مثبت اثرات مرتب ہوئے تھے عقبہ کی رات آپ ﷺ نے یثرب کے اوس اور خزرج کے نمائندوں سے بھی اپنی زمین اور شہر کو اللہ کے دین کی قوت کا مرکز بنانے میں ہر قسم کے تعاون ایثار اور قربانی کا حلف لیا تھا مکہ سے مدینہ آنے کے بعد جوف مدینہ کی حدود میں چھوٹی سی ریاست میں آپ ﷺ نے اللہ کی حاکمیت قائم کر دی تھی اور جزیرہ نمائے عرب کے مختلف حصوں میں مختلف قبائل کی طرف دعوتی خطوط بھیجنے کا آغاز کر دیا تھا۔ ان کی طرف وفود بھی بھیجتے رہے تھے جنوبی عرب کے قبیلہ بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال نے اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ ﷺ کے جس ایلچی کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا تھا وہ اس کے بچا اور قبیلے کی طرف دعوتی خط لے کر ہی گیا تھا ابوالبراء کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے اس کی قوم کو توحید کی دعوت دینے جو مبلغ نجد بھیجے تھے وہ اس قوم اور علاقہ کے دوسرے سرداروں کے لئے بھی اللہ کے رسول ﷺ کے دعوتی خط لے کر گئے تھے اور عامر بن طفیل نے جس صحابی کو اپنے مقام قیام پر شہید کرایا تھا وہ دعوتی خط پہنچانے ہی اس کے پاس گئے تھے غزوہ حدیبیہ سے کافی پہلے دومتہ الجندل کے رئیس نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک خچر اور ریشمی جبہ بھیجے تھے، رومیوں کے زیر اثر بنو کلب کے رئیس اسلام قبول کر چکے تھے، بنو جذام کے ڈاکو ہنیدا نے حضرت دحیہؓ کلبی سے جو تحائف چھینے تھے وہ بصریٰ کے رومی حاکم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے بھیجے تھے اس تفصیل سے کیا یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے حدیبیہ سے پہلے بھی حبشہ کے شہنشاہ کے علاوہ دیگر بیرونی حاکموں سے روابط تھے اور آپ ﷺ پہلے بھی ان کی طرف دعوتی خطوط ارسال فرمایا کرتے تھے حدیبیہ سے واپس آ کر اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی طرف سے سونپے مشن کی تکمیل کے لئے دعوت توحید کا سلسلہ اور بھی وسیع کر دیا تھا جو کوئی اللہ کے رسول ﷺ کے مشن اور اس کی تکمیل کے لئے آپ ﷺ کی کوششوں اور لگن سے واقف ہے وہ مفسدین مغرب کی اس رائے کو حقارت سے مسترد کر دے گا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو بیرونی حاکموں کو دعوتی خط ارسال کرنے کا خیال حدیبیہ کے معاہدہ کے بعد آیا تھا اور آپ ﷺ نے حدیبیہ سے واپس آ کر پہلی بار دعوت اسلام عرب سے باہر کے حاکموں اور لوگوں تک پہنچانے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

حدیبیہ سے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی طرف سے سونپے مشن کی تکمیل کے لئے روم کے

قیصر ایران کے کسریٰ حبشہ کے نجاشی مصر کے مقوقس بحرین کے منذر بن ساویٰ یمامہ کے ہوذہ بن علی دمشق کے حارث بن ابی شمر غسانی اور عمان کے جیفر اور اس کے بھائی عبد کے نام دعوتی خط ارسال فرمائے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی رسول اللہ ﷺ نے انہیں لکھا کہ اگر انہوں نے دعوت قبول نہ کی اور اپنی رعایا اور زیر قبضہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام میں رکاوٹ بنے رہے تو اللہ کے ہاں انہیں اس کا جواب دینا پڑے گا رسول اللہ ﷺ کی اس دعوت کے اثرات سے اس وقت کے بدلتے حالات کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور جابر قوتوں کے رویے بھی سامنے آ جاتے ہیں۔ صلیب بردار قیصر روم نے ایرانیوں پر فتح اور کامیابی کے ذاتی نشہ کے باوجود اللہ کے دین کی کامیابی کے امکانات سے اپنے درباریوں کو آگاہ کر دیا تھا اور ابوسفیان کو بھی کہنا پڑا تھا کہ "ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ تو زور پکڑ گیا ہے اس سے تو رومیوں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے" ایران کے کسریٰ نے اپنے شکست خوردہ غرور کے دورہ میں رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پھاڑنے کی کوشش کی تو اللہ نے اسے اس کے بیٹے کے ہاتھوں قتل کروا دیا تھا اور اس کا یمن کا گورنر تھوڑا ہی عرصہ بعد مسلمان ہو گیا تھا یمن پر حکمران ایرانی امراء اسلام کی قوت بن گئے تھے حبشہ کے نجاشی نے دربار عام میں رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک آنکھوں سے لگایا اور کہا "واللہ آپ ﷺ وہی نبی ہیں جس کے اہل کتاب منتظر تھے" نجاشی مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے اپنے بیٹے کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا تھا اس نے اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے حضرت ام حبیبہؓ سے آپ ﷺ کے نکاح کا اہتمام کیا اپنے پاس سے انہیں جہیز دیا نکاح کی دعوت کی اور حضرت ام حبیبہؓ کو مدینہ پہنچانے کا اہتمام کیا تھا۔ مصر کے حاکم مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر کو بڑی عزت اور احترام سے دربار عام میں نشست دی آپ ﷺ کا نامہ مبارک چوم کر آنکھوں سے لگایا اور آپ ﷺ کی خدمت میں دو بلند مرتبہ کنیزیں اور سواری کے لئے ایک خچر بھیجا تھا ہوذہ بن علی نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر کی بہت عزت کی اور انہیں تحائف دے کر رخصت کیا۔ بحرین کے منذر بن ساویٰ نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور پوچھا کہ وہ اپنی سلطنت میں رہنے والے غیر مسلموں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرے حبشہ سے اسکندریہ اور یمامہ سے روم تک کے اس وقت کے حکمرانوں کے اس رویہ سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کیا یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ وہ دعوت توحید سے پہلے سے آگاہ تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت قبول کر لینے سے ان حاکموں کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کو دنیا اور دین کے سب معاملات میں اپنا امام ماننا لازم ہو جاتا اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے احکام کے مطابق ریاستی پالیسیاں بنانا پڑتیں اور ان کی مملکتیں ریاست مدینہ کے زیر اثر آ جاتیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے ان حاکموں کے لئے خطوط کی سیاسی اور عسکری اہمیت بھی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان حاکموں کے لئے دعوتی خط لے جانے والوں کے انتخاب سے بھی کچھ اصول عطاء فرما دیئے خط لے جانے والا سفیر (۱) اس ملک کی زبان جانتا ہو جہاں اسے بھیجا جا رہا ہے (۲) عقل وشعور کے ایسے مقام پر

ہو کہ سفارتی بات چیت کے مشکل مراحلہ میں کامیاب رہے (۳) خوش لباس اور وجیہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے
خطوط دعوتی تھے مگر انداز پیغمبرانہ تھا اور سفارتی اصولوں کے مطابق تھا۔

امن اور احسان کی پالیسی

رسول اللہ ﷺ نے قریش کی سیاسی اقتصادی فوجی اور اعصابی بحالی سے پہلے ہی سازشی یہودیوں کی قوت ختم کردی خندق سے فرار کے بعد مکہ کے قریش اور خیبر کے یہودیوں نے معاہدہ کیا تھا کہ اگر مسلمان مکہ پر حملہ کریں تو یہودی مدینہ پر حملہ کردیں گے اور اگر وہ خیبر پر حملہ کریں تو پیچھے سے قریش مدینہ پر حملہ کریں گے حدیبیہ کے معاہد سے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ فراست سے وہ معاہدہ ناکام بنادیا اور اللہ کے دین کے مکی دشمنوں کو لڑائی کے بغیر شکست دے کر خیبر کے یہودیوں سے الگ کردیا۔ یہودی خندق سے فرار کے وقت سے کرایہ کے لئے لشکر جمع کرنے کی مسلسل کوششیں کررہے تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی قیادت میں ایک وفد خیبر بھیجا تھا اور یہودیوں سے سازشوں سے باز رہنے کی شرط پر معاہدہ کرنے کی کوششیں کی تھی مگر وہ ریاست مدینہ کے خلاف سازشوں سے باز نہیں آئے تھے اگر انہیں مہلت دی جاتی تو وہ اپنی سفارت کاری جوڑتوڑ اور رشوت کے ذریعے ریاست مدینہ کے خلاف نیا محاذ قائم کرسکتے تھے رسول اللہ ﷺ نے پیغمبرانہ حکمت عملی سے مکہ کے قریش کو یہودیوں سے الگ کردیا۔ بدو قبائل منتشر ہوچکے تھے اور آپ ﷺ بدوؤں اور یہودیوں کے پھر سے اکٹھا ہونے سے پہلے یہودیوں سے الگ سے نپٹنا چاہتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے پہلے اقدام کرنے کی پالیسی کے تحت Initiative اپنے پاس رکھا اور محرم سات ہجری میں چودہ سو صحابہ کے ساتھ خیبر کے لئے روانہ ہوگئے اس لشکر میں وہی اہل توحید شامل تھے جنہوں نے حدیبیہ میں آخری دم تک لڑنے کی بیعت کی تھی مئی جون کا سخت گرم موسم تھا آپ ﷺ نہایت تیزی سے سفر کرتے ہوئے ۱۶۵ کلومیٹر کا سفر صرف تین دن میں مکمل کرکے خیبر پہنچ گئے۔ مدینہ سے مسلمانوں کی روانگی

کی اطلاع ملتے ہی یہودیوں نے بنوغطفان سے مدد کا سودا کرلیا تھا رسول اللہ ﷺ نے راستہ سے ہی ایک دستہ بنوغطفان کے علاقوں کی طرف بھیج دیا تھا اور وہ اس دستہ کی خبر ملتے ہی اپنے بیوی بچوں اور گھروں کے لئے خطرہ محسوس کرتے ہوئے واپس لوٹ گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے نہ تو یہودیوں کو تیاری کا موقعہ دیا اور نہ ہی ان کے امدادی لشکروں کو ان تک پہنچنے دیا بنونضیر کے محاصرہ کے وقت آپ ﷺ نے اپنے لشکر کے خیمے بنونضیر اور بنو قریظہ کی بستیوں کے درمیان لگوائے تھے تاکہ بنوقریظہ چاہیں بھی تو بنونضیر کی قلعہ بند بستی تک ان کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔خیبر کے غزوہ کے وقت بھی آپ ﷺ نے وہی حکمت عمل اختیار کی اور لشکر توحید کا کیمپ اس راستے کے سامنے قائم کرنے کی ہدیت فرمائی تھی جدھر سے بنوغطفان یہودیوں کی مدد کے لیے آسکتے تھے فدک کے یہودی خیبر والوں کے اتحادی تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت محیصہؓ بن مسعود کو ان کی طرف بھیج دیا اور پیغام بھیجا کہ لشکر اسلام تمہارے صحنوں میں بھی اتر سکتا ہے خیبر کی طویل لڑائی کے دوران فدک کے یہودی اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمت کی بدولت صرف چودہ سو مجاہدین نے اپنے سے آٹھ گنا بڑی یہودی قوت سے ان کے قلعے اور بستیاں چھین لیں تو مسلمان خیبر کے مالک بن گئے فدک کے یہودیوں نے بھی ریاست مدینہ سے معاہدہ کرلیا۔وادی القریٰ اور تیماء کی یہودی بستیاں بھی سرنگوں ہوگئیں اور جزیرہ نمائے عرب میں یہودی فتنہ گروں کی سیاسی قوت کا خاتمہ ہوگیا اللہ کے رسول ﷺ کی یہ بہت بڑی کامیابی تھی حدیبیہ کے معاہدہ سے ریاست مدینہ کی حدود جنوب کی طرف وسیع ہوگئی تھیں تو خیبر فدک وادی القریٰ اور تیماء کی فتح نے شمال کی طرف ریاست کی حدود ڈیڑھ پونے دوسو کلومیٹر تک وسیع ہوگئیں یہودیوں کے اموال اور ہتھیار مل جانے سے مسلمانوں اور ریاست مدینہ کی اقتصادی اور فوجی قوت میں بھی اضافہ ہوگیا اور قریش مکہ کا آخری سہارا بھی ختم ہوگیا رسول اللہ ﷺ کی خیبر کی طرف روانگی کے وقت قریش نے آپس میں یہودیوں کی فتح کی شرطیں باندھ لی تھیں یہودیوں کی ذلت اور رسوائی کی خبر سن کر وہ مایوسی کے سمندر میں ایسے ڈوبے کہ کبھی ابھر نہ سکے خیبر پر مسلمانوں کے قبضہ سے قریش کی سیاسی اور عسکری غربت میں اور بھی اضافہ ہوگیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ رحم شفقت اور محبت کے ذریعے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانے کی پالیسی پر عمل کیا آپ ﷺ نے دنیاوی بادشاہوں کی مانند کبھی بھی مفتوحین کے ساتھ ظلم جبر اور توہین کی پالیسی پر عمل نہیں کیا تھا یہودیوں کی ماضی کی سازشوں بغاوتوں ان کے ریاست مدینہ کے خلاف لشکر جمع کرنے اور اتحادی فوجیں چڑھا لانے کے باوجود آپ ﷺ نے ان کے ساتھ بھی شفقت، برداشت اور احسان کا سلوک کیا ان کی زمینیں اور باغات سب انہی کے پاس رہے اور وہ حسب سابق اپنے گھروں قلعوں اور بستیوں میں مقیم رہے اگر کوئی دنیاوی فاتح ہوتا تو انہیں شہر اور ملک بدر کردیتا اپنا رعب اور دبدبہ قائم کرنے کے لئے ان پر ظلم کرتا

ان کی توہین کرتا انہیں مثال بنا کر اپنے دیگر دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کی پالیسی پر عمل کرتا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے اتنا بھی بدلہ نہیں لیا تھا جس قدر انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ زیادتیاں کی تھیں ان کی زمینیں اور باغ مسلمانوں میں تقسیم تو کر دیئے گئے تھے لیکن کسی مسلمان کو اتنی بھی اجازت نہیں دی گئی تھی کہ وہ اپنے باغ یا کھیت سے اپنے یہودی مزارع کی اجازت کے بغیر کوئی پھل توڑے یا سبزی لے جائے ظلم زیادتی اور توہین نفرت کو جنم دیتے ہیں اور جن دلوں میں نفرت ہو وہ حق اور دین حق کی طرف آسانی سے نہیں آیا کرتے آپ ﷺ نے احسان مصالحت اور درگزر سے اپنے جانی دشمنوں کو بھی اللہ کے دین کی طرف راغب کرنے اور ان کے دل جیتنے کی پیغمبرانہ پالیسی پر عمل کیا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے دعوت توحید کا آغاز کیا تو اس کے اولین دشمن مکہ کے قریش ہوئے آپ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ کے یہودی آپ ﷺ اور اللہ کے دین سے دشمنی میں قریش کے ساتھ شامل ہو گئے اور پھر ان دونوں دشمنوں کی کوششوں ترغیب اور سرمایہ سے صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے بدو بھی اس اتحاد میں شامل ہو گئے تھے خندق کی آزمائش کا وقت اللہ کے دین کے ان تینوں دشمنوں کے اتحاد کے عروج کا وقت تھا آپ ﷺ نے پہلے امن کے حملہ سے قریش کو اس اتحاد سے الگ کیا اس کے بعد یہودیوں کی قوت کا خاتمہ کر دیا۔ اگر مدینہ کے یہودی خود کوشش کر کے ریاست مدینہ کے دشمنوں کے اتحاد میں شامل نہ ہوتے اور دستور مدینہ کی پابندی کرتے تو انہیں بھی مدینہ میں رہ جانے والے یہودیوں کی مانند ہمیشہ وہ سب حقوق حاصل رہتے جو دستور مدینہ کے تحت انہیں دیئے گئے تھے خیبر کے یہودی مدینہ سے نکالے یہودیوں کی وجہ سے اللہ کے دین کے دشمنوں کے اتحاد میں شامل ہو گئے تھے یہودیوں کے سرنگوں ہو جانے سے اس اتحاد میں شامل صحرائی اور ریگستانی قبائل تنہا رہ گئے تھے قریش نے امن سے رہنے کا معاہدہ کر لیا تھا یہودی ریاست مدینہ کے مزارع اور باجگوار بن گئے تھے مگر تیسرے فریق کی مخالفانہ سرگرمیاں جاری تھیں ریاست مدینہ کے پاس اب اتنی قوت تھی کہ وہ کسی بھی قبیلے پر فوجی قوت سے غلبہ حاصل کر سکتی تھی اردگرد کے قبائل میں سے کسی میں بھی اتنی قوت نہیں تھی کہ وہ ریاست مدینہ کا مقابلہ کر سکے اور اگر ریاست مدینہ کسی قبیلے کے خلاف اسی طرح کا لشکر بھیجتی جیسا لشکر خیبر کے قلعوں کے خلاف بھیجا گیا تھا تو ان قبیلوں کی مدد کو آنے والا بھی کوئی نہ ہوتا مگر اللہ کے رسول ﷺ نے اسی امن صلح اور احسان کے ذریعے اللہ کے دین کے فروغ کی پالیسی پر عمل کیا اور صرف ان قبیلوں اور شرپسندوں کی طرف دستے اور لشکر بھیجے جو دشمنی اور شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے۔

خیبر سے فتح مکہ تک کے غزوات وسرایا

خیبر اور اردگرد کی یہودی بستیوں کی فتح سے رمضان آٹھ ہجری میں مکہ کی فتح تک کے سترہ ماہ میں

مدینہ سے مختلف دشمنوں اور شر پسندوں کی طرف جو لشکر یا دستے بھیجے گئے تھے ان کی تعداد پندرہ ہے ایک غزوہ اور چودہ سرایا تفصیل اس طرح ہے:

نمبر شمار	تاریخ	غزوہ / سریہ	تعداد مجاہدین	دشمن / نتیجہ
۱	ربیع الثانی سات ہجری	غزوہ ذات الرقاع	چار یا سات سو	بنو محارب، بنو ثعلبہ (غطفان) مشرک بھاگ گئے
۲	شعبان سات ہجری	سریہ ابوبکر بجانب فزارہ		فزارہ / دشمن کو غفلت میں جالیا بدو کچھ مارے گئے کچھ قیدی بنا لئے
۳	شعبان سات ہجری	سریہ عمر بجانب تربہ	تیس سوار	بنو نصر (ہوازن) / مشرک پہلے ہی فرار ہو گئے تھے ان کے مسکن مدینہ سے ساڑھے چھ سو کلومیٹر دور تھے
۴	شعبان سات ہجری	سریہ بشیر بن سعد بجانب فدک	تیس سوار	بنی مرہ / رات کی لڑائی میں متعدد صحابہ شہید ہو گئے حضرت بشیر زخمی
۵	رمضان سات ہجری	سریہ غالب بن عبداللہ	ایک سو تیس	بنی عوال، بنی عبد بن ثعلبہ / اچانک جالیا بدو بھاگ گئے کچھ مارے گئے کچھ قیدی بنا لئے بنو مرہ کا حلیف مرداس مارا گیا
۶	شوال سات ہجری	سریہ بشیر بن سعد	تین سو	یمن و جبار (بنو غطفان) عینیہ بن حصن فزاری اور اس کے ساتھی ڈاکو بھاگ گئے بستیاں خالی پڑیں تھیں صرف دو مشرک ہاتھ آئے وہ مسلمان ہو گئے
۷	ذوالحج سات ہجری	سریہ ابن ابی العوجا	پچاس	بنو سلیم / لڑائی میں امیر زخمی متعدد صحابہ شہید. بہت سے مشرک مارے گئے دو قیدی بنا لئے
۸	صفر ۸ ہجری	سریہ غالب بن عبداللہ بجانب کدید	دس	بنی ملوح (بنو لیث) / مشرک بستی چھوڑ کر بھاگ گئے

۹	صفر ۸ ہجری	سریہ غالب بن عبداللہ	۲۰۰	بنی مرہ (بشیر کے بدلہ کے لئے) بہت سے مشرک مارے گئے باقی بھاگ گئے۔
۱۰	ربیع الاول ۸ ہجری	سریہ شجاع بن وہب	۲۴	بنو عامر (ہوازن) کے ڈاکو قیدی بنا لئے جو مسلمان ہو گئے
۱۱	ربیع الاول ۸ ہجری	سریہ کعب بن عمیر غفاری بجانب ذات اطلاح	۱۵	بنو قضاعہ/مشرک شام کی طرف بھاگ گئے
۱۲	جمادی الاول ۸ ہجری	سریہ موتہ	۳۰۰۰	رومی اور ان کے اتحادی عرب/ تین کمانڈر شہید مشرک اور رومی پیچھے ہٹ گئے
۱۳	جمادی الثانی ۸ ہجری	سریہ ذات اسلاسل	۵۰۰	بنو بلی (قضاعہ)/مشرک بھاگ گئے
۱۴	رجب ۸ ہجری	سریہ الخیط	۳۰۰	جہینہ کی ایک شاخ / ساحل سمندر تک گئے مگر آمنا سامنا نہ ہوا
۱۵	شعبان ۸ ہجری	سریہ ابو قتادہ بجانب خضرہ	۱۵	بنو محارب (غطفان)/متعدد مشرک قیدی بنا لئے

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ اس درمیانی عرصہ میں رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ لشکر اور دستے اسی تیسرے فریق کے صحراؤں کی طرف بھیجے تھے جو سہ فریقی اتحاد میں سے اکیلا رہ گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ خود ایک ہی بار لشکر لے کر مدینہ سے باہر گئے تھے اور اس وقت بھی آپ ﷺ کی منزل نجد میں بنو غطفان کے صحرا ہی تھے اور بنو محارب اور بنو ثعلبہ لشکر توحید کی خبر ملتے ہی بھاگ گئے تھے خندق کی آزمائش کے وقت بنو غطفان کی جن شاخوں کے لشکر اسلام دشمن اتحاد میں شامل تھے ان میں بنو فزارہ بنو مرہ اور بنو اشجع اہم تھے بنو اشجع کے حضرت نعیمؓ بن مسعود نے محاصرہ کے دوران اپنے ایمان کا اعلان کیا تھا اور مشرکوں کے فرار میں اہم کردار ادا کیا تھا اس قبیلہ نے خندق کے بعد ریاست مدینہ کی دشمنی تقریباً ترک کر دی تھی اور تھوڑا ہی عرصہ بعد مسلمان ہو گئے تھے بنو فزارہ کا سردار عیینہ بن حصن موقعہ پرست لالچی اور جرائم پیشہ گروہ کا لیڈر تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے تغلمین سے المراض تک اونٹ اور مویشی چرانے کی اجازت حاصل کی تھی لیکن جب خیبر کے یہودیوں نے اپنی

کھجور کی فصل سے رشوت پیش کی تو خندق کے محاصرہ کے وقت ان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے مشرک اتحاد میں رخنہ ڈالنے کی کوششوں کے دوران بھی رشوت لے کر واپس جانے پر تیار ہو گیا تھا۔ غزوہ بنولحیان کے وقت عینیہ اپنے لشکر سمیت بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپا تھا اور غزوہ غابہ کے وقت غابہ کی چراگاہ سے اونٹ اور اونٹنیاں چرالے جانے کی کوشش میں اپنا بیٹا حبیب مروا کر بھاگ گیا تھا خیبر بنو غطفان کے علاقہ میں تھا اور بنوغطفان یہودیوں کے کرایہ کے سپاہی اور گارڈ ہوتے تھے خیبر کی مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ان کے لئے بہت بڑا مالی خسارہ بھی تھا اسی لئے عینیہ بن حصن فزاری اور اس کے قبیلہ والے اپنے دکھ کی وجہ سے مخالفانہ سرگرمیوں سے باز نہیں آتے تھے اور اہل توحید کی آمد کی خبر سنتے ہی بھاگ جاتے تھے۔ شعبان سات ہجری میں حضرت ابوبکرؓ صدیق ایک دستہ کے ساتھ بنوفزارہ کی طرف گئے تھے اور انہیں سزا دی تھی دو ماہ بعد حضرت بشیر بن سعد تین سو مجاہدین کے ساتھ یمن و جبار کی طرف گئے تو عینیہ اپنے ڈاکوؤں کے ساتھ فرار ہو گیا تھا لیکن فتح مکہ کے وقت عینیہ بن حصن فزاری بھی اپنے دستہ کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کے لشکر میں شامل تھا اور اس لشکر میں ایک بھی غیر مسلم شامل نہیں تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عینیہ اسی عرصہ میں کسی وقت مسلمان ہو گیا تھا اور اس کے قبیلہ کو بھی اللہ کے دین سے دشمنی ترک کرنا پڑی تھی۔

بنومرہ نے بھی اسی عرصہ میں اسلام دشمنی ترک کر دی تھی شعبان سات ہجری میں سریہ فدک کے وقت بنومرہ کے لشکر نے حضرت بشیر بن سعد کے تیس سواروں پر رات کے اندھیرے میں حملہ کر کے متعدد صحابہ شہید کر دیئے تھے صفر اٹھ ہجری میں حضرت غالبؓ بن عبداللہ دو سو مجاہدین کے ساتھ بنی مرہ کی طرف گئے تھے اور انہیں سزا دی تھی بنومرہ کے بہت سے لوگ مارے گئے تھے اور باقی بھاگ گئے تھے رمضان سات ہجری میں جب حضرت غالبؓ بن عبداللہ بنی عوال کی طرف گئے تھے تو حضرت اسامہؓ بن زید نے کلمہ کا اقرار کرنے والے جس مرد کو قتل کر دیا تھا وہ بھی بنومرہ کا حلیف تھا حضرت غالبؓ بن عبداللہ سے مقابلہ کے بعد بنومرہ کا سرکشی سے پرہیز ان کی نیک چلنی کی علامت معلوم ہوتی ہے۔

مشرقی صحراؤں میں گھومنے پھرنے والے بنوغطفان میں سے بنوثعلبہ اور ان کے خون اور زمین کے رشتوں کے ساتھی بنومحارب اللہ کے دین سے دشمنی میں کافی آگے رہے سات ہجری کے ربیع الثانی میں غزوہ ذات الرقاع بھی ان کی طرف تھا اور آٹھ ہجری کے شعبان کے مہینے میں حضرت ابوقتادہؓ بھی پندرہ مجاہدین کے دستہ کے ساتھ انہی کے علاقہ خضرہ کی طرف گئے تھے لیکن بنوغطفان کے بڑے قبیلوں کی طرف سے ریاست مدینہ کے ساتھ مصالحت کے بعد ان چھوٹے قبیلوں کے لیے دشمنی جاری رکھنا ممکن نہیں تھا حضرت ابوقتادہؓ کے دستہ میں صرف پندرہ مجاہدین تھے اور بنومحارب ان کا مقابلہ نہیں کر سکے تھے حضرت ابوقتادہؓ ان کے کئی لوگوں کو قیدی بنا لائے تھے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فتح مکہ تک بنوغطفان بھی عملاً مغلوب ہو گئے تھے

اور اللہ کے دین سے دشمنی میں جو تین بڑی قوتیں سب سے آگے ہوتی تھیں وہ تینوں ایک کے بعد دوسری مغلوب ہوگئی تھیں اگرچہ ان معنوں میں جن میں یہودی مغلوب ہو چکے تھے قریش اور بنوغطفان کو مغلوب نہیں کہا جاسکتا مگر ان میں سے کوئی بھی ریاست مدینہ کا کسی بھی طرح مقابلہ نہیں کرسکتا تھا ان دونوں کی حالت تو یہودیوں سے بھی بدتر تھی یہودی ریاست مدینہ اور مسلمانوں کے مزارع اور باجگزار بن کر ہر قسم کے فکروغم سے بے نیاز ہو چکے تھے مگر خوفزدہ' سراسیمہ اور عدم تحفظ کے احساس میں مبتلا مکہ کے قریش اور نجد کے بنوغطفان کا تو سیاسی وجود ہی جزیرہ نما ہے عرب کے سیاسی نقشہ سے غائب ہو چکا تھا۔

خندق کے وقت اسلام دشمن اتحاد میں مشرقی قبیلہ بنوسُلیم کے سات سو جنگجو شامل تھے اور فتح مکہ کے وقت لشکر توحید میں شامل بنوسلیم کے مجاہدین کی تعداد ایک ہزار تھی اگرچہ ذوالحج سات ہجری میں سریہ ابن ابی العوجا کے وقت اسلام کی دعوت کے جواب میں بنوسلیم نے کہا تھا "ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں" اور پہلے سے مخبری کی وجہ سے لشکر تیار کر کے حضرت ابن ابی العوجا کے دستہ سے لڑائی کی تھی جس میں حضرت ابن ابی العوجا بھی زخمی ہو گئے تھے لیکن فتح مکہ کے وقت بنوسلیم کے ایک ہزار مجاہدین اس کا ثبوت ہے کہ اس درمیانی عرصہ میں بنوسلیم بھی اسلام اور ریاست مدینہ کے زیر اثر آ گئے تھے حضرت ابن ابی العوجا ذوالحج سات ہجری میں مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اور ابن سعد کے مطابق صفر آٹھ ہجری کے پہلے دن واپس مدینہ آئے تھے ان کے اتنا طویل عرصہ مشرقی قبائل کے علاقوں میں رہنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی پر حملہ کرنے نہیں گئے تھے بلکہ ان کا دستہ ان قبائل کی طرف تبلیغ اور گشت کے لیے گیا تھا اور اس کا بنوسلیم سے آمنا سامنا ہوگیا تھا جن علاقوں میں ریاست مدینہ کا دستہ ڈیڑھ ماہ تک گھومتا رہا تھا وہ لازماً ریاست کے دائرہ اثر میں شامل ہو چکے تھے۔

خیبر اور مکہ کی فتح کے درمیانی عرصہ میں مغربی قبائل کے علاقوں کی طرف ایک گشتی دستہ اور ایک لشکر بھیجے گئے تھے صفر آٹھ ہجری میں حضرت غالبؓ بن عبداللہ لیثی دس مجاہدین کے ساتھ کدید کی طرف گئے تھے اور دوران گشت وہ اپنے قبیلہ بنولیث کی ایک شاخ بنوملوح سے اس کے مال مویشی چھین لائے تھے جو لشکر رجب آٹھ ہجری میں حضرت ابوقتادہ لے کر گئے تھے اس میں تین سو مجاہدین شامل تھے روایات میں ہے کہ وہ لشکر قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ کی طرف بھیجا گیا تھا بنولیث مکہ کے قریش کے اتحادی بنوبکر کی ذیلی شاخ تھے جس نے صلح حدیبیہ کے بعد قریش کے ساتھ اتحاد کا اعلان کر دیا تھا اس طرح بنوبکر آخری وقت تک اسلام دشمنی میں مکہ کے قریش کے ساتھ رہے تھے لیکن جہینہ تو قریش کے اتحادی نہیں تھے وہ تو ریاست مدینہ کے اتحادی تھے روایات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جہینہ کا پورا قبیلہ مدنی دور کے پہلے تین سال میں ہی مسلمان ہو گیا تھا اور مدینہ میں ان کی اپنی الگ بستی تھی جس میں ایک مسجد بھی تھی جہینہ کے مسلمانوں نے بدر، احد اور خندق کے غزوات میں بھی حصہ لیا تھا فتح مکہ کے وقت ان کے آٹھ سو مجاہد لشکر رسول ﷺ میں شامل تھے تو پھر مکہ کی فتح سے ایک ماہ پہلے ان

کے علاقہ کی طرف اتنا بڑا لشکر کیوں بھیجا گیا تھا؟

کتب میں اس سریہ کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی گئی لیکن سارے ہوازن کے اپنی فوجوں کی کمان ایک نفری کے حوالے کرنے سے بنو ہوازن میں بنونضیر کے مقام واحترام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے مکہ سے نجران اور صنعاء کی طرف بھیجے گئے اس دستہ کا مقصد بنونضیر کی اصلاح ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا ایک اور مقصد اس طرف کے قبائل کو ریاست مدینہ کی قوت سے آگاہ کرنا بھی تو ہوسکتا ہے بنو ہوازن اور بنو سلیم ہم نسل تھے ہوازن کے کچھ قبیلے بنوسلیم کے پڑوس میں بھی رہتے تھے اور انکی مانند ہی اللہ کے دین سے سخت دشمنی رکھتے تھے عرینی جو مدینہ کی چراگاہ سے مویشی بھگا لے گئے تھے وہ بھی ہوازن کی ہی شاخ عرینیہ سے تعلق رکھتے تھے ربیع الاول آٹھ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کو خبر موصول ہوئی تھی کہ ہوازن کی شاخ بنو عامر کے ڈاکو جمع ہو رہے ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت شجاعؓ بن وہب کو چوبیس صحابہ کے ساتھ ان کی طرف بھیجا تھا اور وہ کئی ڈاکوؤں کو قیدی بنا لائے تھے جو مسلمان ہو گئے تھے۔

اس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے یہودیوں کی قوت کے خاتمہ کے بعد بنوغطفان کی قوت بھی ختم کر دی تھی اور بنو ہوازن کو راہ رست پر لانے کے لئے مؤثر اقدام کئے تھے۔

شمالی سرحد کی طرف توجہ

رسول اللہ ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب کی شمالی سرحد پر آباد عرب قبائل کو ریاست مدینہ کے حلقہ اثر میں لانے میں بھی کامیابی حاصل کر لی تھی اس سرحد کے ساتھ آباد عرب قبائل رومیوں کے ماتحت اور ان کے ہم مذہب تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ربیع الاول آٹھ ہجری میں ان کی طرف ایک تبلیغی وفد بھیجا تھا اس وفد میں پندرہ صحابہ تھے وفد کے امیر حضرت کعبؓ بن عمیر ازدی نے اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق ان عیسائیوں کو اللہ کے دین کی دعوت دی تو وہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے تھے ان میں سے کچھ لڑائی میں مارے گئے اور کچھ شام کی طرف بھاگ گئے تھے رسول اللہ ﷺ سب دشمنوں پر نگاہ رکھتے تھے آپ ﷺ کو رومیوں اور ان کے حامی عربوں کے مخالفانہ رویہ کا بھی علم تھا اور جب بلقاء کے غسانی رئیس شرجیل نے آپ ﷺ کے سفیر حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی کو شہید کر دیا تو آپ ﷺ نے اسے سزا دینے اور اللہ کے دین کے دشمنوں کو ریاست مدینہ کے عزم سے آگاہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور جمادی الاول آٹھ ہجری میں تین ہزار مجاہدین کا لشکر موتہ کی طرف بھیج دیا اس لشکر کی تعداد سے اس مہم کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے رومی اس وقت بہت بڑی طاقت تھے تین براعظموں پر پھیلی رومی سلطنت کے حاکم ہرقل نے تھوڑا ہی عرصہ پہلے ایرانیوں کو زبردست شکست دی تھی اتنی بڑی قوت سے ٹکر لینے کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن اللہ کی طرف سے سونپے مشن کی تکمیل کے لئے اس راہ کی رکاوٹوں

کو دور کرنا لازم تھا خواہ وہ عرب کے اندر ہوں یا باہر کیونکہ آپ ﷺ کا مشن صرف عرب کے لئے ہی تو نہیں تھا اللہ نے اس مہم کو کامیابی دی اور رومیوں کے حامی عربوں کے لشکر کے کمانڈر انچیف مالک بن زافلہ کو حضرت قطبہ بن قتادہ نے قتل کر دیا اور ہرقل کا چچازاد تیودر اپنی افواج کے ساتھ میدان جنگ چھوڑ گیا۔

اس سے اگلے ماہ جمادی الثانی میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن العاص کو تین سو صحابہ کے ساتھ بنو قضاعہ کی طرف بھیجا جنہوں نے رومیوں کا ساتھ دیا تھا اور ہدایت فرمائی "بنو بلی، بنو بلقین اور بنو عذرہ سے مدد لینا" عیسائیوں نے بہت بڑا لشکر جمع کر لیا تھا حضرت عمروؓ بن العاص نے مدینہ سے دو صد مزید مجاہدین منگوا کر انہیں منتشر کر دیا اور ان کا سارا علاقہ روند ڈالا اور ہزاروں اونٹ اور بکریاں پکڑ کر ذبح کر کے لشکر توحید کو کھلا دیئے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے شمالی سرحد کی طرف لشکر بھیجنے کا وقت قابل غور ہے جب اس طرف حضرت کعبؓ بن عمیر کو بھیجا گیا تھا اس وقت عرب میں سب سے بڑی سیاسی اور فوجی قوت ریاست مدینہ ہی تھی اس وجہ سے رومیوں اور ان کے زیر اثر عرب قبائل کے لئے بھی عرب کی اس نئی نظریاتی سیاسی اور عسکری قوت کا نوٹس لینا اور اس کی طرف دھیان دینا ضروری ہو گیا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے بھی رومیوں اور ان کے زیر اثر عرب قبائل کے گٹھ جوڑ اور منصوبوں پر نگاہ رکھنا ضروری تھا سریہ موتہ سے تین ماہ بعد اور سریہ ذات السلاسل کے دو ماہ بعد رمضان آٹھ ہجری کو رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لئے مدینہ سے نکلے تھے آپ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن العاص کو ہدایت فرمائی تھی کہ بنو بلی بنو بلقین اور بنو عذرہ سے مدد لینا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ موتہ کے بعد ریاست مدینہ کا دائرہ اثر ان قبائل تک وسیع ہو چکا تھا بنو خزاعہ پر قریش اور بنو بکر نے شعبان میں شب خون مارا تھا اور اس وقت تک ان مہموں کی وجہ سے شمالی سرحد کے قبائل اور ان کے سرپرستوں نے ریاست مدینہ کے خلاف کسی مہم جوئی کا ارادہ دل سے نکال دیا تھا اور جب لشکر توحید مکہ کی طرف روانہ ہوا تھا تو کسی بھی طرف سے کسی دشمن کے ریاست مدینہ یا اس کے زیر اثر علاقوں پر کسی حملہ کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہ گیا تھا اللہ کی تدبیر حالات کا رخ مکہ اور بیت اللہ پر سے بتوں اور بت پرستوں کا قبضہ ہمیشہ کے لئے ختم کرانے کی طرف لے جا رہی تھی اور اللہ کے رسول ﷺ نے شعبان آٹھ ہجری سے پہلے ہی قریش مکہ کا سیاسی سفارتی اور معاشی محاصرہ مکمل کر لیا تھا اسی دوران ذیقعد سات ہجری میں رسول اللہ ﷺ دو ہزار سے زائد اہل توحید کے ساتھ عمرہ کرنے مکہ گئے تھے اور تین روز تک مکہ میں مقیم رہے تھے جس کے بعد مکہ والوں کی سیاسی حالت کی تصویر حضرت خالدؓ بن ولید نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت عثمانؓ بن طلحہ اور صفوان بن امیہ سے گفتگو میں بیان کی تھی انہوں نے عثمانؓ سے کہا تھا "ہماری حالت تو اس لومڑی جیسی ہے جو اپنے بل میں چھپی ہوئی ہو اور اس کے بل میں ایک ڈول پانی ڈال دیا جائے تو وہ فوراً باہر آ جائے" صفوان بن امیہ سے انہوں نے کہا تھا" تم اپنی قوم کی حالت نہیں دیکھتے کہ ہم کس قدر کمزور اور ناتواں ہیں اور محمد (ﷺ) عرب و عجم پر غالب

آ گئے ہیں"

نظریہ کی کامیابی

مکہ کے قریش یہودیوں اور صحرائی بدوؤں کے درمیان اللہ کے دین اور رسول ﷺ کو ختم کرنے کے ایک نکتہ پر اتحاد تھا ورنہ ان کے مقاصد اپنے اپنے تھے مگر اس ایک نکتے پر وہ سب متفق تھے حدیبیہ کے بعد ان کا اتحاد منتشر کر دیا گیا تو اللہ کے دین کے ان سب دشمنوں کے پاس نہ کوئی لیڈر تھا اور نہ ہی انہیں متحد کرنے کی کوئی تحریک بچی تھی دوسری طرف اہل توحید کے پاس ایک ایسا نظریہ زندگی تھا جو انہیں متحد اور فعال بنانے والی بہت بڑی قوت (Unifying force) تھا۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی اس نظریہ کے مطابق گزارنے کے لیے اور ایک نظام کے قیام کے لئے ایک توانا تحریک بھی جاری تھی اور اس تحریک کے قائد بھی موجود تھے جن کی قیادت میں توحید کا نظریہ انسان اور معاشرے کی دنیاوی دینی سماجی اور معاشرتی اصلاح فلاح اور نجات کی وسعت پذیر توانا تحریک بن گیا تھا جس نے مختلف طبقوں کو متحد اور یکجان کر دیا تھا اور مسلمان اپنی نظریاتی قوت اور اللہ کے رسول ﷺ کی قیادت کی بدولت عرب میں سب سے بڑی جماعت اور طاقت بن چکے تھے اس نظریہ اور تحریک میں لوگوں کے لئے ایک کشش تھی جبکہ اسلام کی دشمن اکائیوں میں انتشار (Disintegration) کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی تھی اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے اندرونی اور بیرونی دشمن سب Status quo کے لئے لڑتے رہے تھے اور ایک ایک کر کے ناکام ہوتے رہے تھے۔

ایمان، عزم اور فراست کی فتح

حق کو تو غالب ہونا ہی تھا اور باطل کو مٹ ہی جانا تھا یہ تو اللہ تعالیٰ کا اپنا منصوبہ تھا اور اللہ کے دین کی دشمن قوتیں خود حق کے غلبہ کی راہ ہموار کرتی جا رہی تھیں ان ساری قوتوں نے متحد ہو کر مدینہ کا محاصرہ کیا اور آپس کے انتشار کی راہ ہموار کر دی خندق سے فرار اور اس سے پیدا ہونے والے انتشار کی صورت حال میں مکہ کے قریش کو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے امن کے حملہ کے دباؤ کے تحت حدیبیہ کا معاہدہ کرنا پڑ گیا وہ اس معاہدے کو اپنی کامیابی بنانے کی جدوجہد کرتے رہے اور اللہ نے اس معاہدے سے ان کی مکمل ناکامی اور شکست کے اسباب پیدا کر دیئے اللہ کے رسول ﷺ کی فراست کے سامنے قریش کی ہر تدبیر ان کی مکمل شکست کی اور اہل توحید کی مکمل فتح کی بنیادیں مضبوط بناتی جا رہی تھی جنگ موتہ سریہ ذات اسلاسل اور الخیط کی مہم کے ماحول میں جب ریاست مدینہ شمال کے بڑے طاقتور دشمنوں سے برسرپیکار تھی اور مغربی قبائل پر دوستی کا دباؤ بڑھا رہی تھی تو قریش نے ایک بار پھر حالات سے فائدہ اٹھانے کا منصوبہ بنایا انہوں نے سوچا ہوگا کہ مسلمان تو رومیوں اور ان کے طاقتور عرب اتحادیوں سے نپٹنے میں مصروف ہیں وہ اپنے اتحادی خزاعہ کے خلاف قریش کی کسی کارروائی کا سنجیدگی سے نوٹس نہیں لیں گے قریش کی یہی سوچ اور سازش ان کی مکمل شکست اور مکہ پر اللہ کے دین کے قبضہ کا سبب بن گئی تھی۔

قریش کی سازش

حدیبیہ کے معاہدے کے بعد قریش کے پڑوسی بنوخزاعہ نے ریاست مدینہ سے اتحاد کر لیا تھا قریش کو اس کا دکھ تھا وہ انہیں سبق سکھانا چاہتے تھے اور علاقے میں اپنی برتری بحال کرنا چاہتے تھے انہوں نے اپنے اتحادی بنوبکر کو ورغلایا انکی ہتھیاروں اور اپنے گھوڑ سواروں سے مدد کی اور حدود حرم کے اندر بھی بنوکعب کا خون بہایا قریش حرم کے مجاور تھے اس کے تقدس کی حفاظت ان کی اجتماعی ذمہ داری تھی حرم کی مجاوری اور تقدس کی حفاظت

کے دعوؤں کی بنا پر ہی تو سارے عرب میں انکا احترام کیا جاتا تھا مگر خزاعہ سے یا خزاعہ کے بہانے اللہ کے دین سے دشمنی کے جذبہ کے تحت انہوں نے خود ہی حرم کے تقدس کو پامال کیا تھا مشرک عربوں کی اپنی اخلاقیات میں بھی یہ بہت بڑا جرم تھا اور اس تقدس کی پامالی پر انہیں خود بنو بکر کو سزا دینا چاہیئے تھی مگر قریش نے نہ صرف بنو بکر کو اُکسایا تھا اور ان کا ساتھ دیا تھا بلکہ انہیں اس جرم کی سزا دینے کی راہ میں بھی رکاوٹ بن گئے تھے۔

بنو خزاعہ ریاست مدینہ کے اتحادی تھے بنو بکر اور قریش نے ان پر ظلم کیا تھا ان کے بیس افراد کو ہلاک کر دیا تھا بیس افراد کی ہلاکت کوئی معمولی معاملہ نہیں تھی عرب میں تو ایک قتل پر قبائل کے درمیان صدیوں لڑائیاں جاری رہتی تھیں اور انہوں نے سوئے ہوئے اور حدود حرم میں پناہ لینے والے خزاعہ کے بیس افراد ہلاک کر دیئے تھے اور اس کارنامے پر بنو بکر کے شاعر نظمیں لکھ لکھ کر گاتے اور دوسروں کو سناتے پھر رہے تھے بنو بکر سے دیت لینا اور دیت سے انکار کی صورت میں انہیں سزا دینا ریاست مدینہ کا فرض تھا اگر ریاست مدینہ اپنا یہ فرض ادا نہ کرتی تو جزیرہ نمائے عرب کے اندر اور باہر اس کی ہوا اکھڑ جاتی دوسرے دشمن قبائل اور عناصر بھی جنہیں دبا دیا گیا تھا پھر سے سر اٹھا لیتے اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیشہ برائی کو دبانے کی پالیسی پر عمل کیا تھا اسی لئے جب بنو خزاعہ کا وفد اس ظلم کے خلاف شکایت لے کر مدینہ گیا تھا تو آپ ﷺ نے وفد کے لیڈر عمرو بن سالم کی فریاد کے جواب میں فرمایا تھا "سالم کے بیٹے تمہاری مدد کی جائے گی۔"

اور آسمان پر بادل کا ٹکڑا دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا تھا "یہ بادل بنو کعب کی نصرت کی بارش برسائے گا"

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ امن کو لڑائی پر ترجیح دیتے تھے آپ ﷺ نے خزاعہ سے مدد کا وعدہ تو فرما لیا مگر ان کی مدد کے لئے کوئی فوج جمع کی تھی اور نہ ہی لشکر بھیجا تھا آپ ﷺ نے حدیبیہ میں معاہدہ قریش سے کیا تھا اور اسی معاہدے کے بعد بنو بکر نے قریش سے اتحاد کیا تھا قریش اس اتحاد میں بڑا فریق تھے اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں مراسلہ ارسال فرمایا اور تین متبادل پیش کر دیئے جن میں پہلی شرط تھی کہ بنو خزاعہ کو ان کے مقتولین کا خون بہا ادا کر دیا جائے باہمی معاہدے کے تحت اس کا یہی پر امن طریقہ تھا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ اگر قریش اس جرم میں فریق نہیں تو وہ بنو بکر سے اتحاد کا معاہدہ ختم کر دیں اس صورت میں بنو کعب کے مقتولین کا خون بہا دینے کی ذمہ داری اکیلے بنو بکر کی ہو جاتی اور اگر وہ خون بہا دینے سے انکار کر دیتے تو قوت اور لڑائی کے ذریعے بدلہ بھی انہی سے لیا جاتا مگر قریش نے یہ دونوں متبادل مسترد کر دیئے اور جرم کے بعد جرم کے دفاع میں بھی بنو بکر کے ساتھ کھڑے ہو گئے بیس افراد کو ہلاک کر کے ان کی دیت دینے سے انکار عملاً اعلان جنگ تھا اس کا مطلب تھا کہ ہم نے تمہارے بندے مار دیئے ہیں تم میں طاقت ہے تو بدلہ لے لو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے مراسلہ میں لکھا تھا کہ اگر تمہیں پہلے دونوں متبادل منظور نہیں تو حدیبیہ کا معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دو قریش کے اہل رائے نے باہمی مشورہ سے تیسرا متبادل قبول کر لیا اور حدیبیہ کا معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا اگر وہ معاہدہ ختم

کرنے کا اعلان نہ بھی کرتے تو بھی پہلے دونوں متبادل نہ مان کر انہوں عملاً اعلان جنگ تو پہلے ہی کر دیا تھا مگر معاہدہ ختم کرنے کے اعلان سے وہ حدیبیہ سے پہلے والی حالت جنگ پر واپس آ گئے تھے اور انہوں نے ریاست مدینہ کو چیلنج کر دیا تھا کہ تم میں قوت ہے تو بدلہ لو۔

ابوسفیان کی قیادت کا زوال

رسول اللہ ﷺ کا سفیر واپس لوٹ گیا تو ابوجہل کے بھائی حارث بن ہشام نے قریش کے سرداروں کو جمع کیا اور اس سے پیدا ہونے والی صورت حال اور اس کے نتائج پر غور کیا وہ اللہ کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرنے کے قابل بھی نہیں تھے اور انہوں نے خود ریاست مدینہ کو طاقت کے ذریعے اپنے اتحادیوں کے قتل کا بدلہ لینے کی دعوت بھی دیدی تھی قریش کے سرداروں نے ان حالات کا ذمہ دار حارث کے داماد صفوان بن امیہ کو ٹھہرایا جس نے بنوبکر کے ساتھ مل کر بنوخزاعہ پر حملہ کیا تھا مگر آپس کے اختلافات اور ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرانے سے تو وہ جھگڑا ختم نہیں ہوسکتا جو انہوں نے خود ریاست مدینہ کے ساتھ مول لے لیا تھا وہ سب مل کر ابوسفیان کے پاس گئے اور اسے فوری طور پر مدینہ بھیج دیا کہ وہ حدیبیہ کا معاہدہ بحال کرنے کی بات چیت کرے روایات میں یہ تو ملتا ہے کہ قریش کے سرداروں نے حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید اسے مضبوط بنانے اور اس کی مدت دس سال سے بڑھانے کے لئے ابوسفیان کو اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بھیجا تھا لیکن اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ انہوں نے بنوخزاعہ کے مقتولوں کی دیت دینے یا بنوبکر سے اتحاد ختم کرنے کا بھی فیصلہ کیا تھا ابوسفیان نے بھی اللہ کے رسول ﷺ سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم بنوخزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کر دیتے ہیں آپ ﷺ حدیبیہ کا معاہدہ بحال کر دیں یا ہم بنوبکر سے اپنا اتحاد ختم کر دیتے ہیں آپ ﷺ جیسے چاہیں ان سے بدلہ لے لیں گویا قریش نہ دیت دینا چاہتے تھے نہ بنوبکر سے معاہدہ ختم کرنا چاہتے تھے اور ابوسفیان ان کی طرف سے صرف یہ درخواست لے کر آیا تھا کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ جنگ نہ کرنے اور باہمی امن کے معاہدے کی تجدید کر دیں اور اس پر قائم رہنے کا اعلان کر دیں اللہ کے رسول ﷺ ریاست مدینہ کے سربراہ تھے بنوخزاعہ نے ریاست مدینہ سے اتحاد کیا تھا اور ایک ریاست کے سربراہ کے لئے کسی طرح بھی ممکن نہیں تھا کہ دوسرا فریق اس کی کوئی بھی شرط نہ مانے تو بھی وہ اس کی مرضی اور درخواست کے مطابق معاہدہ امن کی تجدید کر دے اس صورت میں وہ بنوخزاعہ کو کیا جواب دیتے جن پر ظلم کیا گیا تھا ان پر کئے ظلم کا بدلہ لینا ریاست مدینہ کی ذمہ داری تھی اگر ریاست مدینہ مکہ کے قریش کی خواہش اور ابوسفیان کی درخواست کے مطابق اس معاہدے کی تجدید کر دیتی اور اور اللہ کے رسول ﷺ ابوسفیان کی بدلہ نہ لینے کی درخواست قبول فرما لیتے تو مکہ کے قریش کو سارے مشرک قبائل میں یہ پراپیگنڈہ کرنے کا جواز مل جاتا کہ وہ اب بھی بالادست ہیں اور مسلمانوں نے اپنی

کمزوری کی وجہ سے ان کی اپنی شرائط پر حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید کر دی ہے اس سے اللہ کے دین کے دشمنوں کو حوصلہ ملتا اور ریاست مدینہ کے اتحادیوں میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہو جاتا جو ریاست اپنے اتحادیوں کے بیس افراد کے قتل کا نہ خون بہا لے سکے اور نہ ہی ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا دے سکے اس وقت کے عرب کے ماحول میں اس پر نہ کوئی بھروسہ کرنے کو تیار ہوتا اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی قسم کا اتحاد اپنے لئے مفید اور ضروری سمجھتا عربوں کی نفسیات سماجی اور قبائلی روایات اور صدیوں سے چلے آئے لڑائی اور امن کے اصولوں کے مطابق قریش کے سرداروں کی خواہش اور ابوسفیان کی درخواست پر ظالموں سے دیت یا بدلہ لئے بغیر حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید ریاست مدینہ کی بہت بڑی کمزوری اور سفارتی ناکامی ہوتی اللہ کے رسول ﷺ توحید کے دشمنوں کو ایسا تاثر بھی نہیں دینا چاہتے تھے جس سے دعوت توحید کو نقصان پہنچتا لہٰذا ابوسفیان کی درخواست اور منت سماجت قبول کرنے کا نہ کوئی سیاسی جواز تھا نہ سفارتی جواز تھا اور نہ ہی اخلاقی جواز تھا۔

مکہ کی فتح کے دوسرے روز ایک خزاعی نے اپنے قبیلے کے ایک شخص احمر کے قاتل ابن اثوغ کو قتل کر دیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے خود مقتول کے وارثوں کو خون بہا دیا تھا اور خزاعہ کو کسی بھی قسم کا بدلہ لینے سے منع فرما دیا تھا خزاعہ ریاست مدینہ کے اتحادی تھے ریاست مدینہ بالا دست فریق تھی اور بالا دست فریق نے اپنے اتحادی کے جرم کا خود خون بہا ادا کیا تھا قریش اور بنو بکر کے اتحاد میں بالا دست فریق قریش تھے اور اپنے اتحادیوں کے جرم کا خون بہا دینا یا دلانا قریش کی ذمہ داری تھی مگر وہ اپنی ذمہ داری پوری کرنے پر تیار نہیں تھے لہٰذا اپنی ذمہ داری پوری کرنا ریاست مدینہ کی مجبوری بن گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو اس کے اجتماعی جرائم اور گناہوں کی سزا دینے کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو اس کے اہل فیصلہ کی قوت فیصلہ سلب کر لیتے ہیں مکہ کے قریش کی فراست پورے عرب میں مسلمہ تھی لیکن قومی بحران کے اس نازک مرحلہ پر وہ کوئی جرأت مندانہ فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہے تھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ خندق سے فرار کے بعد سے ابوسفیان کی قیادت کو بھی زوال آ گیا تھا اور اپنی متزلزل لیڈری کو قائم رکھنے کی کوشش میں وہ کوئی جرأت مندانہ فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہا تھا اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ بنو خزاعہ پر شب خون ان کا اجتماعی فیصلہ نہیں تھا بلکہ صفوان بن امیہ اور اس جیسے کچھ اور مفسدوں کا فیصلہ اور کارنامہ تھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اس گروہ کے جرم کی تلافی کا موقعہ فراہم کر دیا تھا لیکن وہ سارے مل کر بھی اس جرم کے اقرار اور اس کے ذمہ دار اپنے افراد کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تدبیر کے مقابلے میں قریش کی فوجی اور سیاسی قوت کے بعد ان کی فراست بھی شکست خوردہ ہو چکی تھی۔

ابوسفیان نے مدینہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا تھا " مجھے خدشہ ہے کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے حلیفوں کے درمیان جو کچھ ہوا ہے آپ ﷺ اس کا بدلہ لیں گے "

اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے حلیفوں کے درمیان جو کچھ ہوا ہے آپ ﷺ اس کا بدلہ لینا چاہتے ہیں تو ہم رکاوٹ نہیں بنیں گے آپ ﷺ ہمارے ساتھ معاہدے کی تجدید کر دیں اس کے پاس ایسا کہنے کا نہ اختیار تھا اور نہ ہی حوصلہ تھا وہ جانتا تھا کہ ان کے حلیفوں نے جو کچھ کیا ہے اس کا بدلہ لینا ضروری ہے مگر وہ اپنی قوم کو اس جرم اور بدلہ سے الگ نہیں کر سکتا تھا اور خود ہی یکطرفہ طور پر اپنی طرف سے "پناہ" کا اعلان کر دیا تھا اور یہ بھی اُمید باندھ لی تھی کہ اس کی امان کی تردید اور خلاف ورزی نہیں کی جائے گی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "ابو حنظلہ تو نے جو کچھ کہا اپنی مرضی سے کہا"۔
ایک طرف ایمان، حوصلہ، عزم اور فراست تھے تو دوسری طرف بے یقینی بے ہمتی اور شکست خوردہ فراست تھی ابوسفیان نے کہا تھا" مجھے کچھ اندازہ نہیں ہو رہا کہ میں یہاں سے لڑائی لے کر جا رہا ہوں یا صلح" تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا" انشاء اللہ تمہیں معلوم ہو جائے گا"

اپنی اونٹنی پر سوار ابوسفیان جب مدینہ سے واپس جا رہا تھا تو وہ اس ابوسفیان سے بہت مختلف تھا جو غزوہ احد کے وقت اپنی کامیابی کے دعوے کرتا ہوا واپس گیا تھا اور خندق کے وقت سارے عرب کو ریاست مدینہ کے خلاف اکٹھا کر لایا تھا وہ ایک ایسا شکست خوردہ جرنیل تھا جس نے میدان عمل میں ہتھیار ڈالتے وقت کوئی حوصلہ مندی نہیں دکھائی تھی۔

قلیل وقت میں عظیم لشکر کی تیاری

بنو بکر اور قریش نے بنو کعب کے خلاف شعبان کے مہینے میں شب خون مارا تھا اور رسول اللہ ﷺ دو رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اگر شب خون کی تاریخ یکم شعبان بھی ہو تب بھی شب خون اور اس کا بدلہ لینے کے لیے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ سے روانگی کے درمیان صرف اکتیس دن ہیں ان اکتیس دنوں میں بنوخزاعہ کے دو وفد فریاد لے کر مدینہ آئے تھے ان کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنا سفیر مکہ بھیجا تھا رسول اللہ ﷺ کے سفیر کی واپسی کے بعد ابوسفیان مدینہ آیا تھا اور ابوسفیان کے مدینہ سے روانہ ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لشکر توحید کی تیاری کی ہدایت فرمائی تھی اور مسلم قبائل کی طرف پیغام بھیجے تھے ان پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ لشکر بڑے کم وقت اور ہنگامی حالات میں تیار اور روانہ ہوا تھا اسی وجہ سے بعض قبائل کے دستے مدینہ نہیں پہنچ سکے تھے اور مدینہ سے روانگی کے بعد راستہ میں لشکر توحید سے ملتے رہے تھے رسول اللہ ﷺ ہمیشہ Initiative اپنے پاس رکھتے تھے اور دشمن کو تیاری کا بہت کم موقعہ دیتے تھے قریش کو اپنے جرم کا احساس تھا انہیں یہ بھی علم تھا کہ ریاست مدینہ اپنے اتحادیوں کی مدد کرے گی ابوسفیان نے تو اس خدشے کا اظہار بھی کر دیا تھا اسی خدشہ اور خوف کی وجہ سے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب پہلے ہی مکہ چھوڑ

آئے تھے ان کے مکہ والوں سے تعلقات بھی خراب نہیں تھے۔ اسی لیے اپنے بال بچوں اور اموال کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں انہیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی رسول اللہ ﷺ کے تایا زاد ابوسفیان اور پھوپھی زاد عبداللہ کے مکہ سے آپ ﷺ کی طرف فرار کا بھی یہی سبب تھا وہ دونوں آپ ﷺ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے آپ ﷺ کو سخت اذیت پہنچاتے رہے تھے اپنے ان سنگین جرائم کے باوجود ان کی رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں پہنچنے میں جلد بازی اور مکہ چھوڑ دینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکہ والوں کو یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ ضرور بدلہ لیں گے اللہ کے رسول ﷺ انہیں تیاری کا موقعہ نہیں دینا چاہتے تھے اسی لیے آپ ﷺ نے سارے قبائل کے دستوں کے مدینہ پہنچ جانے کا بھی انتظار نہیں کیا تھا۔

لشکر توحید میں مدینہ کے مغرب جنوب اور مشرق کے دور دراز علاقوں کے بہت سے قبائل کے دستے شامل تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بہت تیزی سے ان سب قبائل کو متحرک کر دیا تھا اور جو قبائل اسلام قبول کر چکے تھے ان کا فوجی نظم اس مقام تک پہنچ چکا تھا کہ حکم ملتے ہی وہ فوراً روانہ ہو سکتے تھے اگر ایسا تھا تو ریاست مدینہ سے ان کے تعلقات بھی کافی مستحکم ہو چکے تھے اور یہ سارا استحکام تعاون اور تیاری کی حالت حدیبیہ کے بعد کے بیس اکیس ماہ کا کارنامہ تھا نجد تک کے قبائل کا رسول اللہ ﷺ کی ہدایت موصول ہوتے ہی اتنی جلدی سے اپنے اپنے دستے تیار کر کے لشکر توحید میں آ شامل ہونا اس وقت کے حالات اور قبائلی معاشرے میں بڑا مشکل معاملہ تھا قریش اور ان کے اتحادی کسی طرح بھی امید نہیں کر سکتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اتنی جلد ان کے دروازے پر آن دستک دیں گے وہ تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مدینہ کے انصار و مہاجرین کے ساتھ نجد کے اشجع، سُلیم اور سعد بھی اور اسلم، غفار، مزینہ جہینہ، خزاعہ اور تمیم اتنی تیزی سے مکہ پہنچ جائیں گے رسول اللہ ﷺ حیران کن تیزی سے دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ پہنچ گئے تو قریش کے سرداروں کے اعصاب جواب دے گئے اور ان کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔

مشرکوں کی تیاریاں

عرج کے نواح میں مجاہدین نے ایک جاسوس پکڑا تھا جس نے بتایا تھا کہ اسے بنو ہوازن نے مسلمانوں کے لشکر کی خبریں معلوم کرنے بھیجا ہے کیونکہ انہیں خدشہ ہے کہ مسلمان ان پر حملہ کر دیں گے اس جاسوس نے یہ بھی بتایا کہ بنو ہوازن لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہیں ابن اسحاق نے لکھا ہے "قریش کو آپ ﷺ کی آمد کا کوئی علم نہیں تھا انہیں آپ ﷺ کی طرف سے کوئی بات معلوم نہیں ہو رہی تھی اور انہیں آپ ﷺ کے پروگرام اور لائحہ عمل کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا" لشکر توحید کے مکہ میں داخلہ کے وقت مشرکین کے جس

دستہ نے حضرت خالدؓ بن ولید کے دستہ سے لڑائی کی تھی قریش کے تین سرداراس کی قیادت کررہے تھے حضرت خالدؓ بن ولید کے دو بہنوئی صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو اس مقابلے میں جو مشرک مارے گئے تھے ان میں سے بیس کا تعلق بنوبکر سے تھا اور تین کا بنوہذیل سے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قریش نے نہ صرف پہلے سے دوسرے قبائل کو مسلمانوں سے لڑائی کے لیے بلایا ہوا تھا بلکہ وہ لڑائی کافی خونی بھی تھی جس میں چوبیس مشرک مارے گئے تھے بعض روایات میں یہ تعداد ستر تک بتائی گئی ہے لیکن اگر موسیٰ بن عقبہ کی روایت کو ہی سب سے قابل بھروسہ قرار دیا جائے تو بھی وہ تعداد چوبیس تھی اور جس لڑائی میں چوبیس جنگجو مارے جائیں وہ معمولی نہیں ہوتی مقتولین کی اسی تعداد کی وجہ سے بعض علماء کا مؤقف ہے کہ مکہ پر صلح سے نہیں لڑائی کے بعد قبضہ کیا گیا تھا بنوہوازن کی طرف سے مسلمانوں کی فوج کے بارے میں خبریں معلوم کرنے کے لیے جاسوس بھیجنے اور حملہ کے خدشہ کی وجہ سے لڑائی کی تیاریاں کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریش کے علاوہ ہوازن کو بھی مسلمانوں کی طرف سے کسی حملہ کی توقع تھی اگرانہیں کچھ معلوم نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خزاعہ پر ظلم کا بدلہ لینے کے اصل منصوبے کی تفاصیل اور وقت کا علم نہیں تھا اسی لیے جب مراء الظہر ان پہنچ کر اہل توحید نے رات کو دس ہزار الاؤ جلائے تھے تو ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل کو ساتھ لے کر یہ دیکھنے گیا تھا کہ لشکر کتنا ہے۔ بنوخزاعہ نے اپنے علاقے میں قریش کا داخلہ بند کر رکھا تھا اس لیے اس نے بدیل کو ساتھ لیا تھا ان کے پاس کسی قسم کے ہتھیار بھی نہیں تھے کیونکہ وہ جاسوسی کے مشن پر تھے اور جاسوس اسلحہ لگا کر خبریں معلوم کرنے نہیں جایا کرتے ابوسفیان اور اس کے ساتھی لشکر توحید کے نگران دستہ کی زد میں آ گئے تو حضرت عباسؓ انہیں بچا کر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں لے گئے جہاں حکیمؓ بن حزام اور بدیلؓ مسلمان ہو گئے تھے مگر ابوسفیان نے حضرت عباسؓ کی ترغیب پر جان بچانے کے لیے اگلی صبح کلمہ پڑھا تھا ابوسفیان نے وہ رات لشکر توحید میں گزاری تھی وہ دوسرے روز لشکر توحید کی مکہ کی طرف روانگی کے بعد مکہ گیا تھا اس کی مکہ میں عدم موجودگی کی وجہ سے قریش کوئی متفقہ پروگرام نہیں بنا سکے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہئے اور صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو نے اہل توحید سے لڑائی کا فیصلہ کر لیا تھا اور بنوبکر اور بنوہذیل کے جو امدادی دستے مکہ پہنچ چکے تھے انہیں لے کر مقابلہ کے لیے نکل آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس تیز منصوبہ بندی کی وجہ سے قریش کوئی بڑا لشکر جمع نہیں کر سکے تھے اور بنوہوازن بتوں کے دفاع کے مشترکہ مقصد کے لیے ان کی مدد کو نہیں پہنچ سکے تھے ورنہ اگر وقت ہوتا تو وہ ضرور ایسا کرتے انہوں نے تو مکہ پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد بتوں کے تحفظ کے لیے اتنا بڑا لشکر جمع کر لیا تھا اگر وقت ہوتا تو وہ لازماً قریش کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے اور اگر قریش مکہ کو ان قبائل کو ساتھ ملانے اور بتوں کے تحفظ کے لیے بلانے کا وقت مل جاتا تو لازماً خون خرابہ

زیادہ ہوتا اللہ کی تدبیر اور رسول اللہ ﷺ کی منصوبہ بندی کی بدولت مکہ اور اللہ کے گھر پر اہل توحید کا آسانی سے قبضہ ہو گیا تھا اور قریش ایسے بدحواس اور بددل ہو گئے تھے کہ کوئی متفقہ فیصلہ نہیں کر سکے تھے۔

حسن سلوک اور حسن تدبیر

قریش مکہ کا سب سے بڑا سردار اور شرک کے لشکروں کا کمانڈر انچیف ابوسفیان مسلمانوں کے قابو آ گیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کی اس کی گردن اڑا دینے کی تجویز قبول نہیں کی تھی اسے عزت اور احترام کے ساتھ عباسؓ بن عبدالمطلب کے حوالے کر دیا اور جب صبح وہ آپ ﷺ کے حضور پیش کیا گیا تو بھی اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا تھا صرف دعوت اور ترغیب سے کام لیا گیا تھا اور جب حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ ابوسفیان شہرت اور نام و نمود پسند کرنے والا ہے اس کے حق میں کوئی ایسا اعلان کر دیں جس پر وہ فخر کر سکے'' تو آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں ہوگا وہ پناہ میں ہوگا اور پھر ابوسفیان کی درخواست پر اپنے گھر کا دروازہ بند کر لینے والوں، ہتھیار ڈال دینے والوں اور حرم کے احاطہ میں داخل ہو جانے والوں کے لیے بھی امان اور پناہ کا اعلان فرمادیا تھا۔ ابوسفیان کی انا کی تسکین، شہرت اور نام نمود کے اسباب فراہم ہو گئے تو آپ ﷺ نے اسے مکہ روانہ کر دیا حضرت عباسؓ اسے ایسے مقام پر لے گئے جہاں سے لشکر توحید نے گزرنا تھا تا کہ اسے یقین آ جائے کہ اس لشکر کا مقابلہ اس کی قوم کے بس میں نہیں ہوگا اور وہ اپنی قوم کو سمجھا کر اور لشکر توحید کی قوت کے بارے میں بتا کر لڑائی سے باز رکھ سکے اس کا بہت گہرا اثر ہوا اور مکہ پہنچتے ہی اس نے اعلان کر دیا ''جو لشکر آ رہا ہے تم اور تمہاری قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے''

اعلان جو نبی ﷺ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا

مکہ کے قریش کی پارلیمنٹ نے اللہ کے رسول ﷺ کے قتل کی قرارداد منظور کی تھی اللہ کے دین کو ختم کرنے کے لیے مدینہ پر چڑھائی کرتے رہے تھے انہوں نے مسلمانوں پر اتنے زیادہ اور ایسے ایسے مظالم کئے تھے جن کے تصور سے انسان کانپ کانپ جاتا ہے لیکن جب اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ان پر غلبہ دیا تو آپ ﷺ نے کسی سے بدلہ نہیں لیا تھا اور اعلان فرمادیا تھا ''آج تم پر کوئی گرفت نہیں اللہ تمہیں معاف فرمائے جو بہت رحم کرنے والا ہے جاؤ تم آزاد ہو'' اتنی برداشت حوصلہ اور قلبی وسعت کسی بھی دنیادار انسان میں ممکن نہیں ایسا اعلان صرف اللہ کے رسول ﷺ ہی کر سکتے تھے جنہوں نے سارے مصائب اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے اٹھائے تھے اور جو قریش کی طاقت اور فراست کو بھی اللہ کے دین کی تقویت کے لیے ہی استعمال کرنا چاہتے تھے اسی فراخدلی اور پالیسی کا نتیجہ تھا کہ جو قریش شرک کے لشکر جمع کر کے مدینہ پر حملے کیا کرتے تھے وہ ہوازن کے

شرک کے لشکروں سے لڑائی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے مدینہ سے مکہ کے لیے جو لشکر روانہ ہوا تھا اس میں دس ہزار اہل توحید تھے اور لات کے لشکروں کے مقابلہ کے لیے مکہ سے دو ہزار مجاہد اس لشکر میں شامل ہوئے تھے صفوان بن امیہ نے تو لشکر توحید کا مقابلہ بھی کیا تھا لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی پالیسی اور معاف کر دینے کی وجہ سے اپنے آبائی دین پر ہوتے ہوئے بھی اس نے ایک سوڈھالیں اور زرہیں رسول اللہ ﷺ کو اُدھار دی تھیں حضرت سعدؓ بن عبادہ نے جوش ایمانی میں کہہ دیا کہ ''یہ لڑائی کا دن ہے آج حرم میں بھی قتل حلال ہے'' اور ابوسفیان نے قریش کے خون کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا ''یہ دن تو رحمت کا دن ہے یہ تو کعبہ کی تعظیم کا دن ہے آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا اور آج اللہ قریش کو عزت بخشے گا'' وہ عزت شرک سے نجات اور توحید کے لشکر میں شامل ہونے کی عزت تھی اللہ کے رسول ﷺ نے اس روز قریش کو معاف کر کے توحید کے لشکر میں شامل کر لیا تھا اور قریش کی قوت اور فراست سے اللہ کے دین کو بہت تقویت مل گئی تھی جس کے آگے چل کر بہت مثبت نتائج برآمد ہوئے تھے مکہ کے قریش جاہلیت کی جس نخوت اور آباو اجداد پر فخر و غرور کی جنگ لڑتے رہے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے وہ ہتھیار چھین لیے تو وہ اللہ کے دین کی قوت بن گئے اور اس وقت تک قریش اللہ کے دین کی قوت بنے رہے جب انہوں نے پھر سے وہ ہتھیار اٹھا لیے۔

ہوازن کا چیلنج

مکہ کی فتح کے دو ہی ہفتے بعد رسول اللہ ﷺ کو ہوازن اور ثقیف کے بیس ہزار کے لشکر کے مقابلہ کے لیے روانہ ہونا پڑا مدینہ سے مکہ کی طرف سفر کے دوران ہوازن کا جو جاسوس پکڑا گیا تھا اس نے بتایا تھا کہ ہوازن مسلمانوں سے لڑائی کے لیے لشکر جمع کر رہے تھے لیکن ہوازن کی تیاریاں مکمل ہونے سے پہلے ہی قریش کے شرک کا جھنڈا سرنگوں ہو گیا تھا اور مکہ پر اہل توحید کے قبضہ سے ریاست مدینہ کی سرحدیں ہوازن کے علاقوں تک وسیع ہو گئی تھیں اور ریاست مدینہ اور ہوازن کے درمیان حائل قریش کی قوت ختم ہو گئی تھی ہوازن کا مذہب خطرے میں تھا ان کا بت لات خطرے میں تھا جو ھبل کے بعد جزیرہ نمائے عرب میں دوسرا سب سے بڑا بت تھا اور ہوازن کو اپنی آزادیاں خطرے میں نظر آنے لگی تھیں کہ اگر مسلمانوں نے ان کی طرف رخ موڑ لیا تو انہیں بھی ریاست مدینہ کی ماتحتی قبول کرنا پڑے گی ہوازن نے تیاریاں اور بھی تیز کر دیں بنو ثقیف بھی ان کے ساتھ مل گئے اور تیس سالہ مالک بن عوف نضری کی قیادت میں بیس ہزار کا لشکر شرک کا علم اٹھائے حنین پہنچ گیا رسول اللہ ﷺ کے جاسوس نے ہوازن کی چڑھائی کی خبر کی تصدیق کر دی تو آپ ﷺ بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ پانچ شوال کو مکہ سے حنین کے لیے نکلے اور دس شوال کی شام حنین پہنچ گئے آپ ﷺ نے

چھبیس کلومیٹر کا فاصلہ چھ روز میں طے کیا تھا آپ ﷺ دشمن تک پہنچنے سے پہلے اردگرد کے علاقوں اور قبائل کی طرف گشتی دستے بھیجتے رہے تھے تاکہ انہیں مرعوب اور خوفزدہ کر کے ہوازن اور ثقیف کے لشکر سے دور رکھا جائے آپ ﷺ نے اردگرد کے علاقوں اور قبائل کے بارے میں ان چھ دنوں میں ساری ضروری معلومات بھی اکٹھی کر لی تھیں اور ہوازن کے لشکر کی تعداد اور تیاریوں کے بارے میں بھی آپ ﷺ کے جاسوس نے سب معلومات آپ ﷺ کو پہنچا دی تھیں حنین پہنچتے ہی آپ ﷺ نے فیصلہ کن لڑائی کی تیاری مکمل کر لی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں وہ انصار اور مہاجرین بھی تھے جن کی تربیت مکمل ہو چکی تھی ان قبائل کے دستے بھی تھے جو صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور دو ہی ہفتے پہلے اسلام قبول کرنے والے بھی تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو ابھی اپنے آبائی دین پر تھے لشکر میں شامل ان نومسلموں کی نہ تعلیم مکمل ہوئی تھی نہ تربیت وہ ابھی تک نہ تو اس اعلیٰ ترین مقصد سے واقف تھے اور نہ ہی اس کے حصول کے لیے لڑنے آئے تھے جس کے لیے اہل توحید میدان جہاد میں اترتے تھے اور کامیاب رہتے تھے دور جدید میں فوجوں کی تنخواہوں اور تربیت پر بڑی بھاری رقوم خرچ کی جاتی ہیں فوجوں کو ہر صبح پریڈ کرائی جاتی ہے انہیں ہتھیار اٹھانا چلانا اور صاف کرنا سکھایا جاتا ہے اعلیٰ ترین اکاڈمیوں میں تربیت دی جاتی ہے اور وہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے کہ اگر کبھی لڑائی کرنا پڑے تو فوجیں کامیابی سے لڑ سکیں ورنہ پریڈ کرانا اور ہتھیار چلانے کی تربیت دینا بذات خود کوئی مقصد نہیں اتنے بھاری اخراجات اور انتظامات کسی مقصد کے لیے کیے جاتے ہیں اور وہ مقصد ہوتا ہے اپنے ملک کی سرحدوں اور مفادات کا دفاع اسلام میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ بھی ایک اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کی تربیت کا حصہ ہیں اور وہ مقصد ہے اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کا قیام اگر کوئی مسلمان ایمانی روحانی اور جسمانی طور پر اس اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار بلکہ بے چین نہیں تو اس کی حالت اس سپاہی جیسی ہے جو ہر روز پریڈ بھی باقاعدگی سے کرتا ہے ہتھیار بھی اٹھانا چلانا اور صاف کرنا سیکھتا ہے مگر جس مقصد کے حصول کے لیے اسے تعلیم و تربیت دی جاتی ہے اس سے واقف نہیں یا اس مقصد کے حصول کے لیے کسی آزمائش یا لڑائی کے وقت پوری قوت اور خلوص سے اس میں جسمانی اور روحانی طور پر حصہ نہیں لیتا نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تربیتی پروگرام ہیں عبادت اور روحانی پروگرام ہونے کے باوجود یہ سب بذات خود کوئی مقصد نہیں نومسلم نمازیں تو پڑھتے تھے ہتھیار اٹھا کر لڑنے بھی آ گئے تھے لیکن ہتھیار اٹھانے اور ان ہتھیاروں سے اہل شرک کے خلاف لڑنے کے اعلیٰ مقصد نے ابھی تک ان کی سوچ، فکر اور عمل کی صورت اختیار نہیں کی تھی اس لیے لڑائی کے ابتدائی مرحلے میں ہی وہ پسپا ہو گئے تو تربیت یافتہ دستوں میں بھی نظم قائم نہ رہ سکا مگر بیس ہزار مشرک فوج کے شدید دباؤ کے مرحلے میں بھی اللہ کے رسول ﷺ میدان جہاد میں ڈٹے

رہے اور جب تربیت یافتہ انصار و مہاجرین نے سنبھل کر جہاد کیا تو مشرک چھ ہزار عورتیں اور بچے، چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں چھوڑ کر میدان سے بھاگ گئے وہ اپنے اہل و عیال اور اموال سب کچھ چھوڑ کر میدان جنگ سے فرار ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور اللہ کے رسول ﷺ کی قیادت نے اہل توحید کو اتنے بڑے لشکر کے خلاف اتنی بڑی فتح دی کہ اس کے بعد ملک عرب میں کہیں بھی شرک کے پاؤں جم نہیں سکے تھے اپنے نتائج اور اثرات کے حوالے سے حنین کی لڑائی مکہ کی فتح سے بھی بڑی کامیابی تھی۔

کرم اور احسان کے ہتھیاروں سے حملہ

شرک کے علمبردار میدان جنگ سے بھاگے تو اہل توحید نے ہر طرف ان کا تعاقب کیا وہ طائف میں شہر بند ہو گئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان کا محاصرہ کر کے ان کے دلوں پر توحید کی قوت کا نقش ثبت کر دیا آپ ﷺ نے انہیں صلح کی دعوت دی ان کی درخواست پر ان کے باغات کاٹ دینے کا حکم واپس لے لیا اور انہیں بے بس لومڑی کی مانند اپنے بھٹ میں پھنسا ہوا چھوڑ کر واپس آ گئے جعرانہ میں دس روز تک ہوازن کا انتظار کیا کہ وہ آئیں تو انہیں ان کے اہل و عیال اور اموال واپس کر کے انہیں بھی مکہ کے قریش کی مانند کرم اور احسان کے ہتھیاروں کے زور سے بے بس اور غیر مسلح کر دیا جائے وہ پھر بھی نہ آئے تو قیدی اور اموال تقسیم کر دیئے گئے مکہ کے قریش کے جن سرداروں کے دل ابھی صاف نہیں تھے یا جن بدو سرداروں نے اس لڑائی میں اس اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کے لیے نہیں بلکہ کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے شرکت کی تھی انہیں اتنا دنیاوی مال دیا کہ صفوان بن امیہ کو بھی جو اس وقت اپنے آبائی دین پر ہی تھا کہنا پڑا کہ ''اللہ کی قسم اتنی سخاوت کوئی نبی ہی کر سکتا ہے'' اور وہ وہیں مسلمان ہو گیا سہیل بن عمرو نے بھی اس مال کے زیر اثر توحید کے لیے اتنا ہی لڑنے اور اتنا ہی مال خرچ کرنے کی قسم اٹھا کر کلمہ پڑھ لیا جتنا وہ شرک کے لیے لڑ چکا تھا اور مال خرچ کر چکا تھا رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ میں جن افراد کو تین تین سو، پچاس پچاس اور سو سو اونٹ عطاء کیے تھے وہ سب وہی تھے جنہوں نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی سب سے زیادہ مخالفت کی تھی آپ ﷺ نے سب سے زیادہ مال ابوسفیان بن حرب کو دیا تھا (اس کے بیٹوں کو شامل کر کے) اسی ابوسفیان بن حرب کو جو سارے عرب کو اکٹھا کر کے ریاست مدینہ کو ختم کرنے کے منصوبے بنایا کرتا تھا اور ہوازن سے پہلے شرک کے لشکروں کا کمانڈر انچیف ہوا کرتا تھا حکیمؓ بن حزام بدر میں سب سے پہلے قسم اٹھا کر لڑائی کے لیے شرک کے لشکر سے باہر آیا تھا صفوانؓ بن امیہ اور عینیہؓ بن حصن فزاری بھی اللہ کے دین کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے اسی دشمنی میں ابوسفیانؓ اور عینیہؓ کے بیٹے مارے جا چکے تھے تو صفوان کا باپ اور بھائی مارے جا چکے تھے ان سب نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ

سے دشمنی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا مگر اللہ کے رسول ﷺ نے کرم اور احسان کے بوجھ سے انہیں بے بس کر دیا تھا پھر جب ہوازن کے سردار فریاد لے کر آئے تھے تو انہیں بھی ان کے چھ ہزار قیدی واپس کر دیئے اسی کرم اور احسان کی خبر سن کر لات کے لشکروں کا کمانڈر انچیف طائف کے قلعہ سے چوری بھاگ کر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس کے اہل وعیال اور اموال اسے بھی واپس کر دیئے، اپنے پاس سے بھی اسے ایک سو اونٹ عطاء کیے تو وہ بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے لات کے لشکروں کے کمانڈر انچیف مالک بن عوف کو ہوازن پر عامل مقرر کر دیا وہی مالک نضری جو ملک عرب میں شرک کا علم بلند کرنے کو بیس ہزار کا لشکر لے کر چلا تھا جب اپنے علاقہ میں واپس گیا تھا تو اللہ کے دین اور رسول ﷺ کا خادم بن چکا تھا۔

ہر دشمن کے لیے معافی

رسول اللہ ﷺ دو رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اور دو ماہ پچیس دن میں قریش اور ہوازن کے شہر، صحرا، دل اور دماغ فتح کر کے چھبیس ذیقعدہ کو واپس مدینہ پہنچ گئے تھے اس تھوڑے سے عرصہ میں مکہ کے قریش کی قوتیں اور صلاحتیں ریاست مدینہ کی قوت بن چکی تھیں مالک بن عوف کی قوت اور صلاحتیں بھی ریاست مدینہ کی قوت بن گئیں تو اس نے لات کے مجاور نبو ثقیف کا محاصرہ کر لیا اور وہ اپنے علاقوں اور شہر میں بھی غیر محفوظ ہو گئے اور اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر اسلام کی قوت بن گئے جب رسول اللہ ﷺ تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے تھے تو ثقیف کے سردار عبد یالیل نے آپ ﷺ کی توہین کی تھی اس کے اشارے پر طائف کے آوارہ لڑکوں نے پتھر مار مار کر آپ ﷺ کے پاؤں اس قدر زخمی کر دیئے تھے کہ آپ ﷺ کے جوتے خون سے بھر گئے تھے لیکن جب وہی عبد یالیل وفد لے کر مدینہ آیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے قیام کے لیے مسجد میں خیمہ لگوا دیا اور جتنا عرصہ وہ مدینہ میں رہے ان کے لیے کھانا آپ ﷺ اپنے گھر سے بھجواتے رہے جب وہ مسلمان ہو گئے اور روزے رکھنا شروع کر دیئے تو حضرت بلالؓ ان کے لیے سحری اور افطاری بھی اللہ کے رسول ﷺ کے گھر سے لاتے تھے۔

حدیبیہ کے معاہدے کے حالات اور اس کے بعد طائف کے محاصرہ تک کے واقعات کو دیکھا جائے تو شرک کی شکست اور توحید کی فتح مبین میں اللہ کے رسول ﷺ کی دشمن کے خلاف کارروائی میں پہل اور دشمن کی شکست کے بعد اسے معاف کر دینے اور اسے کرم اور احسان کے بوجھ تلے دبا لینے کی پالیسی کا بہت زیادہ حصہ ہے فتح خیبر کے وقت بھی اسی اصول پر عمل کیا گیا اور مکہ کی فتح کے وقت بھی حنین میں ہوازن کے لشکر

جمع ہونے کی خبر ملی تو ان کا انتظار نہیں کیا گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ خود لشکر توحید کے ساتھ ان تک جا پہنچے تھے بدلہ نہ یہودیوں سے لیا نہ قریش سے نہ ہوازن سے اور نہ ہی طائف کے بنو ثقیف سے مکہ فتح ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ نے بیس سالہ عتابؓ کو امیر مکہ مقرر فرمایا طائف کے بنو ثقیف نے اسلام قبول کر لیا تو ان پر نوجوان عثمانؓ بن ابی العاص کو امیر مقرر کیا گیا نہ مکہ میں کسی نامور خاندانی امیر کبیر شخص کو امیر مقرر کیا گیا اور نہ ہی طائف پر، اللہ کے رسول ﷺ کی اس پالیسی کے آگے چل کر بڑے مثبت اور گہرے اثرات مرتب ہوئے تھے۔ ہندوستان کی طرف پہلی بحری مہمات اسی عثمان ثقفی نے بھیجی تھیں بمبئی کے قریب تھانہ کی بحری مہم بھی اور سندھ میں دیبل کی پہلی بحری مہم بھی جس میں اس کا بھائی عروہ شہید ہوا تھا اس وقت عثمان ثقفی مشرقی علاقوں کا گورنر تھا۔

اجداد پر فخر وغرور کے بت توڑ دیئے

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے وقت اپنے چچا حضرت عباسؓ کی خواہش اور حضرت علیؓ کی درخواست کے باوجود کعبہ کی چابی اپنے خاندان کے کسی فرد کو نہیں دی تھی اور کلید کعبہ حضرت عثمانؓ بن طلحہ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا تھا "یہ لو اپنی کلید آج کا دن نیکی اور وفا شعاری کا دن ہے" اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان یا عزیز واقارب میں سے کسی کو امیر مکہ مقرر فرمایا تھا مکہ میں ابو سفیانؓ بھی تھا عکرمہؓ بھی تھا صفوانؓ بن امیہ بھی تھا سہیلؓ بن عمرو اور حکیم بن حزامؓ جیسے بڑے نامی اور بااثر سردار بھی تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اونٹ تو دیئے مگر ان میں سے کسی کو مکہ کی امارت یا کوئی اور عہدہ نہیں دیا تھا اور نہ ہی مدینہ سے کسی کو امیر مکہ بنا کر بھیجا گیا تھا اسی طرح طائف کے بڑے بڑے سرداروں کی موجودگی میں ان پر نوجوان عثمانؓ کو امیر مقرر فرمایا تھا فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے کعبہ کے دروازے کی بلندی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا "اے گروہ قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور آباؤ اجداد پر فخر وغرور مٹا دیئے ہیں" اور پھر مکہ کے قریش اور طائف کے ثقیف پر امیروں کے تقرر سے ان کی جاہلیت کی نخوت اور آباؤ اجداد کے غرور عملاً بھی مٹا دیئے تھے مکہ کے قریش کے ان سرداروں میں سے جس کسی نے بھی اس کے بعد کوئی مقام حاصل کیا تھا وہ نیکی اور وفا شعاری کے ذریعے ہی حاصل کیا تھا ابو سفیانؓ بن حرب کے دل میں حنین کی جنگ تک میل تھا لیکن ثقیف کے بت لات کے بت خانہ کی تباہی کی نیکی میں وہ بھی شامل تھا ابو جہلؓ کا بیٹا حضرت عکرمہؓ مسلمان ہوا تو منکرین کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوا اس کا چچا حارث جو اللہ کے دین کے خلاف لشکر جمع کرنے کے لیے نظمیں لکھ لکھ کر مشرک قبائل کی غیرت اور تعصب کو جگانے میں سب سے آگے ہوا کرتا تھا شام میں اللہ کے دین کے لیے لڑتا ہوا شہید ہوا تھا حنین کی لڑائی سب سے بڑی لڑائی بھی تھی اور فتح بھی سب سے بڑی ثابت ہوئی تھی جس سے ریاست

مدینہ کی حدود جزیرہ عرب تک پھیل گئی تھیں اور دین کے سب بڑے دشمن توحید کی قوت بن گئے تھے رسول اللہ ﷺ کے رفیق اعلیٰ سے ملاپ کے بعد عرب کے مختلف حصوں میں جو شورشیں برپا ہوئی تھیں انہیں دبانے میں اس نئی قوت نے بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔

عرب میں امن کا قیام

رسول اللہ ﷺ رجب ۹ ہجری میں تبوک کے لیے روانہ ہوئے تھے تو آپ ﷺ کے ساتھ تیس ہزار مجاہدین تھے دس شوال آٹھ ہجری کو جب آپ ﷺ حنین کے غزوہ کے لیے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کے لشکر میں بارہ ہزار لڑنے والے تھے جن میں سے دو ہزار وہ تھے جو مکہ سے شامل ہوئے تھے جن میں نومسلم بھی تھے اور کچھ غیر مسلم بھی چھبیس ذیقعدہ آٹھ ہجری کو آپ ﷺ مدینہ واپس آئے تھے اور صرف سات ماہ میں مجاہدین اسلام کی تعداد میں اٹھارہ ہزار کا اضافہ ہو گیا تھا حضرت ابو یزیدؓ بن سلمہ الجرمی کہتے ہیں ''عرب قبول اسلام کے لیے مکہ کی فتح کے منتظر تھے وہ کہتے تھے دیکھتے رہو اگر آنحضرت ﷺ ان لوگوں پر غالب آ جائیں تو آپ ﷺ صادق نبی ہیں جب مکہ کی فتح کی خبر آئی تو ہر قوم نے اسلام لانے میں سبقت کی اور میرے والد ہمارے ہمسایہ لوگوں کے اسلام کی خبر آنحضرت ﷺ کے پاس لے گئے'' (ابن سعد ص ۱۱۲، ج ۲) فتح مکہ کے بعد عربوں نے اسلام قبول کرنے میں جو سبقت کی تھی اور جس کی وجہ سے صرف سات ماہ میں تبوک کے لیے لشکر میں اٹھارہ ہزار مجاہدین کا اضافہ ہو گیا تھا اس کا کچھ اندازہ ان وفود سے بھی کیا جا سکتا ہے جو اس عرصہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جن میں سے بعض نے اپنی طرف سے اور اکثر نے اپنی اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی تھی

امن قبول کرنے والوں کے وفود کی تفصیل

جن وفود کے آنے کی تاریخ کا درست طور پر تعین نہیں ہو سکا ان کے سامنے ''فتح مکہ کے بعد لکھا گیا ہے'' جس کا مطلب تبوک سے پہلے کسی وقت ہے۔

نمبر شمار	وفد	آمد کی تاریخ	ارکان وفد کی تعداد	تفصیل

۱	بنو قشیر بن کعب	حنین کے بعد	تین سے زیادہ	اسلام لاکر قطعہ زمین کے لیے فرمان حاصل کیا
۲	بنو تمیم	محرم ۹ ہجری	۸۰ تا ۹۰	مسلمان ہوکر آئے تھے رسول اللہ ﷺ نے وفد کے ہر رکن کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی تحفہ میں دے کر روانہ فرمایا۔ چاندی کا کل وزن ۱۱۲۵۔اوقیہ
۳	بنو سعد بن ہذیم	صفر ۹ ہجری	چند آدمی	اسلام لائے ہر رکن کو پانچ اوقیہ چاندی تحفہ دیا گیا
۴	بنو عذرہ	صفر ۹ ہجری	۱۲	اسلام لائے سب کو حسب دستور انعام دیا گیا ایک رکن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر بھی اوڑھائی
۵	بنو بلی	ربیع الاول ۹ ہجری	وفد	اسلام لائے سب کو حسب دستور انعام دیا گیا
۶	بنو اسد بن خزیمہ	۹ ہجری کے شروع میں	۷	وفد کے لیڈر حضرمیؓ بن عامر نے کہا ”یا رسول اللہ ﷺ خشک سالی میں ہم خود آئے ہیں ہماری طرف کوئی لشکر نہیں گیا تھا“ مطلب یہ تھا کہ ہم کسی ڈر یا خوف کی وجہ سے اسلام قبول کرنے نہیں آئے ان کے ساتھ بنوالزبیہ کی بھی ایک جماعت تھی
۷	بنو بہراء	ابتدائے ۹ ہجری	۱۳	اسلام لائے اور انعام پایا
۸	بنو باہلہ	فتح مکہ کے بعد	۲	(۱) مطرب اپنی قوم کے قاصد بن کر آئے۔ اسلام لائے اور اپنی قوم کے لیے امن اور فرمان حاصل کیا۔ (۲) نہشل بن مالک اپنی قوم کے قاصد بن کر آئے اسلام لائے اور فرمان حاصل کیا

۹	عبدالقیس	فتح مکہ کے سال	۲۰	اسلام لائے سب کو انعام دیا گیا۔ کل وزن=۲۰۲،۵ اوقیہ چاندی
۱۰	اکبر بن عبدالقیس	فتح مکہ کے سال	وفد	اسلام کی خبر لائے اور فرمان لے کر گئے
۱۱	بنوکلب	فتح مکہ کے بعد	دو وفد	(۱) پہلے وفد میں دو افراد تھے وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ (۲) دوسرے وفد میں بھی دو آدمی تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کے مسلمانوں کے لیے فرمان لے کر گئے تھے
۱۲	بنوجرم	فتح مکہ کے بعد	وفد	اسلام لائے قرآن اور احکام سیکھ کر واپس گئے
۱۳	بنوطیعہ (شاہان حضر موت)	فتح مکہ کے بعد	دو الگ الگ وفد	اسلام لائے اور قوم کے لیے فرمان حاصل کیا
۱۴	ازدعمان	فتح مکہ کے بعد	وفد	اپنی قوم کے اسلام قبول کرنے کی خبر لے کر آئے تھے
۱۵	بنوغافق	فتح مکہ کے بعد	چند آدمی	''ہم اسلام لائے ہیں اور ہمارے صدقات میدانوں میں رکے ہوئے ہیں'' کا پیغام لائے تھے
۱۶	بنوبارق	فتح مکہ کے بعد	وفد	اسلام لائے اور قوم کے لیے فرمان حاصل کیا
۱۷	ثمالہ والحدان	فتح مکہ کے بعد	ایک گروہ	اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی اور فرمان لے کر واپس گئے
۱۸	بنومہرہ	فتح مکہ کے بعد	وفد	اسلام لائے اور فرمان حاصل کیا

ان اٹھارہ قبائل میں سے صرف بنوتمیم کی طرف ایک دستہ بھیجا گیا جو ان کے بچے اور عورتیں پکڑ کر مدینہ لے آیا تھا اور بنوتمیم کا وفد اپنے قیدی رہا کرانے آیا تھا مگر بنوتمیم کے بہت سے لوگ اس سے پہلے ہی

مسلمان ہوچکے تھے اور حنین کے غزوہ میں ان کا دستہ اور سردار اقرع بن حابس بھی لشکر توحید میں شامل تھے ان کی طرف دستہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا کرنے کی وجہ سے بھیجا گیا تھا باقی سب قبائل کے وفود اپنی مرضی سے آئے تھے بنواسد بن خزیمہ کے وفد کے لیڈر حضرت حضرمیؓ بن عامر نے کہا تھا "ہماری طرف کوئی لشکر نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ ہم خود آئے ہیں" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف قبائل کی طرف مبلغ بھیجے تھے جس کی تصدیق بعد میں آنے والے بنوعنس کے ربیعہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ "مجھے آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا اور میں ڈر گیا مجھے کہا گیا اللہ پر ایمان لے آؤ اور میں ایمان لے آیا" اکثر وفد اپنی قوم کے اسلام لانے کی خبر لے کر مدینہ آئے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ سے فرمان حاصل کر کے واپس گئے تھے اگر جزیرہ نمائے عرب کے نقشہ میں ان قبائل کے علاقوں کو دیکھا جائے تو رجب نو ہجری تک ریاست مدینہ کی حدود دومۃ الجندل سے بحیرہ عرب تک اور بحر احمر سے خلیج فارس کے کناروں تک وسیع ہو چکی تھیں درمیان میں کہیں کہیں شرک کے جو جزیرے تھے وہ عملاً توحید کے محاصرے میں آچکے تھے اور غزوہ تبوک کی بنیادی وجہ اللہ کے دین کی یہی وسعت اور قوت تھی۔

رومیوں کی پریشانی

جزیرہ نمائے عرب کے ایک طرف رومیوں کی حکمرانی تھی اور دوسری طرف ایرانیوں کی سلطنت تھی وہ دونوں اس وقت کی عظیم ترین تہذیبیں بھی تھیں اور قوتیں بھی اور ان دونوں تہذیبوں اور قوتوں کو اپنے پڑوس میں ایک نئی نظریاتی قوت اور ریاست کا وجود پسند نہیں آیا تھا ایرانی تو اپنی اندرونی کمزوریوں اور رومیوں کے ہاتھوں شکستوں کی وجہ سے اس نئی قوت کے خلاف فوری کاروائی کے قابل نہیں تھے لیکن رومیوں کی حالت ان سے مختلف تھی ان کے سیاسی، مذہبی اور تجارتی مفادات کے حوالے سے دیکھا جائے تو ریاست مدینہ کے خلاف کاروائی کے بارے میں سوچنا اور اس مقصد کے حصول کے لیے اپنے زیر اثر عرب قبائل کو ایسی کاروائی کے لیے آمادہ کرنا ان کی مجبوری تھی رومیوں کے معان کے حاکم حضرت فروہؓ نے غزوہ خیبر سے بھی پہلے اسلام قبول کرلیا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے مسلمان ہونے کی خبر کے ساتھ ایک سفید خچر ہدیہ بھی بھیجا تھا رومیوں نے انہیں پھانسی پر چڑھا دیا مگر وہ اسلام پر قائم رہے ان کے قبیلہ بنو جذام کے حضرت زیدؓ بن عمیر بھی غزوہ خیبر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے اور ایک غلام ہدیہ پیش کیا تھا دومۃ الجندل اور اس کے اردگرد کے عرب قبائل ریاست مدینہ کی پناہ ڈھونڈنے لگے تھے اتنی بڑی رومی قوت جو تین بر اعظموں تک پھیلی ہوئی تھی کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ جو قبائل اس کے ماتحت تھے وہ ریاست مدینہ سے مل جائیں یہ تو رومیوں کی سیاسی اور عسکری کمزوری اور ریاست مدینہ کی قوت کی علامت تھی رومیوں کو خطرہ تھا کہ اس کے

اثرات ان کے زیر اثر دیگر قبائل پر بھی مرتب ہو سکتے ہیں رومی صرف سیاسی اور عسکری قوت ہی نہیں تھے وہ ایک مذہبی قوت بھی تھے عیسائیت رومی سلطنت کا سرکاری مذہب بن چکی تھی پاپائے روم قیصر روم کے مذہبی پیشوا بھی تھے اور اس حوالے سے شریک اقتدار بھی تھے قیصر روم عیسائیت کے محافظ اور علمبردار تھے جن عرب قبائل نے رومیوں کی سیاسی اور مذہبی سرپرستی اور بالادستی کو چھوڑ کر ریاست مدینہ کی بالادستی قبول کر لی تھی ان میں سے اکثر عیسائی تھے جزیرہ نمائے عرب کے اندر نجران کی طاقتور عیسائی کالونی نے بھی بعض روایات کے مطابق غزوہ تبوک سے پہلے ہی ریاست مدینہ سے مفاہمت کا معاہدہ کر لیا تھا اس لیے رومی ریاست مدینہ یا اسلام کو عیسائیت کے لیے مذہبی خطرے کی علامت بھی سمجھنے لگے تھے مکہ اور مدینہ کے راستے مشرق کا جو مال تجارت بُصریٰ، ایلہ اور اس سے آگے غزہ کی منڈیوں تک جاتا تھا اس سے رومیوں کے بہت سے مالی مفادات وابستہ تھے اس تجارت اور ان تجارتی راستوں پر ریاست مدینہ کا کنٹرول ہو گیا تھا اور رومیوں کے مفادات خطرے میں پڑ گئے تھے عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں کے باسی عربوں کو کبھی کوئی قوت زیر نہیں کر سکی تھی نہ متحد کر سکی تھی اور نہ ہی انہیں کسی ریاسی نظم کے تحت لا سکی تھی اللہ کے رسول ﷺ نے عربوں کو ایک نظریاتی ریاست کے نظم کے تحت متحد کر دیا تو رومی پریشان ہو گئے تھے اور انہوں نے فوجیں جمع کرنا شروع کر دیا تھا لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے دشمن کے چڑھائی کرنے سے پہلے ہی اس کے اپنے علاقہ میں اس کے خلاف کاروائی کرنے کی پالیسی پر عمل کیا اور تیس ہزار کے لشکر توحید کے ساتھ گرم ترین موسم میں تیز رفتاری سے تبوک پہنچ گئے تو رومیوں کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ وہ کیا کریں رسول اللہ ﷺ تیس ہزار کے لشکر توحید کے ساتھ بیس روز تک رومی سلطنت کے اندر خیمہ زن رہے مگر رومی پھر بھی مقابلہ کے لیے نہ آئے رسول اللہ ﷺ کے تبوک میں قیام کے دوران رومیوں کے ہم مذہب اتحادی دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر نے دو ہزار اونٹ تین سو گھوڑے چار سو زرہ اور چار سو نیزے پیش کر کے اپنے اور اپنے بھائی کے لیے امان حاصل کی تھی اور جزیہ دینے کا معاہدہ کر کے ریاست مدینہ کی حاکمیت کے ماتحت آ گیا تھا اس دور کے سامان جنگ کے حوالے سے دیکھا جائے تو چار سو زرہ چار سو نیزے اور تین سو گھوڑے بہت بڑا اور قیمتی سامان جنگ تھا اس سے اکیدر کی اپنی قوت اور اہمیت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے رومیوں کا اتنا بڑا حامی شکست کھا کر ریاست مدینہ کے ماتحت ہو گیا اور وہ پھر بھی نہ اس کی مدد کو آئے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کی جرات کی ایلہ کے حاکم یوحنا بن روبہ نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر نذرانہ پیش کیا تھا اور جزیہ دینے کی خود درخواست کر کے فرمان حاصل کیا تھا جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے بری اور بحری قافلوں کی حفاظت کی ذمہ داری کی بھی ضمانت دی تھی جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس طرف کے بحری اور بری تجارتی راستے بھی ریاست مدینہ کے کنٹرول میں آ چکے تھے اسی طرح جرباء اور اذرح والوں نے بھی خود حاضر ہو کر ریاست مدینہ کو جزیہ دینے کی پیشکش کی تھی

اور رسول اللہ ﷺ سے تحفظ کی درخواست کی تھی جو آپ ﷺ نے قبول فرمالی تھی بعض مستشرقین کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تبوک کا سفر آپ ﷺ کے شام اور اس سے آگے کے علاقوں پر قبضہ کے منصوبے کا حصہ تھا اور آپ ﷺ کا بنایا وہ منصوبہ خلفائے راشدہ نے مکمل کیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جس دین کی تکمیل کا مشن سونپا تھا وہ کسی ایک قوم یا ملک کے لیے ہی نہیں اگر ایسا تھا بھی تو بھی وہ سفر اس مشن کی تکمیل کے لیے ہی تھا۔

تبوک کے بعد امن کا پیغام لانے والے

رسول اللہ ﷺ کے تبوک کے سفر کی وجہ سے جزیرہ نمائے عرب کے شمال مغربی کونے کے رومیوں کے اتحادی عربوں کو بھی ریاست مدینہ کی قوت اور عزم کا احساس ہو گیا تھا اور وہ بھی ریاست مدینہ کی پناہ ڈھونڈنے لگے تھے اسی سال ذوالحج نو ہجری میں حج کے موقعہ پر اسلامی ریاست کی طرف سے حج پالیس کا نفاذ کیا گیا تھا اور اللہ کے حکم کے مطابق اعلان کر دیا گیا تھا کہ آئندہ کوئی مشرک حج کے لیے مکہ نہیں آسکے گا اور مشرکوں کے ساتھ ریاست مدینہ کے تمام معاہدے ختم کر دیئے گئے تھے تاہم تحریری معاہدوں کی مدت تک ان کی پابندی کا اعلان کیا گیا تھا اور جن کے ساتھ معاہدے ختم ہو گئے تھے انہیں اور جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں تھا انہیں بھی چار ماہ کی مہلت دی گئی تھی کہ وہ سوچ لیں کہ انہیں کیا کرنا ہے اور اعلان کر دیا گیا تھا کہ اس مدت کے ختم ہونے پر سب مشرکوں کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق عمل کیا جائے گا اور اللہ نے حکم دیا تھا کہ ''پس جب ممنوعہ مہینے ختم ہو جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو جہاں کہیں بھی وہ ملیں انہیں گرفتار کر لو اور گھیر لو اور ہر مورچے میں ان کا انتظار کرو'' لیکن رسول اللہ ﷺ کی تبوک سے واپسی کے بعد ذوالحج کے مہینے تک بھی عرب کے مختلف حصوں سے مسلسل وفود مدینہ آتے رہے تھے اور اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرتے اور فرمان حاصل کرتے رہے تھے پانچ سوا پانچ ماہ کے اس عرصہ میں جو وفود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

نمبر شمار	وفد	تاریخ آمد	ارکان وفد کی تعداد	تفصیل
۱	نبو فزارہ	رجب ۹ھ تبوک کے بعد	۱۹	اپنے اسلام لانے کے بارے میں بتانے آئے تھے
۲	بنو مرہ	شعبان ۹ھ	۱۳	رسول اللہ ﷺ کو اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں بتایا۔ آپ ﷺ نے ارکان کو دس اوقیہ فی رکن اور لیڈر کو بارہ اوقیہ چاندی دینے کی ہدایت فرمائی کل وزن ۱۳۲: اوقیہ

۳	بنو ثقیف	رمضان ۹ھ	۱۹	مذاکرات کے بعد سب مسلمان ہو گئے اور اپنے قبیلے کی طرف سے بیعت اور عہد کیا
۴	شاہان حمیر کے قاصد	رمضان ۹ھ	قاصد کے ساتھ وفد	شاہان حمیر کے اسلام قبول کرنے کے خطوط لائے
۵	وفد نجران	تبوک کے بعد ۹ھ	۱۴	ریاست مدینہ کو جلے دینے کے وعدہ پر امن حاصل کیا۔
٦	نجران کے اسقف کا وفد	تبوک کے بعد	٦۰	مذہبی آزادی اور پناہ کا فرمان حاصل کیا
۷	بنو کلاب	تبوک کے بعد ۹ھ	۱۳	اسلام قبول کر کے آئے تھے اور اپنے قبیلہ میں نظم زکوٰۃ قائم کر چکے تھے
۸	بنو جعدہ	تبوک کے بعد ۹ھ	۱	اسلام قبول کیا اور فلج کی زمین کا فرمان حاصل کیا
۹	بنو البکاء	تبوک کے بعد ۹ھ	۴	اسلام قبول کر کے اپنی قوم کی طرف واپس گئے رسول اللہ ﷺ نے بشیر بن معاویہ کو سفید بھیڑیں انعام دیا
۱۰	بنو تجیب	تبوک کے بعد ۹ھ	۱۳	مسلمان ہو کر اور اپنے قبیلہ کے صدقات لے کر آئے تھے
۱۱	وفد کندہ	تبوک کے بعد ۹ھ	۱۹	اپنے قبیلہ کے اسلام کی خبر لائے تھے انعام دس اوقیہ چاندی فی رکن لیڈر کو بارہ اوقیہ کل وزن ۱۹۲ اوقیہ
۱۲	وفد صدف	تبوک کے بعد ۹ھ	۱۹	اسلام لانے کی خبر لائے تھے
۱۳	وفد ہمدان	تبوک کے بعد ۹ھ	وفد	اسلام لائے۔ فرمان لے کر گئے

۱۴	بنودار	تبوک کے بعد ۹ھ	۱۰	تحائف لے کر آئے تھے اسلام لائے تھے
۱۵	بنوغامد	رمضان ۹ھ	۱۰	اسلام کی خبر لائے تھے حسب دستور انعام دیا گیا
۱۶	بنومغفل	رمضان ۹ھ	۴۰	اسلام کی خبر لائے
۱۷	بنوحنیفہ	تبوک کے بعد ۹ھ	۱۹	اسلام لا کر واپس گئے انعام پانچ اوقیہ فی رکن کل وزن ۹۵ اوقیہ
۱۸	بنوشیبان	تبوک کے بعد ۹ھ	ایک جماعت	اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی۔

ذیل میں جن تین وفود کی تفصیل ہے ان کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کب آئے تھے لیکن حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ۹ ہجری میں ہی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

۱	بنوتغلب		مسلمان ۱۶ کچھ عیسائی	مسلمانوں کو انعام دیئے گئے عیسائیوں کو ان کے دین پر رہنے کی اجازت دیدی مگر عہد لیا کہ وہ اپنی اولاد کو عیسائی نہیں بنائیں گے وفد کے ساتھ ایک خاتون آئی تھی جس کی بیٹیاں اس کے مشرک دیور نے چھین لی تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے تحریر لکھوادی کہ ”نہ ان پر ظلم کیا جائے اور نہ ہی انہیں کسی سے نکاح پر مجبور کیا جائے ہر مومن ان کا مددگار ہے تم (وہ خواتین) بھی اچھائی کرو برائی نہ کرو“
۲	روساءِ بنوکلاب		۱	اسلام لایا۔ اس کی قوم بھی مسلمان ہوگئی
۳	عقیل بن کعب		۳	اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی عقیق نامی موضع کی زمین کا فرمان عطا کیا گیا

بنوفزارہ نجد کے سخت جان صحراؤں کے سخت جان بدو تھے اور بنومُرَّہ ان کے پڑوسی ہوتے تھے ان دونوں قبیلوں نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی سخت مخالفت کی تھی طائف کے بنوثقیف وہ تھے جنہوں نے فتح

مکہ کے بعد شرک کا علم اٹھایا تھا اور ہوازن کے لشکروں کے ساتھ شمع توحید بجھانے کے نعرے بلند کرتے ہوئے حنین تک آ گئے تھے شاہان حمیر (ملوک اور اقیال) جنوبی عرب کے خود مختار حاکم تھے اور انہوں نے نہ صرف ریاست مدینہ کی حاکیت قبول کر لی تھی بلکہ اپنی قوم کے قبول اسلام کا بھی اعلان کر دیا تھا نجران کی عیسائی کالونی جزیرہ نمائے عرب میں سب سے منظم شہری ریاست تھی جس کی پشت پر ساری عیسائی قوتیں تھیں جب یمن کے یہودی حاکم ذونواس نے نجران پر حملہ کیا تھا تو وقت کے قیصر روم نے اپنے بحری جہازوں پر حبشہ کی عیسائی فوجوں کو سمندر کے اس طرف پہنچایا تھا اور ذونواس کو سزا دی تھی بنو ہمدان، بنو کلاب، بنو کندہ، بنو غامد اور بنو تجیب کے مسکن بھی مدینہ سے بہت دور جنوب میں تھے بنو ہمدان کے اقیال (حاکموں) نے رسول اللہ ﷺ کے دعوتی خطوط ملنے پر اسلام قبول کر لیا تو ان کی قوم نے بھی ان کی پیروی کی تھی جنوبی عرب کے بنو کندہ اور بنو تجیب ہم اصل تھے اور جنوب میں حضر موت کے قریب رہتے تھے بنو حنیفہ کے مسکن عرب کے انتہائی مشرق میں تھے اور بنو دار انتہائے شمال میں رومیوں کے پکے حامی ہوا کرتے تھے مگر مکہ پر اللہ کے دین کے قبضہ سے ہر طرف کے قبائل کے دل پھر گئے تھے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں اپنے اپنے ایمان اور اسلام کے اعلان کرنے حاضر ہو گئے تھے۔

حج پالیسی کے بعد امن قبول کرنے والے

ذوالحج کے مہینے میں اہل عرب کو اللہ کی طرف سے چار ماہ کی دی گئی مدت کے بارے میں بتا دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ اس مدت کے گزر جانے کے بعد مشرکوں کو گھیر لیا جائے گا تو باقی ماندہ بدو قبائل نے بھی اپنے اپنے وفود اور نمائندے بھیج کر اللہ کے دین سے وفاداری کا اعلان کر دیا تھا مختلف اوقات میں مجموعی طور پر ایک سو سے زیادہ وفود اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جن میں سے چالیس کے قریب وفد فتح مکہ کے بعد سے حج پالیسی کے نفاذ کے درمیانی عرصہ میں مدینہ آئے تھے اس کے بعد حج کے موقعہ پر مشرکوں کو گھیر لینے کے اعلان سے رسول اللہ ﷺ کے وصال تک جو وفود مدینہ آئے تھے ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر شمار	وفد	تاریخ آمد	ارکان کی تعداد	تفصیل
۱	بنو بجیلہ	آغاز ۱۰ھ	۱۵۰	سب مسلمان ہو کر آئے تھے سب کو انعام دیا گیا واپس جا کر جہاد میں شامل ہو گئے اور ذوالخلصہ بت توڑ دیا
۲	بنو احمس	آغاز ۱۰ھ	۲۵۰	رسول اللہ ﷺ نے ان کے قبیلہ والوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا "اللہ نے اسلام کو غلبہ دیا اذان کو مساجد اور صحنوں پر غالب کر دیا ہے قبائل نے بت توڑ دیئے ہیں"

۳	بنو خثعم	آغاز ۱۰ھ	ایک جماعت	اسلام کا اقرار کیا۔ فرمان حاصل کیا
۴	بنو رہاء	۱۰ھ	۱۵	وفد نے ہدیے پیش کئے اسلام قبول کر کے واپس چلے گئے ۔ پانچ اوقیہ چاندی فی رکن انعام دیا گیا لیڈر کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی انعام دیا کل وزن ۸۲.۵ اوقیہ ان کے ایک وفد نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج میں شرکت کی تھی۔
۵	بنو عنس	۱۰ھ	۱	رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ربیعہ کسی خوف کی وجہ سے آئے ہو یا طمع میں تو اس نے جواب دیا" میں ایسے شہر میں رہتا ہوں جہاں آپ ﷺ کی کوئی فوج نہیں پہنچ سکتی نہ آپ ﷺ کے پاس اتنا مال ہے جس کا لالچ کیا جائے مجھے آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا تو میں ڈر گیا مجھ سے کہا گیا اللہ پر ایمان لے آ و تو میں ایمان لے آیا"
۶	سعد العشیرہ	۱۰ھ	وفد	مسلمان ہو کر مدینہ آئے تھے۔
۷	ازد	۱۰ھ	۱۹	رسول اللہ ﷺ نے وفد کے امیر حضرت صرد کو ان کی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر فرما دیا واپس جا کر حضرت صرد نے اپنی قوم کو ساتھ لے کر قلعہ بند جرش شہر کا محاصرہ کر لیا ایک ماہ محاصرہ جاری رہا لڑائی میں اہل جرش کو شکست ہوئی اہل جرش نے بھی اپنے دو نمائندے مدینہ بھیجے تھے۔
۸	بنو زبیدہ	۱۰ھ	۱۰	مسلمان ہو کر واپس گئے رسول اللہ ﷺ نے سب کو انعام دیا
۹	بنو مراد	۱۰ھ	۱ (فروہ)	رسول اللہ ﷺ نے حضرت فروہؓ کو بنو مراد بنو مذحج اور بنو زبیدہ پر عامل مقرر فرما دیا اور

۱۰	بنو طے	۱۰ھ	۱۵	ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی ایک جوڑا اور سواری کے لیے ایک اونٹ عطاء کیے حضرت خالدؓ بن سعید کو صدقات کی وصولی کے لیے ان کے ساتھ بھیجا۔ اس وفد کے آنے سے پہلے ۹ ہجری میں حضرت عدیؓ بن حاطم کو اس قبیلہ سے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عامل مقرر کیا جا چکا تھا ارکان وفد کو پانچ اوقیہ فی رکن اور امیر کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی انعام دیا گیا کل وزن ۸۲٫۵ اوقیہ
۱۱	بنو عامر بن صعصعہ	۱۰ھ	۳ سے زیادہ	سب نے اقرار اسلام کیا وفد کے رکن عبداللہ الشخیر نے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہمارے سردار (سید) ہیں ہم پر کرم فرمائیں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سردار (سید) صرف اللہ ہے شیطان تمہیں بہکا نہ دے''
۱۲	بنو ہلال بن عامر	۱۰ھ	ایک جماعت	اپنی قوم کی طرف سے اسلام کا اقرار کیا
۱۳	بنو قشیر بن کعب (دوسرا وفد تھا)	۱۰ھ	۳ سے زیادہ	انعام دیا ایک رکن کو چادر پہنائی۔

	بنومحارب	۱۰ھ	۱۰	اپنی قوم کی طرف سے اسلام کا اقرار کیا سب کو حسب دستور انعام دیا گیا (بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ بنومحارب کا وفد ذوالحج ۱۰ھ میں آیا تھا مگر وہ وفد اسلام کا اقرار کرنے نہیں آیا تھا بلکہ قافلہ حج میں شامل ہونے آیا تھا اور بنومحارب اس سے پہلے اسلام میں داخل ہو چکے تھے)
۱۵	بنوخولان	شعبان ۱۰ھ	۱۰	اپنی قوم کے اسلام کا اعلان کیا اور اس کی طرف سے بیعت کی۔ انعام ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی فی رکن کل وزن ۱۲۵ اوقیہ
۱۶	بنوغسان	رمضان ۱۰ھ	۱۳	اسلام کا اقرار کیا۔ سب کو انعام دیا گیا
۱۷	بنوسلامان	شوال ۱۰ھ	۷	اسلام کا اقرار کیا۔ انعام پانچ اوقیہ چاندی فی رکن کل وزن ۱۳۵ اوقیہ
۱۸	بنوحارث بن کعب	شوال ۱۰ھ	۷	اقرار اسلام انعام دس اوقیہ چاندی فی رکن لیڈر ساڑھے بارہ اوقیہ کل وزن ۵ء۷۲ اوقیہ
۱۹	بنوانخع (دوسرا وفد)	محرم ۱۱ھ	۲۰۰	اپنی قوم کے اسلام لانے کی خبر لائے تھے

ان انیس وفود میں سے تیرہ کا تعلق جنوبی عرب کے قبائل اور اقیال سے ہے جنوبی علاقہ کے قبائل نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے خلاف کبھی تلوار نہیں اٹھائی تھی نہ کسی اسلام دشمن اتحاد اور سازش میں شرکت کی تھی ایک آدھ کے سوا وہ سب تبلیغ اور ترغیب سے اسلام میں داخل ہوئے تھے جیسا کہ حضرت ربیعہؓ کے جواب سے ظاہر ہے کہ وہ نہ کسی اسلامی فوج کے خوف سے مسلمان ہوئے تھے اور نہ ہی کسی دنیاوی لالچ میں ایمان لائے تھے اور بجیلہ کا وفد خود اذان کے مسجدوں اور صحنوں پر غلبہ کی خبر لے کر آیا تھا اور بنومراد کے حضرت فروہ کو رسول اللہ ﷺ نے مراد اور زبیدہ کے علاوہ بنومذحج پر بھی عامل مقرر فرمایا تھا اور حضرت خالدؓ بن سعید کو ان قبیلوں سے صدقات کی وصولی کے لیے ان کے ساتھ بھیجا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قبائل پہلے ہی مکمل

طور پر اسلام میں داخل ہو چکے تھے اسی طرح حضرت صرد کو رسول اللہ ﷺ نے ان کی قوم کا امیر مقرر فرمایا تھا اور ان کی قوم کے مسلمانوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ انہوں نے ایک ماہ تک قلعہ بند شہر جرش کا محاصرہ کیے رکھا تھا اور لڑائی میں اس قوم کو شکست فاش دی تھی۔

ذوالحج دس ہجری میں رسول اللہ ﷺ جب حج کے لیے مکہ گئے تھے تو جزیرہ نمائے عرب کے مختلف حصوں سے ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب مسلمان حج کرنے مکہ آئے تھے اس وقت کے ماحول اور اس وقت کی جزیرہ نمائے عرب کی آبادی کو سامنے رکھیں تو حاجیوں کی وہ تعداد بذات خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اس وقت تک جزیرہ نمائے عرب کے طول و عرض میں رہنے والے مسلمان ہو چکے تھے اور ریاست مدینہ کے مذہبی نظم کے تحت آ گئے تھے۔
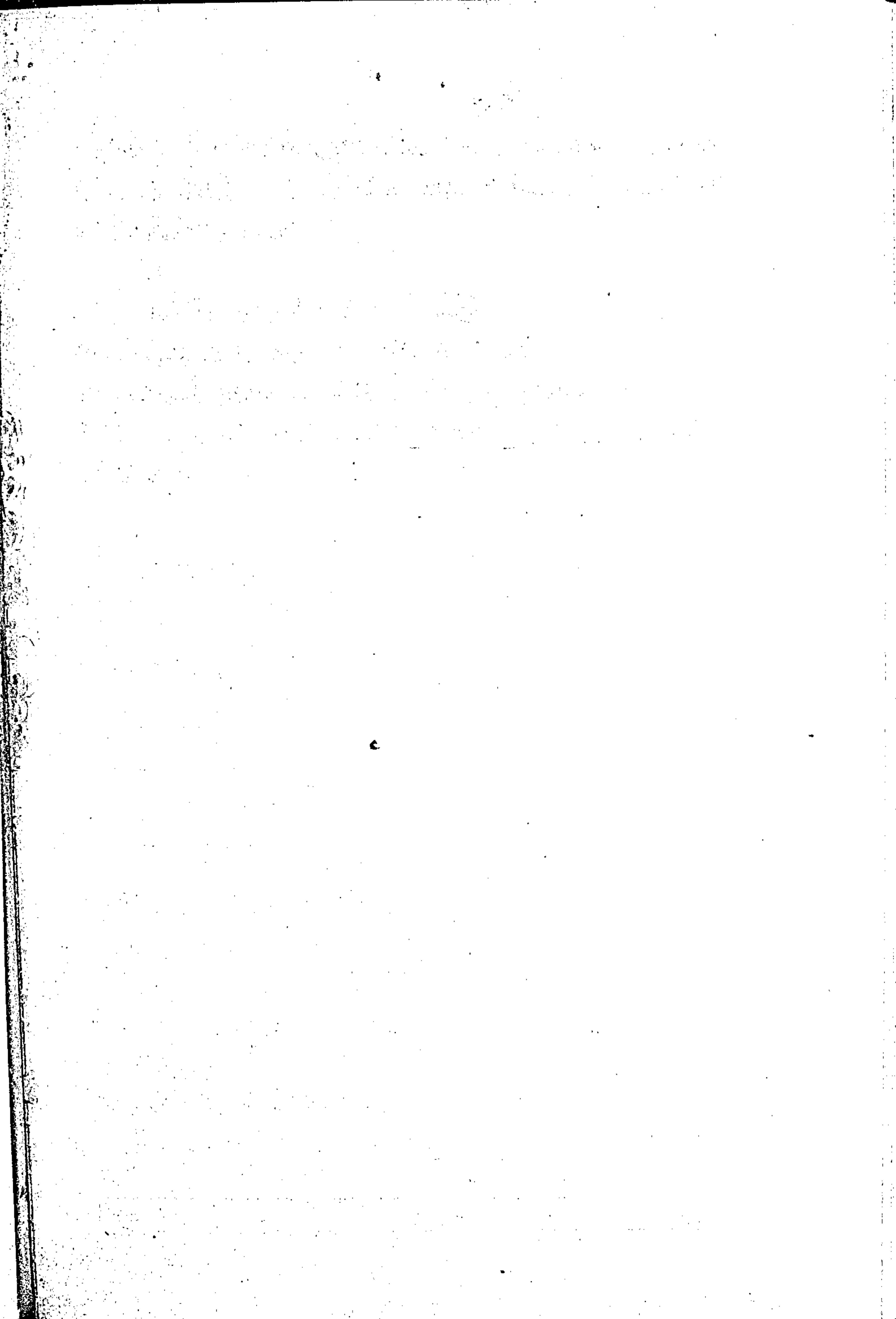
پیغمبرِ توحید کا معجزہ

اس سے پہلے جزیرہ نمائے عرب کے صحراؤں، ریگستانوں، ویرانوں اور شہروں پر کبھی کسی حکومت کا نظم قائم نہیں ہو سکا تھا تاریخ کے مختلف ادوار میں یمن اور خلیج فارس سے ملحق علاقوں میں مقامی اور علاقائی حکومتیں تو قائم اور ختم ہوتی رہیں ایرانی سرحدوں کے قریب چھوٹی چھوٹی نیم خود مختار عرب سرداریاں قائم ہوئیں اور شمال میں رومیوں نے عربوں میں اپنا اثر و رسوخ قائم رکھنے کے لیے مختلف عرب قبائل کے سرداروں کی سرپرستی کی پالیسی پر عمل کیا مگر سارے جزیرہ نمائے عرب پر کبھی اس سے پہلے کسی حکومت کا نظم قائم نہیں ہو سکا تھا اس کی وجہ اس ملک کی طبعی ساخت اور عرب قبائل کی آزادانہ فطرت کہی جاتی تھی قیصر روم نے ایک دفعہ دس ہزار فوج یمن کی طرف بھیجی جو چھ ماہ تک عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں ماری ماری پھرتی رہی تھی اور بڑی دشواریوں کے بعد ان صحراؤں سے بچ کر واپس گئی تھی عربوں نے نہ اس سے تعاون کیا تھا اور نہ ہی اس سے خوفزدہ ہوئے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ نے دس سال سے بھی کم مدت میں پورے جزیرہ نمائے عرب پر اللہ کی حاکمیت بحال کر دی تھی۔ دنیا کی سیاسی تاریخ میں یہ ایک بے مثل دینی معجزہ ہے اگر اللہ کے آخری رسول ﷺ کے معجزات کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ آپ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ تھا۔

غزوات کے شہداء اور مقتول

نو سال نو ماہ کی مدت میں رسول اللہ ﷺ نے جن غزوات میں خود لشکر توحید کی قیادت فرمائی تھی ان میں سے بدر، احد، خندق، خیبر اور حنین صرف پانچ غزوات میں مشرکوں سے باقاعدہ لڑائی ہوئی تھی فتح مکہ کے وقت بھی قریش کے ایک گروہ نے حضرت خالدؓ بن ولید کے دستہ سے لڑائی کی تھی مگر طائف اور تبوک میں اللہ کے دین کے دشمن مقابلے کے لیے نہیں آئے تھے جن پانچ غزوات میں باقاعدہ لڑائی ہوئی تھی ان میں سے

تین میں مکہ کے قریش ریاست مدینہ کوختم کرنے کے لیے بڑے بڑے لشکر لے کر آئے تھےایک غزوہ حنین میں لات کے پجاری شرک کا جھنڈا بلند رکھنے کی کوشش میں لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنے آئے تھےاور صرف ایک خیبر کے غزوہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے یہودیوں کی سازشوں کے خاتمہ کے لیے خیبر پر حملہ کیا تھا اللہ نے ان سب غزوات میں اہل توحید کو کامیابی عطاء کی تھی اگر ان غزوات کے شہداء اور مقتولین کی تعداد دیکھی جائے تو اتنے بڑے معجزہ کے مقابلے میں وہ بہت ہی معمولی ہے۔

غزوہ	مجاہدین کی تعداد	شرک کے لشکر کی تعداد	شہدا کی تعداد	مشرک مقتولین کی تعداد
بدر	۳۴۰	۱۰۰۰	۱۸	۷۰
احد	۷۰۰	۳۰۰۰	۷۰	۲۳
خندق	۳۰۰۰	۱۰۰۰۰	۵	۱۰
خیبر	۱۴۰۰	۱۰۰۰۰	۱۸	۹۳
فتح مکہ	۱۰۰۰۰	....	۳	۲۴
حنین	۱۲۰۰۰	۲۰۰۰۰	۴	۸۰
محاصرہ طائف	۱۲۰۰۰	....	۱۲	....

کل شہداء=۱۳۰ مقتولین=۳۰۰

رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے تعاقب میں ایک دستہ کے ساتھ تشریف لے گئے مگر وہ بھاگ گیا تھا ابوسفیان نے دوصحابہ کوشہید کر دیا تھا (غزوہ سویق) بنوقریظہ کے محاصرے اورلڑائی میں بھی شہیدوں کی تعداد دو تھی غابہ کی چراگاہ سے اونٹ چرا لے جانے والوں کے تعاقب کے لیے بھی آپ ﷺ ایک دستہ لے کر گئے تھے مگر وہ بھی پہلے ہی بھاگ گئے تھے ان ڈاکوؤں سے مقابلے میں بھی دوصحابہ شہید ہو گئے تھے ایک صحابی وادی القریٰ کی فتح کے وقت شہید ہوا تھا رسول اللہ ﷺ کے سفر تبوک کے دوران وفات پانے والے حضرت ذوالبجادین کو بھی شہداء میں شامل کیا جائے تو ایسے مختلف غزوات میں شہادت حاصل کرنے والوں اور مشرک مقتولین کی تعداد اس طرح ہے۔

نمبر شمار	غزوہ	تعداد شہداء	تعداد مقتولین	تفصیل
۱	غزوہ بنوقینقاع	۱	۱	یہودی غنڈوں نے مسلمان خاتون کی توہین کی تو ایک مسلمان نے ایک یہودی کو قتل کر دیا تھا اور یہودیوں نے مل کر اس مسلمان کو شہید کر دیا تھا

۲	غزوہ سویق	۲	......	
۳	غزوہ بنو نضیر	٠	۳	
۴	غزوہ بنو قریظہ	۲	۳۵٠	
۵	غزوہ غابہ	۲	۴	
۶	غزوہ مریسیع	۱	۱٠	
۷	غزوہ وادی القری	۱	۱۱	
۸	غزوہ تبوک	۱	......	
میزان		۱٠	۳۷۹	

شہداء=۱٠ مقتولین=۳۷۹

سرایا کے شہداء اور مقتول

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے ساتھ ہی اللہ کے دین کے دشمنوں نے ریاست مدینہ کے خلاف سرگرمیاں شروع کر دی تھیں اس سلسلے کی پہلی کوشش تو مکہ کے قریش کی پارلیمنٹ کی طرف سے اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قتل یا گرفتار کرنے والوں کے لیے انعام کا اعلان تھا دوسری کوشش مکہ کے قریش کے اس خط کو کہا جا سکتا ہے جو انہوں نے مدینہ کے عبداللہ بن ابی بن سلول اور ان جیسے دوسرے مشرکین یثرب کو لکھا تھا کہ اگر تم نے محمد ﷺ اور ان کے ساتھی مہاجرین کو اپنے شہر سے نہ نکالا تو ہم تم پر حملہ کر دیں گے قریش کی ان دھمکیوں اور اللہ کے دین کے خلاف سرگرمیوں کے ساتھ ہی مشرکوں نے ریاست مدینہ کے خلاف دشمنانہ کوششیں شروع کر دی تھیں اللہ کے رسول ﷺ عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں پھیلے دشمنان توحید کی ان شرپسندانہ سرگرمیوں کو ناکام بنانے اور ان پر نظر رکھنے کے لیے مختلف اطراف میں جو گشتی دستے بھیجا کرتے تھے انہیں ''سریہ'' کہا جاتا تھا ان دستوں میں شامل اہل توحید کی تعداد سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دستے دشمنوں کو خبردار کرنے ان کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور ریاست مدینہ کی حدود میں لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کے لیے جمع ہونے والے گروہوں کو بھگانے اور ڈرانے کے لیے بھیجے جاتے تھے ان میں سے دو قریش کے تجارتی قافلوں کا راستہ روکنے کے لیے بھی بھیجے گئے تھے مگر ایسے دستے چند ایک ہی تھے ان سرایا کی تعداد کافی زیادہ ہے اس وقت کی صورت حال کو سامنے رکھا جائے تو یہ تعداد اس سے بھی زیادہ ہونا چاہئے جو

مآخذ میں بیان کی گئی ہے ایسے گشتی دستوں کا بعض دفعہ دشمنوں سے مقابلہ بھی ہو جاتا تھا مآخذ سے ایسے سب مقابلوں میں شہید ہونے والوں اور مقتولین کی ٹھیک ٹھیک تعداد کا تعین ممکن نہیں لیکن ان گشتی دستوں میں شامل مجاہدین کی تعداد سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تعداد زیادہ نہیں ہوگی جن سرایا میں اہل توحید کا مشرکوں سے مقابلہ ہوا تھا ان میں شہداء اور مقتولین کی تعداد مآخذ کے مطابق اس طرح ہے۔

نمبر شمار	سریہ	تعداد مجاہدین	امیر سریہ	شہدا کی تعداد	مقتولین کی تعداد	کیفیت
۱	سریہ نخلہ	۷	حضرت عبداللہؓ بن جحش	......	۱	دو قیدی
۲	سریہ قطن	۱۵۰	حضرت ابو سلمہؓ	۱	۱	
۳	سریہ عبداللہؓ بن انیس	۱	حضرت عبداللہؓ بن انیس	......	۱	
۴	سریہ محمدؓ بن مسلمہ بطرف ذی القصہ	۱۰	حضرت محمدؓ بن مسلمہ	۹	......	
۵	سریہ حسمیٰ	۵۰۰	حضرت زیدؓ بن حارثہ	......	۲	ایک سو عورتیں اور بچے قیدی جنہیں رسول اللہ ﷺ نے رہا کیا
۶	سریہ زیدؓ بن حارثہ بجانب وادی القریٰ	۱۲	حضرت زیدؓ بن حارثہ	۹	......	
۷	سریہ زیدؓ بن حارثہ بطرف اُمِ قرفہ	دستہ	زیدؓ بن حارثہ	......	۳	

۸	سریہ عبداللہؓ بن رواحہ	۳۰	عبداللہؓ بن رواحہ	......	۲۹	
۹	سریہ عبداللہؓ بن عتیک	۵	حضرت عبداللہؓ بن عتیک	......	۱	
۱۰	سریہ کرز بن جابر فہری	۲۰	حضرت کرزؓ بن جابر فہری	۱	۸	
۱۱	سریہ ابوبکرؓ بطرف نجد	ایک دستہ	حضرت ابوبکرؓ صدیق	......	چند مارے گئے چند قیدی	
۱۲	سریہ بشیر بن سعد انصاری	۳۰	حضرت بشیرؓ بن سعد انصاری	کچھ شہید ہوئے	کچھ مارے گئے	
۱۳	سریہ غالب بن عبداللہ بطرف المیفعہ	۱۳۰	حضرت غالبؓ بن عبداللہ لیثی	......	کچھ مارے گئے	
۱۴	سریہ ابوحدرد	۳	حضرت ابوحدردؓ	......	۱	
۱۵	سریہ ابن ابی العوجا	۵۰	حضرت ابنؓ ابی العوجا	متعدد شہید	کئی مشرک مارے گئے	
۱۶	سریہ غالب بن عبداللہ بطرف بنومرہ	۲۰۰	حضرت غالبؓ بن عبداللہ	......	متعدد	

۱۷	سریہ کعب بن عمیر غفاری شام کی سرحد کی طرف	۱۵	حضرت کعبؓ بن عمیر غفاری	......	متعدد	
۱۸	سریہ موتہ	۳۰۰۰	حضرت زیدؓ بن حارثہ	۱۳	تعداد کا علم نہیں	
۱۹	سریہ ذات السلاسل	۵۰۰	حضرت عمروؓ بن العاص	......	متعدد	
۲۰	سریہ ابو قتادہ ربعی بطرف نجد	۱۵	حضرت ابوؓ قتادہ ربعی	......	متعدد	
۲۱	سریہ قطبہ بن عامر	۲۰	حضرت قطبہؓ بن عامر	۱	متعدد	
۲۲	سریہ ضحاک بن سفیان	دستہ	حضرت ضحاکؓ بن سفیان	......	۱	
میزان	......	......	......	۳۴+ کچھ	۴۸+ کچھ	

شہداء اور مقتولین کی کل تعداد

''کچھ''،''چند''،''متعدد'' کی تعداد متعین کرنا مشکل ہے لیکن یہ تعداد پانچ دس سے زیادہ نہیں ہو سکتی

اگر یہ تعداد اوسطاً چھ مقرر کر لی جائے اور اس حساب سے

''کچھ''،''شہدا'' اور ''کچھ'' یا ''متعدد'' اور ''چند'' کی تعداد کا حساب لگایا جائے تو

''کچھ'' شہداء کی تعداد = ۱۲

کچھ، متعدد، چند، مقتولین کی کل تعداد = ۶۰

اس حوالے سے

سرایا کے کل شہید = ۳۴+۱۲=۴۶

سرایا کے کل مقتول = ۴۸+۶۰=۱۰۸

چاہ معونہ پر شہید ہوئے قاریوں کی تعداد = ۳۸

چاہ معونہ پر مشرک مقتولین کی تعداد = ۴+نامعلوم

چاہ معونہ سے واپسی پر حضرت کعبؓ اور حضرت عمروؓ نے غلطی سے مشرک قتل کیے = ۲

رجیع کے کنویں پر شہید کیے گئے قاریوں اور مکہ میں پھانسی پانے والوں کی کل تعداد = ۷

قاریوں نے لڑائی میں مشرک قتل کیے = ۸

شاعر جو قتل کیے گئے = ۳

خیبر کے یہودی سردار قتل کیے گئے = ۲

حضرت ابو بصیرؓ نے اس مشرک کو قتل کر دیا جو انہیں مکہ لے جا رہا تھا = ۱

شہداء کی کل تعداد = ۱۳۰+۱۰+۴۶+۷۸+۷=۲۷۱

مقتولین کی کل تعداد = ۲۹۰+۳۷۹+۱۰۸+۸+۲+۸+۳+۱+۲=۸۰۱

ہو سکتا ہے شہداء اور مقتولین کی اصل تعداد اس سے تھوڑی کم یا زیادہ ہو مگر یہ کمی زیادتی بہت زیادہ نہیں ہو سکتی اگر اس امر سے اتفاق کر لیا جائے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا گیا تھا یا اگر کیا گیا تھا تو مقتول بہت تھوڑے تھے تو مقتولین کی اصل تعداد اور بھی کافی کم ہو جاتی ہے۔ حج البلاغ کے موقعہ پر صفا کی بلندی سے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی توحید اور بڑائی بیان کرتے ہوئے اس عظیم معجزہ کے بارے میں فرمایا تھا۔

☆ ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

وہ واحد ہے

اس کا کوئی شریک نہیں

حاکمیت اسی کے لیے ہے

اور تعریف اسی کے لیے ہے

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

وہ واحد ہے
اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا
اور اپنے بندے کی مدد کی
اور تمام لشکروں کو اکیلے شکست دی"

اگر عرب کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سے پہلے کسی نے تیرہ لاکھ مربع میل تک وسیع و عریض صحراؤں اور ریگستانوں پر مشتمل کبھی کوئی ریاست قائم نہیں کی تھی اور ان میں گھومنے پھرنے والے لوٹ مار ڈاکہ زنی اور مار دھاڑ کے عادی عربوں کو کسی ریاستی نظم کے تحت متحد نہیں کیا جا سکا تھا تو انسانی تاریخ میں اس کی بھی کہیں کوئی مثال موجود نہیں کہ اتنا عظیم معجزہ کسی انسان کے حصہ میں آیا ہو اور اس نے اپنے سب جانی دشمنوں کو معاف کر دیا ہو اور اعلان کر دیا ہو کہ تمام مخالف لشکروں کو اکیلے اللہ نے شکست دی ہے اگر اللہ کے رسول ﷺ کی جگہ کسی عام انسان کو اتنی بڑی کامیابی ملی ہوتی تو اس کی گردن غرور اور فخر سے اکڑ گئی ہوتی وہ مقتولین کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کرتا اور اپنی عظمت اور بڑائی کے دعوے کرتا مگر اللہ کے رسول ﷺ نے اتنے عظیم معجزہ کے بعد بھی سب کے سامنے اعلان کیا تھا کہ یہ کارنامہ اللہ کا ہے جس نے اپنے بندے کی مدد کی ہے اور سب دشمن لشکروں کو اکیلے شکست دی ہے۔

دنیا کے کسی خطہ میں انسانی تاریخ کے کسی بھی دور میں اس کی بھی کوئی مثال موجود نہیں کہ کسی فاتح نے اتنی عظیم کامیابی اتنے کم وقت میں اتنے کم وسائل کے ساتھ اور صرف دو سو پچیس ساتھیوں کی قربانی سے حاصل کر لی ہو۔ دو سو اکہتر شہدا میں سے پینتالیس قاری اور مبلغ تھے اور ایک نے جہاد کے سفر میں شہادت پائی تھی مشرکوں سے مقابلوں میں شہادت پانے والے اہل توحید کی تعداد دو سو پچیس تھی۔ اس کی بھی شاید کہیں مثال نہ ملے کہ کسی فاتح نے صرف آٹھ سو کے قریب دشمنوں کو قتل کر کے تیرہ لاکھ مربع میل کا کوئی ملک فتح کر لیا ہو اللہ کے رسول ﷺ کے اتنے عظیم معجزہ کے اسباب میں سب سے بڑا تو اللہ کی تدبیر ہے مگر اللہ تعالیٰ کی تدبیر اللہ کے متعین کردہ قوانین فطرت پر عمل کے ذریعے ہی کامیابیوں کی اس معراج تک پہنچی تھی اللہ تعالیٰ نے دشمن کے سارے لشکروں کو عاد اور ثمود کی مانند کسی عذاب کے ذریعے ملیامیٹ نہیں کر دیا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی طرف سے مدد اور کامیابی کے وعدے کے باوجود وہ سب تدابیر اختیار کیں اور ان سب طریقوں پر عمل کیا جو ایسی فتح اور کامرانی کے لیے پیغمبرانہ حکمت عملی کے تحت ضروری تھے۔

توحید اور ریاست

عرب کا وہ معاشرہ جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے اتنا بڑا معجزہ دکھایا تھا مذہبی، روحانی اور اخلاقی حوالوں سے تو فرسودہ اور زوال پذیر تھا لیکن اقتصادی اور سیاسی طور پر اس کی مختلف اکائیاں کافی مضبوط اور فعال تھیں مکہ کی شہری ریاست کا سیاسی نظم اتنا مضبوط تھا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب تین سال شعب ابی طالب میں عملاً محصور رہے تھے مگر کسی بھی اندرونی یا بیرونی فریق کو تین سال تک قریش مکہ کے اس اجتماعی فیصلے کی خلاف ورزی کی جرات نہیں ہوئی تھی محصورین کے عزیز و اقارب اور خون کے رشتہ والے بھی ان کی حمایت میں کوئی لفظ زبان پر نہیں لا سکتے تھے مکہ کی پارلیمنٹ نے اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کر دینے کا فیصلہ کیا تو سب اس فیصلہ کو ماننے پر مجبور تھے ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی مدد کے بہانے اللہ کے دین کو ختم کر دینے کے لیے شرک کے محافظوں کے لشکر میں بنو ہاشم کے لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی شامل رہے۔ وجوہات جو بھی تھیں ریاست مکہ کا سیاسی نظم حدیبیہ کے معاہدے تک بہت فعال اور توانا دکھائی دیتا ہے اس نظم ریاست میں اندرونی سیاسی انتشار حدیبیہ کے معاہدے کے بعد شروع ہوا تھا اقتصادی طور پر مکہ کے قریش بڑے کامیاب اور خوشحال تاجر تھے جن کے بیرونی شاہوں اور شہنشاہوں کے درباروں تک سفارتی اور تجارتی روابط تھے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت یا عقبہ کی دوسری بیعت تک مدینہ (یثرب) میں کوئی مربوط سیاسی نظام نہ ہوتے ہوئے بھی وہاں کے سب عرب اور یہودی عبداللہ بن ابی بن سلول کو اپنا حاکم بنانے پر تقریباً متفق ہو چکے تھے اور جنگ بعاث جیسی غلطی پھر کبھی نہ دہرانے کے لیے نہ چاہتے ہوئے بھی عبداللہ کو حاکم ماننے پر مجبور تھے۔ ایک دوسرے سے خوف اور ڈرنے اوس اور خزرج اور ان کے اتحادی یہودیوں کو متحد اور پرامن بنا دیا تھا مدینہ کے عرب خوشحال کاشتکار تھے اور یہودی بڑے کامیاب تاجر، دستکار، دکاندار، کاشتکار اور سود خور ہوتے تھے یہودیوں کے سب قبائل کی بستیوں میں ان کا اپنا مذہبی، سیاسی اور عسکری نظم قائم تھا پورے جزیرہ نمائے عرب یا حجاز کے حوالے سے دیکھا جائے تو اپنے مذہبی اور نسلی تعصب کی بنیادوں پر استوار یہودیانہ نظم اور مضبوط اقتصادیات کی وجہ سے یہودیوں کو کسی بھی

قسم کی کسی سیاسی یا اقتصادی دشواری کا کوئی بھی کسی قسم کا مسئلہ درپیش نہیں ہوتا تھا صحرائی بدوؤں کا اپنا اپنا قبائلی نظام ہوتا تھا اور کسی بھی قبیلے کا کوئی فرد اپنے قبیلے کے روایتی قبائلی نظام کی خلاف ورزی کرنے کی بہت ہی کم جرات کیا کرتا تھا صحراؤں اور ریگستانوں کے باسی بدو قبائل کی معاشی ضروریات جو بھی اور جیسی بھی ہوتی تھیں ان کی آمدنی کے روایتی ذرائع سے پوری ہو جاتی تھیں صحراؤں اور ریگستانوں میں گھومنے پھرنے والوں کو بھی اس زمانے کے معیار کے مطابق کسی قسم کے افلاس یا غربت اور بے بسی کی حالت والا سامنا نہیں ہوتا تھا ۔جہینہ، مزینہ، بنو مصطلق، اسلم، بنو غطفان، ہوازن اور ثقیف میں سے کسی قبیلے کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی آمدنی کے جو بھی اس وقت ذرائع ہوتے تھے اس کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ناکافی ہوتے تھے اپنے اپنے دائرہ میں اپنے طور پر سب قبائل اپنے اپنے اقتصادی اور سیاسی نظم کے حوالے سے مطمئن اور بھرپور انفرادی اور اجتماعی زندگی گزار رہے تھے نجران کی عیسائی کالونی کا اپنا الگ سیاسی اور مذہبی نظم تھا یمن کے اقیال اپنے طور پر بے فکر اور بے خوف ہوتے تھے ایرانیوں اور رومیوں کے اتحادی اور زیر اثر عرب قبائل ان کے زیر سایہ خوش تھے اور جزیرہ نمائے عرب کی تقریباً ساری ہی سیاسی اکائیاں اپنی اپنی جگہ فعال اور مطمئن تھیں عرب میں اس وقت نہ کوئی بڑا سیاسی بحران تھا اور نہ ہی کسی قسم کی سیاسی یا اقتصادی بے چینی کا کوئی ثبوت دستیاب ہے سیاسی طور پر جامد اور اقتصادی لحاظ سے خود کفیل جس عرب معاشرے میں اللہ کے رسول ﷺ نے مشن کا آغاز دعوت سے کیا تھا توحید نے اس کی بنیادیں اکھاڑ دی تھیں توحید صرف ایمان اور عبادات تک ہی محدود نہیں بلکہ توحید کا تعلق انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی اور فکر و عمل کے سارے پہلوؤں سے ہے۔

توحید ایک سیاسی نظریہ ہے جس میں حاکم اعلیٰ یا سپریم اتھارٹی خالق کائنات ہیں۔ ان الحکم الا اللہ ''حکومت صرف اللہ کے لیے ہے'' (۳۹:۱۲) اور انسانی زندگی کے تمام معاملات اسی کے حکم کے تابع ہیں ''اے محمد پیروی کرو اس چیز کی جو تمہارے رب نے وحی کے ذریعے تمہاری طرف بھیجی ہے'' (۱۶:۱۶۰) اور ''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ (حکمرانی) نہ کریں وہی کافر ہیں وہی ظالم ہیں وہی فاسق ہیں'' (۵:۴۴، ۴۵، ۴۷) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جو مشن سونپا تھا وہ صرف اللہ کے بندوں کے دلوں پر ہی نہیں اللہ کی زمین پر بھی اللہ کی حاکمیت بحال کرنے کا مشن تھا اور اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت صرف وعظ و نصیحت سے قائم نہیں ہو سکتی تھی اس کے لیے ان سب مذہبی، فکری، سماجی، سیاسی، اقتصادی اور عسکری رکاوٹوں کو دور کرنا ضروری تھا جو اس وقت کے عرب معاشرے اور ملک پر قابض تھیں جب یکے بعد دیگرے وہ رکاوٹیں دور ہو گئیں تو اسلامی ریاست کا قیام مکمل ہو گیا تھا اسلام نے جہاں یہ تعلیم دی تھی کہ ''تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں'' (۲:۱۶۳) وہیں یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ ''سب طاقت اللہ کے پاس ہی ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے'' (۲:۱۶۵) اور ''تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ سب کچھ دیکھتا ہے''

(۲۲۳:۲)اور یہ بھی کہ "اللہ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ تمہیں اس کے سامنے پیش کیا جائے گا" (۲۰۳:۲)

انسان صدیوں کی سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انار کی دور کرنے اور معاشرتی نظم کے لیے ایک ایسے حاکم کا ہونا ضروری ہے جس کے پاس طاقت ہو اور اس طاقت کے ذریعے وہ اپنے احکام پر عمل کرا سکے اور جو کوئی اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے اسے سزا دے سکے۔

"Every political society where anarchy was to be avoided there must be a supreme authority which gives orders to all and receives orders from none" (H.J. Laski, A Grammar of politics)

اسلام میں یہ سارے اختیارات خالق کائنات کے پاس ہیں اور یہی توحید کا نظریہ اقتدار اعلیٰ ہے جس کی تبلیغ اور تعلیم پہلی وحی کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی

ایسے نظام اور حاکم کی تلاش کرتے کرتے اہل مغرب جمہوری نظام تک پہنچ گئے ہیں مگر اس نظام کی اندرونی اور عملی خامیوں کی اصلاح کے طریقوں پر بحث و مباحثہ اب بھی جاری ہے اور پیداواری ذرائع پر قابض اہل دولت اور اہل اختیار سے کمزور اور بے وسیلہ طبقوں کو بچانے کا کوئی فارمولہ وہ ابھی تک ایجاد نہیں کر سکے لینن اور مارکس کے فارمولے عملاً ناکام ہو چکے ہیں ارتقاء پذیر ملٹی نیشنل کمپنیوں کی گرفت اور ان کے مفادات کا تحفظ کرنے والے سرمایہ دارانہ نظام حکمرانی سے کمزور طبقوں کو کیسے بچایا جائے انہیں اس کا کوئی شافی نسخہ نہیں مل رہا کیونکہ ان کے نظام میں حاکمیت اعلیٰ Supreme Authority انسانوں کے پاس ہے اور اپنے بشری تقاضوں اور کمزوریوں کی وجہ سے حکمرانوں کا انتخاب کرنے والے انسان بھی اعلیٰ اصولوں اور اقدار کی مکمل طور پر پابندی نہیں کر سکتے اور ان کے چنے حاکم بھی بشری کمزوریوں اور تقاضوں سے مبرا نہیں ہوتے لیکن اسلام نے حاکم اعلیٰ کا جو تصور دیا ہے اس کی بنیاد توحید پر ہے کہ حاکم اعلیٰ بھی وہی ہے جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے پیدا کر کے اسے قلم کے ذریعے علم دیا ہے اور وہ کچھ سکھایا ہے جو کوئی بھی نہیں جانتا تھا انسانی علم مکمل نہیں انسان صدیوں کی کوشش کے باوجود سب کچھ نہیں سیکھ سکا اگر ایسا ہوتا تو سائنس کی تعلیم و تحقیق کی ضرورت ہی نہ رہتی لہٰذا وہ انسان جس کا اپنا علم ادھورا ہے وہ سب انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط کوئی نظام نہیں بنا سکتا کیونکہ انسان کے پاس جتنا بھی علم ہے وہ قلم کے ذریعے علم سکھانے والے خالق کے علم کے برابر نہیں ہو سکتا لہٰذا انسانی اور سیاسی معاشرے کو انارکی سے بچانے اور کمزور اور بے وسیلہ طبقوں کے تحفظ میں وہی نظام پوری طرح کامیاب ہو سکتا ہے جس میں حاکم اعلیٰ یا سپریم اتھارٹی وہی پیدا کرنے والا ہے جس کے پاس مکمل علم ہے اور وہ اپنی ذات میں مختار کل ہے اسے کسی نے ووٹوں سے نہیں چنا

کہ اس پروہٹروں کا کوئی دباؤ ہو وہ خالق ہے مالک ہے اور مختار کل ہے سب کچھ دیکھ رہا ہے اور سب انسانوں کو اس کے سامنے پیش ہونا ہے اور سب انسان اس کے سب احکام پر عمل کرنے کے پابند ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی طرف سے سونپے مشن کی تکمیل کا آغاز اللہ کے بندوں کو اللہ کے خالق و مالک اور مختار کل ہونے کی تعلیم سے کیا تھا اور سب سے پہلے اس مختار کل کے سب احکام کی پابندی کرنے والی جماعت تیار کی تھی جس کے ارکان ہر عمل سے پہلے سوچتے تھے کہ انہیں روز حساب اپنے اعمال کا اس خالق و مالک کو حساب دینا ہے۔

توحید اور توحیدی نظریہ اقتدار اعلیٰ پر ایمان لانے سے اس جماعت میں وہ ایمانی روحانی اور اخلاقی قوت پیدا ہو گئی تھی جسے سارے عرب کے بتوں اور بت پرستوں کی مشترکہ قوت بھی کبھی خوفزدہ نہیں کر سکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے توحید اور شرک کے درمیان اس معرکہ کے شروع میں ہی بتا دیا تھا کہ "مومنوں کی مدد کرنا اللہ کی ذمہ داری ہے" (۳۰:۴۷) اور "وہ جسے چاہتا ہے فتح دیتا ہے" (۳۰:۵) اور "وہ ہمیشہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے" (۳۰:۶) مگر اللہ کی مدد اور فتح و کامرانی کا وعدہ غیر مشروط نہیں تھا اللہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کو واحد معبود مان لو اور اسی کی عبادت کرو تو اللہ تمہیں اہل شرک پر غالب کر دے گا اس کے لیے عمل کی بھی ضرورت تھی اور توحید پر ایمان لے آنے سے مسلمانوں میں یقین کامل اعتماد اور ایمان کی جو بے پناہ قوت عمل پیدا ہو گئی تھی شرک اور اہل شرک کی ناتوانی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی ریاست مدینہ کی بنیاد بھی توحید تھی اور اس کی قوت بھی توحید ہی تھی مکہ کے قریش اور دیگر اسلام دشمن قوتوں کی اسلام دشمنی کا بنیادی سبب توحید کا یہی نظریہ تھا کہ زمین پر اللہ کے سوا کسی اور کی حاکمیت قبول نہیں کی جا سکتی اس نظریہ کو قبول کر لینے سے مکہ کی شہری ریاست پر قریش کی حاکمیت بھی ختم ہو جاتی تھی اور صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے قبائلی سرداروں کی حاکمانہ اجارہ داریاں بھی قائم نہیں رہ سکتی تھیں بت پرست اپنے بتوں کو بچانے کے علاوہ اپنی اپنی پرانی حاکمیت بچانے کے لیے بھی لڑتے رہے تھے اور مکہ کے قریش کی شکست کے بعد باقی قوتوں کی سیاسی شکست کی راہ ہموار ہو گئی تھی اور عرب کے سارے حصوں سے ایسے قبائل اور حاکموں کے وفود خود مدینہ آ کر ریاست مدینہ کی برتری اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ قبول کر کے اسلامی ریاست میں شامل ہو گئے تھے۔

جماعت جسے اللہ نے کامیابی دی

توحید اور شرک کی اس جنگ میں ایک طرف نظریہ تھا اور دوسری طرف اس نظریہ توحید کی مخالف ساری قوتیں تھیں جب وہ قوتیں یکے بعد دیگرے شکست کھا گئیں تو عرب میں اللہ کی حاکمیت کا مشن مکمل ہو گیا تھا اس جنگ کے سب مراحل میں توحیدی جماعت کے قائد اللہ کے رسول ﷺ تھے توحید کا نظریہ تو اتنا ہی قدیم تھا اور ہے۔ جتنی یہ کائنات اور اس کا نظام قدیم ہیں اس نظریہ پر اسلامی جماعت اور ریاست کے قیام کے لیے

آپ ﷺ نے پہلے اس جماعت کی تعلیم وتربیت کی تھی اور پھر مدینہ میں چھوٹی سی اسلامی ریاست قائم کر کے اس کے استحکام اور توسیع کے لیے منصوبہ بندی کی تھی مگر توحید کی تبلیغ سے پورے ملک عرب تک اسلامی ریاست کی توسیع کے ان مختلف مراحل میں اللہ کے رسول ﷺ کی پیغمبرانہ حکمت اور پالیسی کے بنیادی اصول کیا تھے؟ اور آپ ﷺ کی سیرت پاک سے اہل توحید کو کونسے رہنماء اصول میسر آتے ہیں؟ اس کے جائزہ سے پہلے اس توحیدی جماعت کے بارے میں جاننا ضروری ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے تیار کی تھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس جماعت کے بارے میں فرمایا ہے۔

o ''محمد اللہ کے رسول ہیں
اور ان کے ساتھ جو لوگ ہیں
وہ کافروں کے لیے سخت
اور آپس میں مشفق ہیں
تم انہیں سجدے اور رکوع کرتے
اور اللہ سے اس کا فضل
اور خوشنودی
طلب کرتے دیکھو گے'' (۴۸:۲۹)

o ''تم کبھی نہیں پاؤ گے
کہ وہ لوگ
جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں
وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں
جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں
خواہ وہ ان کے اپنے باپ ہوں
یا ان کے اپنے بیٹے ہوں
یا ان کے اپنے بھائی
اور خاندان کے لوگ ہوں
یہ وہ لوگ ہیں
جن کے دلوں پر اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے
اور انہیں اپنے غیبی فضل سے

قوت عطاء کی ہے'' (۲۲:۵۸)

o ''جلد ہی اللہ
ایسے لوگوں کو لائے گا
جو اللہ کو دوست رکھتے ہیں
اور اللہ انہیں دوست رکھتا ہے
جو مومنوں کے لیے نرم دل
اور کافروں کے لیے سخت ہیں
اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں
اور کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے
یہ اللہ کا فضل ہے
اور وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے
اور اللہ ہر چیز پر محیط ہے
اور سب کچھ جانتا ہے'' (۵۴:۶)

o ''جو لوگ
اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں
سے دوستی رکھتے ہیں
وہی اللہ کی جماعت ہیں
وہی کامیاب ہونے والے ہیں'' (۵۶:۶)

یہ تھی وہ توحیدی جماعت جو اللہ کے رسول ﷺ نے تیار کی تھی اور جس کے بارے میں اللہ نے بتا دیا تھا کہ ''وہی کامیاب ہونے والے ہیں'' مگر اس کے لیے جدوجہد ضروری تھی اس جدوجہد کے مختلف مرحلوں میں اہل توحید کی کافروں کے لیے سختی اور باہمی شفقت و محبت کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر جنگ بدر کے بیان میں ہو چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سارے ہی ساتھی اہل شرک کے لیے سخت تھے اور سب نے جاہلیت کے اپنے سارے رشتے اور تعلقات ختم کر دیئے تھے جنگ احد میں ابو عامر فاسق اہل شرک کے ساتھ تھا اور اس کے بیٹے حضرت حنظلہؓ کو فرشتوں نے غسل دیا تھا حضرت حنظلہؓ کا سسر عبداللہ بن ابی بن سلول واپس چلے گیا تھا اور اس کا بیٹا حضرت عبداللہؓ اہل توحید کے ساتھ تھا اور جب حضرت ابو ایوبؓ انصاری اور حضرت عبادہؓ بن الصامت

عبداللہ بن ابی بن سلول کو داڑھی سے پکڑ کر مسجد نبوی سے کھینچتے ہوئے باہر لے جارہے تھے تو حضرت عبداللہؓ مسجد نبوی میں موجود تھے فتح مکہ کے وقت جب توحید کا لشکر مکہ میں داخل ہوا تھا تو قریش کے جس دستہ نے اسلامی دستہ کا مقابلہ کیا تھا اس کی قیادت حضرت خالدؓ بن ولید کے دو بہنوئی صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل کررہے تھے مگر حضرت خالدؓ بن ولید نے ان کے چوبیس ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا اور وہ دونوں بھاگ گئے تھے۔ حضرت علیؓ اپنی بہن ام ہانی کے گھر میں پناہ لینے والوں کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ نے ام ہانی کی درخواست پر ان کی پناہ قبول کر کے ان کی جانیں بچائی تھیں اہل شرک کے لیے صرف مسلمان مرد ہی سخت نہیں تھے ابوسفیان کی بیٹی حضرت ام حبیبہؓ نے ابوسفیان کو اللہ کے رسول ﷺ کے بستر پر بیٹھنے سے روک دیا تھا اور ابوسفیان کی دوسری بیٹی فارعہ حضرت ابواحمدؓ کی بیوی بھی اپنے باپ اور خاندان سے سب تعلقات ختم کر کے مدینہ ہجرت کر گئی تھی ابوجہل کی چچازاد بہن حضرت ام سلمہؓ اور سہیل بن عمرو کی دو بیٹیاں حضرت ام کلثومؓ اور حضرت سہلہ بھی ابتدائی مسلمانوں اور مہاجرین میں شامل تھیں حدیبیہ کے معاہدہ کے بعد جو خاتون مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچ گئی تھی اور اللہ کے رسول ﷺ نے جسے اس کے مشرک بھائیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ معاہدہ خواتین پر لاگو نہیں ہوتا وہ جنگی مجرم عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی اور حضرت عثمانؓ بن عفان کی ماں جائی بہن حضرت ام کلثوم تھیں اہل توحید کی کافروں کے لیے اس سختی اور آپس میں اللہ کے لیے محبت اور شفقت سے ایک نئی جماعت اور نیا معاشرہ وجود میں آ گئے تھے جن کی بنیادیں منفی رویوں کی بجائے تعمیری فکر پر تھیں شرک کے خلاف حریت، اخوت اور مساوات کی اس لڑائی میں ان نئے معاشرتی رویوں نے اہم کردار ادا کیا تھا۔

بے بنیاد نظریے

بعض حلقے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے آئے ہیں کہ دعوت کے ابتدائی مراحل میں اسلام قبول کرنے والوں کا تعلق یا تو مکہ کے غلام، کمزور اور پسماندہ طبقوں سے تھا یا پھر وہ قریش کے مختلف خاندانوں کے نوعمر لڑکے ہی تھے لیکن اگر اس دور میں اسلام قبول کرنے والے خواتین وحضرات کے طبقاتی اور معاشرتی پس منظر اور خاندانی تعلقات کو دیکھا جائے تو اعداد وشمار اس خیال اور تاثر کی تائید نہیں کرتے دعوت توحید کے ابتدائی تین سال میں اسلام قبول کرنے والے مکہ کے جن دو سو سے زائد افراد کی ہم فہرست تیار کر آئے ہیں ان میں صرف چار غلام ہیں ایک مولیٰ ہے اور چھ کنیزیں ہیں باقی سب آزاد خواتین وحضرات تھے جن میں سے ایک سو اٹھاون کا تعلق قریش کے مختلف خاندانوں سے تھا اور اڑتالیس قریش کے مختلف قبیلوں کے حلیف تھے حلیف پسماندہ نہیں ہوتے تھے بنوغنم قریش کے قبیلہ بنوعبدالشمس کے حلیف تھے ان کے معاشرتی اور

خاندانی مقام ومرتبہ کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ اس قبیلہ کے ایک شخص جحش سے بیاہی ہوئی تھیں اور اس کے دونوں مسلمان بیٹے ابوسفیان کے داماد تھے بنو عدی کے جن چار حلیفوں نے اس دور میں اسلام قبول کیا تھا ان میں سے دو کو تو حضرت عمرؓ فاروق کے والد نے اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا ان میں سے اسلام قبول کرنے والی ایک خاتون الخطاب کے متبنیٰ کی بیوی تھی بنو سہم کے حلیف حضرت محمیہؓ بن الجزز حضرت خالدؓ بن ولید کے ماموں اور حضرت عباسؓ کی بیوی ام فضل کے ماں جائے بھائی تھے۔ حضرت سالمؓ، حضرت ابو حذیفہؓ کے مولیٰ تھے اور عتبہ بن ربیعہ کی پوتی فاطمہؓ سے بیاہے ہوئے تھے جو ابوسفیان کی مغرور بیوی ہند کی بھتیجی تھی حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور عتبہؓ بن مسعود بنو زہرہ کے حلیف تھے اور ان کی بہن اس قبیلہ کے با اثر سردار شہاب بن عبداللہ سے بیاہی ہوئی تھی حضرت شرجیلؓ بن حسنہ بنو زہرہ کے حلیف تھے اور ان کے باپ کے بعد ان کی والدہ نے بنو جمح کے سردار امیہ بن حلف کے بردار نسبتی سفیان بن معمر سے نکاح کیا تھا قریش کے اسلام قبول کرنے والے حلیفوں میں سے چند ایک دکاندار اور مزدوری پیشہ بھی تھے مگر ایسے مسلمان چند ایک ہی تھے۔ قریش کے مختلف خاندانوں سے تعلق رکھنے والے جن ایک سو چالیس مردوں کے دعوت کے ابتدائی تین سال میں اسلام قبول کرنے کی روایات موجود ہیں ان میں سے اڑتیس کے ساتھ ان کی بیویوں کے مسلمان ہونے کا بھی ذکر ہے گویا ان میں سے تو کوئی بھی ان معنوں میں نوجوان نہیں تھا جو نو عمر لڑکوں کے اسلام قبول کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کا مطلب ہوتا ہے حضرت عبیدہؓ بن الحارث نے بھی اسی دور میں اسلام قبول کیا تھا اس وقت ان کے پانچ جوان بیٹے بھی تھے مگر ان کی بیوی کے اسلام کا چونکہ ذکر نہیں اس لیے وہ ان اڑتیس سے الگ ہیں اسلام قبول کرنے والی تیرہ خواتین بزرگ تھیں اس دور میں قریش کے مختلف خاندانوں سے تعلق رکھنے والے جن مردوں نے اسلام قبول کیا تھا ان میں سے بوجوہ (جس کا ہم ذکر کر آئے ہیں) ۹۷ کے ساتھ ان کی بیویوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ سب ان معنوں میں لڑکے تھے ان کی کافی بڑی تعداد جوانی کی روایتی حدود کو عبور کر چکی تھی اور عملی زندگی میں بھرپور حصہ لے رہی تھی۔

اسلام قبول کرنے والے ان قریشی مسلمانوں میں سے بہت سے اس وقت بھی کامیاب تاجر تھے قریشی مسلمانوں کی مالی حالت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایسے تمام غلاموں اور کنیزوں کو خرید کر آزاد کر دیا تھا جن کے مالک اسلام کی وجہ سے ان پر ظلم کرتے تھے ابوجہل کے دباؤ کے تحت مشرکوں نے مسلمان دکانداروں سے سودا سلف خریدنا بند کر دیا تو قریشی مسلمانوں کے باہمی تعاون کی وجہ سے کوئی بھی ایسا مسلمان نہ بے روزگار ہوا تھا اور نہ ہی کسی کو کبھی مالی مشکلات اور بھوک کا سامنا کرنا پڑا تھا مسلمانوں نے اس دور میں بھی مالی ایثار اور تعاون کا مضبوط نظم بنا لیا تھا اور باہمی شفقت اور محبت کے ذریعے قریش کے سارے حربے ناکام بنا دیئے تھے انہوں نے مکہ کے قریش اور مکی معاشرے کے مخالفانہ منفی رویوں کو باہمی تعاون

اخوت اور ایثار سے ناکام بنا دیا تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل توحید کی وہ جماعت اس دور میں بھی مکی معاشرے میں کافی فعال اور مؤثر ہوتی تھی قریشی مسلمانوں کے مالی ایثار کی یہ روایت مدنی دور میں بھی قائم نظر آتی ہے مکی دور کے آزمائش کے دس سالوں میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ کسی ایک بھی پسماندہ دکاندار اور تاجر مسلمان نے کبھی کاروباری مصالح یا مفادات کے تحت اپنے ایمان اور اسلام کے بارے میں کسی مشرک یا اسلام دشمن فریق سے کوئی سمجھوتہ کیا ہو ان کے لیے سب سے اہم ان کا اسلام اور ایمان تھے کسی بھی مکہ جیسے کاروباری مرکز کے جدی پشتی تاجر خاندانوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے اپنے دین کی خاطر مالی مفادات سے بے نیاز ہو جانا بہت دشوار ہوتا ہے مگر اللہ کے رسول ﷺ کی تبلیغ اور تربیت سے جو جماعت تیار ہوئی تھی اس نے نہ کسی ملامت کرنے والے کی کبھی کوئی پرواہ کی تھی اور نہ ہی کسی خاندانی معاشرتی یا مالی دباؤ کی وجہ سے اپنے دین اور جماعتی مفاد پر کسی سے کبھی کوئی سمجھوتہ کیا تھا ان مسلمانوں نے جب اللہ کے لیے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی تو وہ نہ صرف اپنے خون اور خاندان کے سب رشتوں اور تعلقات سے دست بردار ہو گئے تھے بلکہ وہ اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی خاطر اپنے گھر اور املاک کاروبار، تجارت اور دکانداری بھی سب کچھ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے۔ ان میں سے حضرت حمزہؓ، حضرت عمرؓ اور بہت سے دیگر مسلمان اگر مکہ میں رہنا چاہتے تو کوئی انہیں نکال نہیں سکتا تھا بنو عدی نے اپنے جن مسلمانوں سے محبت کی وجہ سے انہیں مکہ میں روک لیا تھا کوئی مشرک کبھی آنکھ اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھ سکا تھا ان میں سے کسی کو مدینہ میں اپنی مکہ میں چھوڑی ہوئی املاک کے بدلے میں کوئی املاک ملنے کی بھی ہرگز کوئی امید نہیں تھی اس کے باوجود وہ سب کچھ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے کیونکہ وہ ''اللہ اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی رکھتے تھے اور اللہ کی جماعت تھے'' اور اللہ تعالیٰ خود فرما چکے تھے کہ ''وہی کامیاب ہونے والے ہیں'' اور اس معرکہ میں آخر وہی کامیاب ہوئے تھے جنہوں نے ایمان اور اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا مکہ کے قریش کے سردار اللہ کے رسول ﷺ کو جو طعنے دیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی محفل میں غریب لوگ ہوتے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنا ہم اپنی شان کے منافی سمجھتے ہیں ان سے مراد حضرت بلالؓ اور صہیبؓ رومی جیسے چند مسلمانوں سے تھی سب مسلمان تو ایسے نہیں تھے اس دور میں جن قریشی مسلمانوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ تو اس وقت کے مکی معاشرہ کی کریم تھے جس کا قریش کو سب سے زیادہ دکھ اور صدمہ تھا۔

بہترین امت

اسلام اور ایمان کی بنیاد پر جو جماعت وجود میں آئی تھی اور جس کے افراد کفار کے لیے سخت اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے مشفق تھے اس سے تعصبات کی بنیادوں پہ قائم زوال پذیر مشرک معاشرہ

خوفزدہ رہنے لگا تھا کہ اس نئی جماعت میں کوئی طبقاتی اونچ نیچ نہیں تھی اس کے ارکان کے باہمی تعلقات کی بنیاد کوئی دنیاوی مفاد نہیں تھا بلکہ ایمان اور اسلام تھے اور جزیرہ نمائے عرب میں مختلف قبائل طبقوں اور نسلوں کے افراد کے درمیان ایسی یکجہتی اتحاد اور Integration کی اس سے پہلے کوئی مثال نہیں تھی اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے بہترین امت قرار دیا تھا۔

o ''تم بہترین امت ہو
جسے انسانوں کے لیے چنا گیا ہے
(تم) اچھائی کا حکم دیتے ہو
برائی سے روکتے ہو
اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو'' (۳:۱۱۰)

ایمان کی بنیاد پر وجود میں آئی اس جماعت کا ہر رکن نیکی اور اچھائی کا عملی نمونہ تھا اور معاشرے میں نیکی اور اچھائی کی حکمرانی کے لیے جدوجہد میں سرگرم تھا ہر مسلمان دوسروں کو برائیوں سے روکتا تھا اور برائی اور بے انصافی کا خاتمہ چاہتا تھا اس جماعت میں نہ کوئی نسلی تعصب تھا اور نہ کوئی فرقہ تھا وہ سب ملت واحد تھے اور توحیدی فکر کو معاشرے اور زمین پر غالب کرنا چاہتے تھے اسلام اخوت، مساوات اور عدل و انصاف کی تحریک کے طور پر سامنے آیا تھا اس جماعت کے پاس ایک نظریہ تھا اور ایک نظریاتی قائدان کے درمیان رہنمائی کے لیے موجود تھا۔ مسلمانوں کی وہ جماعت دور جدید کے سیاسی نظریات کی بنیاد پر وجود میں آئی جماعت نہیں تھی جو ملک عرب اور عرب قوم کے لیے حکمرانی اور نظم کا کوئی نیا پروگرام لے کر آئی ہو یا ملک عرب کے لوگوں کے لیے روٹی، کپڑے اور مکان کے منشور پر وجود میں آئی ہو توحید کا حاکم اعلیٰ کا نظریہ کسی خاص شہر، علاقے، ملک یا قوم اور قبیلے کے لیے نہیں اللہ سب انسانوں کا خالق اور سب زمینوں کا ملک ہے لہٰذا اس جماعت کا نظریہ اور منشور سب انسانوں اور سب زمینوں کے لیے تھے اسی لیے سب مشرک اس کے خلاف متحد ہو گئے تھے مگر ان سب کے پاس نہ کوئی توحید جیسا متحد کرنے والا نظریہ تھا نہ کوئی اللہ کے رسول ﷺ جیسا قائد تھا اور نہ ہی ان ہزاروں لاکھوں مشرکوں میں باہمی اتحاد کی کوئی مثبت بنیاد تھی عرب کے یہودیوں، مکہ کے قریش اور صحراؤں میں رہنے والے بدوؤں کی اللہ کے دین اور رسول ﷺ سے دشمنی اور اسلام کے خلاف اتحاد کی اپنی اپنی الگ الگ وجوہ تھیں اگر کوئی مشترکہ سبب تھا تو وہ یہی تھا کہ ان سب کو دکھائی دے رہا تھا کہ نظریہ توحید اور اس پر ایمان رکھنے والی جماعت کے سامنے وہ ٹھہر نہیں سکیں گے اس خوف اور منفی سوچ نے انہیں اسلام کے خلاف متحد کر دیا تھا جنگ بدر میں اہل توحید کی کامیابی سے مدینہ کے یہودیوں کے خوف میں اضافہ ہو گیا تو ان کی دولت، سازش اور سفارت کاری نے اس مشرک اتحاد میں سب سے اہم کردار ادا کیا تھا حدیبیہ کے معاہدے کی وجہ سے مکہ کے

قریش اور خیبر کے یہودیوں کے درمیان مشترکہ دفاع کا معاہدہ خود بخود ختم ہوگیا تو یہودیوں نے نجد کے بدوؤں کو ساتھ ملانے کی کوشش کی مگر اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی نئی کوشش اور سازش کامیاب ہونے سے پہلے ہی ان کی قوت اور سازش کی بنیاد ختم کردی تو سیاسی اور نفسیاتی طور پر شکست خوردہ قریش کی میدانی شکست کی ساری شرائط پوری ہو چکی تھیں اپنی غلطی کا احساس ہونے کے بعد ان کا ابوسفیان کو مدینہ بھیجنا ان کی طرف سے عملاً اعتراف شکست تھا اور مکہ کے قریش کی مکمل شکست کی راہ حدیبیہ کے معاہدے میں ان کی نام نہاد فتح نے ہموار کی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پالیسی اصول

توحید پر سمجھوتہ سے انکار

رسول اللہ ﷺ کی تبلیغی، تعلیمی، تربیتی، دفاعی اور سفارتی منصوبہ بندی اور سرگرمیوں کی بنیاد اور مرکز و محور توحید کا نظریہ تھا اور آپ ﷺ نے توحید پر کبھی کوئی سمجھوتہ (Compromise) نہیں کیا تھا اس وقت بھی جب اللہ نے آپؐ کو دینِ حنیف کی تکمیل کا یہ مشن سونپا تھا اور اللہ کی زمین پر توحید کی تبلیغ کرنے والے آپ ﷺ اکیلے تھے اور سب مشرک اس مشن کی وجہ سے آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال سے کچھ زیادہ تھی آپ ﷺ مکہ اور عرب کے خوشحال تاجر تھے سب لوگ آپ ﷺ کو صادق اور امین مانتے تھے آپ ﷺ سے تعلق پر لوگ فخر محسوس کرتے تھے اور ابولہب نے اپنے دو بیٹوں کا آپ ﷺ کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کر رکھا تھا ''جو بھی آپ ﷺ کو پہلی بار دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا جو پاس بیٹھتا تھا آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا تھا'' (حضرت علیؓ) حسب، نسب، گفتار و وقار، صورت اور سیرت میں آپ ﷺ کا کوئی ثانی نہیں تھا آپ ﷺ اپنے قبیلے کی امیدوں کا مرکز تھے اس وقت کی مکی ریاست اور عرب معاشرے میں دنیاوی مقام و مرتبہ کے جو بھی اعزاز سمجھے جاتے تھے وہ سب اعزاز آپ ﷺ پر فخر کرتے تھے لیکن جیسے ہی آپ ﷺ نے توحید کا مشن شروع کیا سب مشرک آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے تھے اور اسی ابولہب نے سب سے پہلے اعلانیہ دشمنی کا آغاز کیا تھا اور اپنے بیٹوں کو آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دینے پر مجبور کر دیا تھا اس کی بیوی آپ ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھانے لگی اور آپ ﷺ کے گھر میں کوڑا کرکٹ پھینکا جانے لگا آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے سبب حضرت یاسرؓ اور ان کی بیوی کو نیزے مار مار کر شہید کر دیا گیا تھا۔ سارے قریش اور قبائل نے تین سال تک آپ ﷺ کا اور خاندانی تعصب کی وجہ سے آپ ﷺ کا ساتھ دینے والے بنوہاشم اور بنوالمطلب کا سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ کیے رکھا تھا لیکن اپنے مہربان تایا کے مشورہ کے باوجود آپ ﷺ نے قریش سے توحید پر کوئی سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا تھا مکہ کے قریش کے سرداروں نے متفقہ فیصلہ کے

بعد آپ ﷺ کو اپنا حاکم بنا لینے کی پیشکش کی آپ ﷺ کو دولت پیش کرنا چاہی وفد لے کر ابو طالب کے پاس گئے کہ ''اپنے بھتیجے سے ہمارا معاہدہ کرادیں وہ ہمارے معبودوں کو کچھ نہ کہے ہم اس کے خدا کو اور اسے کچھ نہیں کہیں گے'' قریش نے مشترکہ معبودوں کی تجویز پیش کی ''ہم آپ ﷺ کے معبود کی عبادت کریں گے آپ ﷺ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اس میں سب کی بھلائی ہے'' ایک طرف ظلم تھا زیادتی تھی اور دوسری طرف جاہ و مرتبہ تھے اور دولت تھی کسی بھی دنیا دار شخص کے لیے ایسی دشوار صورت حال میں ایسی پیشکش بہت بڑی تھی لیکن آپ ﷺ نے سب ظلم اور زیادتیاں برداشت کیں مگر توحید پر کوئی سمجھوتہ نہ کیا اپنے تایا سے آپ ﷺ نے کہا تھا ''بخدا یہ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج رکھ دیں اور کہیں میں اسلام کی دعوت چھوڑ دوں میں تب بھی ایسا نہیں کروں گا یہاں تک کہ میرا اللہ اس کام کو کامیاب فرما دے یا میں اس کی تکمیل کی کوشش میں ہلاک ہو جاؤں'' ابو طالب کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے قبیلہ والوں نے بھی آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا قریش کی پارلیمنٹ میں آپ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کیا گیا آپ ﷺ اپنے بال بچوں، گھر، مال و دولت، شہر، خاندان اور قبیلہ سب کچھ چھوڑ کر رات کے اندھیرے میں قاتلوں کے درمیان سے نکل کر غار ثور جا پہنچے تو قریش نے آپ ﷺ کو قتل کرنے والے کے لیے بھاری انعام کا اعلان کر دیا آپ ﷺ زندگی کے دشوار گزار راستوں پر سفر کرتے رہے مگر توحید پر کوئی سمجھوتہ نہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا تھا ''جس طرح سورج اپنی روشنی اور گرمی روکنے پر قادر نہیں اسی طرح میں بھی توحید کی دعوت ختم کرنے پر قادر نہیں'' اللہ تعالیٰ نے قریش کی طرف سے مصالحت کی کوششوں کے بارے میں فرمایا۔

o ''آپ جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیں

وہ چاہتے ہیں

کہ آپ نرمی برتیں

تو وہ بھی

مخالفت میں نرمی کر دیں'' (۶۸:۸،۹)

قلعہ بند طائف کے باسی بنو ثقیف حجاز کا طاقتور قبیلہ تھے ان کا وفد مدینہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے قیام کے لیے مسجد نبوی میں خیمہ نصب کروایا۔ بنو ثقیف مسلمان ہونے کو تیار تھے مگر چاہتے تھے کہ کچھ وقت تک ان کے آبائی بت لات کو کچھ نہ کہا جائے ایک طرف بنو ثقیف کی قوت ریاست مدینہ کی قوت بن رہی تھی دوسری طرف بنو ثقیف کی قبائلی مصلحت تھی ان کا مؤقف تھا کہ اگر فوری طور پر لات کو توڑا گیا تو قبیلے میں تفرقہ پیدا ہو جائے گا اور سارے بنو ثقیف بحیثیت قوم اسلام میں داخل نہیں ہو سکیں گے بت کو ویسے ہی رہنے دیا جائے تو

سارا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی اپنے آبائی معبود سے عقیدت اور محبت بھی کم ہوتی جائے گی اس وقت لات کو توڑنے سے کوئی جھگڑا پیدا نہیں ہوگا لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی شرط مسترد کر دی اور فرمایا "لات کا تو نشان بھی باقی نہیں رہنے دیا جائے گا" لات شرک کی نشانی تھا اور توحید میں شرک کی کسی علامتی ملاوٹ کی بھی گنجائش نہیں جب تک وہ لات کو فوری طور پر توڑنے کو تیار نہیں ہو گئے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے نہ ان کے اسلام کی پیشکش قبول فرمائی تھی اور نہ ہی انہیں تحفظ کا فرمان عطاء کیا تھا جب بھی کسی قبیلے کا کوئی وفد اسلام قبول کرنے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو آپ ﷺ اس سے پوچھا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنا خاندانی بت اور بت خانہ برباد کیے ہیں یا نہیں مکہ کی فتح کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ نے بیت اللہ اور اس کے احاطہ کو بتوں اور شرک کی نشانیوں سے پاک کیا تھا اور اس کے فوراً بعد عزیٰ، سواع اور منات کے بت خانے برباد کرنے کے لیے دستے بھیجے تھے۔

اللہ کی مدد اور اپنی قوت پر ہی بھروسہ

رسول اللہ ﷺ نہ تو کسی مشرک کا کوئی ہدیہ قبول فرماتے تھے اور نہ ہی توحید اور شرک کی لڑائی میں کسی مشرک کو اپنے لشکر توحید میں شامل کیا کرتے تھے بدر کے معرکہ کے لیے روانہ ہوئے تو ایک شخص نے درخواست کی کہ اسے بھی توحید والوں کے ساتھ شامل کر لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "نہیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہم مشرک سے قطعاً مدد نہیں لیتے تم واپس چلے جاؤ"

اس شخص نے دوسری بار درخواست کی تو آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا کہ "ہم مشرک سے قطعاً مدد نہیں لیتے تم واپس جاؤ"

تھوڑی دیر بعد وہ شخص پھر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہو گیا اور اپنے ایمان کا اعلان کر دیا تب آپ ﷺ نے اسے اہل ایمان کے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دی تھی۔

احد کے غزوہ کے لیے مدینہ سے نکلے تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کے حلیف یہودی گاتے ہوئے آپ ﷺ کے لشکر میں شامل ہونے آ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "مشرکوں کے خلاف لڑائی میں ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے" اور ان یہودیوں کو واپس بھجوا دیا حالانکہ مسلمانوں کی تعداد حملہ آور مشرکوں سے بہت کم تھی مشرک بڑی تیاریاں کر کے آئے تھے ان کے پاس ہتھیار اور وسائل بھی بہت زیادہ تھے اس کے باوجود آپ ﷺ نے یہودیوں کو اہل ایمان کے لشکر میں شامل نہیں کیا تھا دستور مدینہ میں کہا

گیا تھا کہ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ کرے گا تو یہودی اس سے مقابلہ میں شامل ہوں گے اور اخراجات دفاع میں بھی حصہ ڈالیں گے لیکن احد کے میدان میں لڑائی چونکہ توحید اور شرک کے درمیان تھی اس لیے آپ ﷺ نے مشرکوں کے خلاف لڑائی میں ان کی مدد کی پیشکش بھی قبول نہیں فرمائی تھی ابوسفیان کے تعاقب کے لیے تیاری کی منادی سن کر عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے کچھ ایسے ساتھی جو میدان احد سے واپس آ گئے تھے اہل ایمان کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئے تھے اللہ کے رسول ﷺ اور بہت سے مسلمان زخمی تھے اس کے باوجود آپ ﷺ نے ابن ابی یا اس کے کسی ساتھی کو ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دی تھی خیبر کے لیے لشکر میں بھی صرف انہی اہل ایمان کو شامل ہونے کی اجازت ملی تھی جو حدیبیہ میں موجود تھے اور وہاں انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر آخری دم تک لڑائی کی بیعت کی تھی بدو قبائل کے جو لوگ قریش کے ساتھ لڑائی کے خدشہ کی وجہ سے آپ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ نہیں گئے تھے ان میں سے بھی کسی کو اس لشکر میں شامل نہیں کیا گیا تھا کیونکہ اللہ کے علاوہ کسی اور کا خوف شرک ہے اور جس کسی کے دل میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کی مانند توحید پر کامل ایمان نہیں تھا یا مشرکوں کی قوت اور ان سے لڑائی کا خوف تھا اسے اپنے لشکر توحید میں شامل کرنا اللہ کے رسول ﷺ کی پالیسی کے خلاف تھا آپ ﷺ نے ہمیشہ اللہ کی مدد اور اپنی افرادی قوت پر بھروسہ کیا آپ ﷺ نے بعض دفعہ صحراؤں اور ریگستانوں کے راستوں کا علم رکھنے والے مشرکوں کی خدمات تو بامعاوضہ حاصل کی تھیں لیکن لڑائی میں کسی مشرک سے کبھی مدد نہیں لی تھی۔ اللہ کی طرف سے سونپے مشن کی تکمیل کے کسی بھی مرحلہ میں آپ ﷺ نے اسلام اور اسلامی ریاست کے معاملات میں کبھی کسی دشمن گروہ سے کوئی سودے بازی یا Compromise نہیں کیا تھا اور مشکل ترین حالات میں ایسا کوئی سمجھوتہ یا Compromise نہ کرنے کی آپ ﷺ کی اس پالیسی کے اللہ کے دین کے حامیوں اور مخالفوں کی نفسیات اور سوچ پر بڑے دوررس اثرات مرتب ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ پالیسی اصول خود متعین کر دیا تھا کہ اے نبی

o ''اپنے رب کے حکم پر صبر کے ساتھ قائم رہ
اور ان میں سے
کسی گنہگار یا کافر کا کہنا نہ مان'' (۷۶:۲۴)

o ''پس دعوت دیں
اور مضبوطی سے قائم رہیں
جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے
اور کفار کی خواہشات کی پیروی نہ کریں'' (۴۲:۱۵)

o ''کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں
اور ان کی طرف سے ایذا نظر انداز کر دیں
اور اللہ پر بھروسہ رکھیں
اور اللہ کارساز ہے'' (۴۸:۳۳)

آپ ﷺ نے تمام معاملات میں اسی اصول پر عمل کیا کیونکہ کوئی بھی Compromise فریق مخالفت کا کہا ماننے، اسے کوئی رعایت دینے یا اصولوں کے معاملے میں نرمی برتنے سے ہی ممکن ہوا کرتا ہے حدیبیہ میں آپ ﷺ نے ایک اصول متعین فرما دیا تھا کہ اہل مکہ مسلمانوں کے لیے تین دن شہر خالی کر دیں مسلمان عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے قریش نے لڑائی کی تیاریاں کر رکھی تھیں اپنے اتحادیوں کو مدد کے لیے بلایا ہوا تھا مسلمانوں کے پاس لڑائی کے لیے ہتھیار بھی نہیں تھے آپ ﷺ نے اس اصول کو بھی منوالیا اور اگلے سال تک اس اصول پر عمل ملتوی کر کے ''فتح مبین'' کی راہ بھی ہموار کر لی اگر آپ ﷺ قریش سے لڑائی کرتے یا قریش اسی سال عمرہ سے اتفاق کر لیتے تو جنگ نہ کرنے کے اس معاہدہ کی ضرورت ہی نہ رہتی جس کی وجہ سے مکہ کی فتح کی راہ ہموار ہوگئی تھی ایک طرف اصول تھا دوسری طرف بے اصولی اور ہٹ دھرمی تھی اصول قائم رہا بے اصولی اور ہٹ دھرمی نابود ہو گئے ''عمرہ کرنا مسلمانوں کا حق ہے قریش کی مخالفت اور قوت کی وجہ سے مسلمان اس حق سے دست بردار نہیں ہوں گے'' قریش مکہ کو یہ اصول ماننا پڑا تھا اور آپ ﷺ نے ان کے لشکروں کے مقابلے میں بھی اس اصول پر سمجھوتہ نہیں کیا تھا۔

مشن مقصد حیات

اگر کوئی اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت پاک سے رہنمائی حاصل کرنا چاہے تو وہ دیکھے گا کہ آپ ﷺ نے اللہ کی طرف سے سونپے مشن کو مقصد حیات بنا لیا تھا اور آپ ﷺ کی زندگی میں اس مشن کے مقابلے میں کوئی چیز اہم نہیں رہی تھی دنیاوی آرام و آسائش مال و دولت رشتے ناطے سب مشن پر قربان کر دیے تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مشن سونپا تھا اس وقت آپ ﷺ کو ہر دنیاوی آسائش حاصل تھی عرب معاشرے میں عزت و احترام میسر تھے اور جب ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کا سر مبارک چوم کر کہا تھا ''خوشخبری ہو اے محمد ﷺ آپ ﷺ ہی وہ پیغمبر ہیں جس کی عیسیٰ نے بشارت دی تھی'' اور یہ کہ ''اے کاش جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کی دشمن ہو جائے گی اور آپ ﷺ کو اس شہر سے نکال دے گی میں اس وقت جوان ہوتا اور آپ ﷺ کی مدد کر سکتا'' تو آپ ﷺ نے حیرانی اور تشویش سے پوچھا تھا ''کیا یہ لوگ مجھے اس شہر سے نکال دیں گے؟'' جب آپ ﷺ نے دعوت شروع کی تھی تو آپ ﷺ اہل شرک کی فوجوں کے مقابلہ میں اکیلے تھے قوت کے سب

اداروں پر شرک اور اہل شرک کا قبضہ تھا ایسے حالات میں ان سب کو چیلنج کرنا کسی عام آدمی کے تو بس میں ہی نہیں ہوتا وہ سوچتا ہے میں تو اکیلا ہوں سب دشمن ہو گئے تو کیا کروں گا؟ میں تو معاشرے سے کٹ جاؤں گا تنہا ہو کر رہ جاؤں گا میرا کاروبار ختم ہو جائے گا اہل وعیال کو تکالیف اور مصائب برداشت کرنا پڑیں گے شہر اور معاشرے میں اثر ورسوخ ختم ہو جائیں گے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا وہ اپنی آرام وآسائش کی زندگی کو دیکھتا ہے اور عزت وشہرت سے محرومی سے ڈرتا ہے اسے رشتہ داروں، خاندان اور قبیلے والوں اور معاشرے سے تعلقات ختم ہو جانے کا خوف ہوتا ہے اللہ کے رسول ﷺ کو بھی اس کا علم اور احساس ہو گیا تھا مگر آپ ﷺ نے کسی بھی چیز کی پرواہ نہیں کی تھی اور پھر ایسا ہی ہوا تھا کہ آپ ﷺ کی قوم اور عزیز واقارب آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے تھے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ کرنے والوں میں اور آپ ﷺ کے قتل کے لیے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں میں آپ ﷺ کے رشتہ دار بھی شامل تھے جب آپ ﷺ نے ہجرت کی تو آپ ﷺ کو اپنی بیٹی اور اس نواسے سے جدا ہونا پڑا جو آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا تھا بدر کے لیے نکلے تو آپ ﷺ کی دوسری صاحبزادی بستر مرگ پر تھی مگر آپ ﷺ نے مشن کو اولیت دی تھی لڑائی میں دوسری طرف آپ ﷺ کا داماد تھا، چچا تھا، تایا زاد بھائی تھے اور دیگر رشتہ دار تھے لیکن اللہ کی طرف سے سونپے مشن کی تکمیل میں آپ ﷺ نے وہ صدمہ بھی برداشت کیا جو اس سے پہلے کسی نبی کو برداشت نہیں کرنا پڑا تھا جب آپ ﷺ رفیق اعلیٰ کے پاس جا رہے تھے تو بھی آپ ﷺ کی توجہ اسی مشن کی طرف تھی اس وقت بھی آپ ﷺ کے لیے سب سے اہم اسلام اور اسلامی ریاست تھے اور شدید بیماری اور نقاہت کی حالت میں بھی آپ ﷺ اللہ کے دین کے دشمنوں کو روندڈالنے کے لیے تیار کیے لشکر اور اس کے کمانڈر کے بارے میں فکر مند تھے حالانکہ آپ ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب میں اللہ کی مدد سے جو اسلامی ریاست قائم کی تھی وہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے کسی عزیز رشتہ دار کو وراثت میں نہیں مل رہی تھی اور آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ کا دنیاوی سفر ختم ہو رہا ہے۔

حقوق کی حفاظت

توحید کی روح عدل اور انصاف ہے جس کا حق ہے اسی کو دینا اللہ خالق ہے مالک ہے زندگی کی نعمتیں اور علم دینے والا وہی ہے اللہ کے اس احسان عظیم کو پہچاننا اور اس کے لیے اس کا شکر ادا کرنا بندوں پر فرض ہے یہ اللہ کا حق ہے جو بھی کوئی اللہ کا یہ حق نہیں پہنچانتا اور اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے اللہ کے اس حق میں کسی اور کو شامل کر لیتا ہے وہ بے انصافی اور بد دیانتی کرتا ہے اور فکر وعمل کی ایسی بد دیانتی شرک ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں" (بخاری۔ روایت حضرت معاذ) رسول اللہ ﷺ تو اللہ کی طرف سے وحی کا سلسلہ شروع ہونے سے

پہلے ہی امین تھے جس کا حق ہو اسی کو دینے والے مانے جاتے تھے اللہ نے آپ ﷺ کو توحید کا مشن سونپ کر حکم دیا کہ بندوں سے کہو کہ وہ اللہ کا حق کسی اور کو نہ دیں اور اللہ کی ہی عبادت کریں۔

o ''کہو میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے

اور یہ کہ

ہر عبادت گاہ میں

اپنی توجہ اسی کی طرف قائم رکھو

اور اسی کی عبادت کرنے والے رہو'' (۷:۲۹)

o ''ہم نے اپنے رسولوں کو

روشن دلائل کے ساتھ بھیجا

اور انہیں کتاب

اور میزان (معیار حق و باطل) دی

تا کہ وہ لوگوں کو

عدل کی راہ پر قائم رکھیں'' (۵۷:۲۵)

مکی معاشرے اور عرب تہذیب کی بنیاد ظلم اور بے انصافی پر تھی اپنے خالق اور مالک اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک کر کے بے انصافی کرنے کے علاوہ ان کے دنیاوی معاشرت اور معیشت کے سارے پیمانے بھی ظلم اور بے انصافی پر مبنی تھے اس لیے جب اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ عدل و انصاف اور حقدار کو اس کا حق دینے کی تبلیغ اور دعوت شروع کی تو ظالم معاشرے اور تہذیب کے ساتھ تصادم شروع ہو گیا مکہ اور عرب کے مذہبی، سیاسی اور اقتصادی اور فکری سب اداروں پر ظالم تہذیب کا قبضہ تھا اور شرک کے خلاف معرکہ میں توحید کی فتح اس جابر اور ظالم تہذیب کی شکست تھی شاہوں اور شہنشاہوں کی افواج قاہرہ کو شکست دینے کی نسبت کسی بھی جابر اور ظالم تہذیب کو بنیادوں سے اکھاڑ دینا بہت ہی دشوار ہوتا ہے تہذیبیں صدیوں میں بنتی ہیں اور ان کی جڑیں انسانی فکر میں پیوست ہوتی ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے تیئس سال کے مختصر سے عرصہ میں عرب کی اس صدیوں پرانی تہذیب کو نابود کر دیا اور اس کی جگہ عدل و انصاف کی علمبردار تہذیب کو اتنا مضبوط اور توانا بنا دیا کہ فارس و روم کی تہذیبیں بھی اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکی تھیں۔

o ''جب ان کے رسول

ان کے پاس

روشن دلائل (تعلیم) لے کر آئے

تو وہ اسی علم پر نازاں رہے جو ان کے پاس تھا

اور گھیر لیا انہیں اس چیز نے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے" (۴۰:۸۳)

اس فاتح تہذیب کی بنیاد صرف اللہ کا حق پہچاننے اور ادا کرنے پر ہی نہیں تھی بلکہ اللہ کی مخلوق کے حقوق کی پہچان اور ادائیگی بھی اس کی بنیاد تھی انسانی معاشرتی سیاسی اور انتظامی ہر شعبے میں حق شناسی اس نئی تہذیب کا بنیادی اصول بن گیا تھا اور پونے دس سال میں پورے جزیرہ نمائے عرب پر اسلامی ریاست کے قیام کے معجزہ سے بھی اللہ کے رسول ﷺ کا یہ عظیم تر معجزہ تھا جس کی جڑیں اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کے عمل میں تھیں آپ ﷺ نے حقدار کو اس کا حق دینے کے خدائی حکم پر عمل کرتے ہوئے حقدار کو اس کا حق دیا بھی اور دلایا بھی اس پالیسی کے سماجی اور معاشرتی اثرات نے تحریک توحید کی فتح میں اہم رول ادا کیا تھا بیت اللہ پر توحید کا قبضہ بحال ہو گیا تھا رسول اللہ ﷺ حرم کعبہ میں تشریف رکھتے تھے بیت اللہ کی چابی آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی انصار، مہاجرین اور مکہ کے قریش سب جمع تھے آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے خواہش ظاہر کی کہ بیت اللہ کی چابی انہیں عطاء کر دی جائے آپ ﷺ خاموش رہے حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب ہمارے پاس ہے آپ ﷺ کلید کعبہ بھی ہمیں عطاء کر دیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟"

حضرت عثمانؓ بن طلحہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

آپ ﷺ نے کعبہ کی چابی انہیں عطاء کر دی "یہ لو اپنی کلید آج کا دن نیکی اور وفا شعاری کا دن ہے"

بیت اللہ کی کلید برداری کا منصب بڑا عزت اور مرتبہ کا منصب تھا وہ منصب حضرت عثمانؓ بن طلحہ کے خاندان کے پاس چلا آ رہا تھا آپ ﷺ نے وہ منصب اس کے حقدار کو واپس کر دیا اور اپنے چچا اور چچا زاد بھائی کی درخواست پر اپنے خاندان کو نہیں دیا تھا حالانکہ عثمانؓ بن طلحہ کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا جو شروع سے ہی بنو ہاشم اور بنو المطلب کے مخالف چلے آتے تھے اور احد کے غزوہ میں شرک کے لشکروں کا علمبردار حضرت عثمانؓ بن طلحہ کا والد طلحہ بن ابو طلحہ اپنے دو بھائیوں چار بیٹوں اور دو غلاموں سمیت قریش کا جھنڈا بلند رکھنے کی کوشش میں مارا گیا تھا اور حضرت عثمانؓ کی والدہ سلافہ نے اپنے بیٹوں کے قاتل حضرت عاصمؓ کا سر لانے والے کے لیے ایک سو اونٹ انعام کا اعلان کیا تو بنو ہذیل کے ڈاکو سفیان بن خالد نے دھوکہ سے حضرت عاصمؓ اور ان کے تین ساتھیوں کو رجیع کے کنوئیں پر شہید کر دیا تھا اور حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو مکہ لے جا کر بیچ دیا تھا اور مکہ کے مشرکوں نے ان دونوں صحابہ کو مکہ کے باہر میدان میں سولی پر لٹکا کر نہایت ظالمانہ طریقہ سے شہید کر دیا تھا

اللہ کے رسول ﷺ تیس روز تک ان ظالموں کے لیے بد دعا کرتے رہے تھے لیکن جب حق کا سوال پیدا ہوا تو آپ ﷺ نے بنو عبدالدار کا خاندانی حق انہیں لوٹا دیا اور اسے نیکی قرار دیا۔

قریش کا جھنڈا اٹھانے کا منصب بنو عبدالدار کے پاس تھا اللہ کے رسول ﷺ نے جنگ بدر میں اپنا سفید جھنڈا بھی حضرت مصعبؓ بن عمیر کے سپرد کیا تھا جن کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا اور ان کا حقیقی بھائی ابوعزیز بن عمیر اس لڑائی میں قریش کا علمبردار تھا احد کے غزوہ میں بھی اللہ کے رسول ﷺ نے اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت مصعبؓ بن عمیر کو ہی عطاء کیا تھا آپ ﷺ نے مسلم قبائل میں سے بھی کسی قبیلے کا جھنڈا اٹھانے کا حق کبھی کسی دوسرے کو نہیں دیا تھا عربوں میں لڑائی کے وقت قبیلے کا جھنڈا اٹھانے کا حق بڑے فخر کا منصب ہوتا تھا فتح مکہ کے روز حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے خدشہ ظاہر کیا کہ حضرت سعدؓ بن عبادہ فتح کی خوشی میں کسی مشرک کو قتل کر دیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ بن عبادہ کا جھنڈا ان کے بیٹے حضرت قیسؓ بن سعد کو سونپ دیا تھا اور کسی اور کے حوالے نہیں کیا تھا۔

تہذیبیں توانا نظریات اور ان کے ماننے والوں کے عمل و کردار کی پاکیزگی سے پھلتی پھولتی ہیں اور اپنے ماننے والوں اور محافظوں کے کردار کے زوال کے ساتھ زوال پذیر ہو جاتی ہیں اس وقت کی عرب تہذیب کے بنیادی نظریات جو بھی تھے عربوں کے مشرکانہ عقائد اور اعمال نے ان کی توانائیاں ختم کر دی تھیں اس لیے توحید کی قوت اور اہل توحید کے قول و فعل کی پاکیزگی کی قوت سے مقابلہ میں نابود ہو جانا اس تہذیب کا مقدر تھا مسلمانوں کے ایمان اور اعمال کی بنیاد اللہ اور اس کے بندوں سے عدل و انصاف پر تھی پہلے عدل و انصاف کی بنیاد پر ایک جماعت قائم ہوئی پھر ایک نیا معاشرہ وجود میں آیا اور اس معاشرے کے پھیلاؤ میں پرانی تہذیب اپنی فطری موت مر گئی مشرک اپنے آبائی علم پر فخر کرتے رہے اور جس علم اور دلیل کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا تو توہمات نابود ہو گئے اور حق غالب آ گیا۔

خود کفالت

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے آپ ﷺ کا جو ایک اور بنیادی پالیسی اصول سامنے آتا ہے وہ ہے ''خود کفالت یا خود انحصاری'' کا اصول اللہ کی مدد پر یقین اور بھروسہ کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے اہل توحید کو اپنی قوت اور وسائل پر بھروسہ کرنے اور خود کفیل ہونے کی تربیت دی تھی خود کفالت یا خود انحصاری کی اس پالیسی سے مسلمانوں میں باہمی تعاون کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں مکہ میں نیکی اور معاملات میں باہمی تعاون اور کمزور مسلمانوں کی مالی مدد سے مسلمانوں میں خود کفالت اور خود انحصاری کی جو پالیسی شروع کی گئی تھی مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد وہ ریاستی پالیسی بن گئی تھی اور دفاع، تجارت اور ریاستی اور

اجتماعی زندگی کے دیگر شعبوں تک وسیع ہوگئی تھی دعوت کے ابتدائی مرحلوں میں جو لوگ مسلمان ہوئے تھے ان کا تعلق اس وقت کے مکی معاشرہ کے تقریباً سب ہی شعبوں اور طبقوں سے تھا ان میں مکی ریاست کی کابینہ کے رکن حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر امیہ بن خلف کے غلام حضرت بلالؓ بکریاں چرانے والے حضرت عبداللہؓ بن مسعود مکہ کے کامیاب تاجر حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف تک ہر طبقہ اور ہر گروہ سے تعلق رکھنے والے خواتین و حضرات شامل تھے جن کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مشرک معاشرے نے ان پر جسمانی ظلم و ستم ہی نہیں کئے تھے بلکہ ان کا عملاً سماجی اور معاشی بائیکاٹ بھی کر دیا تھا مسلمان تھوڑے تھے ریاست اور معاشرے کے طاقتور اداروں پر مشرکوں کا قبضہ تھا اور ان تھوڑے سے مسلمانوں نے اس معاشرے اور اس کے اداروں کی طاقت اور جبر کا مقابلہ باہمی تعاون ہمدردی اور خود انحصاری کے ذریعے ہی کیا تھا جن غلاموں پر جبر ہوتا تھا حضرت ابوبکرؓ صدیق انہیں خرید کر آزاد کر دیتے تھے اور ان کے روٹی، روزگار کا مسئلہ حل کرنے کے لیے انہیں باقاعدہ تنخواہ مقرر کر کے اپنا ملازم رکھ لیا کرتے تھے حضرت عامرؓ بن فہیرہ جو حضرت ابوبکرؓ کی بکریاں غار ثور تک لایا کرتے تھے وہ طفیل بن عبداللہ حضرت ام رومان کے پہلے خاوند سے بیٹے کے غلام ہوتے وہ مسلمان ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا تھا جس کسی مسلمان دکاندار کی دکان سے ابوجہل مشرکوں کو سودا سلف خریدنے سے منع کر دیتا تھا مسلمان اس کی دکان سے سودا خریدتے تھے رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں ان مسلمانوں کو قرآن اور اسلام کی تعلیم و تربیت دیتے تھے ان کے انفرادی اور اجتماعی مسائل اور مشکلات حل کرتے تھے اور ایک دوسرے کی مدد اور تعاون اور اپنے وسائل کی مدد سے مشرکوں کے اس جبر اور ظلم کا مقابلہ کرنے کی منصوبہ بندی کیا کرتے تھے اس باہمی تعاون ہمدردی اور کفالت یا خود انحصاری کی وجہ سے قریش کے ظلم، جبر اور سوشل بائیکاٹ کے باوجود کسی مسلمان نے روزگار کے مسائل اور مجبوریوں کی وجہ سے کبھی کسی مشرک فرد یا گروہ سے اسلام اور ایمان پر کبھی کوئی سمجھوتہ نہیں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس مکی دور کی سورت الشوریٰ میں فرمایا ہے کہ یہ دنیاوی مال و اسباب تو تھوڑے وقت کے لیے ہیں لیکن جو لوگ

١۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں

٢۔ اسی پر بھروسہ کرتے ہیں

٣۔ نماز قائم کرتے ہیں

٤۔ گناہ کبیرہ اور بے حیائی سے بچتے ہیں

٥۔ اپنے رب کے فرمان پر عمل کرتے ہیں

٦۔ اللہ کے دیئے رزق سے خرچ کرتے ہیں

٧۔ اپنے معاملات باہمی مشورہ سے انجام دیتے ہیں

۸۔ غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں
۹۔ جبر اور زیادتی کا مل کر مقابلہ کرتے ہیں
ان کے لیے اللہ کے ہاں بہتر انعام اور سامان ہے جو باقی رہنے والا ہے" (۴۲:۳۶ تا ۳۹)

رسول اللہ ﷺ نے خود کفالت کی اس پالیسی کے تحت مکہ میں مسلمانوں میں بھائی بندی کا جو سلسلہ شروع کیا تھا مدینہ میں اسے نئے حالات اور ضرورتوں کے تحت نئے سرے سے ترتیب دیا اپنے خاندانوں اور قبیلوں سے کٹ جانے والے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ہی بھائی بھائی بنا دیا تھا تاکہ وہ معاشی اور سماجی معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور مشرک معاشرے کے دباؤ اور جبر کا مل کر مقابلہ کر سکیں۔ سماجی اور معاشی خود کفالت یا خود انحصاری کے ساتھ ہی مسلمانوں کی سیاسی خود کفالت یا خود انحصاری بھی مکہ میں ہی شروع ہو گئی تھی رسول اللہ ﷺ اہل توحید کے دین و دنیا کے سب امور میں امام تھے اور ان کے سب دینی اور دنیاوی فیصلے آپ ﷺ ہی فرماتے تھے مکہ میں قریش کی ایک شہری ریاست قائم تھی زمانہ قدیم سے ہی وہ ریاست اہل مکہ کے سیاسی، سماجی اور دینی معاملات کو کنٹرول کرتی آ رہی تھی اور ان کے جھگڑوں کے فیصلے بھی کیا کرتی تھی قریش کی اس ریاست اور اس کی پارلیمنٹ کی بنائی پالیسیوں کی سب کو پابندی کرنا پڑتی تھی لیکن اہل توحید اپنے سارے دینی اور دنیاوی امور میں اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کیا کرتے تھے اور کسی قسم کی مدد یا انصاف کے لیے اپنا کوئی مسئلہ اور مقدمہ اس ریاست کے کسی فرد یا ادارے کے پاس کبھی نہیں لے کر گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے اہل توحید کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو انہوں نے اسی پالیسی پر عمل کیا جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا مرحلہ آیا تو بھی سب مسلمانوں نے اس پالیسی پر عمل کیا تھا مکہ سے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف اہل توحید کی ہجرت سیاسی فیصلہ اور عمل بھی تھی اور اہل توحید نے مشرک ریاست اور معاشرے کی سیاسی بالاتری کو بھی مسترد کر دیا تھا مکہ کے قریش کو صرف یہی دکھ نہیں تھا کہ جو مسلمان ہو جاتا ہے وہ ان کے آبائی معبودوں کو مسترد کر دیتا ہے اور اپنے آباؤ اجداد کی مذہبی اور معاشرتی قدروں اور رسوم و رواج سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے انہیں یہ بھی دکھ تھا کہ مسلمان ریاست مکہ کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتے اور ان کی پارلیمنٹ کے فیصلوں اور پالیسیوں کی بجائے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کرتے ہیں مکہ کی شہری ریاست کوئی سیکولر ریاست نہیں تھی بلکہ وہ مکہ کے دینی اور دنیاوی سب امور کنٹرول کیا کرتی تھی ان کا جو بھی دین تھا وہ اس ریاست کا دین تھا اور اس دین کی حفاظت کرنا قریش اپنی ریاستی اور سیاسی ذمہ داری سمجھتے تھے اس لیے توحید کا تصادم صرف شرک سے ہی تصادم نہیں تھا بلکہ شرک کے محافظ مشرک معاشرے مشرک ریاست اور اس کے معاشی اور کاروباری نظام سب شعبوں سے توحید کا تصادم تھا اور اس تصادم میں اہل توحید کے لیے اپنا الگ اور خود کفیل سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظم قائم کرنا اہم دینی ضرورت تھی اپنی افرادی قوت کو مکہ کی

ریاست کے ساتھ تصادم سے بچانا اور آنے والے مقابلوں کے لیے محفوظ رکھنا بھی روایتی معنوں میں ایک سیاسی اقدام کہا جاسکتا ہے اور ریاست مکہ کے سیاسی دائرہ عمل میں یہ فیصلہ بھی اللہ کے رسول ﷺ نے کیا تھا اور سب اہل توحید نے اس حکم اور فیصلے کی پابندی کی تھی۔

مدینہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے سب سے پہلے مسجد تعمیر کی جو عبادت کی جگہ بھی تھی اور اہل توحید کا دارالندوہ بھی تھی اور ریاست مدینہ کا سیکرٹریٹ بھی ہوتی تھی معاشی خود کفالت کی پالیسی کے تحت نئی ضرورتوں اور حالات کے تحت بھائی بندی نئے سرے سے قائم کی مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی بندی کرتے وقت بعض مہاجر مسلمانوں کے درمیان مکہ میں قائم کی گئی بھائی بندی بحال رہنے دی گئی تھی اس نئی بھائی بندی سے مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں رہائش کا مسئلہ بھی حل ہوگیا اور کوئی معاشی بحران بھی پیدا نہ ہوا باہمی تعاون اور ایثار کے پہلوؤں سے ہٹ کر اگر اللہ کے رسول ﷺ کے اس اقدام کو سماجی اقتصادیات کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ معاشی خود کفالت کا ایک نیا نظریہ تھا رسول اللہ ﷺ نے جس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا ''اب تمہارے چھوٹے خاندانوں کی بجائے بڑے خاندان ہوں گے دو آدمیوں کا خاندان چار آدمیوں کا خاندان بن جائے گا سب مل کر کام کریں گے تو آمدنی بھی زیادہ ہوگی اور سب کی گزر بسر بھی اچھی طرح ہوگی''۔

مدینہ کی معیشت پر یہودیوں کا قبضہ تھا دکاندار، صنعتکار اور تاجر اکثر و بیشتر یہودی تھے زراعت میں بھی خزرج اور بنواوس سے یہودی آگے تھے خود کفالت کی اس پالیسی کی وجہ سے مسلمانوں کو یہودی کاشتکاروں اور دکانداروں کے ہاں مزدوری کرنے سے نجات مل گئی تھی اور اپنی محنت اور توانائیوں سے یہودیوں کی معیشت اور معاشرتی گرفت مزید مضبوط بنانے کی بجائے وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے باغوں اور کھیتوں میں کام کرتے تھے اور چونکہ اپنا کام سمجھ کر کرتے تھے اس لیے آمدنی زیادہ ہوتی تھی مہاجر مسلمانوں نے کاروبار اور تجارت پر سے یہودیوں کی اجارہ داری ختم کر دی تھی اور ان کے بڑے بڑے تجارتی قافلے دوسرے ملکوں کی طرف جانے لگے تھے روایات میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے تجارتی مال کے قافلہ میں سات سو تک اونٹ ہوتے تھے سریہ زیدؓ بن حارثہ بجانب ام قرفہ کا سبب یہ ہوا تھا کہ بنوفزارہ نے مسلمانوں کا ایک تجارتی قافلہ لوٹ لیا تھا اس قافلہ کے امیر حضرت زیدؓ بن حارثہ تھے اور اس میں مدینہ کے مسلمانوں کا مال تھا جو حضرت زیدؓ بن حارثہ شام لے جارہے تھے رسول اللہ ﷺ کی خود کفالت کی پالیسی کے تحت مسلمان بین الاقوامی تجارت میں بھی کسی اور کے محتاج نہیں رہے تھے نہ مکہ کے قریش کے اور نہ ہی مدینہ کے یہودیوں کے عرب کی شمالی سرحد کی طرف دستے بھیجنے کی ایک اہم وجہ مسلمانوں کے تجارتی قافلوں کا تحفظ اور اس کے لیے حالات سازگار بنانا بھی تھی اللہ کے رسول ﷺ نے ان قبائل پر ریاست مدینہ کی قوت اور عزم ثابت کر کے انہیں بتا دیا تھا کہ مسلمان اپنے تجارتی مفادات کا تحفظ کر سکتے ہیں۔

دستور مدینہ کی دفعہ بارہ الف میں کہا گیا ہے "اہل ایمان اپنے میں سے کسی زیر بار قرضدار کو (خون بہا اور فدیہ دینے کے معاملے میں) بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے بلکہ قاعدہ کے مطابق خون بہا یا فدیہ (جو بھی اس کے ذمہ ہو) ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے" دستور کی دفعہ انیس میں کہا گیا ہے "مومن اللہ کی راہ میں اٹھائے نقصان کا (کفار سے) انتقام لینے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے" دستور مدینہ میں سب فریقوں کو وقتی طور اپنے اپنے پرانے قاعدہ کے مطابق خون بہا اور فدیہ دینے کی اجازت دے دی گئی تھی پرانے رواج کے مطابق اگر کوئی مسلمان فدیہ نہ دے سکے یا قرض دار ہونے کی وجہ سے خون بہا ادا کرنے کے قابل نہ ہو تو سارے مسلمان اس کی مدد کریں گے مدینہ میں سودی کاروبار یہودی کرتے تھے اور عربوں کو اپنی لڑائیوں اور نمود و نمائش کی وجہ سے ان سے قرض لینا پڑتا تھا اس کے سبب وہ یہودیوں کے محتاج ہوتے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے کسی بھی قرض دار مسلمان کے ذمہ خون بہا یا فدیہ مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری قرار دے کر انہیں یہودیوں کی معاشی گرفت سے نکال لیا تھا دستور مدینہ میں اعلان جنگ یا لڑائی کا فیصلہ کرنے کا اختیار بھی صرف اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تھا اس طرح محتاجی کی بنیاد ہی ختم کر دی تھی اور اگر کوئی ایسی مجبوری آ بھی جائے تو اس میں مسلمانوں کے لیے تعاون اور خود کفالت کا اصول نافذ فرما دیا تھا دستور مدینہ پر دستخط کر دینے اور اس کی وفاداری کا عہد کرنے کے بعد مدینہ کے یہودیوں کی طرف سے اس کی خلاف ورزی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس کے نفاذ سے اور مہاجر مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے مدینہ کی معیشت پر ان کی گرفت ختم ہو گئی تھی اور مسلمانوں میں خود انحصاری اور خود کفالت کا جو اجتماعی شعور پیدا ہو گیا تھا اس سے یہودیوں کی برتری ختم ہو گئی تھی۔

دستور مدینہ کے نفاذ کے ساتھ ہی جوف مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہو گئی تھی جس کے حاکم اعلیٰ یا Supreme Authority اللہ تعالیٰ تھے اور زمین پر اس کے ناظم اعلیٰ اللہ کے رسول ﷺ تھے ریاست کی طرف سے اعلان جنگ کا اختیار صرف اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تھا دستور کی دفعہ چوالیس میں کہا گیا ہے "اس دستور العمل کے ماننے والوں میں اگر کوئی آپس میں ایسا تنازعہ یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس سے نقصان یا فساد کا اندیشہ ہو تو اس متنازعہ امر میں فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا ہو گا اور اللہ کی تائید اس شخص کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے گا" اس ریاست کا رقبہ بہت ہی تھوڑا تھا بیس مربع میل کے قریب ہو گا لیکن اس کے قیام اور دستور کے نفاذ سے اہل توحید کی سیاسی خود مختاری کی منزل حاصل ہو گئی تھی اللہ کے رسول ﷺ مکہ میں اہل توحید کے دین و دنیا کے امور میں امام تھے لیکن وہاں مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا زمین کا ٹکڑا نہیں تھا جس پر اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا دستور عملاً نافذ کیا جا سکے اس ریاست کے قیام کے ساتھ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ کی دفاعی خود کفالت کے لیے اقدامات شروع کر دیے تھے اندرونی طور پر اہل ایمان کی مردم شماری کرائی، لڑائی کے قابل افراد کی

فہرست تیار کی اور نوجوانوں کی فوجی تربیت شروع کرادی اس زمانے میں گھوڑسواری اور تیراندازی سب سے اہم فنون حرب ہوتے تھے اچھا گھوڑا اور ماہر گھوڑسوار میدان جنگ میں بہت ضروری ہوتے تھے تیر لڑائی کا اہم ترین ہتھیار ہوتا تھا اللہ کے رسول ﷺ گھوڑسواری، تیر بنانے اور تیراندازی کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور گھوڑوں کے مقابلے کی دوڑ کرایا کرتے تھے اور ایسی دوڑ میں شامل گھوڑوں کو باقاعدہ تیار کیا جاتا تھا (صحاح ستہ/ کتاب سبق/ روایت ابن عمر) عقبہؓ بن عامر سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''بھلائی اور ثواب کی نیت سے تیر بنانے والا تیر چلانے والا اور تیراندازی کی مشق میں مدد دینے والا تینوں جنتی ہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا ''سواری کرو اور تیراندازی کرو مجھے گھوڑسواری سے تیراندازی زیادہ پسند ہے'' (صحاح ستہ/ کتاب السبق) اللہ کے رسول ﷺ نے تیراندازی کو اللہ کی نعمت قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جس شخص نے تیراندازی سیکھ کر چھوڑ دی اس نے نافرمانی کی (صحاح ستہ/ کتاب السبق) رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں خطبہ دیا اور فرمایا ''جہاں تک ہوسکے دشمن کے لیے تیار رہو، جان لو کہ قوت تیراندازی میں ہے غور سے سن لو قوت تیراندازی میں ہے، خبردار طاقت تیراندازی میں ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا ''مستقبل میں تم روم فتح کرلو گے اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارے لیے کافی ہوگا اس وقت تم میں سے کوئی مال و دولت میں مگن ہو کر تیروں سے کھیلنے میں پیچھے نہ رہ جائے'' (مسلم/ کتاب الجہاد) گھوڑے پالنے اور انہیں جہاد کے لیے تیار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت ہے یعنی اجر و ثواب اور غنیمت'' (مسلم/ کتاب الجہاد) آپ ﷺ کا فرمان ہے ''جس شخص نے اللہ کی راہ میں اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے پر یقین رکھتے ہوئے گھوڑا وقف کیا تو روز قیامت اس گھوڑے کو جو اس نے خوراک دی تھی وہ اس کی آمد و رفت، تربیت اور لید اور پیشاب سب کچھ اس کے ثواب کے پلڑے میں رکھا جائے گا (بخاری/ کتاب الجہاد) حضرت ابوطلحہؓ بہت اچھے تیرانداز تھے رسول اللہ ﷺ ڈھال سے تیر روکنے اور تیر چلانے کے ان کے فن کو خود دیکھا کرتے تھے اور یہ ساری تیاریاں دفاع میں خود کفالت کے لیے تھیں اور جنگ بدر اور احد میں مسلمان تیراندازوں نے تھوڑے ہونے کے باوجود مشرک گھوڑسوار دستوں کے تابڑ توڑ حملے ناکام بنادیئے تھے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

o ''اے مسلمانو
جتنی بھی طاقت ہوسکے تیار رکھو
اور جتنے بھی گھوڑے باندھ سکو
باندھے رکھو
اور اس سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کے
دلوں پر دھاک بٹھاؤ'' (۸:۶۰)

مسلمانوں کے زوال کے اسباب میں ایک اہم سبب اللہ کے اس فرمان اور اللہ کے رسول ﷺ کے اس عمل سے انحراف بھی ہے۔ چھوٹی سی مدینہ کی ریاست کے اردگرد ہر طرف دشمن ہی دشمن تھے رسول اللہ ﷺ نے اندرونی نظم قائم کرنے کے بعد بیرونی دشمنوں کے بارے میں خبریں حاصل کرنے کے لیے صحراؤں اور ریگستانوں کی طرف گشتی دستے بھیجنا شروع کردیا شروع میں ایسے گشتی دستوں میں صرف مہاجرین کو شامل کیا جاتا تھا تاکہ وہ بھی اردگرد کے جغرافیائی کوائف، راستوں، پانی کے چشموں اور بدو قبائل کے مسکنوں سے واقف ہو جائیں اور بوقت ضرورت کسی کی محتاجی کی ضرورت نہ پڑے۔ انصار کھیتوں میں کام کرتے تھے اور مہاجرین کھیتوں اور باغوں میں کام اور کاروبار سے وقت نکال کر دشمنوں کے ارادوں اور منصوبوں کے بارے میں خبریں جمع کیا کرتے تھے اور اگر کہیں ریاست کے دشمن کاروائی کے لیے اکٹھے ہو رہے ہوتے تھے تو انہیں بھی منتشر کردیا کرتے تھے جس سے مخالفوں میں ریاست مدینہ کے عزم و دفاع اور باخبر ہونے کا تاثر گہرا ہو جاتا تھا جب اللہ کے رسول ﷺ خود کسی لشکر کی قیادت فرماتے تھے تو اس میں انصار اور مہاجرین سب شامل ہوا کرتے تھے پھر وقت کے ساتھ ساتھ خود کفالت یا خود انحصاری کی پالیسی وسیع ہوتی گئی تھی اور مکہ کی فتح کے وقت ریاست مدینہ جزیرہ نمائے عرب کی سب سے بڑی فوجی، اقتصادی، سیاسی اور مذہبی قوت بن چکی تھی۔

مشورہ

رسول اللہ ﷺ نے ریاست کے قیام کے بعد ہر ایسے معاملے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا جس کا تعلق ریاست اور امت کی بقا اور فلاح سے تھا آپ ﷺ کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی تھی اگر کسی معاملے میں آپ ﷺ کوئی حکم دیتے تو کون مسلمان تھا جو آپ ﷺ کے حکم کی پابندی نہ کرتا؟ اس کے باوجود آپ ﷺ اجتماعی معاملات کے بارے میں اہل ایمان سے مشورہ کیا کرتے تھے اور انہیں کھل کر رائے دینے کی آزادی ہوتی تھی اور مشورہ کے بعد جو بھی فیصلہ کیا گیا آپ ﷺ اس پر قائم رہے غزوہ احد کے وقت آپ ﷺ نے اہل ایمان کو بتا دیا تھا کہ لڑائی میں انہیں نقصان اٹھانا پڑے گا روایات میں کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ مدینہ کی بستی میں قلعہ بند ہو کر اہل شرک کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے لیکن جب صحابہ کرام نے کھل کر رائے دی اور کہا کہ اگر ہم نے باہر نکل کر مشرکوں کا مقابلہ نہ کیا تو وہ ہمیں کمزور سمجھیں گے اور جب دل چاہے گا چڑھائی کر دیا کریں گے تو آپ ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرمالیا اور جب آپ ﷺ ہتھیار لگا کر اپنے گھر سے باہر آئے تو مدینہ سے باہر کھلے میدان میں مقابلہ کرنے پر زور دینے والوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ ہم سے کوتاہی ہوئی آپ ﷺ جو حکم دیں اور جو فیصلہ کریں ہم اس کی پابندی کریں گے'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ''کسی نبی کے لیے سزاوار نہیں کہ وہ ہتھیار پہن کر اتار دے جب تک اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان اپنا فیصلہ نہ صادر فرما

دیں سابق انبیاء کرام کا بھی یہی طریق رہا ہے میرے حکم پر عمل کرو اور بسم اللہ کے ساتھ آگے بڑھو جب تک تم صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرو گے اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی'' سورت آل عمران کی آیت ۱۵۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''معاملات میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیجئے اور جب آپ مسئلہ متعلقہ میں عزم کر لیں تو پھر اللہ پر توکل رکھیں'' اگرچہ یہ اس کے بعد کا حکم الٰہی ہے مگر آپ ﷺ نے اس حکم خداوندی کے آنے سے پہلے بھی مشورہ فرمایا تھا اور اس مشورہ کے مطابق فیصلہ فرما کر اس پر عمل کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ

۱۔ پہلے انبیاء کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔

۲۔ اللہ ان کی مدد کرتا ہے جو صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اصول یہ ہوا کہ کھل کر مشورہ کریں سب کو رائے کا حق دیں جب اس رائے کے مطابق فیصلہ کر لیں تو صبر اور استقامت کے ساتھ اس پر قائم رہیں اللہ کی مدد ساتھ ہوگی۔

سورہ الشوریٰ میں جب اہل توحید کے بارے میں کہا گیا تھا کہ ''وہ اپنے امور باہمی مشورہ سے انجام دیتے ہیں'' تو اس وقت ریاست مدینہ ابھی قائم بھی نہیں ہوئی تھی یہ مکی سورت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ میں بھی اہل توحید اپنے امور باہمی مشورہ سے انجام دیا کرتے تھے وہ آزمائش کا دور تھا اس وقت بھی اللہ کے رسول ﷺ توحیدی جماعت کے دین و دنیا کے امام تھے اور مسلمان آپ ﷺ کے مشورہ سے ہی صبر اور استقامت کے ساتھ قریش کے جبر و تشدد کا مقابلہ کیا کرتے تھے اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آپس کے امور میں مشورہ صرف ریاست کے قیام سے ہی مشروط نہیں لیکن ریاست کے قیام کے بعد مشورہ ضروری ہے بدر کے غزوہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کو خبر موصول ہو چکی تھی کہ ابوسفیان قافلہ نکال کر لے گیا ہے اور مکہ کے مشرک لڑائی کے لیے آرہے ہیں اس کے باوجود آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تھا کہ لڑائی کریں یا نہ کریں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت مقدادؓ بن عمرو کی رائے جان لینے کے بعد بھی آپ ﷺ نے فرمایا تھا ''حاضرین مجھے مشورہ دو'' اور حضرت سعدؓ کی تقریر کے بعد لڑائی کا فیصلہ فرمایا تھا لڑائی کا فیصلہ ہو گیا تو حضرت حبابؓ بن منذر کے مشورہ کے مطابق آپ ﷺ نے کیمپ کی جگہ تبدیل کرنے کا بھی حکم دے دیا تھا حالانکہ وہ مشورہ ایک فرد کا تھا اور طلب بھی نہیں کیا گیا تھا اس جنگ کے قیدیوں کے بارے میں بھی اللہ کے رسول ﷺ نے باہمی مشورہ سے فیصلہ فرمایا تھا غزوہ خندق کے موقعہ پر بھی آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کہ طریق جنگ کیا ہونا چاہئے اور حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ کو مناسب جانتے ہوئے خندق کھودنے کی مشکل ترین تجویز قبول فرمائی تھی اس جنگ میں اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکوں کے اتحاد میں دراڑیں ڈالنے کے لیے عینیہ بن حصن فزاری اور حارث بن عوف سے خفیہ مذاکرات کئے اور ان دونوں کو مدینہ کی کھجور کی فصل کا ایک تہائی دینے کی شرط پر واپس جانے پر آمادہ کر لیا تھا۔ عینیہ بنو غطفان کے لشکر کا کمانڈر تھا اور حارث بنو مرہ

کے لشکر کا کمانڈر تھا ان دونوں کے اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ واپس چلے جانے سے مشرکوں کی ناکامی کے اسباب صاف نظر آ رہے تھے لیکن خفیہ مذاکرات کے ذریعے ان کی طرف سے شرائط تحریری طور پر مل گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کے سرداروں حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ سے مشورہ کیا تھا کہ معاہدہ کیا جائے یا نہ کیا جائے انہوں نے عرض کیا تھا کہ ایسا کرنا اللہ کا حکم ہے یارسول اللہ ﷺ انصار کی خاطر ایسا کرنا چاہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''یہ میری ذاتی رائے ہے سارا عرب تمہارے خلاف چڑھ آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ ان کے ذریعے مشرکوں کی طاقت اور شوکت میں دراڑیں ڈال دوں'' لیکن جب حضرت سعدؓ نے ایسے معاہدہ کو مسلمانوں کے لیے ذلت آمیز سمجھ کر اس کی مخالفت کی تھی تو آپ ﷺ نے ان کی رائے قبول فرماتے ہوئے کہا تھا ''تو اچھا اب تم جانو اور تمہارا کام'' اور حضرت سعدؓ نے معاہدے کی وہ تحریر مٹادی تھی سعد ین نے کہا تھا کہ اگر ایسا کرنا اللہ کا حکم ہے تو ضرور کریں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ نہیں یہ اللہ کا حکم نہیں آپ ﷺ نے سعدین کی رائے کو اہمیت دی تھی حالانکہ ان خفیہ مذاکرات اور معاہدے کی تحریر کے بارے میں اور کسی بھی مسلمان کو کوئی علم نہیں تھا چونکہ معاملہ خاص نوعیت کا تھا اس لیے آپ ﷺ نے اس بارے میں عام مشورہ کے لیے مجلس عام منعقد نہیں کی تھی واقعہ افک کا تعلق آپ ﷺ کی ذات سے تھا آپ ﷺ اگر کوئی بھی حکم دیتے تو اہل ایمان اس کی پابندی کرتے لیکن آپ ﷺ نے اس بارے میں مجلس عام میں مشورہ طلب فرمایا تھا حدیبیہ کے سفر میں اور ہوازن کے قیدیوں کی رہائی کے وقت مجلس مشاورت منعقد کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی خواہش پر مشورہ کو ترجیح دیتے تھے آپ ﷺ کی شروع سے خواہش تھی کہ ہوازن کے قیدی اور مال واپس کر کے ان پر احسان اور اخلاق کا بوجھ ڈالا جائے اور ان کی توانائیاں اسلام کی توسیع کے لیے استعمال کی جائیں اسی لیے طائف سے واپسی کے بعد بھی آپ ﷺ نے اتنے روز مال غنیمت اور قیدی مجاہدین میں تقسیم نہیں کئے تھے ہوازن کے وفد کو درخواست کا طریقہ اور وقت بھی اللہ کے رسول ﷺ نے خود سمجھایا تھا مگر فیصلہ خود نہیں فرمایا تھا بلکہ سب کے سامنے ان کی درخواست سن کر سب کے مشورہ سے ان کے قیدی واپس کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے النطاۃ کی وادی میں کیمپ لگانے کا حکم دیا تو حضرت حبابؓ بن منذر نے عرض کیا کہ درختوں کے درمیان سیم کے پانی اور یہودیوں کے قلعوں کے قریب کیمپ لگانا مناسب نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''تیرا مشورہ درست ہے'' اور کیمپ رجیع کی وادی میں منتقل کر دینے کی ہدایت فرمائی تھی جب رومیوں کا کوئی لشکر بیس روز تک مقابلے میں نہ آیا تو تبوک میں بھی رسول اللہ ﷺ نے مجلس مشاورت منعقد کی تھی اور صحابہ سے پوچھا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے دمشق پر حملہ کرنا چاہیے یا واپس مدینہ لوٹ جانا چاہیے طائف کا محاصرہ طویل ہو گیا تو آپ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلمی سے مشورہ کیا تو اس نے عرض کیا کہ اہل

طائف کی حالت بھٹ میں پھنسی لومڑی جیسی ہے آپ ﷺ محاصرہ جاری رکھیں تو اسے پکڑ لیں گے لیکن اٹھا بھی لیں تو بنوثقیف آپ ﷺ کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے اور اللہ کے رسول ﷺ نے محاصرہ اٹھا لینے کا فیصلہ فرمالیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ رائے طلب کرنے والا اور مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا'' حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں ''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے احباب سے مشورہ کرنے میں اتنا پرجوش ہو جتنا مشورہ کے لیے اللہ کے رسول ﷺ پرجوش ہوا کرتے تھے''۔

رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ ''معاملات میں اپنے اصحاب سے مشورہ کریں اور جب متعلقہ مسئلہ کے بارے میں عزم کر لیں تو پھر اللہ پر توکل رکھیں'' میں ''عزم'' سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا ''پہلے اہل رائے کا باہمی مشورہ اور پھر ان کے فیصلے کی پابندی''

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ مشورہ کے اصول پر عمل کیا تھا اور اس اصول کو ذاتی اور ریاستی پالیسی کی بنیاد بنالیا تھا۔ آپ ﷺ اہم معاملات میں نہ صرف صحابہ کرام سے مشورہ کیا کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ کا فیصلہ اور عمل بھی اس مشورہ کے مطابق ہوتا تھا سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشورہ دینے کے اہل کون ہیں؟ اور کیا اکثریتی مشورہ ہی مانا جائے؟ بعض اہل علم نے اس بارے میں بعض شرائط رکھی ہیں مگر بدر اور خیبر میں کیمپ کی جگہ بدلنے اور غزوہ خندق کے وقت خندق کھودنے کا مشورہ تو ایک فرد کا مشورہ یا تجویز تھی معروضی حالات میں رسول اللہ ﷺ نے تجویز پیش کرنے والے کی تجویز یا مشورہ کو ان حالات میں مناسب اور معقول سمجھا اور اس پر عمل فرمایا طائف کے محاصرہ کے وقت بھی آپ ﷺ نے نوفل سے رائے طلب کی تھی اور وہ ایک فرد کی ہی رائے تھی آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ''اعلان کردو کہ کل ہم واپس جارہے ہیں سامان باندھ لو''۔ حضرت عمرؓ نے اعلان کیا تو بعض صحابہ نے واپسی کا اعلان سن کر کہا کہ ''طائف تو ابھی فتح نہیں ہوا'' انہیں وہ اعلان پسند نہیں آیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ''تو اچھا ہم کل حملہ کریں گے'' چنانچہ اگلے روز حملہ کیا گیا مگر قلعہ بند بنوثقیف نے بڑی سخت مزاحمت کی صحابہ پر آپ ﷺ کے اعلان واپسی اور حکمت کی اہمیت عملاً ثابت ہوگئی تو آپ ﷺ کے واپسی کے نئے اعلان پر سب سامان باندھنے لگے تھے تو کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ چونکہ آپ ﷺ نے سب کی رائے معلوم کئے بغیر واپسی کا اعلان کروادیا تھا اس لیے بعض صحابہ کی طرف سے طائف کی فتح تک لڑائی جاری رکھنے کی خواہش پر آپ ﷺ نے وہ فیصلہ ملتوی کردیا تھا اور ان کی خواہش کے مطابق اگلے روز حملہ کا حکم دے دیا تھا اور اگلے روز میدان جنگ میں عملاً ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ کا فیصلہ ہی مناسب تھا تو سب واپسی کے لیے سامان باندھنے لگے تھے۔ مگر جب واپسی سے پہلے آپ ﷺ سے درخواست کی گئی تھی کہ آپ ﷺ طائف کے بنوثقیف کے حق میں بددعا کریں تو آپ ﷺ نے وہ مشورہ یا تجویز قبول نہیں فرمائی تھی کیونکہ بددعا کرنا حکمت وفراست نبوی کے مطابق نہیں تھا بدر میں جن صحابہ کرام نے مشورہ دیا تھا وہ''

اہل رائے'' تھے لیکن احد کے معاملے میں شہر سے باہر نکل کر لڑائی کرنے کی حمایت کرنے والے بہت سے صحابہ مروجہ معنوں میں اہل رائے نہیں تھے مسجد نبوی میں عام مجمع تھا جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے گروہ کے لوگ بھی شامل تھے اور کچھ جو شیلے نوجوان بھی تھے عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے گروہ کے لوگ اگرچہ منافق تھے مگر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کا بھی اعلان کرتے تھے اور نمازیں بھی پڑھا کرتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے انہیں بھی مشورہ میں شامل کیا تھا لیکن یہودیوں کو اس مشورہ میں شامل نہیں کیا گیا تھا خندق کے وقت بھی کسی یہودی کے آپ ﷺ کی مجلس مشاورت میں شامل ہونے کا کوئی ثبوت میسر نہیں کسی بھی غیر مسلم اور مشرک کو اس لیے مشورہ میں شامل نہیں کیا گیا ہوگا کہ جنگ توحید اور شرک کے درمیان تھی مسلمانوں کی دینی لڑائی تھی جب مشرکوں کے خلاف لڑائی میں کسی مشرک سے مدد نہیں لی جاسکتی تو ایسی لڑائی میں کسی مشرک اور غیر مسلم سے مشورہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ پھر جب نوجوانوں اور منافقوں کو بھی مشورے میں شامل ہونے کی اجازت دی گئی تھی تو اسلامی ریاست کے سربراہ کی مجلس مشاورت کے ارکان کے لیے شریعت اور روح شریعت سے مکمل آگاہی کی شرط کہاں تک جائز ہوسکتی ہے؟ کیمپ کی جگہ تبدیل کرنے کا مشورہ ایک ٹیکنیکل قسم کا مشورہ تھا اور دونوں دفعہ ایک ہی صحابی نے جگہ تبدیل کرنے کا مشورہ دیا تھا اسے ایک ٹیکنیکل ماہر کی رائے بھی کہا جاسکتا ہے اسی طرح طائف کے محصورین کی حالت کے بارے میں نوفل کی رائے بھی ایک جائز لینے والے کی رائے کہی جاسکتی ہے لیکن احد سے پہلے مسجد نبوی میں ہر قسم کی رائے کا اظہار کیا گیا تھا جنگ لڑنے کے طریقہ پر رائے دیتے ہوئے میدان جنگ کے انتخاب کے سیاسی، معاشی اور سماجی اثرات پر بھی کھل کر بات کی گئی تھی اس مجمع کے لیے یہ شرط نہیں رکھی گئی تھی کہ کون کون شریک مشورہ ہوگا ایسی ہی صورت تبوک کے وقت مشورہ کی تھی لیکن بدر میں مشرکوں سے جنگ کے وقت مشورہ کی نوعیت مختلف تھی وہاں آپ ﷺ کے لشکر میں مہاجرین بھی تھے اور مہاجرین کے نمائندوں کے رائے دے چکنے کے بعد بھی آپ ﷺ نے فرمایا تھا'' مجھے مشورہ دو'' اور انصار کے گروہ کے نمائندے کی رائے اور مشورہ کے بعد جنگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا گویا اگر کسی اہم مجلس مشاورت میں مختلف گروہ یا گروہوں کے نمائندے ہوں تو ان میں سب کی رائے معلوم کرنا ضروری ہے رسول اللہ ﷺ کی سنت اور عمل سے یہی اندازہ ہوتا ہے لیکن کیا مشورہ صرف طلب کرنے پر ہی دیا جائے؟ بدر اور خیبر میں دونوں موقعوں پر کیمپ کی جگہ تبدیل کرنے کا مشورہ طلب نہیں کیا گیا تھا اس کے باوجود اس پر عمل کیا گیا تھا۔

عہد کی پابندی

کسی بھی فرد، جماعت اور معاشرے کی کامیابی میں اس کے افراد اور لیڈروں کے قابل اعتماد ہونے کا بہت زیادہ حصہ ہوتا ہے اگر وہ بات کے سچے اور عہد کے پکے ہوں تو ان کے مخالف اور دشمن ان کے

قول وفعل کے اس ہتھیار سے خوفزدہ رہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ذاتی اور جماعتی زندگی اور اللہ کے دین کی توسیع وترقی کے پورے عمل کو دیکھا جائے تو ایفائے عہد اس کا اہم بنیادی اصول تھا جب مکہ کے قریش بدر کے لیے لشکر تیار کر رہے تھے تو حضرت ابوعبداللہ حذیفہؓ بن یمان اور حضرت حسیلؓ مکہ میں تھے وہ جلدی سے مدینہ کے لیے نکلے تو قریش نے ان دونوں کو گرفتار کرلیا اور اس شرط پر چھوڑا تھا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے لشکر میں شامل ہو کر قریش کے خلاف اس لڑائی میں حصہ نہیں لیں گے ان دونوں نے مجبوراً وہ شرط مان لی تھی اور بدر کے راستہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان دونوں نے آپ ﷺ سے لشکر توحید میں شامل ہونے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔'' واپس چلے جاؤ اور جو وعدہ کر چکے ہو پورا کرو ہم ان پر اللہ کی مدد چاہتے ہیں''

اس صورت حال کو دیکھیں ایک طرف مشرکوں کا بھاری لشکر ہے دوسری طرف تھوڑے سے نہتے اہل توحید ہیں ایک ایک آدمی بڑا اہم ہے اور پھر حضرت ابوعبداللہ حذیفہؓ بن یماں تو رسول اللہ ﷺ کے ''محرم راز'' ہونے کا اعزاز رکھتے تھے اور مشرک ہر اخلاقی اور غیر اخلاقی حربہ استعمال کر رہے تھے ان نازک حالات میں بھی انہیں واپس بھیج دیا گیا تھا حالانکہ قریش کون سا دیکھ رہے تھے کہ ان سے کہا گیا عہد پورا کیا جا رہا ہے یا نہیں مگر اللہ تو دیکھنے اور جاننے والا ہے اور توحیدی تہذیب کی بنیادیں ہی اس نظریہ اور ایمان ویقین پر تھیں اور اللہ کے رسول ﷺ اہل توحید کو اس نظریہ اور ایمان ویقین کے منافی کسی عمل کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔

مکہ کے قریش نے ابوسفیان کا قافلہ بچانے کے نام پر لشکر جمع کیا تھا ابوسفیان قافلہ بچا کر لے گیا تو ان کے لشکر کے ساتھ آئے بنوزہرہ کے حلیف اخنس بن شریق نے ابوجہل اور قریش کے لشکر سے الگ ہو کر مکہ واپس جانے سے پہلے ابوجہل کو بھی واپس لوٹ جانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی اور الگ کر کے اس سے پوچھا تھا'' سچ سچ بتاؤ تم محمد ﷺ کو سچا مانتے ہو یا جھوٹا سمجھتے ہو؟'' تو ابوجہل نے جواب دیا تھا'' اللہ کی قسم محمد ﷺ سچا آدمی ہے اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا مگر حجابت، لواء اور سقایہ کے منصب پہلے ہی قصی کی اولاد کے پاس ہیں تم ہی بتاؤ کہ ہم قصی کی اولاد کی نبوت بھی مان لیں تو ہم باقی قریشیوں کے پاس کیا رہ جائے گا؟'' اس سے پہلے ایک دفعہ مکہ میں ابوجہل نے اللہ کے رسول ﷺ سے بھی کہا تھا'' ہم آپ ﷺ کو تو جھوٹا نہیں کہتے مگر آپ ﷺ جو دین پیش کرتے ہیں ہم اسے نہیں مانتے'' اللہ تعالیٰ نے اللہ کے رسول ﷺ اور مسلم جماعت کے بارے میں فرمایا ہے۔

- ''وہ جب عہد کرتے ہیں تو اپنے عہد پر پورے اترتے ہیں
اور مشکل میں اور نقصان میں اور لڑائی میں

ثابت قدم رہتے ہیں''(۲:۱۷۷)

حدیبیہ کا معاہدہ ابھی لکھا نہیں گیا تھا اور حضرت ابو جندلؓ اپنے باپ کی قید سے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے ان کے باپ نے واپسی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ہم میں زبانی طور پر طے ہو چکا ہے کہ ہمارا جو بھی کوئی بندہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آپ ﷺ کے پاس پہنچ جائے گا ہمیں واپس کر دیا جائے گا اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی دلیل کو قبول فرما لیا تھا اور مسلمانوں کے غم اور دکھ کے باوجود حضرت ابو جندلؓ کو اس کے باپ کے حوالے کر دیا تھا اور فرمایا تھا'' ہم نے اس قوم کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے اور اس پر اللہ سے عہد کر لیا ہے ہم یہ عہد نہیں توڑ سکتے''

اس کے بعد جب حضرت ابو بصیرؓ عتبہ بن اسید قریش مکہ کی قید سے بھاگ کر مدینہ پہنچ گئے تھے تو انہیں بھی آپ ﷺ نے قریش کے نمائندوں کے حوالے کر دیا تھا اور فرمایا تھا'' ابو بصیر ہم نے اس قوم سے جو وعدہ کیا ہے اس کا تمہیں علم ہے ہمارا دین ہمیں عذر کی اجازت نہیں دیتا اللہ تمہارے لیے نجات کی راہ کھول دے گا''

جب حضرت ابو بصیرؓ قریش کے نمائندے کو راستہ میں قتل کر کے بھاگ گئے تھے تو سہیل بن عمرو نے کہا کہ میں تو حنیس کے قتل کا محمد ﷺ سے خون بہا طلب کروں گا تو اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے دشمن ابو سفیان کو بھی اس سے کہنا پڑا تھا کہ'' محمد ﷺ نے تو عہد پورا کر دیا تھا ہم اپنے مقتول کی دیت نہیں طلب کر سکتے''۔

اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے معاہدے کی پابندی کے نتیجے میں قریش خود درخواست کرنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ وہ معاہدے کی اس شق پر عمل کرنے کی پابندی واپس لے رہے ہیں آپ ﷺ حضرت ابو بصیرؓ، حضرت ابو جندلؓ اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ بلا لیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ بامراد وہ لوگ ہیں جو'' امانتوں اور عہد کا پاس کرنے والے ہیں (۲۳:۸) اور جنت میں وہ لوگ عزت سے رہیں گے جو

o '' امانتوں اور عہد کی نگہداشت کرتے ہیں
سچی گواہی پر قائم رہتے ہیں
نماز کی حفاظت کرتے ہیں''(۷۰:۳۲ تا ۳۵)

اللہ کے رسول ﷺ کی ہر حال میں عہد کی پابندی کی پالیسی کا اللہ کے دین کی قوت اور وسعت میں نمایاں حصہ ہے جنگ حنین میں ہوازن کے لشکروں کے کمانڈر انچیف کو جب بتایا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر مالک میرے پاس آ جائے تو میں اس کے اہل وعیال رہا کر دوں گا اور اسے ایک سو اونٹ عطا کروں گا تو وہ طائف میں بنو ثقیف کے ساتھ قلعہ بند تھا اسے اللہ کے رسول ﷺ کے عہد پر اس قدر پختہ

یقین تھا کہ وہ بنوثقیف سے چوری بھاگ کر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا اور پھر اسی کے جذبہ ایمانی کی وجہ سے طائف کے بنوثقیف اللہ کے دین کی قوت بن گئے تھے جو علاقے ریاست مدینہ کی حدود میں نہیں ہوتے تھے وہاں کے لوگ بھی اللہ کے رسول ﷺ سے تحفظ کے معاہدے کیا کرتے تھے اور انہیں یقین ہوتا تھا کہ جب بھی کبھی ریاست مدینہ کی حدود ان تک وسیع ہوں گی ان معاہدوں کی پابندی کی جائے گی۔

اہلیت کی اولیت

رسول اللہ ﷺ صلاحیت کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے تقویٰ، پرہیز گاری، خوف خدا اور وفاداری جیسی خصوصیات تو آپ ﷺ کی تیار کردہ توحیدی جماعت کے ہر رکن میں موجود تھیں لیکن کوئی خاص ذمہ داری سونپنے سے پہلے اس خاص ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے اس سے مخصوص صلاحیتوں کو دیکھا جاتا تھا ہجرت کے وقت امانتیں واپس کرنے اور نو ہجری کو حج کے موقعہ پر مشرکوں سے معاہدے ختم کرنے کے اعلان کی ذمہ داری اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے تایا زاد حضرت علیؓ بن ابی طالب کو سونپی تھی کہ وہ ذمہ داریاں کوئی اور ادا نہیں کر سکتا تھا ہجرت کے سفر کے لیے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھی کے لیے منتخب فرمایا تھا کہ وہی اس کے اہل تھے حضرت ابوبکرؓ صدیق آپ ﷺ کے جانثار مشیر اور عرب کے مدبر تھے اپنے وصال سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے امام بھی حضرت ابوبکرؓ صدیق کو ہی نامزد کیا تھا لیکن سرایا میں سے صرف ایک کی قیادت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سونپی گئی تھی اور سریہ مضر کہ سمیت تیرہ سرایا میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کے زیر کمان حصہ لیا تھا سریہ ذات السلاسل میں امیر لشکر حضرت عمروؓ بن العاص کی مدد کے لیے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح جو دستہ لے کر گئے تھے اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی شامل تھے اور اس سارے لشکر کے امیر حضرت عمروؓ بن العاص تھے جو تھوڑا ہی عرصہ پہلے اسلام لائے تھے اور انہیں اس قبیلہ سے ننہالی رشتہ ہونے کی وجہ سے تبلیغ کے لیے اس کی طرف بھیجا گیا تھا اور مشرک لڑائی کے لیے تیار ہو گئے تھے روایات میں حضرت عمر فاروقؓ کے بھی صرف ایک ہی سریہ کی کمان کا ذکر ہے جس میں تیس صحابہ شامل تھے حضرت عثمان غنیؓ کو سفارت کاری اور اللہ کے رسول ﷺ کے مراسلات کے اس شعبہ کی ذمہ داری تو سونپی گئی تھی جسے موجودہ اصطلاح میں سیکرٹ (خفیہ) کہا جا سکتا ہے لیکن انہیں اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی کسی سریہ کی امارت نہیں عطاء کی تھی آپ ﷺ نے سب سے زیادہ سترہ سرایا کی کمان چار سو درہم میں خریدے گئے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کو سونپی تھی جن میں موتہ کا عظیم سریہ بھی شامل ہے جس میں توحیدی لشکر کی تعداد تین ہزار تھی کسی بھی اور صحابی کو اتنے بڑے لشکر کی کمان کا شرف حاصل نہیں خیبر کی فتح کے وقت حضور ﷺ کے تایا زاد بھائی حضرت جعفرؓ حبشہ سے واپس آئے تو آپ ﷺ کو اتنی خوشی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "مجھے خیبر کی فتح کی زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفرؓ کی آمد کی، میں کچھ کہہ نہیں سکتا"

لیکن موتہ کے لیے لشکر توحید میں حضرت جعفرؓ کو حضرت زیدؓ بن حارثہ کی کمان میں شامل کیا گیا تھا جب انہوں نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو کبھی سوچا تک نہیں تھا کہ آپ ﷺ زید کو مجھ پر امیر بنائیں گے"
تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا "تم نہیں جان سکتے بہتر کیا ہے"۔
اس لشکر میں حضرت خالدؓ بن ولید بھی حضرت زیدؓ بن حارثہ کی کمان میں شامل ہوئے تھے۔

جب تک حضرت زیدؓ بن حارثہ زندہ رہے رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ سرایا کی کمان انہیں سونپی جن میں قریش کے اس تجارتی قافلہ کا راستہ روکنا بھی شامل تھا جس میں صفوان بن امیہ سارا مال چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے داماد حضرت ابوؓ العاص قیدی بن کر مدینہ آئے تھے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو اتنے زیادہ اور اہم سرایا کی کمان سونپے کی بنیادی وجہ ان کی ذاتی صلاحیتیں علاقہ کے حالات اور زمینی کوائف سے ان کی واقفیت ہوتی تھی۔

نوجوان علیؓ بن ابی طالب نے غزوہ تبوک کے سوا اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ باقی سب غزوات میں شرکت کی تھی توحید اور شرک کے درمیان پہلے غزوہ بدر میں قریش کے لشکر کے کمانڈر، اس کے بھائی اور بیٹے سے ایک کے مقابلہ میں ایک کی لڑائی کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث کے ساتھ حضرت علیؓ کو ہی مقابلہ کے لیے آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا خیبر میں قلعہ ناعم کی فتح کے روز بھی اللہ کے رسول ﷺ نے اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت علیؓ کو عطاء فرمایا تھا لیکن سرایا میں سے صرف دو سریہ فدک اور سریہ بنو طے کی کمان حضرت علیؓ کو سونپی گئی تھی کیونکہ ایسی مہموں کے لیے جرات بہادری اور جوش و جذبہ کے ساتھ بعض دیگر صلاحیتوں کی بھی ضرورت ہوتی تھی سرایا کا جو ریکارڈ روایات میں موجود ہے اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے جن دیگر صحابہ کو ایک سے زائد سرایا کی کمان سونپی تھی ان میں حضرت غالبؓ بن عبداللہ (تین) اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ (دو) شامل ہیں۔

حضرت بلالؓ حبشی کے بارے میں عام خیال یہی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے نامزد مؤذن ہوتے تھے لیکن ریاست مدینہ کے ناظم اعلیٰ اللہ کے رسول ﷺ کے خزانچی بھی حضرت بلالؓ ہی تھے اور بیت المال کے چاندی اور زرنقد ہمیشہ ان ہی کے پاس ہوتے تھے سفر میں بھی اور مدینہ میں بھی اللہ کے رسول ﷺ کو جب کسی کو ریاست مدینہ کی طرف سے کوئی تحفہ دینا ہوتا تھا تو آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت بلالؓ ہی وہ تحفہ دیا کرتے تھے روایات میں کسی اور کے ریاست کی طرف سے کسی کو تحفہ دینے کا ذکر نہیں ملتا طائف سے واپسی پر اللہ کے رسول ﷺ نے جعرانہ میں مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے بعض افراد کے دلوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے انہیں اونٹ اور چاندی تحفہ دیئے تھے ابوسفیان بن حرب کی درخواست پر اللہ کے رسول ﷺ نے اس

کے دو بیٹوں زید اور معاویہ کے لیے چالیس چالیس اوقیہ چاندی دینے کا حکم حضرت بلالؓ کو ہی دیا تھا اور انہوں نے ہی ان کے لیے چالیس چالیس اوقیہ چاندی دے دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جتنے بھی وفود مدینہ حاضر ہوتے تھے آپ ﷺ انہیں تحائف دے کر واپس بھیجا کرتے اور جتنے بھی وفود کو چاندی تحفہ دی گئی تھی جس کی تفصیل گزر چکی ہے وہ حضرت بلالؓ نے ہی دی تھی۔ چاندی اس زمانے میں زرمبادلہ اور زرنقد کے طور پر بھی استعمال ہوتی تھی حضرت بلالؓ سفر میں بھی ہمیشہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے اور دوران سفر جب بھی کسی کو کوئی رقم یا چاندی دینے کی ضرورت پیش آتی تھی اللہ کے رسول ﷺ انہیں ہی وہ ضرورت پوری کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے فدک اور بحرین کی صدقہ اور خراج کی رقم سے اندازہ ہوتا ہے کہ ریاست مدینہ کے صدقات اور خراج کی رقوم کے نگران بھی حضرت بلالؓ ہی ہوتے تھے اس کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ ریاستی خریداریوں کی رقم بھی وہی ادا کیا کرتے تھے انصار اور مہاجرین کے سردار صحابہ کے مقابلہ میں حضرت بلال کو خزانہ داری کی اہم ذمہ داری سونپنے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ سفر اور قیام میں وہ ہمہ وقت اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ریاست مدینہ کا سیکرٹریٹ مسجد تھی پانچ وقت اذان دینے کے سبب حضرت بلالؓ کا زیادہ وقت مسجد میں گزرتا تھا مگر اس کے سوا ان کی ذاتی صلاحیتیں بھی اس کی وجہ تھی اللہ کے رسول ﷺ کوئی ذمہ داری سونپتے وقت کسی کے خاندانی مقام و مرتبہ کو نہیں دیکھا کرتے تھے سب سے زیادہ لشکروں کی کمان بھی ایک آزاد کردہ غلام کو دی تو سب سے اہم خزانہ داری کی خدمت ایک دوسرے آزاد کردہ غلام کے حوالے کر دی تھی۔

عقبہ کی گھاٹی میں جن ستر خواتین و حضرات نے اسلام قبول کیا تھا ان میں نوجوان معاذؓ بن جبل بھی تھے جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ "میری امت میں حلال و حرام کا سب سے زیادہ عالم معاذؓ بن جبل ہے" ان کے بارے میں حضرت عمرؓ نے کہا تھا "اگر معاذؓ بن جبل زندہ ہوتا تو میں اسے خلیفہ بناتا اور اگر میرا اللہ مجھ سے اس بارے میں پوچھتا تو میں کہتا اے میرے رب میں نے تیرے نبی ﷺ کو کہتے سنا تھا کہ قیامت کے دن جب علماء جمع ہوں گے تو معاذؓ بن جبل ان سب سے اتنا آگے ہوں گے جتنی دور پتھر پھینکا جا سکتا ہے" رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے اسی غریب معاذؓ بن جبل کو یمن کا عامل مقرر فرمایا تھا۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن پر عامل مقرر فرمایا تو ان سے پوچھا "جب تیرے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو تو اس کا فیصلہ کیسے کرے گا؟"

حضرت معاذؓ نے عرض کیا "اللہ کی کتاب کے مطابق"

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "اگر قرآن میں اس کا حکم نہ ملے تو کیا کرے گا؟"

حضرت معاذؓ نے عرض کیا "پھر میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کی پیروی کروں گا"

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ''اگر تو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت میں بھی اس کا حکم نہ پائے تو کیا کرے گا؟''
حضرت معاذؓ نے عرض کیا ''میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا''
رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کے جوابات سے خوش ہوکران کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا ''سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کے ایلچی کو اس کی توفیق دی کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو راضی کرے''
حضرت معاذؓ چلنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس بلا کر فرمایا ''میری اجازت کے بغیر کسی سے کوئی چیز نہ لینا ایسا کرنا چوری ہے اور جو کوئی ایسی چوری چھپائے گا قیامت کے روز ظاہر ہو جائے گی'' رسول اللہ ﷺ حضرت معاذؓ کے علم وفراست سے آگاہ تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے تقرری سے پہلے ان کی صلاحیتوں کو پرکھا اور جائزہ لیا تھا اور جب وہ معیار پر پورا اترے تو اس پر اللہ کی تعریف کی اور پھر انہیں ہدایت فرمائی کہ رعایا کے کسی بندے سے کوئی چیز قبول نہ کرنا اس چوری کا روز قیامت جواب دینا پڑے گا۔
قریش کے بعد بنوثقیف حجاز کا بہت بااثر قبیلہ تھے انہوں نے اسلام قبول کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے وفد کے سب سے کم عمر رکن حضرت عثمانؓ بن ابوالعاص کو طائف کا عامل مقرر فرمایا تھا بنوثقیف کے وفد اور قوم میں ایسے لوگ بھی تھے جن کی دولت فراست اور اثر ورسوخ کا سارے جزیرہ نمائے عرب میں شہرہ تھا مگر رسول اللہ ﷺ نے ان سب پر ایک نوجوان کو امیر مقرر فرمایا تھا روایات میں اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ بن ابوالعاص قرآن اور اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق اور حرص رکھتے تھے لیکن بعد کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے اس فیصلے کی بنیاد ان کی دیگر صلاحیتیں بھی تھیں اللہ کے رسول ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی حضرت عثمانؓ کو اسی منصب پر بحال رکھا جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے مقرر فرمایا تھا لیکن دو سال بعد ان کی صلاحیتوں سے مزید فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا اور انہیں عمان اور بحرین کے علاقوں پر عامل مقرر کر دیا حضرت عثمانؓ بن ابوالعاص حضرت عثمانؓ بن عفان کے دور خلافت میں بھی مشرقی علاقوں کے عامل رہے اور ان علاقوں میں اللہ کے دین کی قوت اور توسیع میں بے مثل کام کیا ہمارے ہاں کی تاریخی کتب میں عام طور پر یہی درج ہوتا ہے کہ سندھ پر مسلمانوں نے پہلا حملہ محمد بن قاسم کی قیادت میں ۷۱۲ء میں کیا تھا لیکن ہند اور سندھ کی طرف اللہ کے دین کی وسعت کا آغاز انہی عثمانؓ بن ابوالعاص نے کیا تھا بمبئی کے قریب تھانہ پر مسلمانوں کے پہلے حملہ کا منصوبہ بھی انہوں نے ہی بنایا تھا اور سندھ میں دیبل کی بندرگاہ پر پہلے بحری حملے کا حکم بھی انہوں نے ہی دیا تھا اس حملہ کی کمان کرتے ہوئے ان کے بھائی عروہؓ دیبل کے اس پہلے معرکہ میں شہید ہو گئے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے جس نوجوان عثمان ثقفی کو طائف کا امیر مقرر فرمایا تھا اس نے نہ صرف سمندروں سے پار بحری حملوں کے ذریعے اسلام کی توسیع کا آغاز کیا تھا بلکہ مشرقی علاقوں میں نظم ریاست کے قیام اور توسیع میں بہت

شاندار خدمات انجام دی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ریاست کے مختلف شعبوں میں بڑھتی ہوئی ضروریات کے تحت بہت سے صحابہ کرام کو ذمہ داریاں سونپی تھیں ان سب کا جائزہ لینا بہت طویل ہو جاتا ہے لیکن آپ ﷺ کے کسی بھی منصب پر کسی کو مقرر کرنے کی بنیاد اس کی ذاتی صلاحیت ہوتی تھی خاندانی پس منظر مقام و مرتبہ اور قربت و رشتہ ناطہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی تھی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے فرمایا تھا ''اے عبدالرحمٰن منصب کے طالب نہ بنو اگر تمہارے مانگے بغیر منصب تمہیں مل جائے تو اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے میں اللہ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر تم خود مانگ کر منصب حاصل کرو گے تو تمہیں اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے سلسلے میں تمہارے حال پر چھوڑ دیا جائے گا'' (بخاری/کتاب الاحکام) آپ ﷺ نے فرمایا تھا ''واللہ ہم کسی مانگنے اور حرص کرنے والے کو کسی منصب پر مقرر نہیں کرتے'' (بخاری/کتاب الاحکام) حکمرانی اور منصب امانت ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

o ''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے
کہ امانتیں ان کے اہل کے حوالے کرو
اور جب تم
لوگوں میں فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو
اللہ تمہیں کیا خوب نصیحت فرماتا ہے
بے شک اللہ سمیع اور بصیر ہے
(وہ دیکھتا ہے) کہ تم امانتیں ان کے اہل کے حوالے کرتے ہو یا نہیں
وہ سنتا ہے
کہ تم انصاف سے فیصلے کرتے ہو یا نہیں'' (۵۸:۴)

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ نا اہل کو منصب دینا امانت ضائع کرنا ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب امانت ضائع ہونے لگے تو تم قیامت کے منتظر رہو'' پوچھا گیا امانت کا ضائع ہونا کیونکر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''جب کسی نالائق اور نا اہل کو حکومت کا کام ملے'' (الصحاح ستہ/کتاب الامانہ) آپ ﷺ نے فرمایا ''جو کوئی حکمرانی چاہے اور اس کے لیے سفارشی لائے وہ اپنے نفس کے سپرد ہوتا ہے اور جس کسی کو حکمرانی قبول کرنے پر مجبور کیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتہ اتارتے ہیں جو اسے مضبوط رکھتا ہے'' (صحاح الستہ/کتاب القضاء) آپ ﷺ اسی شخص کو کسی منصب پر متعین فرماتے تھے جو اس کا

مستحق ہوتا تھا جزیرہ نمائے عرب میں اللہ کے دین کی قوت اور وسعت میں اللہ کے رسول ﷺ کے اس پالیسی اصول نے اہم کردار ادا کیا تھا۔

جو بھی کوئی کسی عہدے یا منصب کی درخواست یا طمع کرتا ہے یا تو دنیاوی شان وشوکت کے لیے کرتا ہے یا مالی نفع کی خاطر کرتا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے عمل سے اس لالچ اور ہوس کا خاتمہ کر دیا اور منصب کو حقوق کی فہرست سے نکال کر امانت کی فہرست میں شامل کر دیا اور امانت کسی بھی شخص کا استحقاق نہیں ہوتی رسول اللہ ﷺ کسی بھی منصب کے لیے افراد کے انتخاب میں ان کی قوت، عزم، ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو پیش نظر رکھتے تھے اور کسی بھی معاشرے اور ریاست کے فروغ اور استحکام کے لیے اس کے منصبداروں کی اہلیت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے کوئی منصب کیوں نہیں دیتے؟ آپ ﷺ نے میرے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا'' اے ابوذر یقیناً تو کمزور آدمی ہے اور منصب امانت ہے جو قیامت کے روز ذلت اور رسوائی کا سبب ہوگا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے سوچ سمجھ کر اس کے حقوق ادا کئے اور ذمہ داریوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کیا'' (بخاری/کتاب الاحکام)

حسن سلوک اور نرمی

اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت کے نتیجے میں پہلے ایک جماعت وجود میں آئی دعوت اور اس جماعت کے پھیلاؤ سے مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ اسلامی ریاست کے قیام اور استحکام میں اس جماعت اور معاشرے نے اہم کردار ادا کیا تھا اور اسلامی ریاست کے قیام کے بعد بھی اللہ کے رسول ﷺ کی منصوبہ بندی اور سرگرمیوں کا محور و مرکز وہی نظریہ رہا تھا جس پر وہ جماعت اور معاشرہ وجود میں آئے تھے آپ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن حزم انصاری کو یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے ان کے لیے جو فرمان لکھوایا تھا اس میں عامل اور رعایا کے حقوق و فرائض کے بارے میں اسلامی ریاست کی پالیسی بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہے فرمان کی اسی اہمیت کی وجہ سے اسے یہاں پورا دیا جارہا ہے۔ فرمان یہ ہے'' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ بیان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لکھا جاتا ہے۔

اے ایمان والو اپنے وعدے پورے کرو

یہ عہد محمد النبی ﷺ کی جانب سے عمرو بن حزم کے لیے انہیں یمن بھیجتے وقت لکھا جاتا ہے

میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے ہر معاملے میں اس سے ڈرتے رہیں۔ اس لیے کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈریں اور جن کا کردار نیک ہے

میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کا حق وصول کریں لوگوں کو خیر کی بشارت اور حکم دیں

انہیں قرآن کی تعلیم دیں اور دین کے ارکان سمجھائیں اور لوگوں کو برائیوں سے روکیں
اور صرف وہ شخص جو پاک ہو قرآن کو ہاتھ لگائے
لوگوں کو ان کے حقوق اور فرائض سے آگاہ کریں
نیکی میں لوگوں کے ساتھ نرمی کریں اور جب وہ ظلم کے مرتکب ہوں تو ان پر سختی کریں
اللہ تعالیٰ ظلم کو برا سمجھتا ہے اور اس نے ظلم سے منع کیا ہے
اللہ کہتا ہے خبردار ہو جاؤ کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے
لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور اس کے اعمال سے آگاہ کریں
انہیں دوزخ سے ڈرائیں اور اس کے اعمال سے خبردار کریں
لوگوں کے ساتھ نہایت اخلاق کے ساتھ پیش آئیں تاکہ وہ ارکان دین کو اچھی طرح سمجھ لیں
لوگوں کو حج کے ارکان بتائیں ان میں جو سنت اور فرض ہے اس کی تشریح کریں
اور حج اکبر اور حج اصغر یعنی عمرے کے متعلق اللہ نے جو احکام دیئے ہیں ان کی لوگوں کو تعلیم دیں
وہ لوگوں کو صرف ایک چھوٹا سا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے روکیں
لیکن اگر وہ کپڑا اتنا بڑا ہو کہ کندھوں پر ڈالا جا سکے تو مضائقہ نہیں
لوگوں کو اپنے جسم ایک کپڑے میں باندھ کر اس طرح بیٹھنے سے روک دیں جس سے ان کی شرمگاہ کھل جائے
لوگوں کو اس بات کی بھی ممانعت کر دیں کہ اگر کسی کے سر کی گدی میں بال نہ ہوں تو وہ جوڑا باندھے
اور اس بات کی ممانعت کر دیں کہ جنگ میں لوگ خاندان اور قبائل کا واسطہ دے کر حمایت کے لیے آواز دیں
بلکہ اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ایک دوسرے کی مدد کریں
اور جو اللہ کی حمایت کے لیے دعوت نہ دے بلکہ صرف قبیلے اور خاندان کی حمایت کے لیے دعوت دے
اسے تلوار سے ختم کر دینا چاہئے
تاکہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی دعوت قائم ہو
لوگوں کو وضو کا حکم دیں اس طرح کہ
وہ اپنا منہ دھوئیں کہنیوں تک ہاتھ دھوئیں ٹخنوں تک پاؤں دھوئیں اور اللہ کے حکم کے مطابق سر کا مسح کریں۔
اور میں نے ان کو اوقات مقررہ پر نماز پڑھنے کا حکم دیا
اور ہدایت کی ہے کہ رکوع پوری طرح ادا کریں
نماز میں خشوع وخضوع اختیار کریں
صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھیں

دوپہر کی نماز دوپہر کو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھیں
عصر کی نماز اس وقت پڑھیں جب سورج کا سایہ زمین پر ٹیڑھا ہو جائے
اور مغرب کی نماز رات کے شروع ہونے پر پڑھیں اور آسمان پر ستارے نمودار ہونے کا انتظار نہ کریں
رات کے ابتدائی حصہ میں عشاء کی نماز پڑھیں
جمعہ کی نماز کے لیے حکم دیا جاتا ہے کہ
جب اذان ہو جائے تو فوراً تیزی کے ساتھ نماز کے لیے جائیں
نماز کے لیے جانے سے پہلے غسل کریں
میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس وصول کریں
اور زمینوں میں سے مومنین سے بقدر عشر لگان وصول کریں
لگان کی یہ شرح ان زمینوں کے لیے ہے جو بارش یا چشمہ سے سیراب ہوتی ہوں
جو ڈول سے سیراب ہوں ان سے نصف عشر لیا جائے
دس اونٹوں پر دو بکریاں لی جائیں
بیس اونٹوں پر چار بکریاں
چالیس گائے میں سے ایک گائے
تیس گائے پر ایک بچھڑا یا نر
چالیس بکریوں میں سے ایک بکری
یہ مقدار اللہ کی جانب سے مسلمانوں پر زکوۃ کے لیے مقرر کی گئی ہے
جو اس سے زیادہ دے اس میں اس کے لیے فائدہ ہی ہے
جو یہودی یا عیسائی اپنی خوشی سے خلوص دل سے مسلمان ہو جائے
اور اللہ کے دین کو قبول کر لے وہ مومن ہے
اس کے حقوق و فرائض وہی ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں
اور جو شخص اپنے مذہب پر یہودی، عیسائی قائم رہے
اسے ہرگز مذہب تبدیل کرنے پر کسی طرح بھی مجبور نہ کیا جائے
البتہ ان کے ہر بالغ مرد اور عورت پر
وہ آزاد ہو یا غلام
ایک دینار کامل جزیہ عائد کیا جائے
جو سالانہ نقد یا جنس کی صورت میں وصول کیا جائے

نقد وصول نہ ہو تو اتنی قیمت کا کپڑا لیا جائے

جو اس رقم کے دینے سے انکار کرے

وہ اللہ اس کے رسول ﷺ اور تمام مسلمانوں کا دشمن سمجھا جائے"

اللہ کے رسول ﷺ نے شاہان حمیر کے لیے جو نامہ لکھوایا تھا اس میں بھی زکوٰۃ اور عشر کے نصاب کے بیان کے بعد لکھوایا تھا کہ کسی یہودی یا عیسائی کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہ کیا جائے اور ان میں سے جو بھی کوئی مقررہ جزیہ کی رقم ادا کرے گا اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوگی۔

اس خط میں ہدایت فرمائی گئی تھی کہ میرے جو قاصد زکوٰۃ اور جزیہ وصول کرنے آ رہے ہیں ان کا خیر مقدم کرنا، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

رسول اللہ ﷺ عاملوں اور امراء کو بھی حسن سلوک اور نرمی کی ہدایت فرمایا کرتے تھے اور انہیں اچھی طرح سمجھا کر بھیجا کرتے تھے کہ "لوگوں کو خوشخبری سناؤ نفرت خیز بات نہ کہو آسان طریقہ بتلاؤ مشکل میں نہ ڈالنا" (الصحاح ستہ/ کتاب الرفق/ روایت ابو موسیٰ) آپ ﷺ کا فرمان ہے "جو نرمی سے محروم رہا وہ بھلائیوں سے محروم رہا" (الصحاح ستہ/ کتاب الرفق/ روایت جریر) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل کو عامل مقرر کر کے یمن بھیجا تو ہدایت فرمائی "لوگوں پر آسانی کرنا سختی نہ کرنا انہیں خوش رکھنا متنفر نہ کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کی بات ماننا" (بخاری/ کتاب الاحکام) اہل منصب کا عوام کی بھلائی اور امور مملکت انجام دینے میں ایک دوسرے سے تعاون ضروری قرار دے دیا گیا تھا۔ حضرت جندبؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو کوئی دکھاوے کے لئے ہر کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ظاہر کر دے گا اور جو کوئی لوگوں پر سختی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس پر سختی کریں گے" (بخاری/ کتاب الاحکام) حضرت معقلؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "جس والی نے اپنی رعیت کے حقوق غصب کئے اور اسی حالت میں مر گیا اس پر جنت حرام ہے اور جو حکمران خیر خواہی کیساتھ اپنی رعایا کی نگہبانی کا فرض ادا نہیں کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پا سکے گا (بخاری/ کتاب الاحکام) رسول اللہ ﷺ نے بنو اسد کے ایک شخص کو زکوٰۃ کا عامل مقرر فرمایا تھا وہ زکوٰۃ کا مال لے کر واپس آیا تو کہا "یہ آپ ﷺ کا (بیت المال کا) مال ہے اور یہ اتنا مال مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے" اس کی بات سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے مسجد نبوی میں خطبہ دیا اور فرمایا "اس عامل کا حال دیکھو جسے ہم نے بھیجا تھا اور یہ واپس آ کر کہتا ہے کہ یہ مال آپ کے لئے ہے اور یہ میرے لئے ہے اگر یہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھا رہتا (عامل نہ بنایا جاتا) تو یہ تحفے کا انتظار کر سکتا تھا کہ کوئی دیتا ہے یا نہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کسی نے کوئی چیز رکھ لی تو قیامت کے روز اسے وہ چیز اپنی گردن پر اٹھا کر پیش کرنا پڑے گی اگر وہ اونٹ ہوگا تو بلبلا رہا ہوگا' گائے ہوگی تو

ڈکرارہی ہوگی۔بکری ہوگی تو ممیارہی ہوگی' پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک بلند کر کے تین مرتبہ پوچھا''کیا میں نے اللہ کا حکم پہنچادیا؟''(بخاری/کتاب الاحکام) اللہ کے رسول ﷺ نے بتادیا کہ کسی عامل اور حاکم کا تحفے وصول کرنا جرم ہے جس کا اسے اللہ کے ہاں حساب دینا ہوگا اور عامل اور حاکم کے لئے حسن سلوک اور حسن عمل دینی اور اخلاقی فرض ہیں۔

عجز وانکساری

مکہ کی فتح انسان اور اسلام کی تاریخ کا ایک اہم موڑ ہے۔اس روز اللہ کے اپنے گھر پر سے بتوں کا قبضہ ختم ہوگیا تھا اور جزیرہ نمائے عرب کے''نیکی اور بدی میں امام'' کانپ رہے تھے اللہ کے رسول ﷺ کا لشکر اللہ اکبر کے نعرے لگاتا مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہورہا تھا مکہ کے مشرکوں نے اپنے اپنے ہتھیار پھینک کر اپنے دروازے بند کر لئے تھے اور ان کے لشکروں کا سالار ابوسفیان چلا چلا کر اعلان کر رہا تھا''اے آل غالب اسلام لے آؤ سلامت رہو گے۔''وہی ابوسفیان جو سارے عرب کو اکٹھا کر کے اسلام کو مٹانے جایا کرتا تھا اپنی قوم کی سلامتی کی خاطر اسے اسلام لانے کا مشورہ دے رہا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ جو ایک رات کے اندھیرے میں ایک رفیق صادق کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہورہے تھے مگر کیسے؟ آپ ﷺ بلند آواز میں اللہ کی حمد وثناء بیان کر رہے تھے انکساری سے آپ ﷺ نے اپنا سر اتنا جھکایا ہوا تھا کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک کجاوے کی لکڑی کو چھورہی تھی۔

ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ کچھ عرض کرنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہیں پا رہا تھا اس نے بات کرنا چاہی تو اس پر کپکپی طاری ہوگئی اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں آپ ﷺ نے فرمایا''اطمینان کریں میں بھی تو ایک قریشی خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔''

آپ ﷺ نے بیت اللہ کے دروازے میں کھڑے ہو کر اعلان فرمایا۔

☆''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے

اس نے اپنے بندے کی مدد کی ہے

اور اس نے اکیلے

دشمن کے سارے لشکروں کو شکست دی ہے''

قبیلہ عامر بن صعصعہ کے وفد کے ایک رکن نے کہا''یارسول اللہ ﷺ آپ ہمارے سردار (سید) ہیں ہم پر کرم فرمائیں''

آپ ﷺ نے فرمایا "سردار صرف اللہ ہے شیطان تمہیں بہکا نہ دے"

نرمی آپ ﷺ کا زیور تھی لیکن جب ایک دفعہ کسی نے کہا "جو اللہ چاہے اور جو آپ ﷺ چاہیں" تو آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے تلخی سے فرمایا "کیا تم نے مجھے اللہ کے برابر کر دیا؟ تمہیں کہنا چاہئے جو اللہ وحدہٗ لاشریک چاہے وہ ہوگا۔"

آپ ﷺ جب بھی کسی کو کوئی نامہ مارک لکھتے تو اس پر "اللہ کا رسول ﷺ" سے پہلے "اللہ کا بندہ" لکھا کرتے تھے "اللہ کا بندہ اور رسول ﷺ"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم میری تعریف میں مبالغہ آرائی نہ کیا کرو جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰؑ بن مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا میں تو اس کا بندہ ہوں تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ﷺ کہو" (مسلم/باب المفاخرہ والعصبیہ)

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علیؓ کو بنو طے کا بت خانہ برباد کرنے بھیجا تو بنو طے کے سردار حاتم طائی کا بیٹا عدی اپنے بال بچوں سمیت شام بھاگ گیا۔ کچھ عرصہ بعد عدی بن حاتم اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش ہو گیا اللہ کے رسول ﷺ عدی کو اپنے گھر لے گئے گھر میں کھجور کے چھلکوں سے بھرا ایک گدا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے عدی سے کہا "اس گدے پر بیٹھو"

عدی نے عرض کیا "نہیں اس پر آپ ﷺ بیٹھیں (عدی اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "گدے پر تم بیٹھو میں زمین پر بیٹھوں گا۔"

عدی کو گدے پر بٹھا کر اللہ کے رسول ﷺ خود اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گئے۔

یہ وہ وقت تھا جب اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی قوت کے سامنے اہل شرک سرنگوں ہو چکے تھے اور آپ ﷺ جزیرہ نمائے عرب کے سب سے بڑے حکمران ہوتے تھے۔

سادہ طرز زندگی

ابن مسعودؓ کہتے ہیں "ایک روز میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے میں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ اگر ہم آپ ﷺ کے لئے ایک بچھونا بنا دیں جسے آپ ﷺ اس چٹائی کے اوپر بچھا لیا کریں تو آپ ﷺ کے جسم پر اس طرح کھجور کی چٹائی کے نشان نہیں پڑیں گے"

آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے دنیا کے اسباب سے کیا غرض؟ دنیا سے میرا اتنا ہی تعلق ہے جیسے کوئی سوار سفر کے دوران تھوڑی دیر کے لئے کسی درخت کے سایہ میں آرام کر کے اسے چھوڑ جائے" (الصحاح ستہ/کتاب زم الدنیا) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے پرانے کپڑے اور جوتے بھی گھر میں

خود ہی سی لیا کرتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ بتاتی ہیں "اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے کہا "اے عائشہ! اگر تمہیں میرا ساتھ پسند ہے تو تمہارے لئے دنیا اتنی ہی کافی ہے جتنا گھوڑ سوار سفر کے دوران اپنے لئے سامان لیتا ہے اور مالداروں کی مجلس سے پرہیز کرو اور لباس کو اس وقت تک پرانا نہ سمجھ جب تو اس میں پیوند لگا لے"۔

عروہؓ کہتے ہیں "حضرت عائشہؓ نیا لباس اس وقت پہنتی تھیں جب ان کا لباس اتنا پرانا ہو جاتا تھا کہ پیوند لگانے کے بعد بھی پہننے کے قابل نہیں رہتا تھا" (صحاح ستہ/ کتاب الزہد والفقر)

اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی بیٹی فاطمہؓ سے بہت پیار تھا حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ چکی پیستی تھیں گھر کی ضرورت کیلئے کنویں سے پانی خود لاتی تھیں گھر میں جھاڑو خود دیا کرتی تھیں چکی پیس پیس کر ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے پانی کی مشک اٹھانے سے گردن میں نشان پڑ گیا تھا۔ ایک دفعہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کچھ خادم آئے مجھے معلوم ہوا تو میں نے فاطمہؓ سے کہا "رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور اپنے لئے ایک خادم مانگ لو" فاطمہؓ گئیں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگوں کا ہجوم تھا وہ واپس آ گئیں اگلے روز اللہ کے رسول ﷺ خود سیدہ فاطمہؓ کے گھر گئے اور پوچھا کہ کیا معاملہ تھا۔ فاطمہؓ کے جواب دینے سے پہلے میں نے بتایا کہ میں نے انہیں ایک خادم مانگنے کے لئے بھیجا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "فاطمہؓ اللہ سے ڈرو اور اس کے فرائض ادا کرو اپنے گھر والوں کے کام خود کیا کرو اور رات کو سونے سے پہلے ۳۳ بار خدا کی تسبیح ۳۳ بار حمد اور ۳۴ بار خدا کی تکبیر کہہ لیا کرو یہ پورا سو ہو گیا تمہارے لئے یہ خادم سے بہتر ہے۔"

فاطمہؓ نے کہا "میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اسی پر راضی ہوں"

رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کو بھی گھر کے کام کے لئے ریاست کی طرف سے کوئی خادم نہیں دیا تھا بلکہ اسے اپنے گھر والوں کے کام خود کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے بادشاہوں کے لئے دعوتی خطوط لکھوائے تو صحابہ نے عرض کیا کہ اس پر آپ ﷺ کی مہر بھی ہونا چاہئے تب آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ ﷺ کندہ کروایا وہ آپ ﷺ کی مہر تھی وہ انگوٹھی آپ ﷺ دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور اس کا مہر والا حصہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے تاکہ اس کی نمائش نہ ہو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے ریشمی لباس پہننے سرخ ریشمی زین پوش پر بیٹھنے اور درمیانی انگلیوں اور کلمہ والی انگلی پر انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "باریک اور دیباج ریشم نہ پہنو اور سونے چاندی کے برتن میں نہ پیو اور نہ ہی سونے چاندی کی پلیٹوں میں کھاؤ۔ یہ چیزیں دنیا میں غیر مسلموں کے لئے ہیں اور آخرت میں تمہارے لئے۔" حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "جو شخص سونے اور

چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ ڈالتا ہے۔'' (مسلم/کتاب الاشربہ)۔
رسول اللہ ﷺ مکہ میں اپنے آبائی حویلی نماء گھر میں رہتے تھے مکہ میں حضرت خدیجہؓ کا گھر بھی اسی قسم کا تھا جیسے قریش کے شرفاء کے گھر ہوا کرتے تھے۔ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ صدیقہ اور حضرت سودہؓ کے لئے جو حجرے بنوائے تھے ان میں سے ہر ایک ساڑھے چار میٹر لمبا اور تین میٹر چوڑا تھا (۱۵ فٹ لمبا اور ۱۰ فٹ چوڑا) ان کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور چھتیں کھجور کی شاخوں کی ان حجروں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کے لئے کھجور کی شاخیں چن کر دیوار بنائی گئی تھی جس پر مٹی سے لیپ کر دی گئی تھی دروازوں میں کواڑ نہیں ہوتے تھے بلکہ کمبل لٹکا کر پردہ کر دیا گیا تھا چھتیں اتنی نیچی تھیں کہ ہاتھ اوپر اٹھائیں تو چھت کو جا لگتے تھے ایک ایک کمرے کے ان گھروں کے سامنے چھوٹا سا صحن تھا ایک گھر کا کل رقبہ اتنا ہی ہوتا تھا جس میں اب اللہ کے رسول ﷺ کا روزہ مبارک ہے صحن کی چار دیواری بھی کھجور کی شاخوں کی ہوتی تھی جس پر مٹی سے لیپ کر دیا گیا تھا۔ ام المومنین میں سے ہر کسی کا گھر اسی طرح کا ہوتا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ساری زندگی انہی حجروں میں گزار دی تھی جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت عائشہؓ صدیقہ کے گھر میں جگہ بہت تھوڑی ہونے کی وجہ سے صحابہ نے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں آپ ﷺ کا جنازہ پڑھا تھا جب آپ ﷺ سارے جزیرہ نمائے عرب کے حکمران بن گئے تو بھی آپ ﷺ نے اپنے لئے بڑا گھر نہیں بنوایا تھا اتنا بڑا گھر بھی نہیں بنوایا تھا جتنا بڑا آپ ﷺ کا مکہ میں آبائی گھر ہوا کرتا تھا۔

تو کیا آپ ﷺ کے پاس مالی وسائل نہیں تھے؟ غزوہ حنین میں ہوازن اپنے چھ ہزار عورتیں اور بچے ہی پیچھے چھوڑ کر نہیں بھاگے تھے بلکہ اس غزوہ کے مال غنیمت میں چوبیس ہزار اونٹ بھی تھے اور اس دور میں اونٹ عرب میں سب سے قیمتی مال ہوتا تھا ہوازن چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی بھی چھوڑ گئے تھے گھوڑے اور گدھے اس کے علاوہ تھے اور وہ سارا مال رسول اللہ ﷺ نے وہیں تقسیم کر دیا تھا اس سے پہلے خیبر فدک اور وادی القریٰ کی زمینیں اور باغ بھی ریاست اور مسلمانوں کی ملکیت بن چکے تھے جو بھی کوئی وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا آپ ﷺ اسے انعام دے کر واپس بھیجا کرتے تھے ایسے وفود کی تعداد بہت زیادہ ہے روایات میں جن وفود کا ذکر موجود ہے ان میں سے بعض کے ارکان کی تعداد درج ہے جبکہ اکثر کے ساتھ لکھا ہے ''ایک جماعت'' یا ''ایک وفد'' جن وفود کے ارکان کی تعداد درج ہے اسے جمع کیا جائے تو ۱۷۴۴ افراد بنتی ہے انعام کے سلسلے میں بھی صرف پندرہ وفود کے ارکان کو فی کس دی جانے والی چاندی اور وفد کے لیڈر کو دی جانے والی چاندی کا ذکر ملتا ہے ان کے ارکان کی تعداد ۲۳۳ ہے ان ۲۳۳ افراد کو اللہ کے رسول ﷺ نے مجموعی طور پر ۲۱۶۶ اوقیہ چاندی انعام میں دی تھی باقی ۱۵۱۱ افراد کو کتنی چاندی عطاء کی تھی اور جن وفود کے ارکان کی تعداد درج نہیں انہیں ملا کر اللہ کے رسول ﷺ نے مجموعی طور پر کتنی چاندی تحفہ میں دی تھی اس کی

تفصیل نہیں ملتی لیکن یہ ذکر ملتا ہے کہ ''ارکان وفد کو حسب دستور انعام دلوایا'' یا ''وفد کے ارکان کو معمولی سے زیادہ انعام دلوایا۔'' روایات میں کم از کم پانچ اوقیہ چاندی فی رکن اور زیادہ سے زیادہ ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی فی رکن انعام دینے کا ذکر ہے اس حساب سے ۴۴۷ افراد کو دی گئی چاندی کا اندازہ کریں۔ بعض ارکان وفد کو اللہ کے رسول ﷺ نے سواری کے لئے جانور، لباس اور چادریں بھی تحفہ دی تھیں بعض کو گاؤں اور چشمے عطاء کئے تھے جو بھی کوئی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا آپ ﷺ اسے خالی ہاتھ واپس نہیں بھیجا کرتے تھے مگر اتنے وسائل ہونے کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے خود ایک مسافر کی مانند زندگی بسر کی تھی۔

املاک اور بڑائی سے مکمل پرہیز

اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی زمین پر جزیرہ نمائے عرب کی وسعتوں تک پھیلی اسلامی ریاست کے ناظم اعلیٰ تھے مگر آپ ﷺ نے اپنے اور اپنے خاندان کے لئے نہ املاک بنائیں نہ محل اور ماڑیاں بنائے نہ ہی اپنے کسی عزیز و اقارب کو اپنی زندگی میں کسی صوبے کی حاکمیت دی اور نہ ہی اپنے بعد اپنے خاندان میں سے کسی کو اس ریاست کا حکمران یا ناظم اعلیٰ نامزد کیا۔ وہ شاہوں اور شہنشاہوں کا دور تھا عرب کے ایک طرف ایرانیوں کی خاندانی شہنشاہیت تھی دوسری طرف رومیوں کی شہنشاہیت تھی تیسری طرف حبشہ کی خاندانی شہنشاہیت تھی ہر جگہ وقت کا شہنشاہ سلطنت کا دینی سربراہ بھی ہوتا تھا لیکن محمد بن عبداللہ ﷺ نہ خود شاہ یا شہنشاہ بنے اور نہ ہی کسی نئے شہنشاہی سلسلہ کی بنیاد رکھی۔ شرک کے خلاف توحید کی جنگ ایک روحانی معرکہ تھی شرک کا تعلق زمین سے ہے اور توحید کا آسمانوں سے جب توحید نے شرک کا خاتمہ کر دیا تو زمینی مفادات اور تعلقات پر قائم زمینی نظام حاکمیت بھی ختم ہو گیا تھا خاندانی حاکمیت بھی چونکہ زمین سے وابستہ ہوتی ہے اور توحید کے دائرہ سے نکل جاتی ہے اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ کو خاندانی وراثت بھی نہیں بنایا تھا خدا کی حاکمیت میں اس کا کوئی شریک نہیں نہ آسمانوں پر اور نہ ہی زمین پر۔

کیا تاریخ عالم میں کہیں کوئی اور ایسی مثال موجود ہے؟ کیا اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت مبارک کے اس اصول سے مسلمانوں نے کبھی رہنمائی حاصل کی ہے؟ اہل دنیا نے یا اہل دین نے؟

اللہ کے رسول ﷺ جب بھی اللہ کے دین کے لئے یا اسلامی ریاست کے دفاع کے لئے چندہ کی اپیل کیا کرتے تھے تو اس میں سب سے آگے آپ ﷺ کے رشتہ دار ہوا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ بن عفان مالی ایثار میں سب سے آگے ہوتے تھے۔

اللہ کے دین کے لئے جہاد میں بھی اللہ کے رسول ﷺ کے رشتہ دار حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عبداللہؓ بن جحش، حضرت زبیرؓ اور حضرت ابوسلمہؓ ہمیشہ اگلی صفوں میں ہوا کرتے تھے۔ محمد

بن عبداللہ ﷺ نے اپنا مال و دولت ذاتی توانائیاں اور صلاحیتیں اپنی زندگی، اپنی خواہشیں، اپنی محبتیں، اپنے تعلقات اور آرام و آسائش سب اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام کے لئے وقف کر دیئے تھے۔ نہ کبھی اپنی بڑائی جتائی اور نہ بڑائی قائم کی۔ اور صرف اللہ کی بڑائی بیان کی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

☆ ''ہم آخرت کا بھلا گھر
ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں
جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے
اور نہ فساد چاہتے ہیں
اور حسن عاقبت پرہیزگاروں کے لئے ہے'' (۲۸:۸۳) ۔

آپ ﷺ نے اپنی دنیا اللہ کے دین پر قربان کر دی تھی اور اللہ کے دین کو دنیاوی مفادات اور آسائشوں کے حصول اور تحفظ کا ذریعہ نہیں بنایا تھا حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

☆ ''آخری زمانے میں
کچھ لوگ دین کے ذریعے فریب سے دنیا حاصل کریں گے
لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے وہ دنبوں کی کھالیں پہنیں گے
ان کی زبانیں نرمی میں شہد سے زیادہ شیریں ہوں گی
اور ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے
اللہ تعالیٰ کہیں گے
تم میرے ساتھ غرور اور جرأت کرتے ہو؟
میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں
کہ میں ایسے لوگوں کو ایسے فتنے میں مبتلا کر دوں گا
کہ ان میں سے اہل عقل بھی حیران رہ جائے گا'' (الصحاح ستہ/کتاب الریاء)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ بکریوں کو اتنا برباد نہیں کر سکتے جتنا دولت اور شرف کا حریص آدمی دین کو تباہ کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ/کتاب الرقاق)

مخلوق کی دینی اور دنیاوی فلاح

اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت کے قیام کا مقصد اللہ کی مخلوق کی دینی اور دنیاوی فلاح تھا رسول اللہ

ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب میں جو ریاست اور ریاستی نظام قائم کئے تھے وہ انسانوں کی دینی اور دنیاوی فلاح کے لئے تھے اور خاندانی اور وراثتی حکومتوں کی بنیاد سارے انسانوں کی فلاح کی بجائے ایک خاص خاندان کی فلاح ہوتی ہے ریاست مدینہ اللہ کی زمین پر قائم ہونے والی پہلی فلاحی ریاست تھی اور اسلام انسانی سعادت اور فلاح کی تحریک اور رب کا راستہ ہے جو اللہ کے بندوں کی اللہ اور فلاح کی طرف رہنمائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی ﷺ کو انسانی فلاح کا مشن سونپا تو حکم دیا تھا۔

☆"اے چادر اوڑھنے والے
اٹھ
ڈرا
اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر
اور اپنا دامن صاف رکھ
اور پلیدی سے دور رہ
اور احسان زیادہ بدلہ کے لئے نہ کر
اور اپنے رب کے لئے صبر کر" (۷۴:۱تا۷)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ اور اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت اور فلاحی ریاست کے قیام کی تفصیل اللہ کے اس حکم کی تعمیل کی عملی تصویر ہے بڑائی صرف اللہ کی۔ ڈر صرف اللہ سے۔ ہر قسم کی دنیاوی آلودگیوں سے دوری اور ہر قسم کی تکالیف اور مشکلات میں اللہ کے لئے صبر اور اس کا بدلہ صرف اللہ سے اللہ کا حکم ہے۔

☆"یقیناً پیروی کرنے کے لئے
تمہارے لئے رسول اللہ کا عمل
بہترین نمونہ ہے" (۳۳:۲۱)

درگزر اور معافی

درگزر اور معافی اللہ کے رسول ﷺ کی پالیسی کے بنیادی اصول تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا تھا ان لوگوں سے بھی بدلہ نہیں لیا تھا جنہوں نے آپ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کیا تھا۔ آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو بے پناہ تکالیف پہنچائی تھیں۔ ان لوگوں کو بھی معاف کر دیا تھا جنہوں نے اہل توحید کو مکہ سے نکالا تھا اور اللہ کے دین کو مٹانے کے لئے لشکر جمع کر کے مدینہ پر حملے کیا کرتے تھے درگزر اور معاف کر دینے کی

رسول اللہ ﷺ کی پالیسی نے اللہ کے دین کے دشمنوں کے لئے اللہ کے دین میں پناہ لینا آسان بنا دیا تھا اور وہ توحید اور شرک کی لڑائی کے فیصلہ کن مراحل میں اپنی ہٹ دھرمی تکبر اور دشمنی چھوڑ کر اللہ کے دین کی قوت بن گئے تھے اگر آپ ﷺ اللہ کے دین کے ایسے دشمنوں کو معاف نہ کرتے اور ان سے بدلہ لینے کی پالیسی پر عمل کرتے تو مدینہ میں سیاسی اور انتظامی استحکام کی منزل اتنی آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ عبداللہ بن ابی بن سلول خزرج کا با اثر سردار تھا مدینہ کے سارے عرب اور یہودی قبائل اسے اپنا حاکم بنانے پر متفق ہو چکے تھے۔ ایک سنار نے اس کے لئے تاج بنانے کو اس کے سر کا ناپ بھی لے لیا ہوا تھا کہ توحید کی روشنی مدینہ تک پہنچ گئی اوس اور خزرج کی اکثریت اسلام کی قوت بن گئی رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے ساتھ ہی اوس اور خزرج نے آپ ﷺ کو اپنا دین اور دنیا میں امام تسلیم کر لیا تو عبداللہ بن ابی کے خواب ٹوٹ گئے اس نے اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشوں کا سلسلہ ساری عمر جاری رکھا بدر کے بعد مجبوراً یا مصلحتاً اسلام قبول کرنے کے باوجود وہ منافقوں کی جماعت کی قیادت کرتا رہا یہودیوں کو اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ورغلاتا رہا لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیشہ درگزر سے کام لیا مریسیع کے چشمہ کے واقعہ کے بعد اس کے اپنے بیٹے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ "اگر آپ ﷺ میرے باپ سے ناراض ہیں تو مجھے حکم دیں میں خود اسے قتل کر دیتا ہوں" مگر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا "میں اسے قتل نہیں کروانا چاہتا جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے ہم اس کے ساتھ حسن سلوک اور نرمی کا رویہ اختیار کریں گے"۔

حضرت عائشہؓ صدیقہ پر بہتان لگانے والوں میں بھی عبداللہ بن ابی آگے رہا حضرت اُسیدؓ بن حُضیر نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ اس سازش کے سرغنہ کو قتل کر دیں گے اور آپ ﷺ سے اجازت چاہی تھی مگر آپ ﷺ نے اتنے بڑے ذاتی صدمہ اور ابی کی سازش کے باوجود بھی درگزر سے کام لیا اور مدینہ میں پرانے قبائلی تعصب کی آگ بھڑکنے سے روک دی اور عبداللہ بن ابی بن سلول اپنی قوم اور معاشرے میں بے وقعت اور الگ تھلگ ہو کر رہ گیا رسول اللہ ﷺ کی درگزر کی پالیسی عبداللہ بن ابی بن سلول کے لئے سیاسی اور معاشرتی موت ثابت ہوئی۔ ابن ابی آپ ﷺ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا لیکن آپ ﷺ نے اس کے کفن کے لئے اپنی قمیض بھی عنایت فرما دی اور اس کا جنازہ بھی پڑھایا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس درگزر اور معاف کر دینے کی پالیسی کا مدینہ کے یہودیوں نے کئی بار ناجائز فائدہ اٹھایا۔ آپ ﷺ نے بنو قینقاع کو جمع کر کے نرمی سے سمجھایا تو انہوں نے دھمکی دی کہ ہمیں اپنی قوم کی مانند نہ سمجھنا آپ ﷺ نے پھر بھی درگزر کی پالیسی پر عمل کیا تو انہوں نے ایک مسلمان خاتون کی توہین اور ایک مسلمان کو شہید کر کے دیت دینے سے بھی انکار کر دیا دستور مدینہ کی پابندی کے عہد کے باوجود بنو نضیر ریاست کے دشمنوں مکہ کے قریش کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے رہے انہوں نے ابوسفیان اور اس کے چھاپہ مار دستہ کی دعوت تک کی تھی لیکن آپ ﷺ نے اس وقت تک ان کے خلاف بھی

کوئی اقدام نہیں کیا تھا جب انہوں نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی تھی طاقت ہونے کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے بنوقینقاع اور بنونضیر کو اپنے مال و اسباب سمیت سلامتی کے ساتھ مدینہ سے چلے جانے کی اجازت دیدی تھی اور بنوقریظہ کی کھلی بغاوت کے بعد بھی انہیں سمجھانے اور دستور مدینہ کی پابندی پر امادہ کرنے کے لئے ان کے پاس وفد بھیجا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی اس معاف کر دینے اور درگزر کی پالیسی نے ہی ریاست مدینہ کو وہ اندرونی امن اور استحکام دیئے تھے جن سے بیرونی دشمنوں کی منصوبہ بندیوں کو ناکام بنانے کی مہمات کے دوران کوئی اندرونی مسئلہ کبھی پیدا نہیں ہوا تھا آپ ﷺ طویل عرصہ تک مدینہ سے باہر رہتے مسلمان انصار و مہاجرین بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے مگر پیچھے مدینہ اور ریاست میں نہ کبھی کوئی بحران پیدا ہوا تھا اور نہ ہی کوئی لڑائی جھگڑا ہوا کرتا تھا رسول اللہ ﷺ کی ریاست مدینہ کی حدود کے باہر کی مہمات غزوات سیاسی اور سفارتی منصوبہ بندی اور تجارتی سرگرمیوں کی کامیابی کی ایک وجہ یہ اندرونی امن اور استحکام بھی تھے اور اس اندرونی امن اور استحکام کی بنیاد آپ ﷺ کی درگزر اور طاقت ہوتے ہوئے بھی بدلہ نہ لینے کی پالیسی تھی آپ ﷺ نے کبھی تصادم خریدنے کی پالیسی پر عمل نہیں کیا تھا آپ ﷺ چودہ سو صحابہ کے ہمراہ عمرہ کرنے گئے تو مشرکین مکہ نے لشکر جمع کر لیا ان کے گھوڑ سوار دستوں نے آپ ﷺ کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے راستہ بدل لیا اور دشوار گزار راستوں سے حدیبیہ پہنچ گئے مکہ کے قریش کی تصادم کی پالیسی کی وجہ سے ان کے حمایتی بھی ان کے رویہ کے خلاف ہو گئے تھے اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے وہ معاہدہ کرنا پڑ گیا تھا جو فتح مبین ثابت ہوا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے امن کے حملہ Peace offensive سے شرک کو لازوال پسپائی سے دوچار کر دیا تھا۔

یہودی ملک عرب خاص طور پر حجاز کی سب سے مؤثر اقتصادی اور سفارتی قوت ہوتے تھے اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف مکہ کے قریش کو اکسانے اور بدو قبائل کے کرایہ کے لشکر چڑھا لانے میں یہودیوں کی چالیں اور منصوبے اور سرمایہ ہی کام کرتے رہے تھے۔ احزاب کی رسوائی اور بنوقریظہ کے اپنے انجام کو پہنچ جانے کے بعد وہ نیا اتحاد قائم کرنے کی جدوجہد کر رہے تھے قریش کے ساتھ خیبر کے یہودیوں نے مشترکہ دفاع کا معاہدہ کر لیا تھا ان کی ان چالوں اور سازشوں سے حجاز میں امن قائم نہیں رہ سکتا تھا اور توحید کی دعوت کی توسیع کے لئے امن ضروری تھا رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو ان کے تباہ کن سازشوں کے ہتھیاروں سے غیر مسلح کر دیا تو انہیں بڑی سے بڑی سزا دی جا سکتی تھی یہودی ریاست مدینہ کے جنگی مجرم تھے اور انہیں خود بھی اس کا احساس تھا۔ وہ خیبر چھوڑ کر چلے جانے والے تھے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے سارے جرائم اور گناہ معاف کر دیئے وہ جرائم کسی ایک یہودی یا یہودی گروہ نے نہیں کئے تھے بلکہ یہودی بحیثیت قوم ان جرائم میں شامل رہے تھے آپ ﷺ نے ان کے نہ کسی فرد سے بدلہ لیا نہ کسی گروہ سے اور نہ ہی یہودی قوم سے

اس سے یہودی، اسلامی ریاست کی اقتصادیات کی تقویت کا سبب بن گئے اگر انہیں خیبر سے نکال دیا جاتا تو مسلمانوں کو اس کے باغوں اور زمینوں کے لئے بہت بڑی افرادی قوت کی ضرورت ہوتی جو ان کے پاس نہیں تھی جن مسلمانوں میں خیبر کے باغ اور کھیت تقسیم کردیئے گئے تھے ان کے لئے ان سب کی دیکھ بھال مشکل تھی وہ ان باغوں اور کھیتوں کی دیکھ بھال میں لگ جاتے تو ریاست کے دفاع کے لئے افرادی قوت کم پڑ جاتی اللہ کے رسول ﷺ کی معاف کردینے کی پالیسی کا عملی نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی قوم پہلے کی طرح ان باغوں اور کھیتوں کی دیکھ بھال کرتی رہی اور ان کی پیداوار سے مسلمانوں اور ریاست مدینہ کی اقتصادی حالت بہتر ہوگئی۔

مکہ کے قریش کے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے۔ کونسا جرم تھا جو انہوں نے نہیں کیا تھا؟ کونسا دکھ تھا جو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو نہیں دیا تھا؟ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان سب کے سب انفرادی اور اجتماعی گناہ معاف کر کے انہیں اللہ کے دین کی قوت بنا دیا تھا آپ ﷺ نے ہندہ کو بھی معاف کر دیا تھا جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا اور ابولہب کے اس بیٹے کو بھی جس نے اسلام دشمنی میں آپ ﷺ کی صاحبزادی کو طلاق بھی دی تھی اور آپ ﷺ کی توہین بھی کی تھی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میرے تایا کے بیٹے مجھے عطاء کردے اللہ نے میری دعا قبول کرلی عتبہ اور معتب مجھے ہبہ کردیئے“ آپ ﷺ نے ہبار بن اسود کو بھی معاف فرما دیا تھا جس نے آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ کے اونٹ کو نیزہ مار کر انہیں اونٹ سے گرا دیا تھا جس سے حضرت زینبؓ کا حمل ضائع ہوگیا تھا اور اسی مرض سے وہ فوت ہوگئی تھیں۔ ایک صحابی نے اسے قتل کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے روک دیا ہبار نے اپنے گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگی اور کہا ”آپ ﷺ کی عنایات عفو و درگزر اور صلہ رحمی کا خیال کر کے حاضر ہوا ہوں“۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میں نے تجھے معاف کیا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور اسلام کی طرف ہدایت دی اسلام سابقہ گناہ ملیامیٹ کردیتا ہے“۔

ابوجہل کا بیٹا عکرمہ، امیہ بن خلف کا بیٹا صفوان اور سہیل بن عمرو اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے سب سے شدید دشمن تھے انہوں نے تو فتح مکہ کے دن بھی حضرت خالدؓ بن ولید کا مقابلہ کیا تھا اور بھاگ گئے تھے۔ عکرمہ کی بیوی نے اس کے لئے معافی طلب کی تو آپ ﷺ نے معاف کردیا اور صحابہ سے فرمایا ”عکرمہ تمہارے پاس آنے والا ہے اس کے باپ کو برا نہ کہنا مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے“۔

نقاب پوش عکرمہ نے کلمہ پڑھ کر کہا ”یارسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا کریں کہ آپ ﷺ سے میری سب عداوتوں کی مجھے معافی مل جائے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے میرے رب عکرمہ کی میرے ساتھ سب عداوتیں معاف کردے اور اس نے اپنی

زبان سے مجھے جو اذیت پہنچائی وہ بھی معاف کردے۔''

صفوان بن امیہ کے چچازاد بھائی نے اس کے لئے معافی کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے اسے بھی معاف کردیا صفوان نے دین کے بارے میں سوچنے کے لئے دو ماہ کی مدت طلب کی تو آپ ﷺ نے اسے چار ماہ سوچنے کو دیدیئے۔ سہیل بن عمرو کے بیٹے کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی معاف کردیا اور صحابہ کرام سے فرمایا''جو کوئی سہیل کو ملے اسے کڑوی نظروں سے نہ دیکھے زندگی کی قسم سہیل عاقل اور شریف ہے ایسا شخص زیادہ عرصہ اسلام سے دور نہیں رہ سکتا۔''

سہیل بن عمرو اپنے آبائی دین پر ہی رہا اس کے باوجود اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے لشکر کے سے ساتھ غزوہ حنین اور طائف میں شرکت کی تھی اور پھر اسلام سے دور نہیں رہ سکا تھا۔

فضالہ نے خنجر لباس نے نیچے چھپایا اور طواف کرنے والوں میں شامل ہو گیا وہ اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کرنے آیا تھا اور آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا تھا آپ ﷺ نے پوچھا''کیا تم فضالہ ہو؟''

اس نے جواب دیا''ہاں میں فضالہ ہوں۔''

آپ ﷺ نے پوچھا''تم اپنے دل میں کیا سوچ رہے ہو؟''

''میں تو اللہ کا نام جپ رہا تھا اور تو کچھ نہیں سوچا۔''

آپ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا''فضالہ اللہ سے مغفرت طلب کرو''اور اس کے سینے پر دست مبارک پھیرا۔ فضالہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اس نے اس بارے میں جو نظم لکھی تھی اس کا شعر ہے۔

☆''اللہ کا دین ظاہر ہو گیا ہے۔

اور شرک نے سیاہ نقاب اوڑھ لی ہے''

رسول اللہ ﷺ نے شرک کے محافظوں مکہ کے قریش سے فرمایا تھا''آج تم پر کوئی گرفت نہیں اللہ تمہیں معاف فرمائے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے جاؤ تم آزاد ہو۔''

مکہ کے مشرکوں نے مدینہ ہجرت کر جانے والے مسلمانوں کے گھروں اور املاک پر قبضہ کرلیا تھا بعض صحابہ کرام نے اپنے گھر واپس دلانے کی درخواست کی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا''تمہارا جو مال اللہ کی راہ میں چلا گیا ہے مجھے اس کی واپسی پسند نہیں۔''

اس کے بعد کسی مہاجر نے اپنے گھر اور املاک واپس دلانے کی درخوات نہیں کی تھی اللہ کے رسول ﷺ نے نہ اپنا گھر واپس لیا تھا اور نہ ہی کسی مہاجر کو اس کا گھر اور املاک واپس دلائے تھے آپ ﷺ نے کسی کو اپنا آبائی دین ترک کرنے کو نہیں کہا تھا اور مکہ کے مشرک آپ ﷺ کا حسن سلوک دیکھ کر خود ہی مسلمان ہو گئے تھے اور اللہ کے دین کی قوت بن گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے نو باتوں کا حکم دیا ہے کہ

☆ میں کھلے اور چھپے ہر حال میں خدا سے ڈرتا رہوں

☆ غصہ میں ہوں یا خوشی میں ہر حال میں انصاف کی بات کہوں

☆ محتاجی اور امیری دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہوں

☆ جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں

☆ جو مجھے محروم کرے میں اسے دوں

☆ جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کردوں

☆ اور میری خاموشی، غور وفکر کی خاموشی ہو

☆ میرا بولنا یاد الٰہی کا بولنا ہو

☆ میرا دیکھنا عبرت کا دیکھنا ہو

شفقت اور صلہ رحمی

اللہ کے رسول ﷺ نے تدبر درگزر معاف کردینے، حسن سلوک، شفقت، صلہ رحمی اور ایثار سے اہل مکہ کے دل مسخر کر لئے تھے اسی کا نتیجہ تھا کہ جب اللہ کے رسول ﷺ شرک کے نئے علمبرداروں سے مقابلہ کے لئے مکہ سے حنین کی طرف روانہ ہوئے تو دو ہزار وہ افراد بھی آپ ﷺ کے لشکر میں شامل تھے جو چند روز پہلے تک اللہ اور اس کے دین کے سب سے بڑے دشمن ہوا کرتے تھے ان میں صفوان بن امیہ بھی شامل تھا جو خود شرک کا علمبردار ہوا کرتا تھا اور اس وقت بھی اپنے آبائی دین پر ہی تھا اس نے اللہ کے رسول ﷺ کو توحید اور شرک کے اس معرکہ کے لئے ایک سو ڈھالیں اور زرہیں بھی اودھار دی تھیں۔ سہیل بن عمرو بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا اور وہ بھی اس وقت اپنے آبائی دین پر ہی تھا نوفل بن حارث نے بھی نئے دستوں کو مسلح کرنے کے لئے تین ہزار نیزے اللہ کے رسول ﷺ کو مستعار دیئے تھے اور لڑائی کے اخراجات کے لئے بھی آپ ﷺ نے انہی قریش مکہ سے قرض لیا تھا۔

ہوازن کے لشکروں کا چیف کمانڈر مالک بن عوف اپنے بیوی بچے بھی حنین کی وادی میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا وہ بنو ثقیف کے ساتھ طائف میں قلعہ بند ہو گیا تھا اور وہاں بھی اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف لڑتا رہا تھا اللہ کے رسول ﷺ کی ظالموں کو معاف کردینے اور محروم کرنے والوں کو دینے کی پالیسی کے بارے میں سن کر وہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس کے اہل وعیال اور اموال واپس کر دیئے اور اپنے پاس سے ایک سو اونٹ اسے عنایت فرمائے۔ مالک نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر لیا تو آپ ﷺ نے اسے ہوازن، فہم، سلمہ اور ثمالہ قبائل پر عامل مقرر کر دیا حضرت مالکؓ بن عوف نے

بنوثقیف کا ناطقہ بند کر دیا ان کا کوئی بھی قافلہ ان قبائل کے علاقوں سے گزر نہیں سکتا تھا اس ناکہ بندی سے تنگ آ کر طائف کے مغرور بنوثقیف خود اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے اور اللہ کے دین کی قوت کا حصہ بن گئے تھے بنوثقیف کا جو وفد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس میں وہ عبد یالیل بھی شامل تھا جس نے آپ ﷺ کے طائف کے سفر کے دوران قرآن سن کر کہا تھا ''اگر اللہ نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں بیت اللہ کا غلاف پھاڑ دوں گا'' عبد یالیل اور اس کے بھائیوں کے ورغلانے پر اس سفر کے دوران طائف کے آوارہ لڑکوں اور غنڈوں نے پتھر مار مار کر اس قدر زخمی کر دیا تھا کہ آپ ﷺ کے جوتے خون سے بھر گئے تھے آپ ﷺ کسی دیوار کے ساتھ بیٹھ جاتے تو وہ آپ ﷺ کو بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیتے تھے اور آپ ﷺ کے پاؤں اور ٹانگوں پر پتھر مارنا شروع کر دیتے تھے اس ظلم اور توہین کا اندازہ اس دعا سے کیا جا سکتا ہے جو اس روز اللہ کے رسول ﷺ نے کی تھی ''اے میرے اللہ میں تجھ سے اپنی طاقت کی کمزوری' بے بسی اور لوگوں کے ہاں اپنی بے بسی کا شکوہ کرتا ہوں اے رحمٰن ورحیم تو کمزوروں کا رب ہے اور تو میرا بھی رب ہے تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے۔''

اسی عبد یالیل اور اس کے ساتھیوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے پاس خیمہ نصب کروا دیا تھا اور جتنے روز وہ مذاکرات کرتے رہے تھے ان کے لئے کھانا اللہ کے رسول ﷺ اپنے گھر سے بھجوایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے دعوت کے مکی دور میں اپنے رسول ﷺ سے فرمایا تھا:

☆''نرمی اور درگزر کا طریقہ اختیار کرو

معروف کی تلقین کرو

اور جاہلوں سے نہ الجھو''(۷:۱۹۹)

☆(لوگوں کو)

اپنے رب کی راہ کی طرف

حکمت سے

اور عمدہ نصیحت سے بلا

اور ان کے ساتھ بحث

اچھے طریقے اور دلیل کے ساتھ کر''(۱۶:۱۲۵)

مدینہ کے منافقوں اور یہودیوں کی سازشوں اور چالوں کو جانتے ہوئے بھی انہیں معاف کر دینے اور درگزر کی وجہ سے وہ اندرونی نظم اور استحکام پیدا ہو گیا جو بیرونی مہمات اور دشمنوں کے مقابلہ میں ممد ثابت ہوا تو حدیبیہ میں درگزر فتح مبین کی بنیاد بن گیا خیبر کے یہودیوں کو ان کے سارے جرائم معاف کر دینے سے

مسلمانوں اور ریاست مدینہ کو اقتصادی استحکام مل گیا تو مکہ کے قریش کو معاف کر دینے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے وہ اللہ کے دین کی قوت بن گئے مالک بن عوف کو معاف کر دیا تو اس نے مغرور بنوثقیف کو اللہ کے دین میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا بنوثقیف اسلام میں داخل ہو گئے تو حجاز میں اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والی کوئی بڑی قوت باقی نہ رہی اور حجاز پر اللہ کے دین کے غلبہ سے جزیرہ نمائے عرب پر غلبہ کی راہ ہموار ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا تھا

☆''اللہ کی رحمت کے سبب
آپ ان لوگوں کے لئے نرم دل ہیں
اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے
تو وہ ضرور آپ سے دور بھاگ جاتے
پس ان سے درگزر کریں
اور ان کے لئے مغفرت طلب کریں''(۳:۱۵۹)

اس دور کے ایک عرب شاعر ابوایاس نے کہا تھا۔

وما حملت من ناقه فوق رحلها ابـر وا وفـى ذمة مـن مـحـمـد

''کسی اونٹنی کے پالان پر محمد ﷺ سے بڑھ کر راست باز اور اپنی ذمہ داریوں سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے والا آج تک نہیں دیکھا گیا۔''

حضرت حسانؓ بن ثابت نے بنی تمیم کے شاعر زبرقان بن بدر کے جواب میں اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں کہا تھا۔

☆''اگر وہ کسی سے مقابلہ کریں تو سب کو مات دے دیتے ہیں
اور سخاوت میں اہل سخاوت سے ان کا موازنہ کریں تو انہی کا وزن بھاری ہوتا ہے
وہ ایسے پاکدامن ہیں کہ کلام اللہ میں ان کا ذکر آیا ہے
وہ نہ نفس پرست ہیں اور نہ لالچی
وہ اپنے پڑوسی کو نفع پہنچانے میں بخل نہیں کرتے
اور نہ ہی انہیں کسی قسم کا لالچ لبھاتا ہے
اگر دشمن کو زیر کر لیں تو وہ اس پر فخر نہیں کرتے
اور اگر کبھی شکست ہو جائے تو خائف اور دل گرفتہ نہیں ہوتے

لڑائی میں جب موت تیار کھڑی ہوتی ہے
تو وہ اس شیر کی مانند مطمئن ہوتے ہیں
جو پاؤں میں تکلیف کے سبب جھاڑیوں میں آہستہ آہستہ چلتا ہے
وہ جوش میں ہوں تو جو دیں عنایت سمجھ کر لے لو
اور جو نہ دینا چاہیں وہ لینے کا کبھی ارادہ مت کرو'

غیر مسلموں سے حسن سلوک

رسول اللہ ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے تو اس خوفزدہ شہر اور اس کے مسلمانوں نے آپ ﷺ کو اپنے دین و دنیا کے معاملات میں اللہ کی طرف سے مقرر کردہ امام قبول کر لیا تھا۔ اس شہر میں اہل توحید کی اکثریت تھی لیکن آپ ﷺ جوف مدینہ کے سارے باسیوں کے دینی اور دنیاوی معاملات میں امام نہیں تھے مدینہ میں اس وقت یہودیوں کے بھی بہت سے قبائل تھے۔ مشرک بھی تھے اور کچھ عیسائی بھی تھے مگر ان میں سے کسی میں بھی مسلمانوں کی قوت اور اکثریت سے کسی تصادم کی قوت نہیں تھی اللہ کے رسول ﷺ نے سب سے پہلے مسلمانوں کے دارالندوہ مسجد کی تعمیر شروع کرائی لیکن اس کے مکمل ہونے سے پہلے ہی جوف مدینہ کے باسیوں کے لئے ایک دستور نافذ کر دیا اور مدینہ میں سیاسی معاشرہ اور نظم وجود میں آ گئے وہ دستور جسے ''دستور مدینہ'' کہا جاتا ہے حضرت انسؓ کے والد مالک کے گھر میں ایک اجلاس میں منظور کیا گیا تھا اس اجلاس میں جوف مدینہ کی سب بستیوں کے اہل رائے اور نمائندوں نے شرکت کی تھی ان میں یہودیوں کے نمائندے بھی تھے اور ان عربوں کے نمائندے بھی شامل تھے جو اس وقت تک اپنے آبائی دین پر تھے اس دور کے قبائلی دستور کے مطابق ہر قبیلے اور گروہ کا سرداران کا باقاعدہ منتخب نمائندہ ہوتا تھا اس لئے حضرت انسؓ کے والد کے گھر میں جو اہل رائے اور ان بستیوں اور گروہوں کے نمائندے اور سردار اکٹھے ہوئے تھے وہ ان کے باقاعدہ منتخب نمائندے تھے لہٰذا رسول اللہ ﷺ کا تیار کردہ دستور مدینہ جوف مدینہ کی سب بستیوں اور گروہوں کے منتخب نمائندوں سے مشورہ کے بعد نافذ کیا گیا تھا اس دستور کے نفاذ سے مدینہ میں جو چھوٹی سی اسلامی ریاست وجود میں آ گئی تھی اس کے ناظم اعلیٰ اللہ کے رسول ﷺ تھے اس دستور میں جوف مدینہ کے سب باسیوں کے حقوق و فرائض کا تعین کر دیا گیا تھا اور ریاست کے غیر مسلم گروہوں اور قبیلوں کے منتخب نمائندوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے دنیاوی امور میں اپنا امام تسلیم کر لیا تھا اس دستور کے دیباچہ (Preamble) میں کہا گیا ہے۔

۱۔ یہ دستور اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔
۲۔ یہ قریش کے مومن مسلمانوں (مہاجرین) اور یثرب کے مومن مسلمانوں (انصار) کے لئے ہے۔
۳۔ اور جو لوگ ان کی پیروی کرتے رہے ہیں اور ان کے ساتھ شامل ہو کر لڑائی میں حصہ لے چکے ہیں ان کے لئے ہے۔
۴۔ مہاجر مسلمانوں انصار اور ان کی پیروی کرنے والوں اور ان کے ساتھ مل کر لڑائی میں حصہ لے چکے گروہوں کے آپس کے تعلقات اس دستور کے مطابق ہوں گے۔

اس دستور کے دیباچہ سے ظاہر ہے کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ نے نافذ فرمایا تھا اس کے تحت غیر مسلموں کے جو حقوق و فرائض متعین کئے گئے تھے ان کے بارے میں اہل رائے سے مشورہ بھی کیا گیا تھا

☆ مہاجر اور انصار مسلمانوں کے علاوہ دستور مدینہ ان غیر مسلموں کے لئے تھا جو اوس اور خزرج کی پیروی کرتے رہے تھے اور ان کے ساتھ لڑائی میں حصہ لے چکے تھے کیونکہ جب یہ دستور نافذ کیا گیا تھا اس وقت مدینہ میں کوئی بھی ایسا گروہ' جماعت یا قبیلہ موجود نہیں تھا جس نے قریش کے مومن مسلمانوں کے ساتھ مل کر کبھی کسی لڑائی میں حصہ لیا تھا ایسے گروہ یا قبیلے مقامی ہی ہو سکتے تھے ان میں یہودی بھی تھے اور مشرک عرب بھی جن میں سے کچھ اوس کی پیروی کرتے رہے تھے اور ان کے ساتھ مل کر انہوں نے جنگ بعاث میں حصہ لیا تھا اور کچھ خزرج کے پیروکار رہے تھے اور ان کیساتھ مل کر جنگ بعاث میں حصہ لے چکے تھے۔

☆ بنو اوس اور بنو خزرج کی اکثریت مسلمان تھی اور جوف مدینہ کی آبادی کی اکثریت بھی مسلمان تھی جوف مدینہ کی اکثریت کے دینی اور دنیاوی امور میں امام اللہ کے رسول ﷺ نے جو دستور دیا تھا اس میں غیر مسلموں یہودیوں، مشرک عربوں اور عیسائیوں کو جو بھی حقوق دیئے گئے تھے وہ مسلمانوں کے دین و دنیا کے امور میں امام نے دیئے تھے جو اللہ کے نبی تھے اس لئے اس دستور میں اللہ کے نبی ﷺ نے غیر مسلموں کو جو بھی حقوق دیئے تھے انہیں اللہ کی تائید حاصل تھی لہٰذا کسی بھی اسلامی ریاست میں کوئی بھی ادارہ یا حکمران غیر مسلموں کے وہ حقوق واپس نہیں لے سکتا جو اللہ کے رسول ﷺ نے دستور مدینہ میں ریاست مدینہ کے غیر مسلموں کو دیئے تھے۔

☆ دستور کی دفعہ دو میں کہا گیا ہے کہ جن لوگوں کے لئے یہ دستور نافذ کیا جا رہا ہے وہ سب ایک سیاسی وحدت ہیں اور وہ سب باقی سب لوگوں سے الگ ہیں۔ باقی سب لوگ وہ تھے جن کے لئے یہ دستور نافذ نہیں کیا جا رہا تھا یعنی وہ سب لوگ جو اس وقت کی مدینہ کی ریاست کی حدود جوف مدینہ سے باہر رہتے تھے۔

☆ دستور میں ریاست مدینہ کی حدود متعین کر دی گئی تھیں۔

☆ ان حدود کے اندر رہنے والے سب لوگ ایک سیاسی وحدت قرار دیئے گئے تھے۔

☆ دستور کی دفعہ پندرہ میں کہا گیا ہے۔ ''مومن باقی سب لوگوں کے مقابلہ میں ایک دوسرے کے بھائی اور محافظ ہیں'' اور دفعہ بیس میں کہا گیا ہے۔ ''بلاشبہ متقی مومن سب سے اچھے اور سیدھے راستے پر ہیں''۔

☆ اس طرح دستور میں ریاست کی حدود کے اندر رہنے والے سب لوگوں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ایک سیاسی وحدت قرار دینے کے ساتھ یہ بھی کہد یا گیا تھا کہ وہ مسلم اکثریت جس کے دین و دنیا کے امام نے یہ دستور دیا ہے سب سے اچھے اور سیدھے راستے پر ہے اور مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی اور محافظ ہیں گویا دینی طور پر مسلمان غیر مسلموں سے الگ جماعت ہیں اور وہ ایک دوسرے کے بھائی اور محافظ ہیں اس کی مزید وضاحت دفعہ چھبیس سے ہو جاتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''بنی عوف کے حلیف یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک پارٹی ہیں خواہ وہ موالی ہوں یا اصل اور یہودیوں کے لئے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین ہے۔''

☆ دستور کی دفعہ سینتیس الف میں کہا گیا ہے'' اور ان میں سے کوئی بھی محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر فوجی کارروائی کے لئے نہیں نکلے گا اور دفعہ اکتالیس میں کہا گیا ہے کہ ''یثرب کا جوف اس دستور العمل والوں کے لئے حرم ہوگا'' حرم سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں کوئی کسی سے لڑائی نہیں کر سکتا یہ دستور چونکہ جوف مدینہ والوں کے لئے تھا کیونکہ ریاست مدینہ کی حدود اس وقت یہی تھیں اس لئے اس دفعہ کا مطلب ہے کہ جوف مدینہ والے جوف کی حدود کے اندر کسی سے کوئی لڑائی نہیں کریں گے اور اگر کسی باہر والے سے لڑنا پڑے تو ان میں سے کوئی بھی گروہ یا جماعت اپنے طور پر لڑائی کے لئے نہیں نکلے گی بلکہ کسی بھی بیرونی طاقت سے لڑائی کا فیصلہ اللہ کے رسول ﷺ کریں گے اور جس بھی کسی مشترکہ بیرونی دشمن کے خلاف محمد ﷺ جنگ کا فیصلہ کریں گے اس کا مقابلہ مسلمان اور یہودی مل کر کریں گے اور یہودی اپنے دستوں کا خرچ برداشت کریں گے اور مسلمان اپنے لڑنے والوں کے اخراجات برداشت کریں گے (دفعہ اڑتیس) گویا یہ نہیں ہوگا کہ یہودی لڑائی کے وقت کہیں کہ ریاست یا مسلمان انہیں یہودی دستوں کو لڑائی کے لئے مسلح کرنے کا خرچہ دیں گے تو ہی وہ ان کے ساتھ بیرونی دشمن کے خلاف لڑائی میں شامل ہوں گے دستور میں بیرونی دشمن سے لڑائی کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تھا اور صلح کرنے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر یہودیوں کو کسی سے صلح کرنے کو کہا جائے گا تو وہ اس پر عمل کریں گے اور صلح کی پابندی کریں گے اسی طرح اگر یہودی کسی سے صلح کا مشورہ دیں گے تو مسلمان وہ مشورہ قبول کرلیں گے لیکن دین کے لئے لڑی جانے والی لڑائی کی صورت میں دوسرے کا صلح کر لینے کا مشورہ قبول کرنے کا اصول لاگو نہیں ہوگا۔

☆ جب مسلمانوں کے بحیثیت جماعت کسی سے کوئی معاملہ طے کرنے کی بات کی جاتی ہے تو اس سے مراد اللہ کے رسول ﷺ ہی ہوتے ہیں جو مدینہ کے مسلمانوں کے دین و دنیا کے امور میں امام تھے اس لئے دستور کے

تحت اگر اللہ کے رسول ﷺ بیرونی دشمن سے لڑائی میں صلح کا فیصلہ کریں تو یہودی اس فیصلہ کو ماننے اور اس پر قائم رہنے کے پابند تھے۔

☆ دستور مدینہ کی دفعہ چوالیس میں کہا گیا ہے ''اس دستور العمل کے ماننے والوں میں اگر کوئی آپس میں ایسا تنازعہ یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس سے نقصان اور فساد کا اندیشہ ہو تو اس متنازعہ امر میں فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور اللہ کی مدد اس شخص کے ساتھ ہے جو دستور کے مندرجات کی زیادہ احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے گا'' دفعہ باون میں کہا گیا ہے ''خدا اس شخص کا مددگار ہے جو عہد و پیمان کی وفاداری اور تقویٰ سے تعمیل کرے اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی اس کے حامی ہیں''

گویا متنازعہ معاملات میں ریاست مدینہ کی حدود کے اندر رہنے والوں کے لئے فیصلہ کی خاطر ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا لازمی تھا (رجوع کرنا ہوگا) اور اللہ کے رسول ﷺ کا فیصلہ (اللہ کی مدد) اس فریق کے حق میں ہوگا جس نے دستور کی ''زیادہ احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کی ہوگی'' دفعہ باون میں اس کی مزید وضاحت کر دی گئی ہے کہ ''محمد ﷺ بھی اس کے حامی ہیں''۔

دستور کی جن دفعات کا ذکر کیا گیا ہے ان کی روشنی میں

۱: دستور اللہ کے رسول ﷺ نے دیا تھا۔

۲: اس دستور کے نفاذ سے ریاست مدینہ کا وجود عمل میں آ گیا تھا۔

۳: اس دستور میں ریاست مدینہ کی حدود کا بھی تعین کر دیا گیا تھا۔

۴: ان حدود کے اندر رہنے والے سب مسلمان اور غیر مسلم ایک سیاسی وحدت تھے۔

۵: ان حدود کے اندر رہنے والے کسی بھی فریق کو کسی کے خلاف لڑائی کرنے کے فیصلے کا اختیار نہیں تھا۔

۶: بیرونی دشمنوں سے لڑائی کا فیصلہ صرف اللہ کے رسول ﷺ کر سکتے تھے اور آپ ﷺ کی طرف سے کسی کے ساتھ کی گئی صلح کی خلاف ورزی کا اس سیاسی وحدت میں شامل کسی بھی جماعت یا گروہ کو حق حاصل نہیں تھا۔

۷: ایسے متنازعہ امور جن کا فیصلہ نہ ہو سکے فیصلہ کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے جانا ضروری تھا۔

لیکن اگر کوئی فرد گروہ یا جماعت اس دستور کی خلاف ورزی کرے اور اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلے کی پابندی نہ کرے تو کیا اس ریاست کے پاس اسے سزا دینے کی قوت اور اختیار بھی تھے؟ کسی بھی دستور کے نفاذ اور ریاست کے قیام کا مقصد ریاست کی حدود میں امن و امان کا قیام اور ظلم اور زیادتی کا تدارک کرنا ہوتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے اس کے پاس ایسی طاقت اور قوت نافذہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

مدینہ کی اس ریاست کی سپریم اتھارٹی اللہ تعالیٰ تھے اور دستور کی پابندی کرانے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو زمین پر سزا دینے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سونپ دی تھی اور جوف

مدینے کے سب لوگوں کے نمائندوں نے اسے تسلیم کرلیا تھا۔

اللہ کے رسول ﷺ کو جوف مدینہ کے باسیوں یا ان کے نمائندوں نے اس ریاست کا حاکم منتخب نہیں کیا تھا بلکہ خود اللہ نے محمد بن عبداللہ ﷺ کو اپنا نبی منتخب فرمایا اور آپ ﷺ کی دعوت سے ایک جماعت نے اللہ کا دین قبول کر کے آپ ﷺ کو اپنے دین اور دنیا کے امور میں اپنا امام مان لیا تو اس جماعت کی بستیوں اور علاقہ میں امن و امان کے قیام ظلم اور زیادتی کے خاتمہ اور اللہ کی حاکمیت کے قیام کے لئے آپ ﷺ نے وہ دستور بنا کر نافذ کر دیا تھا۔ اس ریاست کے ناظم اعلیٰ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہونے کی وجہ سے اور اکثریتی جماعت کے دین و دنیا کے امام ہونے کی وجہ سے تھے اور آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کے مسلمانوں اور وہاں رہنے والے غیر مسلموں کے لئے جو دستور نافذ کیا تھا وہ اس دور کی ضرورتوں ماحول اور معروضی حالات کے مطابق تھا دستور کی دفعہ تیرہ میں کہا گیا ہے "جو بھی کوئی سرکشی کرے گا ظلم اور گناہ کرے گا تعدی کے طریقے اپنائے گا یا ایمان والوں میں فساد پھیلائے گا تمام متقی اہل ایمان متحد ہو کر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسا کرنے والے کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو" دفعہ بائیس میں کہا گیا ہے "اگر کوئی کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دے اور اس کا ثبوت مل گیا ہو اور مقتول کے وارث خون بہا لینے پر راضی نہ ہوں تو قاتل کو بطور قصاص قتل کر دیا جائے گا اور اس پر عمل درآمد کے لئے تمام اہل ایمان متحد ہو کر اٹھیں گے اور اس کے سوا ان کے لئے کوئی اور چیز جائز نہیں ہوگی" دستور کی دفعہ تیئس میں کہا گیا ہے "کسی ایمان والے کے لئے جو اس دستور العمل کا اقرار کر چکا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہے ہرگز جائز نہ ہوگا کہ وہ کوئی نئی بات نکال کر فتنہ انگیزی کے ذمہ دار کی حمایت کرے یا اسے پناہ دے جو بھی کوئی ایسے کسی مجرم کی حمایت یا مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا قیامت کے روز اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب نازل ہوں گے اور ایسے مجرم کا نہ تو کوئی فدیہ قبول کیا جائیگا اور نہ ہی اس کا کوئی بہانہ قبول کیا جائیگا۔"

اب ذرا عرب کے اس ماحول اور معاشرے میں واپس چلیں جس میں دستور مدینہ نافذ کیا گیا تھا عرب کے قبائلی معاشرے میں تمام امور کے فیصلے قبیلے کا سردار کرتا تھا اور ان فیصلوں پر عمل کرانے کی قوت قبیلے کی اپنی افرادی قوت ہوتی تھی اس قوت کے خوف سے قبیلے کا کوئی فرد قبیلے میں جرم اور زیادتی نہیں کیا کرتا تھا موجودہ دور کے نظام عدل کی مانند اس دور میں باوردی جج اور چیف جسٹس نہیں ہوا کرتے تھے اور نہ ہی فیسیں لے کر مقدمات میں دلائل پیش کرنے والے وکیل ہوا کرتے تھے جس ماحول اور معاشرے میں اللہ کے رسول ﷺ نے وہ دستور نافذ کیا تھا اس پر عملدرآمد کے لئے سب سے بڑا خوف اللہ کا تھا یعنی ریاست کی سپریم اتھارٹی کی قوت اور اختیار کا خوف جس کے سامنے سب اہل ایمان اور دستور کی پابندی کا عہد کرنے والوں کو لازماً ایک دن پیش ہونا ہے اس حوالے سے اہل ایمان کے لئے دستور مدینہ کی قوت نافذہ اللہ تعالیٰ ہیں اس

کے بعد دوسری قوت اہل ایمان کی اپنی جماعت کی اجتماعی قوت تھی جس طرح ریاست مدینہ کی بنیاد ایمان اور اخلاق پر تھی اسی طرح دستور مدینہ کی بنیاد بھی ایمان اور اخلاق پر تھی جس جوف مدنیہ میں دستور مدینہ نافذ کیا گیا تھا اس میں سب سے بڑی قوت یا جماعت مسلمان تھے اور اپنے دین و دنیا کے معاملات میں امام اللہ کے رسول ﷺ کے نافذ کردہ دستور پر عمل کرانے اور آپ ﷺ کے فیصلوں کو نافذ کرنے والی زمینی قوت وہ سب اہل ایمان تھے جنھوں نے اس دستور کی خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہونے کا عہد کیا تھا ''خواہ خلاف ورزی کرنے والا ان میں سے کسی کا اپنا بیٹا ہی ہو'' اس دور میں نہ تو عرب اور بیرون عرب کہیں ایسا دستور العمل نافذ تھا اور نہ ہی کسی دستور کے نفاذ اور اس کے تحت کئے گئے فیصلوں پر عمل کرانے کے لئے کہیں بھی ایسی قوت نافذ تھی جس کی بنیاد ایمان اور زمینی قوت دونوں ہوں اس حوالے سے دستور مدینہ کے نفاذ سے مدینہ کا معاشرہ قبائلی نظام سے نکل کر روحانی اور ایمانی بنیادوں پر استوار سیاسی معاشرے میں داخل ہو گیا تھا اس سیاسی معاشرے میں ریاست کی قوت جبر سے زیادہ خوف خدا اور ترغیب تھی اور اہل ایمان کے لئے اللہ کے خوف اور اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان اور ترغیب سے بڑی اور کوئی قوت ہو ہی نہیں سکتی تھی اور غیر مسلموں کے لئے اس وقت بھی ریاست مدینہ میں اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی قوت اس دستور پر عملدر آمد کے لئے کافی تھی۔

تصور ریاست میں یہ بھی لازم سمجھا جاتا ہے کہ ریاست کے پاس اپنے شہریوں پر ٹیکس لگانے کا اختیار اور ٹیکس وصول کرنے کی قوت بھی ہوتا کہ ان ٹیکسوں کی آمدنی سے وہ اپنے اخراجات پورے کر سکے اللہ کے رسول ﷺ نے دستور مدینہ نافذ کر دیا تو ایک ریاست وجود میں آ گئی اس ریاست کے اخراجات کے شعبے کون سے تھے؟ ریاست کے ناظم اعلیٰ جو ریاست کے کمانڈر انچیف اور روایتی معنوں میں چیف جسٹس بھی تھے ریاست کے خزانے سے کوئی تنخواہ یا کوئی الاؤنس نہیں لیتے تھے اس وقت تک کسی ریاستی منصب پر بھی کسی عامل کا تقرر نہیں کیا گیا تھا۔ ریاست کی کوئی باقاعدہ تنخواہ دار فوج بھی نہیں تھی دفاع کی ذمہ داری میں اقلیتوں کو مشترکہ لڑائی کے اخراجات خود برداشت کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا۔ مسلمانوں کا باہمی نظام اللہ کے لئے مالی ایثار اور قربانی کے اصول پر چل رہا تھا دستور کی دفعہ بارہ میں کہا گیا ہے ''اہل ایمان اپنے کسی زیر بار قرض دار کو (خون بہا اور فدیہ دینے کے معاملے میں) بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے اور قاعدہ کے مطابق اس کے ذمہ خون بہا یا فدیہ ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے۔'' دستور کی دفعہ انیس میں کہا گیا ہے ''مومن اللہ کی راہ میں اٹھائے نقصان کا کفار سے انتقام لینے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے'' اس سے پہلے خون بہا اور فدیہ کی ادائیگی متعلقہ فرد کی ذمہ داری ہوتی تھی اگر وہ اس قابل نہ ہو تو اس کا قبیلہ اس کا ذمہ دار ہوتا تھا اور اگر قبیلہ بھی اپنے کسی فرد کے ذمہ خون بہا یا فدیہ ادا کرنے کے قابل نہ ہو یا نہ کرے تو لڑائی اور فساد کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ

نے مالی طور پر کمزور زیر بار اور قرض دار مسلمان کے ذمہ خون بہا یا فدیہ ادا کرنا سارے مسلمانوں کی ذمہ داری قرار دے دیا تھا۔ یہ دفعہ ایک طرح سے فلاحی اور اصلاحی دفعہ ہے اس طرح کفار سے اٹھائے نقصان کا بدلہ لینے میں بھی کسی مسلمان کو اکیلا نہیں چھوڑ دیا گیا تھا بلکہ اس میں بھی باہمی مدد کا اصول دستوری ذمہ داری قرار دے دی گئی تھی۔ اس دستور کے نفاذ کے وقت صدقہ اور زکوٰۃ فرض نہیں ہوتے تھے اور ریاست کی آمدنی کے وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔ دستور مدینہ میں شہریوں پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا تھا مگر ایسا ٹیکس نہ لگانے کا مطلب یہ نہیں لیا جاسکتا کہ ریاست کے پاس ایسی قوت اور صلاحیت نہیں تھی سب سے اہم شعبہ دفاع میں افرادی اور مالی حصہ ڈالنا یہودیوں کی ذمہ داری قرار دی گئی تو انہوں نے اس کی پابندی کا عہد کر لیا تھا۔ بنوکلاب کے دو افراد کو اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ کی طرف سے تحفظ دیا تھا جب چاہ معونہ سے واپس آتے ہوئے حضرت عمرؓ بن امیہ نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور آپ ﷺ نے ان کی دیت دینے کا فیصلہ کیا اور آپ ﷺ نے بنونضیر کو ریاست کی طرف سے اس دیت کی ادائیگی میں حصہ ڈالنے کو کہا تو انہوں نے انکار نہیں کیا تھا اور ان کے سرداروں نے کہا تھا "اے ابوالقاسم ﷺ ہم آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کریں گے"۔ ان سارے پہلوؤں کو دیکھا جائے تو دستور مدینہ کے نفاذ کے ساتھ ہی جوف مدینہ میں ایک ریاست وجود میں آ گئی تھی جس کے ناظم اعلیٰ اللہ کے رسول ﷺ تھے اور جس کی حدود میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی موجود تھے۔

مسلم اور غیر مسلم ایک ہی سیاسی وحدت

اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے نافذ کردہ دستور میں جوف مدینہ کے باسی یہودیوں کے حقوق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہودیوں میں سے جو کوئی ہماری اتباع کرے گا اسے ریاست کی طرف سے مدد (حفاظت) اور مساوات (برابری) حاصل ہوگی۔

☆ ریاست کی حدود میں رہنے والے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت ہیں۔

☆ انہیں مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

☆ ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے دشمن کی مدد کی جائے گی۔

☆ انہیں ضرب اور زخم کا بدلہ لینے کا حق حاصل ہوگا۔

☆ اگر کسی یہودی یا یہودی قبیلے کا کوئی حلیف دستور کی خلاف ورزی کرے تو اس یہودی یا قبیلے کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

☆ جب یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر کسی مشترکہ لڑائی میں شریک ہونگے تو ان میں سے جو لڑائی میں شامل ہوں گے انہیں بھی اور جو شامل نہیں ہوں گے انہیں بھی امن حاصل ہوگا۔

☆ان کے دوستی کے معاہدے جس کسی سے بھی ہیں قائم رہیں گے۔

جان، مال، مذہب اور کاروبار کا تحفظ

دستور مدینہ میں جوف مدینہ کی حدود میں رہنے والے غیر مسلموں کو جن میں اہم ترین یہودی تھے جان و مال کا تحفظ مذہب' املاک' کاروبار اور معاشرتی میل ملاپ کی مکمل آزادی دی گئی تھی۔ یہودیوں کا اپنی اپنی بستیوں میں اپنا الگ پنچایتی اور عدالتی نظام ہوتا تھا جس میں ان کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ ان کے مذہبی عقائد اور رسوم و رواج کے مطابق کیا جاتا تھا ان کا اپنا مذہبی تعلیمی نظام ہوتا تھا اور اس سارے نظام کو چلانے کے لئے ان کا اپنا الگ انتظامی ڈھانچہ ہوتا تھا دستور مدینہ میں ایسی آزادیوں میں سے کسی پر بھی کوئی پابندی نہیں لگائی گئی تھی ریاست مدینہ کی طرف سے انہیں اسی طرح تحفظ دیا گیا تھا جس طرح کا تحفظ مسلمانوں کو دیا گیا تھا سیاسی حوالے سے وہ ریاست کے اسی طرح باعزت اور باوقار شہری تسلیم کئے گئے تھے جس طرح اکثریتی مسلمانوں کو یہ حقوق دیئے گئے تھے۔ اگر دوسروں کو اپنے سابقہ طریقہ کے مطابق خون بہا اور فدیہ دینے کا حق دیا گیا تھا تو یہ حق سب یہودی قبائل کو بھی دیا گیا تھا اگر ان پر پابندی تھی کہ وہ ایسے جھگڑے جن سے فتنہ و فساد پھیلنے کا خدشہ ہو فیصلے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے جائیں گے تو یہ پابندی ریاست کی حدود میں بسنے والے دیگر فریقوں پر بھی تھی اگر یہودیوں کو پابند کیا گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے کسی سے صلح کا مشورہ مانیں گے اور اس صلح کی خلاف ورزی نہیں کریں گے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی درج ہے کہ اگر یہودی کسی سے صلح کا مشورہ دیں تو وہ بھی قبول کیا جائے گا اگر یہودیوں پر یہ پابندی لگائی گئی تھی کہ وہ مکہ کے قریش اور ان کے حامیوں کو اپنے ہاں پناہ نہیں دیں گے تو یہ پابندی ریاست کی حدود میں بسنے والے باقی لوگوں پر بھی لگائی گئی تھی دستور کی دفعہ اکیس میں کہا گیا ہے کہ ”مدینہ کا کوئی مشرک مکہ کے قریش کے کسی شخص کو کسی طرح بھی جان و مال کا تحفظ نہیں دے گا اور نہ ہی مسلمانوں کے مقابلے میں کسی قریشی کی مدد کرے گا“ تو اس پابندی کا یہودیوں پر بھی اسی طرح اطلاق ہوتا تھا جس طرح مشرک غیر مسلموں پر ہوتا تھا۔ ان حقوق و مراعات کے حصول کے لئے اگر کوئی شرط تھی تو اتنی تھی کہ وہ غیر مسلم مسلمانوں کی اتباع کریں گے خلوص دل اور وفاشعاری سے دستور کی پابندی کریں گے اور ان کا رویہ خیر خواہی اور وفاداری کا ہوگا۔

جب یہودیوں نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے خلاف پراپیگنڈہ مہم شروع کر دی تو حضرت عمرؓ فاروق نے درخواست کی تھی ”یارسول اللہ ﷺ یہودی اور منافق اللہ کے دین اور ریاست مدینہ کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے ہیں اجازت دیں کہ میں ایسے لوگوں کو قتل کر دوں“

تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا ”اے عمر اللہ نے اپنے دین کو ان پر غلبہ دیا ہے یہ یہودی ہماری رعایا ہیں۔“

ریاست مدینہ یا جوف مدینہ کی حدود میں رہنے والے غیر مسلم یہودی اور مشرک کسی معاہدے کے ذریعے ریاست مدینہ میں شامل نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی مسلمانوں نے ان کی بستیاں کسی لڑائی کے ذریعے فتح کی تھیں وہ نہ تو ''اہل معاہدہ یا اہل صلح تھے'' اور نہ ہی ''اہل عنوہ یا ذمی'' تھے جوف مدینہ کے غیر مسلموں کی حیثیت بعد میں اسلامی ریاست کے زیر انتظام آنے والے باقی سب غیر مسلموں سے الگ تھی۔ وہ دستور کے نفاذ سے وجود میں آنے والی ریاست کی حدود کے اندر پہلے سے رہتے تھے جس طرح پاکستان کی حدود کے اندر رہنے والے غیر مسلم قیام پاکستان سے پہلے یہاں آباد ہیں لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت سے رہنمائی حاصل کرنے والوں کو یہ حقیقت ذہن میں رکھنا چاہیے۔

مفاہمت کو اہمیت

اللہ کے رسول ﷺ نے ہجرت کے بعد مسجد مکمل ہونے سے بھی پہلے جوف مدینہ کی بستیوں کے لئے دستور نافذ کر کے سیاسی نظم اور معاشرے کی بنیاد رکھ دی تھی اور ریاست مدینہ کے سارے امور اس دستور کے مطابق چلائے تھے منافقوں کی سازشوں اور یہودیوں کی بغاوتوں کا مقابلہ اس دستور العمل کے بنیادی اصولوں کے مطابق کیا تھا اللہ کے دین کی قوت اور توسیع میں ریاست مدینہ کے اندرونی استحکام نے اگر اہم رول ادا کیا تھا تو اس اندرونی استحکام کے دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ یہ دستوری نظام اور اس کی پابندی بھی ایک اہم سبب تھی اور اس دستوری استحکام کیلئے ریاست کی حدود میں رہنے والے غیر مسلموں کے ساتھ مفاہمت کی پالیسی پر عمل کیا گیا تھا غیر مسلموں کے وجود اور حقوق کو نہ صرف تسلیم کیا گیا تھا بلکہ انہیں دستوری تحفظ بھی دیا گیا تھا اللہ کے دین کی قوت اور شان و شوکت کے توسیعی مراحل میں جوف مدینہ کے غیر مسلموں نے جو رویہ اختیار کیا تھا وہ دستور مدینہ کی کھلی خلاف ورزی اور سرکشی کا رویہ تھا اور ریاست مدینہ نے یہودیوں کے تین بڑے قبیلوں کو ان کی بغاوت اور سرکشی کی جو سزا دی تھی اس کا سبب ان یہودیوں کے اپنے اعمال تھے جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے مفاہمت کے رویہ اور دستور کی پابندی کے مشوروں کی قدر نہیں کی تھی دستور مدینہ میں یہودیوں کے ان تینوں بڑے قبیلوں بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کا کوئی ذکر نہیں۔ دستور کی ساری دفعات کو مختلف عرب قبائل کی تفصیل کے حوالے سے اور ان کے حلیف یہودیوں کے حقوق کی روشنی میں دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ مدینہ میں ان تینوں یہودی قبیلوں کے علاوہ بھی بہت سے یہودی قبائل موجود تھے لیکن چونکہ ان یہودی قبائل کا کسی سرکشی اور بغاوت کے سلسلہ میں ذکر نہیں آتا اس لئے روایات اور ان کی بنیاد پر لکھی گئی کتب میں بھی وہ کوئی نمایاں جگہ حاصل نہیں کر سکے اور اہل روایات کا شروع سے ہی رویہ رہا ہے کہ وہ انہی افراد گروہوں اور قبائل کا ذکر کرتے ہیں جن سے کوئی واقعہ Incident وابستہ ہو اور اس واقعہ

کے سلسلے میں ان کا ذکر ضروری ہو جن افراد گروہوں اور قبائل سے کوئی اہم واقعہ وابستہ نہ تھا ان کا ذکر بھی ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اہل روایت کے اس رویہ اور دستور مدینہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جوف مدینہ میں ان تین یہودی قبیلوں کے علاوہ اور بھی یہودی رہتے تھے مگر ان یہودی قبائل نے دستور کی پابندی کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک مدینہ میں یہودیوں کی موجودگی اور مدینہ کی کاروباری سرگرمیوں میں یہودیوں کے فعال ہونے کے جو ثبوت میسر ہیں وہ ایسے ہی یہودیوں اور یہودی قبائل کی مدینہ میں موجودگی کی وجہ سے ہیں۔

ریاست مدینہ کے توسیعی مراحل میں اللہ کے رسول ﷺ کے مختلف مشرک اور غیر مسلم قبائل کے ساتھ معاہدوں کی تفصیلات دستیاب ہیں۔ شروع شروع میں جن قبائل کے ساتھ مفاہمت کے معاہدے ہوئے تھے انہیں ریاست مدینہ کی طرف سے تحفظ اور مدد کا یقین دلایا گیا تھا لیکن مفاہمت کے ان ابتدائی معاہدوں میں بھی ''تمہارے لئے تمہارا دین اور ہمارے لئے ہمارا دین'' کے اصول پر عمل کیا جاتا تھا مثلاً ہجرت کے بارہویں مہینے ۲ ہجری میں غزوہ ابواء کے وقت آپ ﷺ نے کنانہ کی شاخ بنوضمرہ کے سردار فخشی بن عمرو ضمری سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کی طرف سے بنوضمرہ کو جان و مال کے تحفظ اور ان پر کسی اور کے حملہ کی صورت میں ان کی مدد کی تحریر لکھ دی تھی لیکن اس تحریر میں یہ بھی درج تھا کہ ''اگر یہ اپنے مذہب کے لئے کوئی لڑائی کریں گے تو ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔'' بنوضمرہ کا علاقہ ریاست مدینہ کی حدود میں بھی شامل نہیں تھا۔ ہجرت کے سولہویں ماہ اللہ کے رسول ﷺ نے بنوضمرہ کے حلیف قبیلہ بنومدلج سے جو معاہدہ کیا تھا اس کی شرائط بھی ویسی ہی تھیں جیسی بنوضمرہ سے معاہدے کی تھیں اور بنومدلج بھی اس وقت تک اپنے آبائی دین پر ہی تھے۔ تبوک میں قیام کے دوران رسول اللہ ﷺ نے دومتہ الجندل کے اکیدر کو جو عیسائی تھا اور عرب قبیلہ بنوکندہ سے تعلق رکھتا تھا ایلہ کے عیسائی حکمران یوحنا بن روبہ کو اور اہل جرباء اور اہل اذرح کو الگ الگ تحریریں عطا فرمائی تھیں اور ان سب کی ریاست مدینہ کو جزیہ دینے کی درخواستیں قبول فرما کر انہیں ریاست مدینہ کی طرف سے تحفظ دیا تھا۔ محمدؒ بن عمر کی روایت کے مطابق اہل جرباء اور اہل اذرح یہودی تھے۔ آپ ﷺ نے ان میں سے بھی کسی سے اپنا دین تبدیل کرنے کو نہیں کہا تھا۔ اکیدر نے شکست کے بعد جزیہ دینے کی درخواست کی تھی مگر ایلہ کا حاکم اور اہل جرباء اور اہل اذرح نے کسی لڑائی کے بغیر جزیہ دینے پر حفاظت کی درخواست کی تھی جسے آپ ﷺ نے قبول فرما لیا تھا۔ بنی غادیا کے یہودیوں کو جزیہ کے بدلے میں پناہ کا فرمان دیا گیا تھا جبکہ بنوعریض کے یہودیوں کے لئے فرمان میں جزیہ کا ذکر نہیں۔ اہل مقنا اور بنی جنبہ کے یہودیوں کے لئے فرمان میں تو خاص طور پر لکھا ہے کہ ''تم جزیہ سے بری ہو۔'' خیبر اور وادی القریٰ کے یہودیوں نے لڑائی کے بعد بے بسی اور شکست خوردگی کی حالت میں ہتھیار ڈال دیئے تھے اور جان کی امان کی درخواست پر

اپنی بستیاں چھوڑ کر چلے جانے کی پیشکش انہوں نے خود کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواستیں قبول فرما لی تھیں اس طرح خیبر اور وادی القریٰ کے یہودیوں کی املاک مال غنیمت کے اصول کے مطابق مسلمانوں میں تقسیم کر دی گئی تھیں لیکن فدک کے یہودیوں نے لڑائی کے بغیر صلح کی درخواست کی تھی اور ان کی نصف املاک ان کی ملکیت ہی رہی تھیں تیماء کے یہودیوں نے امن اور جزیہ دینے کی درخواست کی تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے جزیہ کے عوض ان کی املاک انہی کے پاس رہنے دی تھیں اور تحریر لکھ دی تھی کہ ''ان کی حفاظت ریاست مدینہ کی ذمہ داری ہوگی اور ان پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں جلاوطن کیا جائے گا'' چنانچہ جب ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے خیبر اور فدک سے یہودیوں کو نکال دیا گیا تھا تو حضرت عمرؓ فاروق نے تیماء کے یہودیوں کو نہیں نکالا تھا یمن میں یہودی بھی تھے اور عیسائی بھی تھے اور اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمروؓ بن حزم کو یمن بھیجتے وقت ان کے لئے جو فرمان لکھوایا تھا اس میں یہ بھی ہے ''جو یہودی یا عیسائی اپنی خوشی اور خلوص دل سے مسلمان ہو جائے اور اللہ کے دین کو قبول کرلے وہ مومن ہے اس کے حقوق و فرائض وہی ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں اور جو کوئی اپنے مذہب پر یہودی یا عیسائی قائم رہے اسے ہرگز مذہب تبدیل کرنے پر کسی طرح بھی مجبور نہ کیا جائے البتہ ان کے ہر بالغ مرد اور عورت پر وہ غلام ہو یا آزاد جزیہ ہے'' آپ ﷺ نے یمن کے شاہان حمیر کے لئے جو فرمان لکھوایا تھا اس میں بھی انہیں ہدایت فرمائی تھی کہ ''کسی یہودی یا عیسائی کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہ کیا جائے اور ان میں سے جو بھی کوئی مقررہ جزیہ کی رقم ادا کرے گا اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ کے رسول ﷺ پر ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے حضرت علاءؓ بن حضرمی کو بحرین کے حاکم منذر بن ساویٰ العبدی کے لئے دعوتی خط دے کر بھیجا تو وہ اسلام لے آیا اور آپ ﷺ کو اپنے ایمان کی اطلاع دیتے ہوئے ایک خط میں پوچھا تھا کہ ''میرے ملک میں مجوسی اور یہودی بھی ہیں ان کے بارے میں اپنے حکم سے مطلع فرماویں'' اللہ کے رسول ﷺ نے مجوسیوں کو دعوتی مراسلہ ارسال فرمایا اور لکھا کہ ''اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جزیہ لیا جائے۔ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے اور ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے۔''

اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔

☆ ''دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں
راہ ہدایت گمراہی کے راستہ سے ممتاز ہو چکی ہے
پس جو کوئی طاغوت کا انکار کرتا ہے
اور اللہ پر ایمان لاتا ہے
اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا
جو کبھی نہیں ٹوٹے گا

اور اللہ سننے والا

اور جاننے والا ہے (۲۵۶:۲)

کیونکہ دین کا تعلق ایمان، عقیدے دل اور دماغ سے ہے ظاہری عمل اور زبردستی کے اعلان اور اقرار سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا تھا اللہ کے رسول ﷺ کی پالیسی کی بنیاد اللہ کے اسی حکم پر تھی۔

خیبر کی فتح کے بعد بھی وہاں پر سارا انتظام یہودیوں کے ہاتھ میں ہی رہا تھا ایک دفعہ دو مسلمان عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن سہل خیبر گئے تو کسی نے عبداللہ کو قتل کر دیا مقتول کے بھائی عبدالرحمن اور حویصہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے اور کہا کہ ان کے بھائی کو یہودیوں نے قتل کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''انہیں دیت دینا پڑے گی'' جب آپ ﷺ نے یہودیوں کو نامہ ارسال فرما کر پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ''ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے عبداللہ کو قتل نہیں کیا اور نہ ہمیں قاتل کا علم ہے'' رسول اللہ ﷺ نے مقتول کے بھائیوں سے فرمایا کہ اگر تمھیں یقین ہے تو قاتل کا نام بتاؤ اور قسم اٹھاؤ کہ وہی تمھارے بھائی کا قاتل ہے انھوں نے عرض کیا کہ ہم قسم نہیں اٹھا سکتے کیونکہ ہمیں تو قاتل کا علم ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ''تو پھر وہ یہودی تمہیں قسم دے دیں؟'' عبداللہ کے بھائیوں نے کہا کہ وہ تو مسلمان نہیں ان کی قسم کا کیا اعتبار؟ اللہ کے رسول ﷺ نے مقتول کے وارثوں کو اس کی دیت سو اونٹ اپنے پاس سے دیئے تھے اور معاملہ ختم ہو گیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مکتوب کے علاوہ یہودیوں سے کوئی باز پرس نہیں کی تھی اور مقتول کا خون بہا ریاست کی طرف سے ادا کر کے ان سے جھگڑا ختم کرا دیا تھا۔

عیسائی کالونی کی خودمختاری

نجران میں عرب قبیلہ بنوالحارث بن کعب کے علاقہ میں عیسائیوں کی خودمختار کالونی تھی ۷۳ دیہات پر مشتمل اس کالونی کی قوت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بعض روایات میں اس کے لڑائی کے قابل افراد کی جو تعداد بتائی گئی ہے اگر وہ تعداد مبالغہ بھی ہو تو بھی اس سے نجران کے عیسائیوں کی فوجی قوت کا اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے۔ کالونی کا اپنا فوجی سیاسی اور دینی نظم تھا۔ نجران کے عیسائیوں کے بشپ ابوالحارث بن کعب اور کالونی کی مجلس منتظمہ میں مذہبی امور کے سربراہ حارثہ بن علقمہ تھے جو مشہور عرب قبیلہ بنو بکر بن وائل سے تعلق رکھتے تھے جزیرہ نمائے عرب کے شمال اور جنوب میں واقعہ عیسائی سلطنتیں زمانہ قدیم سے اس عیسائی کالونی کی فوجی اور مالی مدد کرتی آ رہی تھیں جب یمن کے یہودی حکمران ذونواس نے نجران پر حملہ کیا تھا تو اسے سزا دینے کے لئے فوجیں حبشہ کے اس وقت کے نجاشی نے بھیجی تھیں اور ان فوجوں کو سمندر کے اس طرف اتارنے کے لئے بحری جہاز قیصر روم نے بھیجے تھے مکہ کی فتح سے قریش اللہ کے دین کی قوت بن گئے تو ہوازن بھی ان سے پیچھے نہ

رہ سکے ان کی فوجوں کے چیف کمانڈر اسلام قبول کر کے اللہ کے دین کے فروغ میں مستعد ہو گئے تھے اور جزیرہ نمائے عرب کے طول وعرض میں کوئی ایسی منظم قوت نہیں رہی تھی جو اللہ کے دین کی توسیع میں رکاوٹ بن سکتی اللہ کے رسول ﷺ نے مختلف عرب قبائل کو دعوتی خطوط ارسال فرمائے تو نجران کے بشپ کے لئے بھی ایک نامہ مبارک تحریر کروایا آپ ﷺ نے لکھوایا تھا۔

☆''اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے میں تمہارے پاس ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے معبود کی حمد وثناء کا تحفہ ارسال کرتا ہوں اور بندوں کی عبادت چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرنے اور بندوں کی دوستی ترک کر کے اللہ کے ساتھ دوستی کرنے کی دعوت دیتا ہوں اگر تم یہ تسلیم نہ کرو تو جزیہ دو اگر تمہیں جزیہ دینا بھی قبول نہ ہو تو پھر میں اعلان جنگ کرتا ہوں''۔

اسقف نے عرب قبائل ہمدان' حمیر اور ازد کے سرداروں شرحبیل بن وداعہ، عبداللہ بن شرحبیل اور جبار بن فیض کو مشورہ کے لئے بلایا اور سب سے مشورہ اور حالات پر غور کرنے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا جس میں اوروں کے علاوہ تینوں عرب قبیلوں کے سردار شرحبیل بن وداعہ' عبداللہ بن شرحبیل اور جبار بن فیض بھی شامل تھے وفد نے اللہ کے رسول ﷺ سے دینی معاملات پر بات چیت کی۔ شام کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں ان کے اپنے طریقے کے مطابق عبادت کی اجازت دے دی۔ اگلے روز مباہلہ کی دعوت سے خوفزدہ شرحبیل نے اللہ کے رسول ﷺ کے حضور حاضر ہو کر عرض کیا ''ہمارے بارے میں آپ ﷺ جو بھی فیصلہ کر دیں ہمیں منظور ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' ہوسکتا ہے تمہارے پیچھے والوں میں سے کچھ لوگ اس پر اعتراض کریں اور تمہیں ملامت کریں۔''

شرحبیل کے ساتھیوں نے کہا'' پوری وادی میں شرحبیل کے علاوہ کوئی اور ایسا فرد نہیں جس کا فیصلہ وادی کے سب لوگ قبول کرتے ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے معاہدہ لکھوا دیا۔

☆بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

☆یہ معاہدہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کے لئے لکھوایا۔

☆جب یہ معاہدہ لکھا گیا ہے انہیں (اللہ کے رسول ﷺ کو) ان کی (اہل نجران کی) تمام پیداوار، سونا چاندی، ہر سیاہ وسفید، زرد اور غلاموں کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کرنے کا اختیار ہے مگر انہوں نے ان کے حال پر کرم کیا اور اس پر قناعت کی کہ وہ

☆صرف دو ہزار حلے سالانہ دیں گے ایک ہزار رجب کے مہینہ میں اور ایک ہزار صفر کے مہینہ میں اور ہر حلہ کی

قیمت ایک اوقیہ ہوگی اگر حلوں میں کمی ہو تو وہ نقدی کی صورت میں پوری کر دی جائے گی۔
☆ اگر وہ زرہیں گھوڑے اونٹ یا کوئی اور چیز دینا چاہیں تو اس کی قیمت لگا کر قبول کی جائے گی اور حلے ہی دینے پر اصرار نہیں کیا جائے گا۔
☆ اہل نجران میرے بیس یا اس سے کم نمائندوں کی بیس روز تک میزبانی کریں گے (جو محاصل وصول کرنے جائیں) اور وہ میرے کسی نمائندے کو ایک ماہ سے زیادہ اپنے پاس نہیں روکیں گے (ایک ماہ کے اندر ادائیگی کرنا ہوگی)۔
☆ یمن میں لڑائی یا سرکشی کی صورت میں اہل نجران میرے قاصدوں کو تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ ادھار دینے کے پابند ہوں گے جو جنگ کے بعد انہیں واپس کر دیئے جائیں گے اگر ان میں سے کوئی چیز ضائع ہو جائے گی تو انہیں اس کی قیمت ادا کی جائے گی۔
☆ اہل نجران میں سے جو یہاں موجود ہیں اور جو یہاں موجود نہیں حاضر و غائب، ان کے اور ان کے اتحادیوں کے اہل و عیال مکان، زمینیں، باغ، جان و مال اور عبادت گاہیں اللہ کی پناہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری میں ہیں نہ تو ان کے کسی اسقف کو تبدیل کیا جائے گا اور نہ ہی کسی راہب یا واقف تارک جنگ کو اس کی حالت سے بدلا جائے گا۔
☆ چھوٹی یا بڑی جو بھی چیز ان کے پاس ہے ان کی ہی ہے ان سے معاہدہ سے پہلے کے کسی خون کا قصاص یا دیت نہیں لی جائے گی اور نہ ہی اس کے سلسلہ میں انہیں کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔
☆ ان کی زرعی پیداوار سے عشر نہیں لیا جائے گا اور نہ ہی کوئی اسلامی لشکر ان کے علاقہ میں داخل ہوگا اگر ان میں سے کوئی اپنی خوشی سے فوجی خدمات انجام دے گا تو اسے انصاف کے ساتھ اس کا حصہ دیا جائے گا۔
☆ آئندہ ان کے لئے سودی کاروبار منع ہوگا اور خلاف ورزی کرنے والا اس عہد سے خارج ہو جائے گا۔
☆ کسی شخص کو کسی دوسرے کے جرم میں پکڑا نہیں جائے گا۔
☆ جب تک اہل نجران اس دستاویز کی سب دفعات کی پابندی کریں گے انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے امن حاصل ہوگا ان پر نہ تو ظلم ہوگا اور نہ انہیں کسی مصیبت میں مبتلا کیا جائے گا۔
نجران کے عیسائیوں کے مذہبی رہنما کو اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کا علم ہوا تو اس نے ایک دن کی مسافت پر جا کر اپنے وفد کا استقبال کیا تھا۔

کچھ عرصہ بعد بشپ ابوالحارث بن کعب خود ایک وفد کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا روایات میں اس کے وفد کے ارکان کی تعداد ساٹھ تک بتائی گئی ہے ان میں کالونی کے دینی اور دنیاوی امور کی تینوں سربراہ، دینی امور کے سربراہ بشپ ابو حارثہ بن علقمہ جو بنو ربیعہ سے تھا دنیاوی اور ریاستی نظم

کے سربراہ گورنر عاقب عبدالمسیح جو بنو کندہ سے تھا اور فوجی امور کا انچارج ایہم جو بنو حارث تھا شامل تھے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے لئے جو فرمان لکھوایا تھا وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆اللہ کے نبی محمد ﷺ کی طرف سے۔

☆ابوالحارث بن کعب اور نجران کے دیگر اسقف' کاہن، راہب اور جو کچھ ان کے قبضہ میں ہے وہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ اور ضمانت میں ہے۔

☆کوئی اسقف' کاہن اور راہب تبدیل نہیں کیا جائیگا۔

☆ان کے حقوق حکمرانی اور رسوم و رواج میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔

☆جب تک وہ مصالحانہ اور ہمدردانہ رویہ پر قائم رہیں گے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ اور ضمانت میں رہیں گے نہ ان پر ظلم ہوگا اور نہ وہ ظلم کریں گے۔

اہل علم میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ نجران کے عیسائی ریاست مدینہ کو جو دو ہزار حلے سالانہ دیا کرتے تھے وہ جزیہ تھا یا خراج تھا اور اہل نجران اہل معاہدہ تھے یا اہل عنوہ تھے ہم نے واقعات کو ان کی اصل ترتیب میں اور تفصیل سے پیش کر دیا ہے تاکہ فقہی اور فنی نوعیت کی بحث میں الجھے بغیر پڑھنے والے سمجھ سکیں کہ اصل میں ہوا کیا تھا۔ ایلہ' جرباء اور اذرح کے عیسائی حاکموں نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمان حاصل کئے تھے اور وہ جو کچھ بھی ریاست مدینہ کو ادا کیا کرتے تھے وہ جزیہ کہلاتا تھا اکیدر نے شکست کھا کر جزیہ دینے کی درخواست کی تھی نجران کے بشپ اور مجلس منتظمہ نے اللہ کے رسول ﷺ کا نامہ مبارک موصول کے ہونے پر اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد بھیجا تھا اور ان کے وفد نے صلح یا معاہدے کی شرائط طے کرنے کے لئے کوئی مذاکرات نہیں کئے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے خود ان کے لئے جو فرمان لکھوایا تھا وہ لے کر وہ بخوشی واپس چلے گئے تھے اس لئے اس فرمان کو روایتی معنوں میں معاہدہ نہیں کہا جا سکتا ان پانچوں فرمانوں کے سلسلے میں ایک چیز مشترک ہے کہ وہ ان ریاستوں کے حکمرانوں کی درخواست پر جاری کئے گئے تھے اور ان سب کی ریاستوں کے نظم میں ریاست مدینہ نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی ان کے ریاستی نظم اور حق حکمرانی کو برقرار اور قائم رکھا گیا تھا اور ان پانچوں نے ریاست مدینہ کی سیاسی ماتحتی قبول کر لی تھی اختلافی امر یہ ہے کہ جزیہ فی فرد کی شرح سے لاگو ہوتا تھا مگر نجران کی صورت میں دو ہزار حلے دینے کا حکم دیا گیا تھا جو روایتی معنوں میں جزیہ نہیں کہا جا سکتا اس حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ اہل نجران نہ تو اہل معاہدہ تھے اور نہ اہل عنوہ تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے فرمان کے ذریعے انہیں مخصوص حیثیت عطاء کر دی تھی اور صرف دو ہزار حلے سالانہ پر قناعت کی تھی اللہ کے رسول ﷺ نے اہل نجران پر صرف ایک پابندی لگائی تھی وہ تھی سودی کاروبار

نہ کرنے کی پابندی کیونکہ اس سے پہلے سود کے حرام ہونے کا حکم آ چکا تھا اور ان کی طرف سے مصالحانہ اور ہمدردانہ رویہ کی موجودگی میں ان کے جان و مال رسم و رواج مذہب اور حق حکمرانی کی ہر قسم کی آزادیاں برقرار رکھی تھیں تہامہ کے یہودیوں کے ساتھ مذاکرات کے بعد معاہدے کی شرائط طے کی گئی تھیں اور ان پر جزیہ لاگو کیا گیا تھا لیکن اس علمی بحث سے الگ ہو کر دیکھا جائے تو ان سب نے ریاست مدینہ کی سیاسی بالادستی قبول کرتے ہوئے وفاداری اور مصالحانہ رویہ کا یقین دلایا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں جان و مال کے تحفظ اور دین اور رسم و رواج کی آزادی عطاء کردی تھی اور ان کے حق حکمرانی کو بھی برقرار رکھا تھا۔

ریاست مدینہ کے قیام سے اس کے استحکام اور توسیع تک کے مراحل کو دیکھا جائے تو ریاست کے اندر غیر مسلم دو قسم کے تھے ایک اہل کتاب جن میں یہودی اور عیسائی شامل تھے اور دوسرے بت پرست اگر نسلی حوالے سے دیکھا جائے تو بھی ان غیر مسلموں کو دو ہی گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک یہودی یا آل اسحاق اور دوسرے بت پرست عرب اور عیسائی نجران کے عیسائیوں کے وفد کے تقریباً سارے ہی رکن عرب تھے اکیدر کا تعلق عرب قبیلہ بنی کندہ سے تھے اسی طرح شام کی سرحد پر آباد عیسائی بھی عرب ہی تھے اگر ان میں کوئی آل اسماعیل سے نہیں بھی تھا تو بھی عرب تو تھا ریاست مدینہ کی حدود میں رہنے والے غیر مسلموں میں کچھ مجوسی بھی تھے لیکن اپنے وجود اور کردار کے حوالے سے وہ اتنے اہم نہیں تھے۔

نو ہجری میں حج کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت علیؓ نے حاجیوں کے مجمع میں سورۃ توبہ کا وہ حصہ پڑھ کر سنایا تھا جو اسی سال شوال میں نازل ہو چکا تھا مقصد یہ تھا کہ جزیرہ نمائے عرب کے طول و عرض سے حج کے لئے آنے والوں کو معلوم ہو جائے اور وہ اپنے اپنے قبیلے اور علاقہ والوں کو واپس جا کر بتائیں اور اس طرح سب کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور ریاست مدینہ کی حج پالیسی کا علم ہو جائے اور اس کی روشنی میں وہ جو چاہیں فیصلہ کر سکیں۔ حضرت علیؓ نے سورۃ توبہ کا متعلقہ حصہ سب کو پڑھ کر سنا دیا اور سب کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچا دیا گیا تھا جس کے اہم نکات اس طرح تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ

☆ آئندہ کوئی مشرک حج کے لئے مکہ نہیں آ سکے گا۔

☆ کسی کو برہنہ حالت میں بیت اللہ کے طواف کی اجازت نہیں ہوگی۔

☆ اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکوں کے ساتھ جو معاہدے کئے ہیں اللہ نے وہ سب ختم کر دیئے ہیں۔

☆ تاہم جس کسی کے ساتھ تحریری معاہدہ ہے اس کی مقررہ مدت تک اللہ کے رسول ﷺ اس کی پابندی کریں گے۔

☆ جن کے ساتھ معاہدے ختم ہو گئے ہیں ان کے خلاف بھی چار ماہ تک کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

☆ جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں انہیں بھی چار ماہ کی مہلت دی جائے گی۔

☆اس کے بعد سب مشرکوں کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔

اللہ کا حکم تھا

☆"پس عہد کی مدت پوری ہونے تک
تم ان کے ساتھ عہد پورا کرو
کیونکہ اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے
پس جب ممنوعہ مہینے پورے ہو جائیں
تو مشرکوں کو قتل کر دو
جہاں کہیں بھی وہ ملیں
اور انہیں گرفتار کر لو
اور انہیں گھیر لو
اور ہر مورچے میں ان کا انتظار کرو
ہاں اگر وہ توبہ کر لیں
نماز قائم کریں
زکوٰۃ دیں
تو ان کی راہیں چھوڑ دو
یقیناً اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے" (۹:۴'۵)

احکام شریعت اور بنی اسماعیلؑ

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اور اللہ کے رسول ﷺ کی یہ پالیسی صرف آل اسماعیل کے بارے میں تھی وہ کہتے ہیں کہ "اسلام کے بہت سے شرعی احکام مشرکین بنی اسماعیل یعنی نبی اکرم ﷺ کی قوم کے مشرکین (عرب جو حضور ﷺ کے مخاطب اول تھے) کے لئے خاص ہیں" (امین احسن اصلاحی/ اسلامی ریاست صفحہ ۱۷۷) حضرت نوحؑ' حضرت ہودؑ' حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ کی قوموں کی مثال پیش کرتے ہوئے اصلاحی صاحب نے لکھا کہ "محمد بن عبداللہ ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم پر دین کی حجت پوری کر دی گئی تھی اس کے باوجود" جب عرب کے کچھ لوگ قبول حق کے لئے آمادہ نہ ہوئے بلکہ الٹے دوسروں کو بھی اس سے منحرف کرنے پر برابر کمر بستہ رہے تو آخر کار رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اب یہ لوگ عرب کے اندر کہیں پناہ نہ پائیں ان کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لو ان میں سے جس کسی کے ساتھ کوئی

معاہدہ ہے اس کی مدت ختم ہونے کے بعد اس کی تجدید نہ ہو۔اب ان سے مصالحت اور رواداری کا کوئی سوال باقی نہیں رہا امان کے چند مہینے گزر جانے کے بعد ان کے سامنے ''اسلام اور تلوار'' دو چیزیں رکھ دو اور ان کو اختیار دے دو کہ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلیں اگر یہ تلوار کا انتخاب کریں تو پھر ان کو جہاں پاؤ قتل کرو اور اس وقت تک امان نہ دو جب تک یہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کریں نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں چنانچہ سورۃ براءۃ میں یہ احکام نازل ہونے کے بعد ہی حج کے موقع پر تمام ملک میں ان احکام کا اعلان کر دیا گیا اور مہلت کی مدت گزرنے کے بعد ان تمام مشرکین کے خلاف اعلان جنگ کر دیا گیا جن کے معاہدے ختم ہو چکے تھے لیکن یہ احکام اور یہ معاملہ جیسا کہ اوپر بیان میں واضح کیا جا چکا ہے مشرکین بنی اسماعیل یا مشرکین عرب کے لئے خاص تھے'' (امین احسن اصلاحی/ اسلامی ریاست/ صفحہ ۱۷۸،۱۷۹)۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سارے ہی عرب بنی اسماعیل تھے؟ کیونکہ اس اعلان اور اللہ کے فرمان کا عملاً اطلاق تو جزیرہ نمائے عرب کے سارے عربوں پر کیا گیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ جزیرہ نمائے عرب کے باسی عرب سارے تو بنی اسماعیل نہیں تھے جزیرہ نمائے عرب کے باسی عربوں میں سے صرف عرب المستعربہ کی بعض شاخیں ہی بنی اسماعیل تھیں اور عرب البائدہ اور عرب العاربہ دو بڑے گروہ غیر اسماعیلی تھے بنو جرہم جن کا صدیوں تک مکہ پر قبضہ رہا وہ بھی بنی اسماعیل نہیں تھے (تفصل کے لئے الامین ﷺ کی پہلی جلد دیکھیں) تو کیا اسلام کے بہت سے شرعی احکام ان غیر بنی اسماعیل مشرک عربوں کے لئے نہیں تھے؟ اگر یہ اعلان اور احکام صرف بنی اسماعیل کے مشرکین کے لئے ہی تھے تو اللہ کے رسول ﷺ نے غیر بنی اسماعیل عربوں پر ان کا اطلاق کیوں کیا تھا؟ اللہ کے رسول ﷺ تو اللہ کے کسی حکم پر عملدرآمد کے سلسلے میں ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

اگر یہ اعلان اور احکام بنی اسماعیل کے مشرکوں کے لئے مخصوص تھے تو اللہ کے رسول ﷺ نے بنی اسماعیل سے تعلق رکھنے والے عرب عیسائیوں سے کئے معاہدے ختم کیوں نہیں کئے تھے؟ کیا عیسائی مشرک نہیں تھے؟ اور اگر نہیں تھے تو ان کے مکہ مکرمہ میں داخلہ پر پابندی کیوں لگائی گئی تھی؟

جزیرہ نمائے عرب کے باسی اس دور کے غیر مسلموں کی تقسیم کی اگر کوئی بنیاد ہے تو وہ ہے اہل کتاب غیر مسلم اور بت پرست غیر مسلم اہل کتاب میں عیسائی اور یہودی شامل تھے اور عیسائیوں میں بنی اسماعیل بھی تھے اور غیر بنی اسماعیل بھی تھے اگر کچھ کہنے کا جواز موجود ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ ان احکام اور نو ہجری کے حج کے موقعہ پر اعلان کے بعد بت پرستوں سے تمام معاہدے ختم کر دیئے گئے تھے (مدت پوری ہو جانے پر) بت پرست بنی اسماعیل تھے یا غیر بنی اسماعیل اللہ تعالیٰ نے اس میں کوئی تمیز نہیں کی تھی اگر یہ کہا جائے کہ ''اسلام کے بہت سے شرعی احکام بنی اسماعیل کے مشرکوں کے لئے مخصوص تھے'' تو پھر وہ احکام شریعت تو مدینہ کے بنو اوس اور بنو خزرج کے لئے بھی نہیں تھے جو بنی اسماعیل نہیں تھے اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت مبارکہ کو اگر توحید

اور شرک کے درمیان معرکہ کے پہلو کو سامنے رکھ کر پڑھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی جدوجہد کی روح بت پرستی کا خاتمہ تھی مگر بت پرستی کی مخالفت کا دعوی کرنے والوں خاص طور پر یہودیوں نے اس معرکہ میں بت پرستوں کا ساتھ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی منتخب قوم اور توحید پرست ہونے کے دعویدار عرب کے یہودیوں نے توحید اور اہل توحید کی جس جوش و جذبہ خلوص اور ایمانداری سے مخالفت کی تھی ایسی دشمنی تو کئی بت پرست عرب بھی نہیں کر سکے تھے قرآن کریم میں ان اہل کتاب اور نام نہاد توحید پرستوں کی اس توحید اور اہل توحید سے دشمنی کی بڑی تفصیل سے تصویر کشی کی گئی ہے اہل کتاب کی اسی بت پرستوں سے دوستی اور اہل توحید سے دشمنی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ انہیں اپنے دوست اور راز داں نہ بنائیں ورنہ جب مکہ کے بت پرست بنی اسماعیل نے اہل توحید کو تنگ کیا تھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے تو انہیں حبشہ ہجرت کا حکم دیا تھا جہاں اہل کتاب کی حکومت اور اکثریت تھی اور مکہ کے بت پرست اہل توحید مسلمانوں کی پہچان اور شناخت بھی اہل کتاب عیسائیوں کے حوالے سے کرنے لگے تھے اسی لئے جب مکہ کے قریش کا سفارتی وفد حبشہ سے ناکام واپس آیا تو مکہ کے بت پرست مسلمانوں کو ایرانیوں کے ہاتھوں عیسائیوں کی شکست کے طعنے دینے لگے تھے جب ایرانی آتش پرست شہنشاہ خسرو پرویز نے عیسائیت کے علمبردار قیصر روم سے شام اور فلسطین چھین لئے تو مکہ کے قریش عیسائیوں کی اس شکست مین اپنی فتح اور مسلمانوں کی شکست کے خواب دیکھنے لگے تھے بت پرستوں کے اسی رویہ پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر اپنے رسول ﷺ کو بتادیا تھا کہ

☆''اور قریب کی زمین میں رومیوں کو شکست ہوگئی ہے
مگر اس شکست کے بعد وہ پھر غالب آجائیں گے۔
چند سال کے اندر اندر
کیونکہ جو کچھ پہلے ہوا وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوا
جو آگے ہوگا وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوگا
اور اس دن مسلمان خوش ہوجائیں گے'' (30:2 تا 4)

حضرت ابوبکرؓ جیسے سنجیدہ صحابی نے بت پرستوں کے طعنوں کی وجہ سے ابی بن خلف سے دس اونٹوں کی شرط باندھ لی تھی کہ اللہ کی طرف سے آنے والی پیش گوئی ضروری پوری ہوگی اور حضرت ابوبکرؓ صدیق وہ شرط جیت گئے تھے۔ مسلمانوں کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں کے رویہ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

☆''تو مسلمانوں کا سب سے کٹر دشمن
یہودیوں اور بت پرستوں کو پائے گا

اور مسلمانوں سے دوستی میں
قریب ترین انہیں پائے گا
جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں
اس کی وجہ یہ ہے کہ
ان میں دانشمند اور گوشہ نشین ہیں
اور اس وجہ سے کہ وہ تکبر نہیں کرتے'' (۸۲:۵)

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ''مسلمانوں سے دوستی میں قریب ترین'' سے مراد حبشہ کے عیسائی ہیں لیکن امام ابنِ جریرؒ کہتے ہیں کہ یہ آیات ان عیسائیوں کے بارے میں ہیں جن میں مذکورہ خصوصیات موجود ہوں ان کا تعلق خواہ حبشہ سے ہو یا کسی اور جگہ سے تکبر اور غرور یہودیوں میں بھی تھا اور عرب کے بت پرستوں میں بھی تھا یہودیوں کو بھی اپنے ''اعلیٰ نسل'' ہونے کا گھمنڈ تھا اور مکہ کے قریش کو بھی یہودی بھی اپنے آبائی دین کو ہی انسانی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے اور بت پرست بھی اس لئے دونوں یہودی اور بت پرست توحید دشمنی میں ایک ہو گئے تھے مگر جزیرہ نمائے عرب کے عیسائیوں کا رویہ الگ دکھائی دیتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو جو فرمان عطاء کیا تھا اللہ کی طرف سے احکام اور حج کے موقعہ پر اعلان کے باوجود وہ قائم رہا تھا اور تیماء اور فدک کے یہودیوں اہل صلح کو جو مراعات دی گئی تھیں وہ بھی واپس نہیں لی گئی تھیں مگر بت پرستوں سے سب معاہدے مقررہ مدت گزر جانے پر ختم کر دیئے گئے تھے۔ نجران، دومۃ الجندل، ایلہ، جربا اور اذرح کے عیسائیوں اور فدک اور تیماء کے یہودیوں سے جو معاہدے ہوئے تھے یا ان کے لئے جو فرمان جاری کئے گئے تھے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی ان پر پوری طرح عمل کیا تھا لیکن جب نجران کے عیسائیوں نے پھر سے سودی کاروبار شروع کر دیا اور ان کی طرف سے خلاف ورزی سے وہ معاہدہ ختم ہو گیا تو بھی حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں شام اور عراق کی طرف بھیجتے وقت وہاں کے عاملوں کے نام فرمان جاری کیا تھا جس میں لکھا تھا۔

''ان میں سے جو جائے وہ اللہ کی امان میں ہے اللہ کے رسول ﷺ اور ابو بکرؓ نے ان کے لئے جو تحریر کیا تھا اس پر عمل کرتے ہوئے کوئی انہیں نقصان نہ پہنچائے امرائے عراق اور شام میں سے یہ لوگ جس کسی کے بھی پاس پہنچیں وہ انہیں فراخدلی سے زمین دیں اگر وہ اس زمین پر کام کریں تو وہ ان کے وارثوں کے لئے صدقہ ہے ان میں سے کسی کو اس پر نہ کوئی رعایت ہے اور نہ بار جو بھی کوئی مسلمان ان کے پاس موجود ہو وہ ان پر ظلم کرنے والے کے خلاف ان کی مدد کرے کیونکہ یہ وہ قوم ہے جس کی ذمہ داری لی گئی ہے عراق اور شام میں ان کے آجانے کے بعد دو سال تک ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا سوائے اس زمین کے جس پر یہ کام کریں

انہیں کسی چیز کا محصول دینے کی تکلیف نہیں دی جائے گی نہ ہی ان پر ظلم اور زیادتی کی جائے گی'' گواہان: عثمانؓ بن عفان اور معیقیبؓ بن ابی فاطمہ۔

نجران کے عیسائیوں کی طرف سے فرمان رسول ﷺ کی خلاف ورزی کے باوجود انہیں ان کی زمینوں کے بدلے میں زمینیں دی گئی تھیں اور وہ سب مراعات بھی جو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں دی تھیں فدک کے یہودیوں کو جب نکالا گیا تھا تو ان کے باغات اور زمینوں کے اس نصف حصہ کی انہیں قیمت ادا کی گئی تھی جو اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے لئے چھوڑ دیئے تے تیماء کے یہودیوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے جو تحریر عطاء فرمائی تھی اس میں لکھا تھا کہ انہیں نہ نکالا جائے گا اور نہ ہی ان کی املاک پر قبضہ کیا جائے گا چنانچہ باقی یہودیوں کو نکال دینے کے باوجود تیماء کے یہودیوں کو عرب سے نہ نکالا گیا تھا اور نہ ہی ان کی املاک پر ریاست نے قبضہ کیا تھا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اہل کتاب میں سے کسی کو بھی کبھی اپنا دین تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ عمال کو بھی حکم دیا تھا کہ وہ انہیں اپنا دین تبدیل کرنے پر مجبور نہ کریں آپ ﷺ نے انہیں جان و مال کا تحفظ دیا تھا اور مذہب رسم و رواج اور کاروبار کی مکمل آزادی دی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا تھا۔

☆ ''جن لوگوں نے تم سے دین کی بنا پر لڑائی نہیں کی
اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا
اللہ تمہیں ان کے ساتھ بھلائی کرنے سے منع نہیں کرتا
ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو
اور ان سے (معاملات) میں انصاف کرو
بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (۸:۶۰)

اللہ کے رسول ﷺ نے تو ان سے بھی محبت' شفقت اور مہربانی کا سلوک کیا تھا جنہوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا تھا اور ان کے مذہب کی وجہ سے نہ صرف ان کے خلاف لڑائیاں کی تھیں بلکہ ان کا وجود مٹانے کے لئے اتحاد قائم کئے تھے۔

لڑائی کی آگ بھڑکانے والے

اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے خلاف بت پرستوں کے ساتھ مل کر سازشیں اور اتحاد قائم کرنے والے یہودیوں کے اجتماعی کردار کو دیکھا جائے تو ان میں اعلیٰ انسانی اقدار میں سے کسی ایک کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا اس حوالے سے اللہ کی منتخب قوم ہونے کا دعویٰ کرنیوالے یہودی بت پرست عربوں کے مقابلے میں

بھی بہت ہی نیچے گر چکے تھے یہودی دینی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکے تھے اور ان کے کعب بن اشرف جیسے نامی سردار اور شاعر بھی اخلاقی زوال کی اس گہرائی تک پہنچ چکے تھے کہ وہ مسلمانوں کی خواتین اور ان کے دین کے بارے میں توہین آمیز شعر کہہ کر انہیں عام محفلوں میں گانے کو فخر سمجھتے تھے ان کے حُیی بن اخطب جیسے دین و دنیا کے امور میں رہنماء آئین اور عہد کی خلاف ورزی کو اپنی طاقت اور ہوشیاری سمجھا کرتے تھے ایسی گھٹیا حرکتیں تو بت پرست عرب بھی کبھی نہیں کرتے تھے۔ جنگ بدر کے بعد کے واقعات کو دیکھا جائے تو اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ سے دشمنی میں عرب کے یہودی مکہ کے قریش اور بدو عربوں سے بھی ہمیشہ آگے دکھائی دیتے ہیں سازش میں، بدعہدی میں، دھوکہ بازی میں، پراپیگنڈہ میں، بغاوت میں دشمنانہ سفارت کاری اور سرمایہ کاری کے ذریعے ریاست مدینہ کے خلاف اتحاد قائم کرنے اور لشکر چڑھا چڑھا کر لانے میں یہودی سب سے آگے اور سب سے زیادہ سرگرم رہے۔ یہودیوں کے اسی کردار کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

☆ ''جب بھی وہ
لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں
اللہ اسے بجھا دیتا ہے
اور وہ زمین پر
فساد کے لئے دوڑے پھرتے ہیں
اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا'' (۵:۶۴)

یہودی اور اللہ کا عذاب

بت پرست عرب تو ایک طرح سے یہودیوں کے اسی طرح یرغمال بن گئے تھے جس طرح دور جدید میں عیسائی ان کے یرغمال بنے ہوئے ہیں اسی لئے یہودیوں کی قوت کے خاتمہ کے ساتھ ہی جزیرہ نمائے عرب میں امن کی راہ ہموار ہو گئی تھی یہودیوں کے اس اجتماعی کردار کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے بدلہ نہیں لیا تھا اور انہیں جان و مال کا تحفظ اور کاروبار کی آزادی دی تھی ان میں سے کسی کو بھی کبھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا ان سب کو ہمیشہ مذہب اور رسم و رواج کی مکمل آزادی دی گئی تھی ان میں سے اگر کسی فرد یا قبیلے کو اس کے جرم کی سزا دی گئی تھی تو اس سے پہلے اسے بار بار ایسی حرکتوں سے باز آجانے کا مشورہ بھی دیا گیا تھا اللہ کے دین کی قوت اور وسعت کے مراحل کا تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہو گا کہ جب بھی کسی ایسے مجرم کو سزا دی گئی تو اس سے ریاست مدینہ اور جزیرہ نمائے عرب میں امن کے قیام کی کوششوں کو تقویت ملی تھی۔ دور حاضر کی عالمی سیاست میں یہودی قوم کے مجموعی کردار کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ثابت ہو گا کہ اس قوم کا اجتماعی

کردار آج بھی ویسا ہی ہے جیسا مدینہ اور حجاز کے یہودیوں کا ہوا کرتا تھا اور مدینہ اور حجاز کے یہودیوں کا کردار بھی ویسا ہی ہوتا تھا جیسا دور حاضر کی یہودی قوم کا ہے۔ اسلام سے پہلے وہ عربوں کی افرادی قوت سے خوفزدہ ہوتے تھے اور اپنی الگ الگ آبادیوں کے گرد اونچی دیواریں بنا کر ان سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے اللہ نے اپنے دین کو قوت دی تو یہودی مسلمانوں کی نظریاتی اور افرادی قوت سے اور بھی زیادہ خوفزدہ ہو گئے اور اپنی بستیوں اور شہروں کی فصیلوں کو سازش اور پراپیگنڈہ کے گارے چونا سے مضبوط کرنے کی جدوجہد میں لگ گئے تھے ان کا وہی قومی اور مذہبی خوف آج بھی اسرائیل کی ریاست اور قیادت کو پریشان رکھتا ہے آج بھی وہ اونچی دیواروں سے باہر نکل کر اکثریت کے ساتھ افہام و تفہیم سے انصاف اور عدل کے اصولوں کے مطابق مل جل کر رہنے کے ذہنی اور نفسیاتی طور پر قابل نہیں مدینہ اور عرب کے یہودیوں کو اصل خوف ان کے اپنے اعمال اور کردار کا ہوتا تھا آج بھی یہودی قوم اپنے کردار اور اعمال کے خوف میں مبتلا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

☆ ’’(ان کے) کفر کی وجہ سے
ان پر اللہ کی لعنت ہے
اور یہ (حق کے) بہت تھوڑے حصہ پر
ایمان رکھتے ہیں‘‘ (۲:۸۸)

☆ ’’یہ وہ لوگ ہیں
جو آخرت کی قیمت پر
اس دنیا کی زندگی خریدتے ہیں
ان پر سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا
اور نہ ان کی مدد کی جائے گی‘‘ (۲:۸۶)

اس قوم کے اپنے قول و فعل سے پیدا ہونے والا عذاب اللہ تعالیٰ نے آج تک ان پر سے ہلکا نہیں کیا اور آج تک وہ دوسروں کی مدد اور سرپرستی کے بغیر قومی اور انفرادی طور پر زندہ رہنے کے قابل نہیں ہو سکے۔ اللہ نے ان پر سے آج تک محتاجی کی ذلت اور اپنے اعمال کے خوف کا عذاب ہلکا نہیں کیا۔ مدینہ اور حجاز کے یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بتایا تھا

☆ ’’تو انہیں اس دنیا کی زندگی
کے سب سے زیادہ حریص پائے گا
بت پرستوں سے بھی زیادہ حریص‘‘ (۲:۹۶)

جو بھی کوئی فرد یا قوم دنیاوی زندگی کی حریص ہو گی خوف اور عدم تحفظ کا احساس اس کے کردار کی

بنیادی خصوصیات ہوں گی عرب کے مشرکوں کو اپنے مشرکانہ عقائد اور بدوآنہ زندگی پر نام نہاد توحید پرست یہودیوں کی نسبت زیادہ پختہ اعتماد تھا اور صحراؤں اور ریگستانوں میں گھومتے پھرتے بھی انہوں نے کبھی اپنے کو غیر محفوظ محسوس نہیں کیا تھا انہیں اگر کوئی خوف تھا تو وہ بیرونی ہوتا تھا اور اس کا مقابلہ کرنے کی وہ تدابیر کرتے رہتے تھے انہیں ایسا کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوتا تھا جو ان کے اندر سے پیدا ہوتا ہوا اور ان کی نفسیات کا حصہ بن گیا ہو بت پرست کسی کا ساتھ دیتے تھے تو کھل کر دیتے تھے اور کسی سے دشمنی کرتے تھے تو کھل کر کرتے تھے مگر یہودیوں کے نفسیاتی خوف نے ان سے اعلیٰ کردار کی سب خصوصیات چھین لی تھیں اس خوفزدہ سازشی اور بدعہد قوم کی طرف سے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی مخالفت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بتایا تھا کہ یہ تو ان کا پرانا رویہ ہے یہ تو دین کو بھی اپنی دنیاوی اور نفسانی خواہشات کے حصول اور تحفظ کے معیار پر سوچنے والی قوم ہیں۔

☆ ''جب بھی کوئی رسول
تمہارے پاس وہ چیز لایا
جو تمہاری خواہش نفس کے خلاف تھی
تو تم نے تکبر کیا
بعض کو تم نے جھٹلایا
اور بعض کو قتل کر دیا'' (۲:۸۷)

اللہ کے رسول ﷺ نے پیغمبرانہ صبر سے یہودیوں کی سازشوں اور زیادتیوں کو برداشت کیا پیغمبرانہ فراست سے ان کی چالیں ناکام بنائیں اور پیغمبرانہ حکمت سے ان کی قوت کا خاتمہ کر دیا تھا۔

یہودیوں کے مقابلہ میں اہل کتاب عیسائیوں میں سے کسی گروہ نے جزیرہ نمائے عرب کے اندر سے اللہ کے دین کے خلاف کوئی منظم مزاحمت نہیں کی تھی یمن کے بنو حنیفہ عیسائی تھے اور اپنی مرضی سے مسلمان ہو گئے تھے نجران کی عیسائی کالونی کے پاس افرادی قوت بھی تھی سیاسی نظم اور اندرونی استحکام بھی تھے اور بیرونی عیسائی قوتوں کی سرپرستی بھی انہیں حاصل تھی اس کے باوجود نجران کے عیسائیوں نے بت پرستوں کے ساتھ مل کر نہ تو کبھی ریاست مدینہ پر کوئی حملہ کیا تھا اور نہ ہی کبھی ریاست مدینہ کے خلاف کسی اتحاد یا سازش میں شامل ہوئے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی مرضی سے ان کے لئے جو فرمان جاری کیا تھا اور جس کی ان کے اخراج تک پابندی کی گئی تھی اس فراخدلی کی خود انہیں بھی امید نہیں تھی لیکن یہودی نہ صرف بت پرستوں کے اتحادی تھے بلکہ توحید پرست ہونے کے دعویٰ کے باوجود بت پرستی کو اسلام سے بہتر بتایا کرتے تھے جب مکہ کے بت پرستوں نے یہودیوں کے وفد میں شامل ان کے دین و دنیا کے سرداروں سے پوچھا تھا کہ بتاؤ ہمارا

دین (بت پرستی) اچھا ہے یا مسلمانوں کا دین اچھا ہے تو انہوں نے بیک زبان اور بلا جھجک بت پرستی کو اچھا دین قرار دے دیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی بت پرست نوازی اور بت پرستی کی پسندیدگی کے بارے میں فرمایا ہے۔

☆'' کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا
کہ جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا
وہ بتوں اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں
اور مشرکوں کے متعلق کہتے ہیں
کہ وہ مسلمانوں کی نسبت
بہتر راہ پر ہیں
یہی وہ لوگ ہیں
جن پر اللہ نے لعنت کی ہے
اور جس پر
اللہ لعنت کرتا ہے
تو ان کا
کوئی مددگار
نہیں پائے گا'' (۴:۵۱،۵۲)

کیا صدیوں کی تاریخ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی سچائی ثابت نہیں کر دی؟ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ اور حجاز کے یہودیوں کو ہر قسم کی آزادی اور ریاست مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ برابری کے حقوق دیئے تھے اس کے باوجود وہ بت پرستی کی سرپرستی کرتے رہے تھے اور پھر انہیں جزیرہ نمائے عرب کے اندر اور باہر کوئی بھی مددگار نہیں مل سکا تھا اسکے بعد کی صدیوں میں یورپ کے عیسائی ممالک میں ان کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ بھی انسانی تاریخ کا حصہ ہے تاریخ کے کسی مرحلہ میں بھی یہودی خوف اور ڈر کے عذاب سے محفوظ نہیں رہے۔ کسی فرد، گروہ یا قوم کے لئے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا عذاب اس کے ذہنوں پر مسلط خوف اور ڈر ہوتا ہے۔ جزیرہ نمائے عرب میں اپنی سازشوں کی ناکامی کے بعد یہودی جہاں بھی گئے جہاں بھی رہے یہ عذاب ان پر مسلط رہا۔ دولت، سازش، بین الاقوامی ذرائع ابلاغ پر گرفت، مالیاتی اداروں پر قبضہ بھی یہودی قوم کو اس عذاب سے نجات نہیں دلا سکے اور نہ آئندہ دلا سکیں گے۔ وہ جنہیں اپنا مددگار سمجھتے رہے یا سمجھ رہے ہیں وہ بھی اس عذاب میں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ پہلے بھی یہ اللہ کا فیصلہ تھا اور آگے بھی اسی فیصلہ کا حصہ ہوگا۔

غیر مسلم اور قومی راز

توحید اور شرک کے اس معرکہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا۔

☆''اے ایمان والو
یہودیوں اور عیسائیوں
کو اپنے دوست نہ بناؤ
وہ تو آپس میں
ایک دوسرے کے دوست
اور مددگار ہیں
اور تم میں سے جو کوئی بھی
ان سے دوستی رکھتا ہے
وہ انہیں میں سے ہے
بلاشبہ اللہ ظالموں کو
راہ نہیں دکھاتا'' (۵:۵۱)

اللہ کے رسول ﷺ کی حیات مبارکہ کے بعد کی صدیوں میں یہ قرآنی سچائی بار بار ثابت ہو چکی ہے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے وہ آج بھی ایک دوسرے کے دوست اور مددگار ہیں اسی لئے مسلمانوں کو اپنے اجتماعی اور قومی معاملات میں عیسائیوں اور یہودیوں کی دوستی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے اور نہ اپنے اجتماعی اور ملی معاملات میں انہیں رازداں بنانا چاہئے صدیوں کی تاریخ نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس بھی کسی مسلمان نے ایسی غلطی کی اس نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا انفرادی طور پر یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی یا ان سے لین دین کاروبار اور میل ملاپ سے منع نہیں کیا گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت مبارکہ اس کی شاہد ہے اور ہمارے درمیان موجود ہے یہودی اور عیسائی مدینہ اور جزیرہ نمائے عرب میں موجود تھے ان سے مسلمانوں کا میل ملاپ لین دین اور کاروبار بھی ہوتا تھا انفرادی طور پر بھی اور ریاستی سطح پر بھی لیکن قومی معاملات میں انہیں رازداں نہیں بنایا جاتا تھا جس کی وضاحت سورۃ آل عمران سے بھی ہو جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

☆''اے ایمان والو
غیروں کو
اپنے رازداں نہ بناؤ

وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا کرنے میں
کوتاہی نہیں کرتے
اور تمہارے مصائب کو پسند کرتے ہیں
ان کی زبانوں سے
تو تم سے دشمنی ظاہر ہو چکی ہے
اور جو عداوت ان کے سینوں میں چھپی ہوئی ہے
وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے
اگر تم عقل رکھتے ہو
تو ہم نے تمہارے لئے
ان کی نشانیاں صاف صاف بتادی ہیں" (۱۱۸:۳)

اللہ تعالیٰ نے ریاستی پالیسی کے جو اصول متعین فرمادیئے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے ان اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی طرف سے سونپا گیا مشن اتنے تھوڑے عرصہ میں مکمل کرلیا تھا اور اپنی امت کو اللہ کی کتاب اور اپنی سنت کی پیروی کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو راہ راست پر اور کامیاب رہو گے صدیوں کے سفر میں مسلمان کہاں بھٹکے کب بھٹکے اور اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کی تفصیل بہت طویل ہے لیکن اس ساری تفصیل اور تجزیہ سے جو بات سامنے آئے گی وہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اجتماعی طور پر اللہ کے کلام اور اس کے رسول ﷺ کی سیرت مبارکہ سے رہنمائی حاصل کرنا چھوڑ دیا تو زوال کی راہوں پر بھٹکنے لگے۔

دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں ہوگا جہاں ملک کی اکثریت کے مذہب کے حوالے سے کوئی مذہبی اقلیت نہ بستی ہو مگر دنیا میں شاید ہی کسی ملک اور کسی مذہب کی حکمرانی میں مذہبی اقلیتوں کو ایسے حقوق میسر رہے ہوں گے جیسے حقوق اور آزادیاں غیر مسلموں کو اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست مدینہ میں عطا کئے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے دیئے ان حقوق اور آپ ﷺ کے غیر مسلموں کے لئے جاری کردہ فرامین اور ان سے کئے معاہدوں کی آپ ﷺ کے خلفاء نے بھی پابندی کی تھی جوف مدینہ کے یہودی چونکہ وہاں کے اصل باشندے تھے وہ کسی معاہدے یا فتح کے نتیجے میں اسلامی ریاست کے شہری نہیں بنے تھے اس لئے ان پر جزیہ تھا نہ خراج۔

وسیع تر مفاہمت

کسی ریاست کے بنیادی پالیسی اصولوں کو سمجھنے کے لئے ان فرامین معاہدوں اور احکام کا جاننا ضروری ہوتا ہے جو اس ریاست کے سربراہ نے مختلف اوقات میں جاری کئے ہوں اگر ایسے فرامین احکام اور معاہدے کسی ریاست کے بانی سربراہ کی طرف سے ہوں تو ان کی پالیسی اہمیت اور بھی زیادہ ہوتی ہے اس ریاست کے لئے بھی اور اسے سمجھنے کی خواہش رکھنے اور کوشش کرنے والوں کے لئے بھی اللہ کے رسول ﷺ ریاست مدینہ کے بانی ناظم اعلیٰ تھے آپ ﷺ نے اس ریاست کے قیام سے توسیع کے مراحل تک مختلف قبائل قبائلی سرداروں اور علاقائی حاکموں کے لئے جو دعوتی مراسلے اور فرامین لکھوائے تھے وہ ریاست مدینہ کے بنیادی پالیسی اصولوں کو سمجھنے کے لئے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتی زندگی اور عمل کی مانند آپ ﷺ کی سیاسی سوچ اور زندگی میں بھی رہنمائی ہے اور ان مراسلوں اور فرامین اور معاہدوں کے مطالعہ اور تجزیہ کے بغیر آپ ﷺ کی سیاسی سنت مبارکہ کو پوری طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔

رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات مختلف افراد قبائل اور علاقائی حاکموں کے لئے لکھوائے فرامین اور معاہدوں کے فرامین کے مطالعہ سے جو اہم پالیسی اصول سامنے آتا ہے وہ ہے "صلح جوئی یا وسیع تر مفاہمت" اس وسیع تر مفاہمت کے ذریعے آپ ﷺ نے غیر ضروری تصادم کی ضرورت ہی نہیں رہنے دی تھی ذیل میں اللہ کے رسول ﷺ کے جو دعوتی مکتوب اور فرامین دیئے جا رہے ہیں ان میں نو ہجری کے حج کے موقعہ پر اللہ کی طرف سے احکام کے اعلان سے پہلے کے مکتوب اور فرامین بھی ہیں اور اس کے بعد کے بھی ان سارے مکتوبات اور فرامین کے مطالعہ سے جہاں ایک طرف صلح جوئی یا وسیع تر مفاہمت کا اصول سامنے آتا ہے وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اگر کسی عمل یا کسی گروہ سے کسی بھی صورت میں معمولی سی بھی مفاہمت نہیں کی تھی تو وہ ہے بت پرستی اور بت پرست گروہ بتوں اور بت پرستی کے لئے آپ ﷺ کے ہاں کسی ذرہ برابر نرمی کی بھی کوئی گنجائش نہیں تھی آپ ﷺ بت پرستوں کے لئے بہت سخت تھے آپ ﷺ کے مشن اور

زندگی کا مقصد ہی بت پرستی کا خاتمہ تھا۔ توحید پر آپ ﷺ نے کسی کو کبھی کوئی رعایت نہیں دی تھی۔ مکہ کی فتح کے بعد طائف کے محاصرہ سے مدینہ واپسی کے ساتھ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے مختلف قبائل اور چھوٹے موٹے علاقائی حاکموں کے نام جو دعوتی مکتوبات ارسال فرمائے تھے ان کے جوابات اور اس سلسلہ کے فرامین سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک حجاز سے باہر عرب کے دور دراز علاقوں تک توحید کی دعوت پھیل چکی تھی اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے مشرکوں کو نوٹس دے کر ان سے سب معاہدے ختم کر دینے کے اعلان سے پہلے ہی لوگ اسلام قبول کر رہے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ سے پناہ اور امان کے لئے درخواستیں کرتے رہے تھے۔ بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کو اللہ کے رسول ﷺ نے طائف سے مدینہ واپس آتے ہی دعوتی مکتوب ارسال فرمایا تھا اور وہ مسلمان ہو گیا تھا شام کی سرحد پر دومۃ الجندل کا عیسائی حاکم اکیدر جرباء اور اذرح کے یہودی اہل مقنا سب اس سے پہلے ہی اللہ کے رسول ﷺ سے پناہ او رامان حاصل کر چکے تھے توحید کی دعوت اور اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی اصل طاقت اور اس کی وسعت کا ٹھیک اندازہ صرف آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کی تعداد سے نہیں کیا جا سکتا اس کا صحیح اندازہ آپ ﷺ کے فرامین کے مطالعہ اور تجزیہ سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

وسیع تر مفاہمت کی اس پالیسی کے تحت آپ ﷺ نے اسلام قبول کرنے والے افراد قبیلوں اور حاکموں کو ان کے اسلام قبول کرنے تک کے سب جرائم اور گناہ معاف کر دیئے تھے تہامہ کے پہاڑوں میں چھپے ہوئے ڈاکوؤں نے اسلام قبول کرنا چاہا تو ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ مال اور خون تھا جو وہ لوٹ اور بہا چکے تھے انہیں یہ بھی ڈر تھا کہ انہیں ان کے قبائل کے حوالے کر دیا جائے گا اللہ کے رسول ﷺ نے فرمان جاری کر دیا کہ ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کے سب گناہ معاف ہوں گے اور انہیں ان کے قبائل کے حوالے بھی نہیں کیا جائے گا لیکن اسلام میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کرنے والوں کے لئے فرامین میں اللہ کے رسول ﷺ نے نماز کے قیام زکوٰۃ کی ادائیگی اور مشرکوں کے ساتھ تعلقات ختم کر لینے کو ان کے اسلام کی شہادت قرار دیا تھا ان مکتوبات اور فرامین سے اللہ کے رسول ﷺ کے عرب کے سب علاقوں کی زمینی صورتحال کھیتی باڑی کے طریقوں پیداوار اور رسوم و رواج سے حیران کن حد تک آگاہ ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے اور عرب جیسے صحرائی اور ریگستانی وسیع و عریض ملک کے نئے بندوبست اور اراضی کی Settlement کے اصولوں کا پتہ بھی چلتا ہے اللہ کے رسول ﷺ کے ان فرامین میں زراعت آبپاشی زمین کی حد بندی اس دور میں عرب کی زرعی زمین کی اقسام سب کے بارے میں جملہ معلومات دستیاب ہیں اس اہمیت کے پیش نظر بھی اور اللہ کے رسول ﷺ کی وسیع تر مفاہمت کی ریاستی پالیسی کو سمجھنے کے لئے آپ ﷺ کے ان مکتوبات فرامین اور معاہدوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ جن سے اس وقت کے سیاسی حالات سمجھنے میں بھی کافی مدد ملتی ہے۔

☆

عمان کے قبیلے ازد کے بادشاہ کا نام جیفر تھا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن عاص کو جیفر اور اس کے بھائی عبد کے لئے دعوتی مراسلہ دے کر بھیجا اور انہیں اسلام کی دعوت دی جیفر نے اللہ کے رسول ﷺ کا نامہ مبارک کھول کر پڑھا اور اپنے بھائی کو دے دیا دونوں بھائیوں نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھ کر ایک روز کی مہلت مانگی اگلے روز جیفر نے کہا" آپ ﷺ نے مجھے جس امر کی دعوت دی ہے میں نے اس پر غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر میں اپنے مقبوضات کا آپ ﷺ کو مالک بنا دوں تو میں تو تمام عرب میں سب سے کمزور ہو جاؤں گا"۔

حضرت عمروؓ بن عاص نے اس کا جواب سن کر کہا" اچھا میں کل واپس روانہ ہو جاؤں گا"۔

جب انہیں حضرت عمروؓ بن عاص کی روانگی کے عزم کا یقین ہو گیا تو ان دونوں بھائیوں نے انہیں پھر بلایا اور دونوں مسلمان ہو گئے اور حضرت عمروؓ بن عاص کو اپنے علاقہ کے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے اور ان کے معاملات نپٹانے کی ذمہ داری سونپ دی۔ حضرت عمروؓ بن عاص کہتے ہیں" جو کوئی میری مخالفت کرتا تھا وہ دونوں بھائی اس کے خلاف میری مدد کرتے تھے میں ان لوگوں میں مقیم رہا میں ان کے امیروں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کے غریبوں میں تقسیم کر دیتا تھا"۔

حضرت عمروؓ بن عاص ان کی طرف ذیقعد آٹھ ہجری میں گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت وہیں تھے مکہ رمضان آٹھ ہجری میں فتح ہوا تھا اور ذیقعد آٹھ ہجری میں رسول اللہ ﷺ طائف کے محاصرہ کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے تھے۔

☆

جعرانہ سے ہوتے ہوئے طائف سے مدینہ واپس آ کر اللہ کے رسول ﷺ نے بحرین کے حاکم منذر بن ساویٰ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی۔ آپ ﷺ کا نامہ مبارک حضرت علاء بن الحضرمی لے کر گئے تھے منذر بن ساویٰ نے اسلام قبول کر لیا اور ایک مراسلہ کے ذریعے آپ ﷺ کو اس کی خبر دی منذر نے ہی اپنے علاقہ کے یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا تھا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت علاءؓ بن الحضرمی نے وہاں کے لوگوں کو زکوٰۃ کا نصاب پڑھ کر سنایا اور اس کے مطابق زکوٰۃ وصول کی۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ایک قوم کی طرف بھیجا اور فرمایا" خدا کے بندوں سے خدا کے لئے نیکی اور خیر خواہی کرنا کیونکہ اگر کسی شخص کو لوگوں کے امور کا راعی (رعایا کا نگہبان) بنایا جائے

اور وہ ان لوگوں کی خیر خواہی نہ کرے تو اللہ نے اس شخص پر جنت حرام کر دی ہے جاؤ اور ایسا نہ کرنا جیسا عیسیٰ بن مریم کے قاصدوں نے کیا تھا وہ قریب کے پاس خبر گیری کو آتے اور بعید کو چھوڑ دیتے تھے۔ پھر غفلت سے بیدار ہوئے"۔

رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ اس جماعت میں شامل جس صحابی کو کسی قوم کی طرف بھیجا جا رہا ہے وہ اس قوم کی زبان جانتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ کے بندوں کے معاملات میں ان لوگوں (جاننے والوں) پر اللہ کے جو حقوق واجب ہیں ان میں یہ سب سے بڑا حق ہے" یعنی جن لوگوں کی طرف انہیں بھیجا جا رہا ہے ان کی زبان جاننا ان پر اللہ کا سب سے بڑا حق ہے۔

☆

حضرت مالکؓ بن مرارہ یمن کے بعض قبائل اور حاکموں کے اسلام قبول کرنے کا پیغام لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک مراسلہ لکھوایا جس میں حضرت مالک کے پیغام پہنچا دینے کی تصدیق کی گئی تھی اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے لئے مراسلے میں احکام اسلام اور مختلف اموال پر زکوٰۃ کی شرح لکھوائی اور ہدایت فرمائی کہ وہ زکوٰۃ اور جزیہ جمع کر کے حضرت مالکؓ بن مرارہ اور حضرت معاذؓ بن جبل کے حوالے کریں اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کریں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ غسان کے بادشاہ جبلہ بن الایہم کو دعوتی نامہ ارسال فرمایا تو وہ مسلمان ہو گیا اور اپنے اسلام لانے کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کو خط لکھا اور ہدیہ بھیجا۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے ذی الکلاع بن ناکور بن حبیب بن حسان بن تبع اور ذی عمرو کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے حضرت جریرؓ بن عبداللہ کو بھیجا تھا اور وہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے ذی الکلاع کی بیوی ضریبہ بنت ابرہہ بن الصباح بھی مسلمان ہو گئی تھی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت حضرت جریرؓ ان کے پاس ہی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے معدی کرب بن ابرہہ کو تحریر فرمایا تھا کہ جس حالت حکومت میں وہ اسلام لائیں گے وہ حکومت ان کی ہی رہے گی۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے ربیعہ بن ذی مرحب الحضرمی ان کے بھائیوں اور چچاؤں کے لئے لکھوایا تھا کہ ان کے اموال غلام رعایا درخت جڑی بوٹیاں کنویں دیہاتی چشمے چھوٹی نہریں حضر موت کے صحرائی نالے اور ذی مرحب کے قبیلہ کا ہر مال انہی کے لئے ہے ان کے ہر رہن کا ثمرہ اور شاخیں رہن میں شمار ہوں گی ان

کے پھلوں کی برکت کے بارے میں ان سے کوئی نہیں پوچھے گا اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں۔

ذی مرحب خاندان کی مدد مسلمانوں پر واجب ہے ان کا ملک ظلم سے بری ہے ان کے جان و مال اور بادشاہ کے باغ کی آبپاشی کی وہ نہر جو خاندان قیس تک جاتی ہے وہ بھی ان ہی کی رہے گی اللہ اور رسول ﷺ اس پر مددگار ہیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ لخم کے لئے لکھوایا تھا کہ ان میں سے جو اسلام لائے گا، نماز قائم کرے گا، زکوٰۃ دے گا اور اللہ اور رسول ﷺ کا حصہ دے گا مشرکوں سے اپنا تعلق ختم کرلے گا وہ اللہ اور محمد ﷺ کی پناہ اور ذمہ داری میں بے خوف ہے جو شخص اپنے سے پھر جائے گا اللہ اور اس کا رسول محمد ﷺ اس سے بری الذمہ ہیں۔ جس شخص کے اسلام کی کوئی مسلمان شہادت دے وہ بھی محمد ﷺ کی پناہ اور ذمہ داری میں ہے۔ اور وہ مسلمانوں میں سے ہے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ضماد الازدی کے لئے لکھوایا تھا کہ وہ اپنی زمینداری کی جس حالت میں اسلام لائے گا وہ زمینداری اس کے پاس رہے گی بشرطیکہ وہ اس اللہ پر ایمان لائے جس کا کوئی شریک نہیں اور شہادت دے کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں نماز قائم کرے زکوٰۃ دے رمضان کے روزے رکھے بیت اللہ کا حج کرے کسی بدعتی کو پناہ نہ دے اسلام کی حقانیت میں شک نہ کرے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی کرے اللہ کے دوستوں کو دوست رکھے اس کے دشمنوں سے بغض رکھے۔

محمد نبی ﷺ پر لازم ہے کہ اپنی جانب سے اس کی ویسی ہی حمایت اور حفاظت کریں جیسی اپنے جان و مال اور اہل عیال کی کرتے ہیں خالد الازدی کے لئے اللہ اور محمد ﷺ کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ خالد اس عہد کو پورا کرے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے نعیم بن اوس برادرِ تمیم الداری کے لئے لکھوایا تھا ”ملک شام کے موضع حبر وعینون کی زمین اس کے پہاڑ پانی کھیتی کنوؤں کا پانی اور گائے بیل سب اس کے اور اس کے بعد اس کے پسماندگان کے لئے ہیں۔ کوئی اس بارے میں کوئی جھگڑا نہ کرے اور نہ ہی ظلم کر کے اس میں داخل ہو جو ان پر ظلم کرے گا یا ظلم سے ان میں سے کچھ لے گا تو اس پر اللہ تمام ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے حصین بن اوس الاسلمی کو فرغین اور ذات اعشاش عطا فرمائے اور تحریر لکھ دی کہ

اس بارے میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے بنی قرہ بن عبداللہ ابن ابی نجیع النبہانین کے لئے فرمان لکھوایا کہ المظلہ کی زمین' پہاڑ' پانی اور بارانی زمین سب بطور شرکت ان کے لئے ہے جس میں وہ اپنے مویشی چرائیں گے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے بنی الحارث بن کعب کے بنی الضیاب کے لئے فرمان لکھوایا کہ جب تک وہ لوگ نماز قائم رکھیں گے زکوٰۃ دیتے رہیں گے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہیں گے اور مشرکوں سے بے تعلق رہیں گے ساریہ اور اس کا بلند حصہ ان کے لئے ہے اس بارے میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے یزید بن الطفیل الحارثی کے لئے فرمان لکھوایا کہ جب تک وہ نماز قائم رکھیں زکوٰۃ دیتے رہیں اور مشرکین سے جہاد کرتے رہیں پورا المضہ ان کے لئے ہے اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے فرمان لکھوادیا کہ مجس بنی الحارث بن قنان بن ثعلبہ کے لئے ہے اور ان لوگوں کے جان و مال اہل اسلام کی طرف سے امن میں ہیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے عبد یغوث بن وعتہ الحارثی کے لئے تحریر کرایا تھا کہ اسلام لاتے وقت ان کے پاس جو زمینیں ہیں ان کی سب اشیاء اور نخلستان ان کے اور ان کی قوم کے ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان لوگوں کی پیروی کریں اور جب تک نماز قائم رکھیں زکوٰۃ دیتے رہیں اور جہاد کے مال غنیمت میں سے خمس دیتے رہیں۔ ان پر عشر بھی نہیں ہے اور نہ ہی وہ اپنی زمینداری سے بے دخل کئے جائیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے بنی زیاد بن الحارث الحارثین کے لئے تحریر لکھوائی کہ جَمّاء واذنبہ ان لوگوں کا ہے ان لوگوں کے لئے امن ہے جب تک وہ نماز قائم رکھیں زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور مشرکوں سے جہاد کرتے رہیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے یزید بن المحجل الحارثی کو تحریر عطا فرمائی کہ عمرہ اور اس کے آب پاشی کے راستے اور اس کے جنگل میں سے وادی الرحمٰن انہی لوگوں کی ہے یہ (یزید) اور اس کے پس ماندگان اپنی قوم بنی مالک پر سردار ہیں ان سے نہ تو جنگ کی جائے گی اور نہ انہیں وہاں سے نکالا جائے گا۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے ذوالغصہ قیس بن الحصین کو تحریر عطاء فرمائی تھی جس میں ان کے والد کی اولاد بنی الحارث کو امن دیا گیا تھا اور اس میں لکھوایا تھا کہ ان لوگوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری ہے ان سے نہ تو عشر لیا جائے اور نہ ہی انہیں ان کے مقام سے نکالا جائے جب تک وہ لوگ نماز قائم رکھیں زکوٰۃ دیتے رہیں مشرکین سے الگ رہیں اور اپنے اسلام کی شہادت دیتے رہیں۔ ان کے مال میں مسلمانوں کا بھی حق ہے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے بنی قنان بن یزید الحارثین کے لئے لکھوایا تھا کہ مذود اور اس کے ذرائع آبپاشی ان لوگوں کے ہیں جب تک یہ لوگ نماز قائم رکھیں زکوٰۃ دیتے رہیں مشرکین سے الگ رہیں راستے محفوظ رکھیں اور اپنے اسلام کی گواہی دیتے رہیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے عاصم بن الحارث الحارثی کے لئے لکھوایا کہ راکس کے پودے اور درخت ان کے ہیں اس بارے میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے بنی معاویہ بن جرول الطائیین کے لئے فرمان لکھوایا کہ ان میں سے جو اسلام لائے نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور نبی ﷺ کا حصہ دے مشرکین سے جدا رہے اور اپنے اسلام کی گواہی دے تو وہ اللہ اور رسول ﷺ کی امان میں ہے اور اسے کوئی خوف نہیں اسلام لانے کے وقت جو کچھ ان کا تھا انہی کے پاس رہے اور رات کو بھیڑ چرتے چرتے جہاں تک جاتی ہے وہ علاقہ بھی انہی کا ہے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے عامر بن الاسود بن عامر ابن جوین الطائی کے لئے تحریر لکھوائی کہ ان کی اور ان کی قوم کی بستیاں اور کنویں ان کے اور ان کی قوم کے ہیں جب تک یہ نماز قائم رکھیں زکوٰۃ دیں اور مشرکین سے جدا رہیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے بنی جوین الطائیین کے لئے فرمان لکھوایا کہ ان میں سے جو ایمان لائے نماز قائم کرے زکوٰۃ دے مشرکین سے جدا رہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے مال غنیمت میں

سے اللہ کا خمس اور رسول ﷺ کا حصہ دے اور اپنے اسلام پر گواہی دے تو اس کے لئے اللہ اور محمد بن عبداللہ ﷺ کی امان ہے۔ ان کی زمین ان کے کنویں اور وہ اشیا جن پر اسلام لاتے وقت وہ قابض تھے یا جائز طور پر ان پر ان کا قبضہ تھا اور بھیڑ صبح سے شام تک چرتے چرتے جہاں تک جائے وہ سب انہی لوگوں کا ہے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے بنی معین الطائیین کو تحریر عطا فرمائی تھی کہ ان کی وہ بستیاں اور کنویں جو ان کے اسلام قبول کرنے کے وقت ان کی ملکیت تھے اور صبح سے شام تک بھیڑ کے چرنے کی جگہ ان لوگوں کی ہے جب تک یہ لوگ نماز قائم رکھیں زکوٰۃ دیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں مشرکین سے جدا رہیں۔ اپنے اسلام پر گواہی دیں اور راستے محفوظ رکھیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے جنادۃ الازدی ان کی قوم اور ان کی پیروی کرنے والوں کے لئے فرمان لکھوایا کہ جب تک وہ نماز قائم رکھیں زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس رسول اللہ ﷺ کا حصہ ادا کرتے رہیں اور مشرکوں سے الگ رہیں ان کے لئے اللہ اور محمد بن عبداللہ ﷺ کی ذمہ داری ہے۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ سعد ہذیم اور قبیلہ حذام کے لئے ایک ہی فرمان تحریر کروایا اور ان کے لئے زکوٰۃ اور صدقہ کے احکام لکھوائے اور حکم دیا کہ وہ زکوٰۃ اور صدقہ آپ ﷺ کے قاصدوں اُبَی اور عنبسہ یا جس کسی کو وہ دونوں بھیجیں کے حوالے کر دیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ جہینہ کی شاخوں بنی زرعہ اور بنی الربعہ کے لئے جو تحریر لکھوائی تھی اس میں کہا گیا تھا کہ ان دونوں کے لئے امن ہے اور اگر کوئی ان پر ظلم کرے گا یا ان سے جنگ کرے گا تو ان کی مدد کی جائے گی لیکن اگر وہ جنگ ان کے کسی دوسرے پر ظلم کی ہوگی یا ان کی دینی جنگ ہوگی تو اس میں ان کی مدد نہیں کی جائے گی اور ان کے نیکوکار اور پرہیزگار دیہاتیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو ان کے شہروں میں رہنے والے لوگوں کے ہیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بلی کے بنو جعیل کے لئے فرمان لکھوایا کہ یہ لوگ قریش اور بنی عبد مناف کے ساتھ ایک گروہ ہیں (قریش کی شاخ بنو عبد مناف کے حلیف ہونے کی وجہ سے) ان کے وہی حقوق ہیں

جیسے ان لوگوں کے حقوق ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں ہیں جیسی ان لوگوں (بنو عبد مناف) پر ہیں ان کا نہ تو اخراج کیا جائے گا اور نہ ہی ان سے خراج لیا جائے گا اسلام لانے کے وقت جو مال و متاع ان کے پاس تھا وہ انہی کا ہے نصر، سعد بن بکر، ثمالہ اور ہذیل کے صدقات انہی لوگوں کے لئے ہیں۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے خزاعہ کی شاخ بنو اسلم کے لئے فرمان لکھوایا تھا کہ "ان میں سے جو ایمان لائے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، اللہ کے دین میں خلوص اختیار کرے ایسے لوگوں کی ظلم کرنے والے کے خلاف مدد کی جائے گی جب نبی ﷺ انہیں مدد کے لئے بلائیں تو ان پر مدد کے لئے آنا لازمی ہوگا ان کے دیہاتیوں کے لئے بھی وہی حقوق ہیں جو ان کے شہریوں کے ہیں یہ جہاں چاہیں ہجرت کر سکتے ہیں۔

☆

عوسجہ بن حرملۃ الجہنی کے لئے فرمان اس طرح ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رسول اللہ ﷺ نے عوسجہ بن حرملہ کو جوذی المروراہ کا مقام عطا فرمایا یہ اس کی دستاویز ہے آپ ﷺ نے انہیں مابین بلکثہ سے مصنعہ، جفلات ثجد جبل قبلہ تک کا علاقہ دے دیا ہے اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے جو ان سے مزاحمت کرے گا ناحق پر ہوگا حق عوسجہ کا ہی ہوگا"۔

☆

بنی شنخ کے لئے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ دستاریز محمد نبی ﷺ نے قبیلہ جہینہ کے بنی شنخ کو عطا فرمائی آپ ﷺ نے انہیں صفینہ کی وہ زمین عطا فرما دی جس پر انہوں نے خط لگا لیا اور کھیتی کی جو ان پر مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہوگا اور ان کا دعویٰ سچا ہوگا" قبیلہ جہینہ کی شاخ بنی الجرمز بن ربیعہ کے لئے آپ ﷺ نے لکھوایا تھا کہ "ان لوگوں کے لئے ان کی بستیوں میں امن ہے اسلام قبول کرنے کے وقت جو کچھ مال و دولت ان کے پاس تھا وہ انہی کا ہے"۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن معبد جہنی، بنی الحرقہ اور بنی الجرمز کے لئے لکھوایا تھا "ان میں سے جو اسلام لائے، نماز قائم کرے زکوٰۃ دے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے غنیمت سے خمس اور نبی ﷺ کا منتخب حصہ ادا کرے اپنے اسلام پر گواہی لائے اور مشرکین سے جدا رہے وہ اللہ اور رسول ﷺ کی امان میں ہے ان لوگوں میں سے جس کسی پر مسلمانوں کا قرض واجب الادا ہوگا اس کی صرف اصل رقم دلائی جائے گی رہن کا سود باطل ہوگا پھلوں کی زکوٰۃ دسواں حصہ ہوگی جو کوئی شخص ان میں شامل ہوگا اس کے حقوق بھی انہی جیسے ہوں گے"۔

☆

بلال بن الحارث مزنی کے لئے رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس طرح ہے "النخل اور جزعہ اور اس کا حصہ ذوالمزارع اور النحل انہی کا ہے اور وہ آلہ جو زراعت کے لئے مفید اور ضروری ہو وہ بھی ان کا ہے المصنہ، جزع اور غیلہ بھی ان کا ہے بشرطیکہ وہ صادق رہیں۔"

☆

اہل تہامہ کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے جو مکتوب لکھوایا تھا وہ یہ ہے "میں نے تمہارے مال میں کوئی جرمانہ نہیں کیا اور نہ ہی تمہارے حق میں کوئی کمی کی ہے اہل تہامہ میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل اکرام ہیں رشتہ کے اعتبار سے مجھ سے سب سے زیادہ قریب تم لوگ اور مطیبین کے وہ لوگ ہیں جو تمہارے تابع ہیں میں نے تمہارے مہاجر کے لئے وہی اختیار کیا ہے جو خود اپنے لئے اختیار کیا ہے اگرچہ وہ اپنے ملک کو ہجرت کرے سوائے ساکن مکہ کے کہ اس کے احکام اور ہیں اور سوائے عمرہ کرنے والے کے کہ اس کے احکام جدا ہیں اور سوائے عمرہ یا حج کرنے والے کہ اس کے احکام بھی ہجرت کے سفر جیسے نہیں کیونکہ میں نے جب سے صلح کی تم سے جنگ نہیں کی تم لوگوں کو میری طرف سے خائف نہیں ہونا چاہئے کہ تمہارا محاصرہ کیا جائے۔ علقمہ بن علاثہ اور ہوذہ کے دو بیٹے اسلام لائے۔ دونوں نے ہجرت کی اور اس شرط پر بیعت کی جس پر قبیلہ عکرمہ کے ان لوگوں نے کی ہے جو ان کے تابع ہیں۔ حلال و حرام میں ہم لوگ یکساں ہیں۔ بخدا میں تم سے غلط نہیں کہتا۔ ضرور ضرور تمہارا رب تم سے محبت کرے گا۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے سلمہ بن مالک بن ابی عامر اسلمی ہوذہ بن نبشتہ اسلمی اور راشد بن عبد اسلمی کے لئے الگ الگ فرمان لکھوائے سلمہ بن مالک کو مدفوا کا علاقہ عطاء فرمایا اور لکھوایا کہ کوئی اس میں ان سے مزاحمت نہ کرے جو ان سے مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہوگا ہوذہ کے لئے لکھوا دیا کہ جو کچھ الجفر میں ہے سب اس کا ہے راشد کو آپ ﷺ نے رُہاط میں اتنی زمین دی جتنی دور دو مرتبہ تیر جا سکے اور ایک مرتبہ پتھر جا سکے اور لکھوایا کہ کوئی اس میں ان سے مزاحمت نہ کرے اگر کوئی مزاحمت کرے گا تو اس کا کوئی حق نہ ہوگا حق راشد کا ہی ہوگا۔

☆

رسول ﷺ نے بنی سلیم کے ایک شخص الاجب کو فالس کا فرمان عطاء فرمایا اور بنو سلیم کے حرام بن عبد کے لئے فرمان میں اذاما اور شواق میں جو اس کا حصہ تھا وہ لکھوایا اور کہا کہ کسی کے لئے ان لوگوں پر ظلم کرنا جائز نہیں اور نہ ہی یہ لوگ کسی پر ظلم کریں۔

☆

نعیم بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ سے جو عہد کیا تھا وہ یہ ہے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ حلفی معاہدہ ہے جو نعیم بن مسعود بن رخیلہ الاشجعی نے کیا ہے انہوں نے مدد اور خیر خواہی پر اس وقت تک کے لئے حلفی معاہدہ کیا ہے جب تک کوہ احد اپنے مقام پر رہے اور سمندر ایک بال کو بھی گیلا کر سکے۔''

☆

اللہ کے رسول ﷺ نے لکھوایا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے زبیر بن العوام کے نام: میں نے انہیں شواق کا بلند و پست حصہ عطا کر دیا اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے اور حصین بن نضلہ الاسدی کے لئے لکھوایا ''ارام وکسہ ان کے لئے ہے اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے۔''

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنی غفار کے لئے لکھوایا ''یہ لوگ مسلمان ہیں ان کے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں ان پر وہی واجب ہے جو مسلمانوں پر واجب ہے نبی ﷺ نے ان کے جان و مال پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ذمہ دار بنایا ہے جو شخص ان کے ساتھ ظلم کی ابتدا کرے گا اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی۔ نبی ﷺ جب انہیں مدد کے لئے بلائیں گے تو یہ آپ ﷺ کا حکم مانیں گے اور ان پر آپ ﷺ کی مدد واجب ہوگی سوائے اس کے جو ان میں سے آپ ﷺ سے دینی جنگ کرے یعنی مرتد ہو جائے تو اس سے معاہدے کی پابندی نہ ہوگی یہ معاہدہ اس وقت تک نافذ رہے گا جب سمندر ایک بال بھی تر کر سکے سوائے گناہ کے اس فرمان میں کوئی حائل نہ ہوگا۔''

☆

اللہ کے رسول ﷺ نے بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے لئے فرمان لکھوایا ''ان لوگوں کو ان کے جان و مال کا امن ہے جو ان پر ظلم سے حملہ کرے اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی ان پر نبی ﷺ کی مدد واجب ہوگی جب تک تمام سمندر ایک بال بھی تر کر سکے سوائے اس کے کہ یہ لوگ دین الٰہی میں جنگ کریں جب نبی ﷺ انہیں بلائیں گے تو یہ آپ ﷺ کا حکم مانیں گے اس پر ان لوگوں کا اللہ اور رسول ﷺ ذمہ دار ہے ان میں سے جو نیکوکار اور متقی ہوگا اس کی بھی مدد کی جائے گی۔''

☆

رسول اللہ ﷺ نے بحرین کے والی ہلال کے لئے نامہ مبارک بھجوایا ''تم صلح جو ہو اس لئے میں تم سے اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ میں تمہیں خدائے واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اطاعت کرو اور جماعت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تمہارے لئے یہی بہتر ہے''۔

☆

رسول اللہ ﷺ کے پاس ہجر کے والی ابن جست بن عبداللہ کا خط پہنچا تو آپ ﷺ نے اس کے لئے لکھوایا ''اقرع تمہارا خط اور تمہاری قوم کے لئے تمہاری سفارش میرے پاس لائے میں نے تمہاری سفارش کو قبول کرلیا اور تمہاری قوم کے بارے میں تمہارے قاصد کی میں نے تصدیق کی۔ تم نے مجھ سے جو مانگا اور اپنی جس پسندیدہ چیز کی مجھ سے درخواست کی اس کے بارے میں خوشخبری ہو لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے بتا دوں اور تم مجھ سے ملو۔ اگر تم ہمارے پاس آؤ گے تو ہم تمہارا اکرام کریں گے اور اگر بیٹھو گے تو تمہارا اکرام کریں گے۔ میں کسی سے ہدیہ طلب نہیں کرتا۔ اگر تم مجھے ہدیہ بھیجو گے تو میں تمہارا ہدیہ قبول کروں گا۔ میرے عمال نے مجھ سے تمہارے مرتبے کی تعریف کی ہے۔ تم جس حالت پر ہو میں تمہیں اس سے بہتر کی وصیت کرتا ہوں یعنی نماز، زکوٰۃ اور مومنین کی مہمان نوازی۔ میں نے تمہاری قوم کا نام بنی عبداللہ رکھا ہے۔ لہٰذا انہیں بھی نماز اور سب سے بہتر عمل کا حکم دو۔ اور تمہیں خوشخبری ہو تم پر اور تمہاری قوم کے مومنین پر سلام''۔

اہل ہجر کا وفد آیا تو آپ ﷺ نے اہل ہجر کے لئے لکھوایا ''میں تم لوگوں کو اللہ کے لئے اور خود تمہارے لئے وصیت کرتا ہوں کہ ہدایت دیئے جانے کے بعد گمراہ نہ ہونا اور راہ راست بتا دیئے جانے کے بعد کجی نہ اختیار کرنا۔ میرے پاس تمہارا وفد آیا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ وہی برتاؤ کیا ہے جس سے وہ خوش ہوئے۔ اگر میں تمہارے بارے میں اپنی پوری کوشش صرف کرتا تو تم لوگوں کو ہجر سے نکال دیتا۔ مگر میں نے تمہارے غائب کی سفارش قبول کی اور تمہارے حاضر پر احسان کیا۔ لہٰذا اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے۔ جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے میرے پاس اس کی خبر آ گئی ہے۔ تم میں سے جو نیکی کرے گا اس پر میں بدکار کا گناہ عاید نہیں کروں گا۔ جب تمہارے پاس میرے حکام آئیں تو تم اللہ کے کام پر اور اس کی راہ میں ان کی اطاعت اور مدد کرنا۔ تم میں سے جو کوئی نیکی کرے گا تو وہ نیکی نہ خدا کے ہاں کبھی فراموش ہو گی اور نہ میرے پاس''۔

☆

بحرین کے حاکم منذر بن ساویٰ کے اسلام قبول کرنے اور اس کی رعایا کے عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کا ذکر نمبر دو (۲) میں ہو چکا ہے رسول اللہ ﷺ نے منذر بن ساویٰ کے لئے دو اور مکتوب لکھوائے ایک مکتوب میں آپ ﷺ نے لکھوایا تھا ''میرے قاصدوں نے تمہاری تعریف کی ہے تم جب تک نیکی کرو گے میں بھی تمہارے ساتھ نیکی کروں گا اور تمہارے کام پر تمہیں اجر دوں گا۔ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی کرتے رہو۔ والسلام علیک''

اس کے بعد فرمان میں آپ ﷺ نے لکھوایا ''میں نے تمہارے پاس قدامہؓ اور ابو ہریرہؓ کو بھیجا ہے تمہارے ملک کا جو جزیہ تمہارے پاس جمع ہو وہ ان دونوں کے حوالے کر دو۔ والسلام''

اس کے ساتھ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے بحرین کے عامل زکوٰۃ حضرت علاء بن الحضرمی کے لئے لکھوایا ''میں نے منذر بن ساویٰ کے پاس ان لوگوں کو بھیجا ہے جو ان کے پاس جمع جزیہ وصول کریں گے۔ تم بھی ان سے اس کے متعلق عجلت کرو۔ اور تمہارے پاس جو صدقہ اور عشر جمع ہو وہ بھی اسی کے ساتھ بھیج دو۔ والسلام''

☆

اللہ کے رسول ﷺ نے اہل مقنا اور مقنا کے یہودیوں کے لئے جن کا تعلق بنی جنبہ سے تھا لکھوایا ''مقنا ایلہ کے قریب ہے۔ تمہارے قاصد جو تمہاری بستی کی طرف واپس جا رہے ہیں وہ میرے پاس اترے۔ لہٰذا جب میرا یہ فرمان تم لوگوں کے پاس پہنچے تو تم لوگوں کو امن ہے۔ تمہارے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمہاری ساری برائیاں اور تمام جرائم معاف کر دیئے ہیں۔ تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ تم پر کوئی ظلم اور زبردستی نہ ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ جس چیز سے خود اپنی حفاظت کرتے ہیں اس سے تمہارے بھی محافظ رہیں گے لہٰذا تمہارا وہ مال غنیمت جس پر تم کسی سے صلح کرو اور اس صلح میں جو غلام تمہارے پاس آئیں وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہیں۔ مویشی گھریلو ہتھیار اور مال بھی سوا اس کے جو رسول اللہ ﷺ خود معاف کر دیں یا آپ ﷺ کا کوئی قاصد معاف کر دے تم پر تمہارے کھجور کے باغوں کا چوتھائی حصہ ہے بحری شکار اور تمہاری عورتوں کے کاتے ہوئے سوت کا بھی چوتھائی حصہ ہے آئندہ تم لوگ ہر قسم کے جزیہ یا بیگار سے بری ہوا گر تم سنو گے اور اطاعت کرو گے تو رسول اللہ ﷺ کے ذمے ہوگا کہ وہ تمہارے بزرگ کا اکرام کریں اور تمہارے بدکار سے درگزر کریں۔

اما بعد: بنام مومنین اور مسلمین: جو شخص اہل مقنا کے ساتھ نیکی کرے گا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اور جو ان کے ساتھ برائی کرے گا تو وہ اس کے لئے بھی بری ہوگی۔ اور تم لوگوں پر جو حاکم و امیر ہوگا وہ یا تو تم میں سے ہی ہوگا یا رسول اللہ ﷺ کے متعلقین میں سے ہوگا۔ والسلام''

☆

رسول اللہ ﷺ نے یحنہ بن روبہ اور ایلہ کے لوگوں کے سرداروں کے لئے مکتوب میں لکھوایا تھا ''تم لوگ صلح جو ہو۔ میں تمہارے سامنے اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں' میں تم لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے والا نہیں جب تمہیں لکھ دیا جائے۔ لہٰذا اسلام لاؤ یا جزیہ دو۔ اللہ اس کے رسول ﷺ اور رسول ﷺ کے قاصدوں کی اطاعت کرو' قاصدوں کا اکرام کرو' انہیں اچھا لباس پہناؤ جو لشکریوں کے لباس جیسا نہ ہو۔ زید کو بہت اچھا لباس پہناؤ۔ جب میرے قاصد راضی ہوں گے تو میں بھی راضی ہوں گا۔

جزیہ تمہیں معلوم ہی ہے اگر تم چاہتے ہو کہ بحر و بر میں امن رہے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اللہ اور رسول ﷺ کے حق کے سوا عرب و عجم کا جو بھی کوئی حق تم پر ہوگا وہ روک دیا جائے گا اگر تم نے

ان قاصدوں کو واپس کر دیا اور انہیں راضی نہ کیا تو میں تم سے کچھ نہیں لوں گا یہاں تک کہ میں تم سے جنگ کروں گا' بچوں کو قید کروں گا اور بڑوں کو قتل کروں گا کیونکہ میں حق پہنچانے کے لئے اللہ کا رسول ہوں میں اللہ پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہوں اور عیسیٰؑ بن مریم پر کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں میں ان پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں قبل اس کے کہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تم آ جاؤ۔ میں نے اپنے قاصدوں کو تم لوگوں کے متعلق نصیحت کر دی ہے حرملہ کو تین وسق دو۔ حرملہ نے تمہاری سفارش کی ہے اگر یہ معاملہ اور اللہ نہ ہوتا تو میں تم لوگوں سے کسی قسم کی مراسلت نہ کرتا یہاں تک کہ تم لشکر دیکھتے اگر تم لوگوں نے میرے قاصدوں کی اطاعت کر لی تو اللہ اور محمد ﷺ اور جو لوگ ان کی جانب سے ہوں گے وہ تمہارے محافظ ہوں گے۔ شرجلیل (حرملہ) اُبی اور حریث بن زید الطائی میرے قاصد ہیں یہ لوگ جب تم پر اس سے فیصلہ کر لیں گے تو میں بھی اس پر راضی ہوں گا تمہارے لئے اللہ اور محمد ﷺ کی ذمہ داری ہوگی اگر تم اطاعت کرو تو تم پر سلام ہے۔ اہل مقنا کو ان کے ملک جانے کے لئے سامان فراہم کر دو"

☆

تہامہ کے علاقہ پر ریاست مدینہ کو غلبہ حاصل ہو گیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے تہامہ کے پہاڑوں میں چھپے لٹیروں کو حکم دیا تو ان کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ان لٹیروں کا تعلق کنانہ' مزینہ' حکم اور قارہ قبائل سے تھا اور ان کے غلام بھی ان ساتھ پہاڑوں میں رہتے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے وفد کو ان کے لئے فرمان لکھوا دیا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ فرمان اللہ کے آزاد بندوں کے لئے ہے: یہ لوگ اگر ایمان لائیں نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں تو ان میں جو غلام ہیں وہ آزاد ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ ان کے مولا ہیں ان میں سے جو بھی کسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے اسے اس کے قبیلے کو واپس نہیں کیا جائے گا ان کے ذمہ جو خون ہو جس کا انہوں نے ارتکاب کیا ہو یا کوئی مال ہو جو انہوں نے لے لیا ہو وہ انہی کا رہے گا لوگوں میں جو ان کا قرض ہو گا وہ انہیں واپس دلایا جائے گا ان پر ظلم اور زبردستی نہیں ہوگی ان امور پر ان کے لئے اللہ اور محمد ﷺ کی ذمہ داری ہے۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے تحریر کروایا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنی غادیا کے یہودیوں کے نام فرمان ہے کہ ان لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ ان پر جزیہ مقرر کیا گیا ہے۔ یہ نہ سرکشی کریں گے اور نہ انہیں جلاوطن کیا جائے گا اس فرمان کو نہ رات توڑ سکے گی اور نہ دن۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے بنی عریض کے یہودیوں کے لئے فرمان لکھوایا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ فرمان

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے یہود بنی عریض کے لئے ہے ان کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہر غلے کی کٹائی کے وقت دس وسق گیہوں اور دس وسق جو ہے اور پچاس وسق کھجور ہے جس کو وہ ہر سال اپنے وقت پر وصول کرتے رہیں گے ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ عکل کی ایک شاخ کے لئے فرمان لکھوایا تھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم: محمد نبی ﷺ کی جانب سے بنی زہیر بن اقیش کے لئے جو قبیلہ عکل کی ایک شاخ ہے اگر یہ لوگ لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں، مشرکوں سے الگ ہو جائیں، غنائم میں خمس کا اور نبی ﷺ کے عام حصہ اور خاص حصے کا اقرار کریں تو ان لوگوں کو اللہ اور رسول ﷺ کی امان ہے۔"

☆

اللہ کے رسول ﷺ نے قبیلہ اجیین کے لئے فرمان لکھوایا "یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے حبیب بن عمرو برادر اجا اور ان کی قوم کے اس شخص کے لئے ہے جو اسلام لائے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے ان کا مال اور ان کا پانی انہی کا ہے۔ نہ ان پر اس کے شہری میں کچھ نہ اس کے صحرائی میں کچھ ہے۔ اس پر اللہ کا عہد اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری ہے۔"

☆

بلقا/معان کے رومی عامل فروہ بن عمرو الجذامی نے اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے اسلام کی خبر دی تو آپ ﷺ نے انہیں تحریر فرمایا "رسول اللہ ﷺ کی جانب سے فروہ بن عمرو کے نام:
اما بعد: ہمارے پاس تمہارے قاصد آئے۔ تم نے جو کچھ بھیجا تھا انہوں نے پہنچا دیا۔ تمہارے حالات کی ہمیں خبر دی تمہارے اسلام کا مژدہ سنایا اور یہ بھی کہ اللہ نے تمہیں اپنی ہدایت سے سرفراز کیا۔ اگر تم نیکی کرو' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو' نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے حضرت فروہ کے قاصد مسعود بن سعد کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی انعام دیا۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے بکر بن وائل کے لئے فرمان لکھوایا "اسلام لاؤ تو سلامت رہو گے" اللہ کے رسول ﷺ نے السعیر بن عداء کو فرمان عطاء فرمایا "محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے السعیر بن عداء کے لئے: میں نے تمہیں مقام الرجیح کا محافظ بنایا اور مسافر کی رہی ہوئی اشیاء تمہارے لئے کر دیں۔"

☆

اللہ کے رسول ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے لئے فرمان لکھوایا" محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اکبر بن عبدالقیس کے نام: ان لوگوں کو جاہلیت کے زمانے میں کیئے فسادات پر اللہ اور رسول ﷺ کی امان ہے۔ ان پر بھی اپنے عہد کو پورا کرنا لازم ہے انہیں رسد اور غلہ کے راستے اور بارش کے پانی سے نہیں روکا جائے گا اور نہ پھلوں کی تیاری کے وقت منع کیا جائے گا۔ علاء بن الحضرمی اس مقام کے بحر و بر قبال انہاد اور جو اس سے پیدا ہو اس پر اللہ کے رسول ﷺ کے امین ہیں۔ اہل بحرین ظلم کے موقعہ پر ان کے حامی ظالم کے معاملے میں ان کے مددگار اور جنگوں میں ان کے معاون ہیں ان لوگوں پر اس کے متعلق اللہ کا عہد اور میثاق ہے نہ وہ کسی قول کو بدلیں اور نہ جدائی کا ارادہ کریں۔ مسلمانوں کے لشکر پر ان لوگوں کو مال غنیمت میں شریک کرنا حکم میں عدل کرنا جہاد کی روانگی میں میانہ روی کا خیال رکھنا لازم ہے۔ یہ حکم ہے جس کی فریقین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اللہ اور رسول ﷺ ان لوگوں پر گواہ ہیں۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے مطرف بن الکاہن الباہلی کے لئے تحریر کروایا" یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مطرف بن الکاہن اور قبیلہ باہلہ کے ساکنان بیشہ کے لئے ہے: جو شخص بالکل نا قابل زراعت زمین کو جس میں مویشی اور اونٹوں کے گلے بٹھائے جاتے ہیں قابل زراعت بنائے گا تو وہ اسی کی ہو جائے گی ان لوگوں کے ذمے ہر تیس گائے پر ایک پوری عمر کی گائے ہر چالیس بھیڑ پر سال بھر کی ایک بھیڑ ہر پچاس اونٹ پر ایک شش سالہ اونٹ واجب ہے۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے کو یہ حق نہیں کہ وہ ان کی چراگاہ کے علاوہ کہیں اور زکوٰۃ وصول کرے۔ یہ سب اللہ کی امان میں محفوظ ہیں۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ باہلہ کے نہشل بن مالک الوائلی کے لئے فرمان لکھوایا" باسمک اللھم: یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے نہشل بن مالک اور بنی وائل کے ان کے ساتھیوں کے لئے ہے جو اسلام لائے نماز قائم کرے زکوٰۃ دے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور نبی ﷺ کا حصہ ادا کرے اپنے اسلام پر گواہی دے مشرکین کو چھوڑ دے تو وہ اللہ کی امان میں ہے محمد ﷺ اسے ہر قسم کے ظلم سے بچائیں گے ان لوگوں کا یہ حق ہے کہ نہ انہیں جلاوطن کیا جائے اور نہ ان سے عشر لیا جائے۔ ان کا عامل انہی میں سے ہوگا۔"

☆

بنو ثقیف کے وفد نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ ان کے لئے وَجّ کا علاقہ حرم قرار دے دیں آپ ﷺ نے ان کی درخواست پر تحریر لکھوا دی" یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے

مسلمانوں کے نام ہے کہ وج کے عضاء (خاردار درخت) کاٹے نہ جائیں اور نہ ہی وہاں شکار کیا جائے جو ایسا کرے گا اسے گرفتار کر کے نبی ﷺ کے پاس پہنچایا جائے گا یہ نبی محمد بن عبداللہ ﷺ کا حکم ہے۔ راقم خالد بن سعید بحکم نبی محمد بن عبداللہ ﷺ جو کچھ محمد ﷺ نے حکم دیا ہے کوئی شخص ہرگز اس سے آگے نہ بڑھے اور نہ اپنے اوپر ظلم کرے۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے سعید بن سفیان الرعلی کے لئے فرمان جاری فرمایا "یہ اس امر کی دستاویز ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعید بن سفیان الرعلی کو السوارقیہ کا کھجور کا باغ عطا فرمایا ہے۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے جو مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہوگا اور حق انہی کا ہوگا۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن فرقد کو فرمان عطاء فرمایا "یہ تحریر اس بات کی دستاویز ہے کہ نبی ﷺ نے عتبہ بن فرقد کو مکہ میں مکان کے لئے زمین دی تا کہ وہ مروہ کے قریب مکان تعمیر کر لیں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے جو مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہوگا۔ حق انہی کا ہوگا۔"

☆

اللہ کے رسول ﷺ نے سلمہ بن مالک کو فرمان عطاء فرمایا "یہ اس امر کی دستاویز ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں ذات الحناظی اور ذات الاسود کے درمیان قطعہ عطاء فرمایا ہے"

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ کلب کے بنی جناب کے لئے جو فرمان لکھوایا تھا وہ یہ ہے "یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنی جناب کے ان حلیفوں اور ان لوگوں کے لئے ہے جو نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے ایمان کو مضبوط کرنے اور عہد کو پورا کرنے میں ان کے مددگار ہیں۔ ان لوگوں پر لازم ہے کہ چھوڑی ہوئی (بغیر چرواہے کے چرنے والی) بکریوں پر ہر پانچ بکریوں پر ایک بے عیب بکری دیں۔ باربردار غلہ لانے والے جانوروں پر بھی۔ راستہ بھولنے والے جانور انہی کے لئے ہوں گے وہ زمین بھی جس کی آبپاشی نہر اور بارش سے ہوتی ہے۔ امین کو اس کے متعلق وظیفہ ملے گا۔ ان لوگوں پر اس سے زیادہ نہ کیا جائے گا"۔

☆

رسول اللہ ﷺ نے مہری بن البیض کے لئے فرمان میں لکھوایا تھا "یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مہری بن البیض کے لئے ہے کہ خاندان مہرہ کے مومنین تباہ نہ کئے جائیں گے اور نہ ان پر حملہ کیا جائے گا اور نہ ان سے جنگ کی جائے گی ان لوگوں کے ذمہ شرائع اسلام کا قائم کرنا ہے جو اس عہد کو بدلے گا وہ

اللہ سے جنگ کرے گا اور جو اس پر ایمان لائے گا وہ اللہ اور رسول ﷺ کی ذمہ داری میں ہوگا گری پڑی چیز ادا کرنا ہوگی اور مویشیوں کو پانی پلانا ہوگا' خون ریزی' بدکلامی اور نافرمانی بری بات ہے۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ خثعم کے لئے فرمان جاری فرمایا تھا کہ "خثعم کے جو لوگ دیہات اور بیشہ (جنگل) میں مقیم ہیں انہوں نے جاہلیت کے دور میں جو خون بہایا ہے وہ ان سے معاف ہے ان میں سے جو اسلام لائے خواہ خوشی سے یا ناگواری سے اس کے قبضہ میں نرم یا سخت زمین کا اگر کوئی کھیت ہے جو بارش سے سیراب ہوتا ہے یا اسے چشمہ سے پانی دیا جاتا ہو اور وہ بغیر قحط سالی و خشک سالی کے سرسبز و شاداب ہو گیا تو اس کو اس میں مویشی چرانے اور اسے کھانے کا حق حاصل ہے اور ان لوگوں کے ذمے ہر جاری پانی والے کھیت میں دسواں حصہ ہے اور ہر پُر سے سیراب ہونے والے کھیت میں بیسواں حصہ ہے۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبائل شمالہ اور الحدان کے وفد کو جو فرمان عطاء فرمایا تھا وہ یہ ہے "رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ساحل پر اور ساحل کے اندرونی علاقوں میں رہنے والوں کے لئے ہے جو علاقہ محار سے متصل ہے کہ ان لوگوں کے ذمے کھجور کے باغوں پر نہ تو اندازہ ہے نہ پیمانہ کہ ہمیشہ اسی پر عمل ہو اور وہی ان سے وصول کیا جائے ان لوگوں کے ذمے ہر دس وسق میں ایک وسق ہے۔"

☆

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بارق کے لئے یہ فرمان جاری فرمایا تھا "یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بارق کے لئے ہے کہ نہ تو بارق کی اجازت کے بغیر ان کے پھل اتارے جائیں گے اور نہ ہی ان کی فصل ربیع یا فصل خریف کی چراگاہوں میں جانور چرائے جائیں جو مسلمان ان لوگوں کے پاس کسی ایسے مقام سے گزرے کہ وہاں چراگاہ نہ ہو یا ایسی شور زمین سے گزرے جہاں اپنا اونٹ چھوڑ دے اور اونٹ وہاں سے بقدر ضرورت چرلے تو اس کی تین دن کی مہمانداری ان کے ذمہ ہوگی جب ان لوگوں کے پھل پک جائیں تو مسافر کو اتنے گرے پڑے پھلوں کا حق ہوگا جو اسے شکم سیر کردیں بغیر اس کے کہ وہ اپنے ہمراہ پھل لاد کر لے جائے۔"

☆

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرموت کے رئیس وائل بن حجر کی درخواست پر ان کی قوم کے روساء کے لئے فرمان لکھوایا تھا کہ وہ نماز قائم رکھیں اور زکوۃ ادا کرتے رہیں زکوۃ باہر چرانے والے مویشیوں پر بھی ہے اور ان کے ساتھ گھر میں رہنے والے مویشیوں پر بھی مالک کے لئے جائز نہیں کہ وہ دھوکہ دے اور حساب کے وقت جانور چھپادے زکوۃ وصول کرنے والے کے لئے بھی مناسب نہیں کہ وہ اپنے پڑاؤ پر جانور منگوائے اور

رسی سے باندھ کر بلوائے مالک کو بھی جائز نہیں کہ آمیزش کرے اوران لوگوں پر مسلمانوں کے لشکروں کی مدد کرنا واجب ہے ہرایک دس پر ایک اونٹنی کے بوجھ کے برابر ہے جس نے باج لیا اس نے زیادہ ستانی کی۔"

وائل نے درخواست کی تھی کہ زمانہ جاہلیت میں جوزمین اس کی تھی اس کی معافی کا فرمان بھی عطاء کیا جائے۔ جب قبیلہ حمیر اور قبیلہ حضرموت کے روساء نے تصدیق کردی کہ وہ جس زمین کے بارے میں فرمان حاصل کرنا چاہتا ہے وہ زمین اسی کی تھی تو آپ ﷺ نے اس کے لئے بھی فرمان لکھوا دیا" یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے وائل بن حجر رئیس حضرموت کے لئے ہے یہ اس لئے ہے کہ تم اسلام لے آئے جو زمینیں اور قطعے تمہارے قبضہ میں ہیں وہ میں نے تمہارے لئے مخصوص کردیئے تم سے ہر دس میں سے ایک لیا جائے گا جس میں دو صاحب عدل غور کریں گے میں نے تمہارے لئے یہ بھی کردیا کہ اس میں تم پر ظلم نہ کیا جائے گا جب تک یہ دین قائم ہے اور نبی ﷺ اور مومنین اس پر مددگار ہیں۔"

☆

محمدؒ بن عمر کی روایت کے مطابق دومۃ الجندل کا اکیدر مسلمان ہوگیا تو اس نے اردگرد کے علاقوں سے بتوں کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اکیدر کے لئے جو فرمان لکھوایا تھا وہ یہ ہے" بسم اللہ الرحمن الرحیم: یہ فرمان رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اکیدر کے لئے ہے: چھوٹے چھوٹے تالابوں کے کنارے کی غیر مزروعہ زمین، وہ زمین جس کی حد بندی کی گئی ہے، وہ زمین جس کی حد بندی نہیں کی گئی، زرہ، ہتھیار، بادلی اور قلعہ اکیدر کے لئے ہیں۔ کھجور کے درخت اور جاری پانی تم لوگوں کے لئے ہے۔ خمس ادا کر دینے کے بعد تمہارے مویشی کو چراگاہ سے نہیں ہٹایا جائے گا نہ تمہارے وہ مویشی شمار کئے جائیں گے جن پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ تمہیں گھاس سے نہیں روکا جائے گا۔ تم سے سوائے کھجور کے ان دوختوں کے جو اچھی طرح جڑ پکڑ چکے ہیں اور کسی پر عشر نہیں لیا جائے گا۔ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا ہوگا اور زکوٰۃ کو اس کے حق کے مطابق ادا کرنا ہوگا۔ تم پر اس عہد و پیمان کی پابندی لازم ہوگی اس سے تمہاری سچائی اور وفاداری کا ثبوت ملے گا اللہ اور حاضر مسلمان اس پر گواہ ہیں۔"

☆

اللہ کے رسول ﷺ نے اہل اذرح کے لئے جو فرمان جاری کیا تھا وہ یہ ہے" یہ فرمان محمد نبی ﷺ کی جانب سے اہل اذرح کے لئے ہے: یہ لوگ اللہ اور محمد ﷺ کی امان میں ہیں ان پر ہر رجب میں سو دینار کھرے پورے پورے واجب الادا ہوں گے۔ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور احسان کرنے سے اللہ ان لوگوں کا کفیل ہوگا۔ مسلمانوں میں سے جو شخص خوف اور تعزیر کی وجہ سے ان لوگوں کے پاس پناہ لے جبکہ ان لوگوں کو مومنین پر اندیشہ ہو تو اس حالت میں بھی پناہ دینے اور احسان کرنے سے بھی اللہ کفیل ہوگا یہ لوگ اس وقت تک امان میں ہیں جب محمد ﷺ جنگ کے لئے روانگی سے پہلے انہیں بتا دیں"۔

رسول اللہ ﷺ نے اہل اذرح کے لئے یہ فرمان جنگ تبوک کے وقت لکھوایا تھا اس لئے فرمان میں اہل اذرح کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے حملہ کے کسی اندیشہ کا بھی ذکر موجود ہے اور اس علاقہ کے کسی مسلمان کو خوف اور تعزیر کے وقت ان کی طرف سے پناہ دینے کا بھی ذکر ہے۔

محمد بن عمر کی روایت کے مطابق اہل اذرح اور اہل جرباء بھی یہودی تھے۔

قیامِ ریاست سُنّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے رسول ﷺ نے جب دستور مدینہ نافذ کیا تھا تو پہلی اسلامی ریاست وجود میں آ گئی تھی۔ اس وقت ابھی مسجد نبوی کی تعمیر بھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ قرآن اور اسلام اس سے نو سال نو ماہ بعد اس وقت مکمل ہوئے تھے جب اللہ تعالیٰ نے

☆ ''میں نے آج تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا

اور تم پر اپنی نعمت کمال تک پہنچا دی

اور اسلام تمہارے لئے دین مقرر کر دیا'' (۵:۳)

کا پیغام بھیجا تھا۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے جوف مدینہ کے لئے دستور بنا کر نافذ کیا تھا اس وقت ابھی

☆ روزے فرض نہیں ہوئے تھے

☆ زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی تھی

☆ بیت اللہ مسلمانوں کا قبلہ مقرر نہیں ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق بیت اللہ کا حج بھی فرض نہیں ہوتا تھا

☆ اس طرح اسلام کے پانچ بنیادی ارکان کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں سے اس وقت دو ہی ارکان پر عمل کیا جاتا تھا

☆ جب اللہ کے رسول ﷺ نے جوف مدینہ کے لئے دستور مدینہ نافذ فرمایا تھا اس وقت

☆ شراب حرام نہیں ہوئی تھی

☆ جہاد فرض نہیں ہوتا تھا

☆ صدقہ کا ابھی حکم نہیں آیا تھا

☆عیدین کا حکم نہیں آیا تھا

دستورمدینہ کے نفاذ کے ساتھ ہی جوریاست وجود میں آ گئی تھی اس کے حاکم اعلیٰ Supreme Authority اللہ تعالیٰ تھے۔زمین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ریاست کے ناظم اعلیٰ اللہ کے رسول ﷺ تھے۔جوف مدینہ میں بسنے والے اس ریاست کے شہری تھے،دستورمدینہ میں ریاست کی حدود کا بھی تعین کردیا گیا تھا اور کسی بھی منظم سیاسی معاشرہ اور ریاست کے قیام کے لئے یہی بنیادی شرائط ہوتی ہیں یعنی (۱) زمین (۲) اس پر بسنے والے کچھ افراد (۳) اس زمین اور ان افراد کا ایک حاکم (۴) حاکم اور رعایا کے آپس کے تعلقات کے تعین اور لوگوں کی پرامن سماجی اور اقتصادی سرگرمیوں کے فروغ اور امن وامان کے قیام کے لئے ایک دستورالعمل۔

تو کیا دستورمدینہ کے نفاذ سے یہ سب شرائط اور ضروریات پوری نہیں ہوگئی تھیں؟

اگر ہوگئی تھیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے تو اسلام اور قرآن مکمل ہونے سے نو سال نو ماہ پہلے ریاست قائم کردی تھی اس لئے ریاست کا قیام تو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے جس کی پیروی مسلمانوں پر اتنی ہی لازم ہے جتنا قرآن کے احکام پر عمل لازم ہے۔

جب ریاست کا قیام اللہ کے رسول اکا اہم ترین عمل ہے تو پھر یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ ''قرآن اور سنت میں ریاست کے قیام کی ضرورت کے بارے میں واضح احکام موجود نہیں''

"The Quran and Sunnah did not specifically demand the necessity of state" (Qamar-ud-Din Khan-Al-Mawardi's Theory of the State p.8)

اللہ کے رسول انے جب ریاست مدینہ قائم کی تھی تو قرآنی معاشرہ ابھی تکمیل کے مراحل میں تھا۔تو پھر کیا سید قطب یا ان کے قمرالدین خاں جیسے پیروکاروں کے اس موقف سے اتفاق کیا جاسکتا ہے کہ ''قرآن ریاست نہیں بلکہ ایک معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے؟''

"The Quran does not aim to create a state but to create a society" (Qamar-ud-Din Khan p.4)

اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن، اسلام اور اسلامی سوسائٹی مکمل ہونے سے پونے دس سال پہلے ریاست قائم کرکے اپنے عمل سے قیام ریاست کی ضرورت واضح کردی تھی اور اللہ کے دین کے دشمنوں اور شرک کے مضبوط نظام کو اسی ریاستی ادارے کے آئینی نظم کے ذریعے شکست دی تھی۔اگر قرآن ریاست کی بجائے ایک معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے تو پھر اللہ کے رسول ﷺ نے پہلے وہ سوسائٹی مکمل کیوں نہیں کی تھی؟ اللہ

کے رسول ﷺ نے نہ صرف ریاست قائم کی تھی بلکہ اس ریاست کا مکمل نظام form بھی آپ ﷺ کی سیرت اور سنت میں موجود ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی سنت یہ ہے کہ جہاں بھی کہیں مسلمان اکثریت میں ہوں اس خطہ زمین پر اللہ کی حاکمیت کا قیام ان پر فرض ہے اور ایسا اسلامی ریاست کے قیام سے ہی ہوسکتا ہے۔ قرآنی معاشرہ کے قیام اور تکمیل تک انتظار کرنا یا صرف قرآنی معاشرے کے قیام کو قرآن کا اصل مقصد قرار دینا اس اہم ترین ذمہ داری سے فرار اور انحراف ہے۔ مسلمانوں کے اپنی افرادی قوت کے ذریعے اپنی ریاست قائم کر کے اس کا نظم رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ نظم ریاست کے مطابق تشکیل دینے سے قرآنی معاشرے کا قیام آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے کہ جس معاملے میں قرآن میں کوئی واضح حکم نہ ملے اس میں میری سنت پر عمل کرو تو پھر ریاست کے قیام جیسے اہم ترین معاملے میں اس حکم اور سنت پر عمل کیوں نہیں کیا جا سکتا اور اس کے لئے صرف قرآن کو ہی کیوں معیار بنایا جاتا ہے؟

دین اسلام Total package یعنی مکمل ایجنڈا ہے اور ریاست کا قیام اس ایجنڈے کا لازمی حصہ ہے جن امور کو دور حاضر میں ''دنیاوی'' کہا جاتا ہے اسلام میں وہ بھی دین ہیں لہٰذا مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں قرآن و سنت کی پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

☆''اے لوگو جو ایمان لائے ہو
اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ
اور شیطان کے نقوش قدم
کی پیروی نہ کرو
وہ تو تمہارا
کھلا دشمن ہے'' (۲:۲۰۸)

اگر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کی پیروی بھی اتنی ہی لازم ہے جتنا احکام قرآن پر عمل لازم ہے تو پھر ریاست کے قیام کے بغیر اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کا عمل مکمل نہیں ہوتا۔ قرآن و سنت کے کچھ حصوں پر عمل کرنا اور کچھ پر عمل نہ کرنا اس حکم کی خلاف ورزی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست قائم کی، اس کا نظام تشکیل دیا اور اس نظام کو کامیاب بنایا اور چلایا تھا۔ آپ ﷺ نے ریاست کیسے قائم کی، اس کا نظام کیسے قائم کیا، اس کے تمام شعبوں میں احکام قرآن کو عملاً کیسے نافذ کیا، یہ سب رہنمائی آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ میں موجود ہے اور اس پر عمل کرنا دین اسلام کے Total Package کا اہم ترین حصہ ہے۔

مکہ میں توحید پرست امت کی اکثریت نہیں تھی۔
اس کے پاس اپنا کوئی زمین کا ٹکڑا نہیں تھا۔
حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ بھی تھے ناظم اعلیٰ بھی تھے۔ مگر اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ میں دستور نافذ نہیں کیا تھا کیونکہ وہاں اکثریت کی قوت سے اس پر عمل نہیں کرایا جا سکتا تھا۔ مدینہ میں اہلِ توحید اکثریت میں تھے ان کا اپنا زمین کا ایک ٹکڑا تھا جو اگرچہ اس وقت بہت چھوٹا تھا بیس مربع میل مگر اللہ کے رسول ﷺ نے زمین کے اس ٹکڑے کی وسعت اور اسلام اور قرآنی سوسائٹی کی تکمیل کا انتظار نہیں کیا تھا اور مسجد مکمل ہونے سے بھی پہلے مدینہ میں ریاست قائم کی تھی دستور مدینہ کے نفاذ کے ساتھ ہی جو اسلامی ریاست وجود میں آ گئی تھی اس کا اپنا نظریہ حیات تھا
اس نظریہ حیات کے مطابق اس ریاست کے حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ تھے۔
اس ریاست کے ناظم اعلیٰ اللہ کے رسول ﷺ تھے۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
☆''اور یاد کرو
جب ابرہیم کو
اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا
اور اس نے وہ سب پوری کر دیں
تو (اللہ) نے کہا ''میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں'' (124:2)
حضرت ابرہیمؑ جب آتش نمرود' جلاوطنی' فرعون سے مقابلہ' اپنے ننھے بیٹے اور بیوی کو مکہ کی وادی غیر ذی ذرع میں چھوڑ جانے' پھر اللہ کے حکم سے اس بیٹے کی قربانی اور بیت اللہ کی تعمیر جیسی چیزوں میں آزمائے جا چکے اور انہوں نے اللہ کے سب احکام پورے کر دیئے تو اللہ تعالیٰ نے ان آزمائشوں اور امتحانوں میں کامیابی کے بدلہ میں انہیں کیا انعام دیا تھا؟ یہی کہ ''میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں۔''
کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اتنی کٹھن آزمائشوں کے بعد خوش ہو کر انعام کے طور پر کسی مسجد کا امام بنا دیا تھا؟ حضرت ابرہیمؑ کے دور کے اور اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کے زمانہ کے دینی اور سیاسی کلچر کو دیکھا جائے تو اس خطہ میں ''لوگوں کا امام'' کا مطلب ''کسی قوم کا دین و دنیا کے جملہ امور میں حاکم'' ہوتا تھا۔ نمرود اس قوم کا دین و دنیا کے جملہ امور میں حاکم تھا جس میں حضرت ابراہیمؑ نے پرورش پائی تھی اور فرعون مصری قوم کا دین و دنیا کے جملہ امور میں حاکم ہوتا تھا۔ سورہ توبہ میں امام کا لفظ کافروں کے امام ''آئمۃ الکفر'' کے طور پر بھی تو استعمال ہوا ہے۔

☆ ''اگر وہ عہد باندھ کر
اپنے عہد توڑ دیں
اور تمہارے دین پر طعنہ زنی کریں
تو کفر کے اماموں سے لڑو'' (۱۲:۹)

روایات میں ہے کہ مکہ کے قریش کو ''اچھائی اور برائی میں عربوں کے امام'' کہا جاتا تھا'' کفر کے امام'' اور دین حق کے امام میں نظریاتی فرق ہے نمرود اور فرعون اپنی اپنی قوم کے دین و دنیا کے امور میں جدی پشتی حکمران تھے اور حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کا دین و دنیا کے امور میں رہنما، امام یا حاکم مقرر فرمایا تھا جو اللہ کو اپنا حاکم حقیقی مانتی تھی۔ کفر کے امام اپنی قوم پر اپنا حکم چلاتے تھے اور اللہ کی طرف سے مقرر کیے امام کو اللہ کی زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرنا تھا کوئی قوم فضاء میں نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو جس قوم کا امام بنایا تھا وہ زمین کے ایک خطہ پر آباد تھی اور حضرت ابراہیمؑ ایک مخصوص خطہ زمین پر آباد قوم کے امام بنائے گئے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ریاست کو کسی قوم کے لئے سب سے بڑا دنیاوی انعام اور اللہ کا کرم قرار دیا ہے۔

☆ ''ہم نے چاہا کہ
جو لوگ اس زمین میں زبوں حال تھے
ان پر نعمت فراواں کر دیں
اور انہیں امام بنائیں
اور انہیں وارث بنا دیں
اور زمین پر تمکنت دیں'' (۲۸:۶۵)

اللہ کے رسول ریاست مدینہ کے
۱۔ ناظم اعلیٰ تھے
۲۔ کمانڈر انچیف تھے
۳۔ فیصلہ کرنے والی آخری اتھارٹی تھے

ریاست مدینہ ایک نظریاتی مملکت تھی اور وہ نظریہ تھا توحید کا نظریہ کہ ''اللہ ایک ہے وہی خالق و مالک ہے وہی معبود ہے اور وہی اصل حاکم ہے اس کے پیدا کردہ انسانوں کو قیامت کے روز اس کے حضور پیش ہونا ہے اور جو کچھ وہ اس دنیا میں کرتے ہیں اس کا وہاں حساب دینا ہے انسان کی دنیاوی زندگی موت سے ختم نہیں ہو جاتی وہ اس دنیاوی زندگی میں جو کچھ کماتا ہے وہی آنے والی ابدی زندگی میں اس کا اثاثہ ہوگا'' یہ تھا

ریاست مدینہ کا بنیادی نظریہ۔ اور اس نظریہ پر ایمان رکھنے والے باقی سب سے الگ قوم تھے اپنے عقیدے اور عمل کے حوالے سے بھی اور دستور مدینہ کے حوالے سے بھی قومیت کے اس نظریہ کی بنیاد خون، رنگ، نسل، زبان یا زمین کے کسی رشتہ پر نہیں تھی بلکہ نظریہ توحید پر تھی۔ اس لئے نہ تو ریاست مدینہ عام معنوں میں دنیاوی ریاستوں جیسی ریاست تھی اور نہ ہی اس کے ناظم اعلیٰ دنیاوی حکمرانوں جیسے حکمران تھے محمد بن عبداللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ﷺ تھے اللہ نے توحید روز قیامت کے حساب اور اس کے بعد کی ابدی زندگی کا نظریہ جو ریاست مدینہ کا بنیادی نظریہ تھا آپ ﷺ کے ذریعے ہی انسانوں تک پہنچایا تھا۔ اور آپ ﷺ کو ریاست مدینہ کی حدود میں امن و امان کے قیام انسانی سیاسیات' اقتصادیات اور معاشرت کو انصاف و عدل کے اصول پر ترتیب دینے کے علاوہ انسانوں کو اس ابدی زندگی کے لئے تیار بھی کرنا تھا اس دور کے شاہوں اور شہنشاہوں کی مانند نہ تو آپ ﷺ بادشاہ یا شہنشاہ تھے اور نہ ہی دور جدید کی سیاسی اصطلاحوں میں ریاست مدینہ کے ایسے چیف ایگزیکٹو تھے جسے کسی نے چنا ہوتا ہے اور وہ اپنے چننے والوں کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے آپ ﷺ کو اس منصب کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود چنا تھا اور حکمرانی کا وہ ایجنڈا بھی اللہ ہی نے آپ ﷺ کو دیا تھا جسے آپ ﷺ کو اللہ کی زمین اور بندوں پر نافذ کرنا تھا اور وہ ایجنڈا ریاست مدینہ کے باسیوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق تھا۔ ریاست کے قیام کے بغیر اس ایجنڈے پر عمل ممکن نہیں تھا۔

نظامِ تعلیم

اللہ کے رسول ﷺ نے مشن کا آغاز دعوت سے کیا تھا لوگوں کو اللہ کا کلام سنانے اور اللہ کی احدیت پر ایمان لانے کی تبلیغ سے جو کام رسول اللہ ﷺ نے شروع کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے تعلیم دینا کہا ہے۔

☆"جیسا کہ ہم نے
تمہارے پاس
تم میں سے
رسول بھیجا ہے
جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے
اور تمہیں پاک کرتا ہے
اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے
اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے" (۱۵۱:۲)

☆"اللہ نے مومنوں پر
بڑا احسان کیا ہے
کہ ان میں
ان ہی میں سے
ایک پیغمبر بھیجا ہے
جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے
انہیں پاک کرتا ہے
اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے

اوراس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے (۳:۱۶۴)

اللہ کے رسول ﷺ لوگوں کو (۱) اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے تھے (۲) انہیں عقیدے اور عمل کی آلودگیوں سے پاک کرتے تھے (۳) کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے تھے (۴) اوراس طرح انہیں گمراہی سے نکالتے اور وہ کچھ سکھاتے تھے جو پہلے انہیں معلوم نہیں تھا یہ تھا رسول اللہ ﷺ کے طریق تعلیم کا پہلا مرحلہ اوراس انسان کی تعلیم وتربیت کا آغاز جس کی زندگی مرنے سے ختم نہیں ہوتی۔ایک روز اللہ کے رسول ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو کچھ لوگ نوافل پڑھ رہے تھے اور کچھ پڑھنے پڑھانے میں مصروف تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دونوں ہی اچھا کام کررہے ہیں البتہ ایک گروہ کا کام دوسرے سے اچھا ہے جولوگ خدا سے مانگ رہے ہیں (نماز میں) ان سے متعلق خدا کی مرضی ہے کہ چاہے تو انہیں دے چاہے تو نہ دے البتہ دوسرے گروہ کے لوگ علم حاصل کررہے ہیں اور جہالت دور کرنے میں مصروف ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ میں خود بھی معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں'' پھر آپ ﷺ ان پڑھنے والوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ایک روز اللہ کے رسول ﷺ نے نیم برہنہ اصحاب صفہ کو اشارہ کیا تو وہ آپ ﷺ کے گرد دائرہ بنا کر بیٹھ گئے آپ ﷺ نے پوچھا ''تم کیا کررہے تھے؟''

انہوں نے عرض کیا ''استاد ہمیں قرآن پڑھا رہا تھا اور ہمارے لئے دعا کررہا تھا''

آپ ﷺ نے فرمایا ''جاؤ جا کر استاد سے قرآن پڑھو''

وہ چلے گئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کا شکرادا کیا کہ مسلمانوں میں ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جس کے درمیان بیٹھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔مکہ میں رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں تعلیم دیا کرتے تھے جب عمر بن خطاب اپنی بہن کے گھر گئے تھے تو انہوں نے قرآن کریم کی لکھی ہوئی آیات چھپالی تھیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دار ارقم میں قرآن اور احکام اسلام کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ اللہ کے کلام کی کتابت بھی کرائی اور سکھائی جاتی تھی مگر جس چیز کو تعلیم کہا جاتا ہے وہ لکھنا اور لکھا ہوا پڑھنے کا ہی نام نہیں اللہ کے رسول ﷺ نے خطاب وعظ ونصیحت اور لوگوں کو گمراہی سے نکال کر حکمت اور نور کی طرف لانے کی زبانی دعوت سے مشن کا آغاز کیا تھا۔ریاست مدینہ کے قیام کے ساتھ ہی تعلیم وتربیت کا دائرہ وسیع ہوگیا تھا اور مسجد نبوی کے ساتھ ہی صفہ کا اقامتی دارالعلوم قائم کردیا گیا تھا کتاب وحکمت کی تعلیم ریاست مدینہ کی بنیادی ذمہ داری تھی اور اللہ کے رسول ﷺ ذاتی طور پر اس کی نگرانی فرمایا کرتے تھے آپ ﷺ اس دارالعلوم میں زیر تعلیم صحابہ کی خوراک اور رہائش کی ضروریات کی بھی دیکھ بھال خود فرماتے تھے انہیں کیا کیا پڑھایا جائے اور کون کون پڑھائے اس کا فیصلہ بھی اللہ کے رسول ﷺ ہی کیا کرتے تھے اور بہترین پڑھانے والوں کا انتخاب فرمایا کرتے تھے۔اس اقامتی دارالعلوم میں کیا کیا پڑھایا جاتا تھا اور اس سے کیسے کیسے بے مثل عالم فاضل منتظم اور فاتح پیدا ہوئے تھے۔اس کا تفصیلی جائزہ اس کے اصل مقام (جلد دوم میں) لیا جاچکا ہے چونکہ ریاست مدینہ پر ایک نظریہ کی

حکومت تھی اور اللہ کے رسول ﷺ اس کے نظریاتی سربراہ تھے اس لئے ریاست میں نظریاتی تعلیم و تربیت کی نگرانی بھی آپ ﷺ خود فرماتے تھے اور تعلیم کے سارے اخراجات ریاست برداشت کرتی تھی اس وقت بھی جب ریاست مدینہ کا رقبہ بیس مربع میل تھا اور اس کے پاس ذرائع آمدنی مفقود تھے اور اس وقت بھی جب ریاست بحیرہ عرب سے شام تک اور خلیج فارس سے بحیرہ احمر تک وسیع ہو گئی تھی نظریاتی تعلیم و تربیت ریاست مدینہ کا سنٹرل سبجیکٹ تھا اور ایسی تعلیم ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت قرار دیدی گئی تھی صوبے یا انتظامی یونٹ مالیاتی اور انتظامی طور پر تو خود مختار تھے لیکن تعلیم و تربیت کے معاملے میں کسی انتظامی اکائی کو کسی قسم کی تبدیلی کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا تھا ریاست مدینہ کی حدود میں کوئی کاروباری اور تجارتی تعلیمی ادارہ نہیں تھا ریاست کو جس قسم کے تعلیم یافتہ افراد کی ضرورت ہوتی تھی وہ تعلیم ریاست کے زیر اہتمام چلنے والے تعلیمی اداروں میں ہی دی جاتی تھی صفہ کے اقامتی دارالعلوم میں عربی کے علاوہ دیگر زبانوں کی بھی تعلیم دی جاتی تھی کیونکہ ریاست کو سفارتی مکتوبات کی تیاری اور اللہ کے رسول ﷺ کے مکتوبات دوسرے ممالک کے حکمرانوں تک لے جانے والے سفیروں کے لئے وہاں کی زبان جاننا ضروری ہوتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن حزم کو عامل مقرر کیا تو ان کے لئے طویل فرمان میں لکھوایا کہ انہیں اپنے فرائض کیسے انجام دینا ہیں اس فرمان میں تعلیم اور طریق تربیت کے بارے میں آپ ﷺ نے لکھوایا تھا "لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور دین کے ارکان سمجھائیں لوگوں کو برائیوں سے روکیں قرآن کو صرف وہ شخص ہاتھ لگائے جو پاک ہو۔ لوگوں کو ان کے حقوق اور فرائض سے آگاہ کریں نیکی میں لوگوں کے ساتھ نرمی کریں اور جب وہ ظلم کریں تو ان پر سختی کریں اللہ ظلم کو برا سمجھتا ہے اور اس نے اس سے منع کیا ہے اس لئے وہ کہتا ہے خبردار ہو جاؤ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور اس کے اعمال سے آگاہ کریں انہیں دوزخ سے ڈرائیں اور اس کے اعمال سے متنبہ کریں لوگوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آئیں تاکہ وہ ارکان دین کو اچھی طرح سمجھ لیں لوگوں کو حج کے ارکان بتائیں اور ان میں جو سنت ہے اور جو فرض ہے اس کی تشریح کریں اور حج اکبر اور حج اصغر یعنی عمرہ کے بارے میں اللہ نے جو احکام دیئے ہیں ان کی تعلیم دیں لوگوں کو صرف ایک چھوٹا سا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے روک دیں البتہ اگر وہ کپڑا اتنا بڑا ہو کہ شانوں پر ڈالا جا سکے تو مضائقہ نہیں لوگوں کو ایک کپڑے میں جسم کو باندھ کر اس طرح بیٹھنے سے روک دیں جس سے ان کی شرمگاہیں کھل جائیں لوگوں کو اس سے بھی روک دیں کہ اگر کسی کے گدی کے بال نہ ہوں تو وہ جوڑا باندھے' لوگوں کو وضو کا حکم دیں' اس طرح کہ وہ اپنا منہ دھوئیں کہنیوں تک ہاتھ دھوئیں اور ٹخنوں تک پاؤں دھوئیں اور اللہ کے حکم کے مطابق مسح کریں اور میں نے انہیں نماز کے مقررہ وقت پر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ رکوع پوری طرح ادا کریں نماز میں خشوع و خضوع اختیار کریں صبح کی نماز منہ اندھیرے

پڑھیں دوپہر کی نماز دوپہر کو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھیں عصر کی نماز اس وقت پڑھیں جب سورج کا سایہ زمین پر ٹیڑھا ہو جائے مغرب کی نماز رات شروع ہونے پر پڑھیں اس میں ستاروں کے آسمان پر نمودار ہونے کا انتظار نہ کریں رات کے ابتدائی حصے میں عشاء کی نماز پڑھیں جمعہ کی نماز کے متعلق حکم دیا جاتا ہے کہ جب اذان ہو جائے تو تیزی کے ساتھ نماز کے لئے جائیں اور نماز کے لئے جانے سے پہلے غسل کریں۔''

یہ تھا اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے متعین کردہ نصاب تعلیم کا خلاصہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ابتدائی بنیادی اور ضروری تعلیم کا نصاب تھا جو ہر مسلمان کے لئے فرض تھا کیونکہ اس کے بغیر وہ انسان تیار نہیں ہو سکتا تھا جس کے قلب پر نقش ہوتا ہے کہ دنیاوی زندگی کے بعد ابدی زندگی ہے اور اسکے لئے تیاری اسی دنیاوی زندگی میں کرنا ہے یمن کے عامل حضرت معاذؓ بن جبل کے بارے میں روایت ہے کہ وہ گاؤں گاؤں گھوم کر قرآن اور ارکان دین کی تعلیم دیا کرتے تھے دیگر عاملوں کا تعلیمی عمل بھی لازماً ایسا ہی ہوگا کیونکہ اگر کسی کے بارے میں اس کے انداز تعلیم کا ذکر نہ آئے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے علاقہ میں تعلیم کے اہتمام سے غافل ہوتا تھا ریاست مدینہ میں تعلیم مسلمانوں کی دنیاوی اور اخروی زندگی میں فلاح کی تحریک ہوتی تھی۔

شام کے گورنر حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان نے حضرت عمرؓ فاروق کو لکھا ''امیر المومنین اہل شام کی تعداد بہت زیادہ ہو چکی ہے انہیں قرآن اور ارکان دین کی تعلیم دینے کے لئے ماہرین تعلیم کی ضرورت ہے آپ اس میں میری مدد کریں۔''

حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ بن جبل حضرت عبادہؓ بن صامت حضرت ابو ایوبؓ انصاری حضرت ابیؓ بن کعب اور حضرت ابو درداؓ کو جمع کیا ان سب کو اللہ کے رسول ﷺ کی حیات مبارکہ میں قرآن جمع کرنے کی سعادت حاصل تھی حضرت عمرؓ نے ان سے کہا ''شام میں رہنے والے آپ کے مسلمان بھائیوں نے مجھ سے مدد طلب کی ہے کہ میں انہیں قرآن پڑھانے اور احکام دین کی تعلیم دینے والے بھیجوں آپ اس کام میں مجھ سے تعاون کریں اللہ آپ پر اپنی رحمت کی بارش کرے میں تم میں سے تین حضرات کو شام بھیجنا چاہتا ہوں اگر تم پسند کرو تو آپس میں قرعہ ڈال کر فیصلہ کر لو میں ان تین افراد کو نامزد کر دیتا ہوں۔''

انہوں نے جواب دیا ''قرعہ کی ضرورت نہیں ابو ایوبؓ بوڑھے ہیں ابیؓ بن کعب بیمار ہیں باقی ہم تینوں حاضر ہیں۔''

امیر المومنین نے کہا ''تعلیم کا آغاز حمص سے کرنا جب تمہیں اطمینان ہو جائے کہ وہاں نظم تعلیم چل نکلا ہے تو اپنے میں سے ایک ساتھی کو حمص میں چھوڑ دینا باقی دو میں سے ایک دمشق چلا جائے اور دوسرا فلسطین روانہ ہو جائے۔''

شام کے گورنر کی درخواست اور امیر المومنین کی ہدایت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی ریاست

میں تعلیم کا کتنا اہتمام کیا جاتا تھا اور مختلف علاقوں میں اس کا باقاعدہ نظم قائم ہوتا تھا اس سے یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خود تعلیم کا کیسا نظم قائم کیا ہوگا۔

اس عرب معاشرے کو دیکھیں جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا تھا اور اس عرب مسلمان قوم کی قوت ایمانی کو دیکھیں جس نے چند ہی سال میں اپنے اردگرد کی اس وقت کی دنیا کی مضبوط اور طاقتورترین سلطنتوں کی بنیادیں اکھاڑ دی تھیں تو اس انقلاب عظیم کی بنیاد اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیم اور نظام تعلیم ہی دکھائی دیتے ہیں جس نے ان عربوں کو ایک مقصد حیات پر ایک کر دیا تھا جو کبھی ایک نہیں رہے تھے جزیرہ نمائے عرب کے شہروں دیہات اور صحراؤں میں رہنے والے عربوں کی بنیادی خصوصیات کا جائزہ لیا جائے تو وہ اپنی آزادی پر جان دینے والے ہوتے تھے اپنے قبیلے کی پنچایت اور سردار کے حکم کے علاوہ کسی اور کا حکم ماننا وہ اپنے سارے قبیلے کی توہین سمجھتے تھے ان کی فکر و عمل کی آزادی اس دور کی صحرائی اور ریگستانی قبائلی زندگی کی قوت حیات ہوتی تھی دیہات اور شہروں میں رہنے والے عربوں کی سوچ اور عمل پر بھی اسی قبائلی طرز زندگی کا غلبہ ہوتا تھا جنوبی عرب خلیج فارس اور ایران کی سرحد کے ساتھ ساتھ بہت سے مقامی حکمران اور بادشاہ تھے ایسے ہی حکمران شام کی سرحد کے ساتھ ساتھ بھی تھے اور وہ سب اپنی اندرونی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت پسند نہیں کرتے تھے ایرانیوں اور رومیوں کے سیاسی طور پر زیر اثر ہونے کے باوجود وہ سب اپنے اندرونی رسم ورواج قبائلی روایات اور عقائد میں آزاد اور خود مختار ہوتے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے ان قسم قسم کے ایک دوسرے سے الگ مذہبی سیاسی معاشی اور معاشرتی پس منظر رکھنے والے درجنوں قبائل اور حاکموں کو ملت واحدہ اسی تعلیمی فلاحی تحریک کے ذریعے بنایا تھا جس پر آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی کافی عرصہ تک عمل جاری رہا تھا آپ ﷺ نے ان قبائل اور حاکموں کے انتظامی اور نیم قبائلی معاملات میں زیادہ تبدیلیاں نہیں کی تھیں جو پہلے حکمران تھے وہی حکمران رہے قبائل کے سردار بھی وہی رہے بہت ہی تھوڑے قبیلوں بلکہ چند ہی کے سردار تبدیل کئے گئے تھے جس کسی کے پاس اسلام قبول کرتے وقت جو کچھ بھی تھا اس کے پاس رہنے دیا گیا تھا لیکن ان سب کو مدینہ کی تعلیمی پالیسی پر عمل کرنے کا پابند کر دیا گیا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ عامل اپنے اپنے علاقہ کے قبائل اور حاکموں کی تعلیمی اور انتظامی رہنمائی اور نگرانی کے ذمہ دار ہوتے تھے سب ریاستی اکائیوں کو مکمل مالی آزادی حاصل تھی مسلمانوں سے جو زکوۃ لی جاتی تھی وہ اسی علاقہ کے غریبوں پر خرچ کر دی جاتی تھی اگر کچھ بچ جاتا تھا تو وہ مرکز کو بھیج دیا جاتا تھا اگر کسی اکائی کو کسی قسم کے فوجی آپریشن کی ضرورت پیش آتی تھی تو اس کے لئے بھی افرادی اور جہادی قوت مقامی طور پر جمع کی جاتی تھی مرکز کی طرف سے اسی صورت میں مجاہدین کے امدادی دستے بھیجے جاتے تھے جب کسی اکائی (صوبہ یا علاقہ) کے پاس حالات سے نپٹنے کے لئے قوت ناکافی ہوتی تھی جس چیز نے ان آزاد منش' منہ زور' آوارہ' فخر و غرور کے صدیوں پرانے لاعلاج مرض

میں مبتلا سینکڑوں قبائل اور چھوٹے موٹے حاکموں کو نہایت قلیل مدت میں نا قابل تسخیر توحیدی جماعت میں تبدیل کر دیا تھا وہ صرف اور صرف نظام تعلیم اور اہتمام تعلیم تھا جس کی بنیاد تھی

☆ "کہو

میری نماز میری عبادتیں

میرا جینا اور میرا مرنا

سب اللہ کے لئے ہے

جو رب العالمین ہے

جس کا کوئی شریک نہیں

اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے

اور میں سب سے پہلے

مسلمانوں میں سے ہوں" (۶:۱۶۳،۱۶۴)

رسول اللہ ﷺ کے طریق تعلیم نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کی وجہ سے سب تعلیم حاصل کرنے والے سب سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور ان کا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جینا، مرنا سب رب العالمین کے لئے ہو گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے فکر و عمل کے سب امراض کا علاج تعلیم اور نظام تعلیم کے ذریعے کیا تھا اس نظام تعلیم نے اس معاشرے کو جنم دیا تھا جس میں بزرگی کی بنیاد تقویٰ تھی مال و دولت اور خاندان اور قبیلہ بزرگی اور برتری کی بنیاد نہیں رہے تھے اس معاشرے میں اونچ نیچ اور ذات و نسل کے سب امتیازات نابود ہو گئے تھے اور اخوت، مساوات اور برابری کے نئے معاشرتی نظام نے عربوں کو ایک نئی قوم میں بدل دیا تھا۔ جب مسلمان حکمرانوں نے اپنے ذاتی اور سیاسی مقاصد اور مفادات کے تحت اللہ کے رسول ﷺ کا نظام تعلیم اور نصاب تعلیم ختم کر دیئے تعلیم کی نظریاتی بنیاد کو وقتی مصالح کے تحت کر دیا نظام اور نصاب کی نظریاتی بنیاد ان کی ریاستی پالیسی نہ رہے تو سیاسی زوال کی بنیاد پڑ گئی جب ریاستی اور تعلیمی نظام کی بنیاد ایمان اور اسلام نہ رہے تو اسلامی ریاست مسلم ریاست میں بدل گئی۔ صلیب بردار افواج جب بھی کسی ملک پر قبضہ کرتی تھیں تو ان کی بندوقوں اور توپوں کے زیر سایہ سب سے پہلے وہاں مشنری تعلیمی ادارے قائم ہوتے تھے اور ہوتے ہیں جو عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ان کے دینی مدارس ہوتے ہیں ان مشنری تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے عیسائی نہ بھی ہوں تب بھی وہ عیسائیوں کی تعلیمی، تہذیبی، معاشرتی، اور نظم کی برتری کی فکری صلیبیں اپنے گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں مشنری تعلیمی اداروں اور قابض عیسائی سامراج کے لائے نظام تعلیم نے دنیا میں عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ کیا ہے مگر اس سے بھی زیادہ عیسائی تہذیب کی حکمرانی کی بنیادیں مضبوط کی ہیں عیسائی تہذیب کی برتری کے

احساس سے ان اداروں کے فارغ التحصیل افراد میں جو احساس کمتری پیدا ہوتا ہے اور ہو رہا ہے اس نے دوسری تہذیبوں کی سیاسی خود کفالت کی راہیں محدود کردی ہیں اس سے کسی بھی نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کی اثر آفرینی کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے اور اپنے نظریاتی نظام تعلیم سے دست بردار ہو جانے والی قوموں کے زوال کے اسباب بھی سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے جو نظام تعلیم نافذ کیا تھا اس کی بنیاد افراد کی دنیاوی اور اخروی فلاح اور کامیابی کے نظریہ پر تھی اللہ کے رسول ﷺ نے اس تعلیم کو سب کے لئے بنیادی ضرورت قرار دیا تھا اور یہ ضرورت پوری کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری تھی آپ ﷺ نے فرمایا تھا ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے'' طَلَبُ العِلم فریضة'' عَلیَ کُلِّ مُسلِمٍ و مُسلِمَةِ (ابن ماجہ) اور'' جو کوئی علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلے گھر واپس آنے تک وہ اللہ کی راہ (جہاد) میں ہے'' (ترمذی)
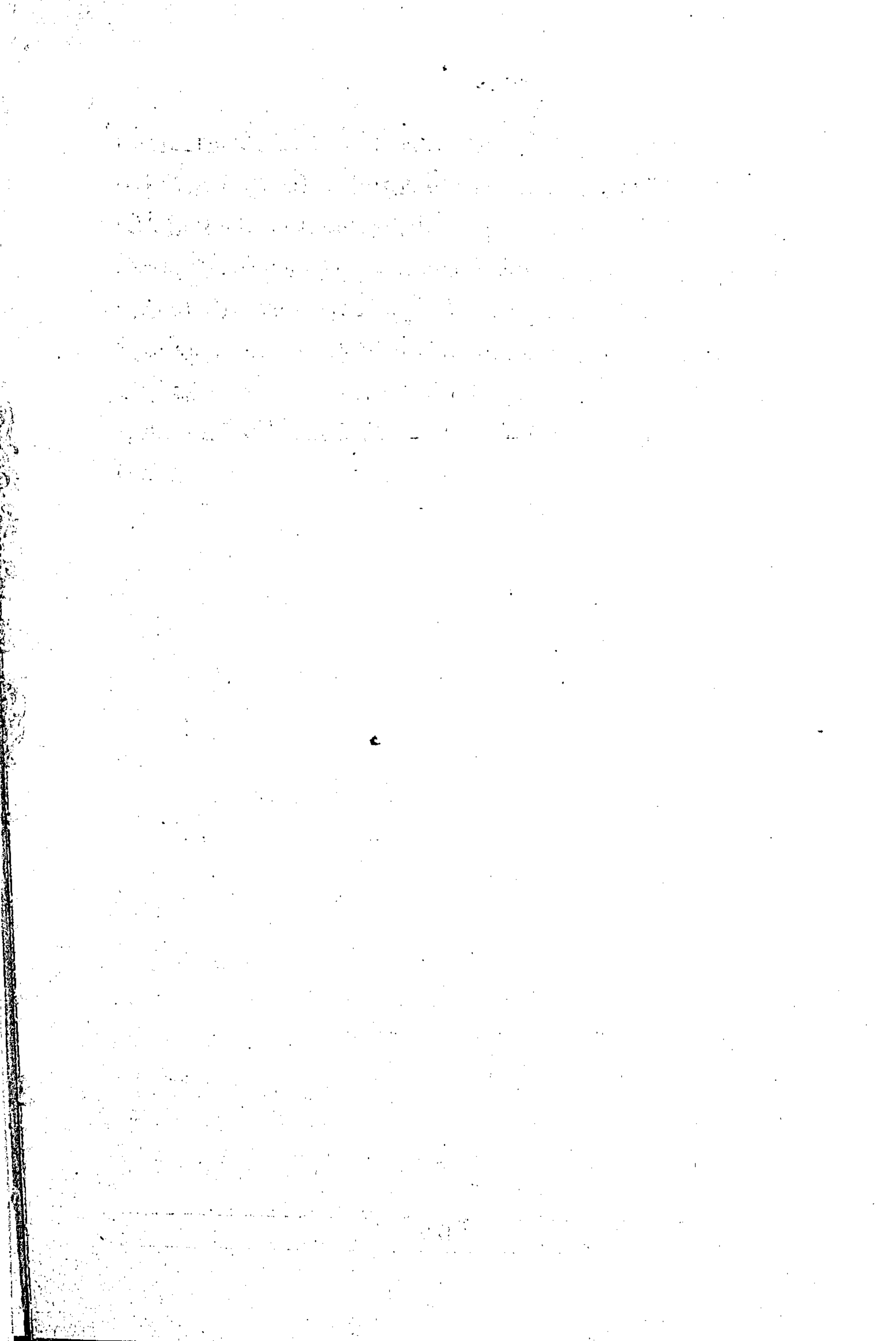
دفاعی پالیسی

اللہ کے رسول ﷺ نظریاتی ریاست کی نظریاتی فوج کے سربراہ تھے اس فوج کے کسی بھی رکن کو ریاست مدینہ کی طرف سے کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی ان کے لئے کوئی وردی بھی مخصوص نہیں تھی اللہ کے رسول ﷺ بھی مروجہ اصطلاح میں کوئی باوردی کمانڈر انچیف نہیں تھے لیکن ریاست کے دفاع کی منصوبہ بندی اور ریاست کی افواج کی کمان آپ ﷺ خود فرمایا کرتے تھے اور جب بھی آپ ﷺ کسی لشکر کی کمان خود نہیں فرماتے تھے تو اس کے امیر کا تقرر بھی آپ ﷺ ہی فرماتے تھے بدر، احد، خندق، خیبر، فتح مکہ، حنین، محاصرہ طائف اور جنگ تبوک اہم ترین غزوات تھے اور ان سب میں لشکر توحید کی قیادت اللہ کے رسول ﷺ نے خود فرمائی تھی موتہ کے لئے لشکر اسلام کے امیروں کا تقرر بھی آپ ﷺ نے ہی فرمایا تھا اور وصال سے پہلے رومیوں کی طرف بھیجنے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے جس لشکر کی تیاری کا حکم دیا تھا اسامہؓ بن زید کو اس کا امیر بھی اللہ کے رسول ﷺ نے ہی مقرر فرمایا تھا ریاست مدینہ کے قیام کے بعد دشمنوں اور شرپسندوں کے بارے میں خبریں حاصل کرنے لوٹ مار کے لئے جمع ہونے والوں کو منتشر کرنے اور بدو قبائل کو خوفزدہ کرنے کے لئے جو دستے بھیجے جاتے تھے ان کے امیروں کا تقرر بھی آپ ﷺ ہی فرمایا کرتے تھے۔ ان دستوں کی منزل کون سی ہوگی اس کا فیصلہ بھی آپ ﷺ ہی فرماتے تھے اور ریاست مدینہ کی طرف سے کسی سے جنگ اور صلح کا فیصلہ بھی آپ ﷺ ہی فرمایا کرتے تھے بدر کی لڑائی کے موقعہ پر آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا تھا کہ جنگ کی جائے یا تجارتی قافلہ کی طرف جایا جائے اس وقت بھی آپ ﷺ کی خواہش اور اللہ کا منصوبہ لڑائی کا ہی تھا باقی لڑائیوں میں طریق جنگ میدان جنگ اور فوجی کیمپ کی جگہ کے بارے میں فنی نوعیت کے مشورے کئے بھی اور قبول بھی فرمائے لیکن کسی بھی صورتحال میں کسی بھی موقعہ پر لڑائی کا اصولی فیصلہ اللہ کے رسول ﷺ ہی فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے ہر فیصلے اور منصوبے کو اللہ کی تائید وحمایت حاصل ہوتی تھی، ان سارے پہلوؤں کو دیکھا جائے تو آپ ﷺ کی دفاعی ذمہ داریاں کسی فوج کے کمانڈر انچیف یا امیر لشکر کی نسبت بہت وسیع تھیں۔

انسان جب سے اس دنیا میں آیا ہے وہ کبھی بھی لڑائی اور جنگ سے بچ نہیں سکا اگر کسی جماعت اور ریاست کے سربراہ نے کبھی ایسی خواہش بھی کی تھی کہ وہ کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرے گا تو دوسروں نے اسے

مجبور کر دیا تھا کہ وہ اپنے دفاع کے لئے ہتھیار اٹھائے جب تک دنیا میں ناانصافی' جبر' دوسروں کو قوت سے دبانے اور ان کے ملکوں اور وسائل پر قبضہ کرنے کی خواہش اور کوششیں باقی رہیں گی دفاعی تیاریاں اور لڑائیاں ہر قوم کی زندگی کی بنیادی ضرورت رہیں گی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد بڑی اور جابر طاقتوں نے دنیا کو جنگ اور لڑائیوں سے بچانے کے لئے اقوام متحدہ کا ادارہ بنایا تھا اور اب وہ ادارہ بنانے والی جابر قوتیں ہی اس ادارے کی منظوری اور اس کے جھنڈے کے نیچے کمزوروں کو تباہ و برباد کر رہی ہیں جابر اور ظالم قوتوں کی لائی تباہی اور بربادی سے بچنے اور اپنے قومی وجود نظریہ اور مفادات کے تحفظ کا واحد علاج قوت کا حصول' لڑائی کی تیاری اور اگر جابر قوتیں لڑائی مسلط کر دیں تو پوری قوت سے ان کا مقابلہ کرنا ہی ہے۔ اس کے علاوہ مسلط کردہ لڑائی سے ظالموں سے اور جابروں سے اپنے نظریہ وجود اور مفادات کے تحفظ کا کوئی اور طریقہ نہ آج ہے نہ اللہ کے رسول ﷺ کے وقت ہوتا تھا اور نہ آگے ہوگا۔

اللہ کے رسول ﷺ جب تک مکہ میں رہے لڑائی اور تصادم سے بچنے کی پالیسی پر عمل کرتے رہے۔

عقبہ کی رات کے اندھیرے میں یثرب کے جن لوگوں کے سینے ایمان سے روشن ہو گئے تھے انہوں نے درخواست کی تھی "اس خدا کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ ﷺ اجازت دیں تو ہم تلواریں سونت کر ان منیٰ کے خیمے والوں سے ابھی نپٹ لیتے ہیں ہم انہیں ختم کر دیں گے۔"

مگر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا "ہمیں اس کی اجازت نہیں آپ سب اپنے اپنے ڈیروں پر واپس چلے جائیں۔"

رسول اللہ ﷺ کے اللہ کی حفاظت میں مدینہ پہنچ جانے کے چند ہی روز بعد مدینہ کے مشرکوں کے سردار عبداللہ بن ابی سلول کو مکہ کے قریش کا جو خط موصول ہوا تھا اس میں لکھا تھا کہ "تم نے ہمارے صاحب کو اپنے ہاں پناہ دی ہے تم انہیں قتل کر دو یا پھر اپنے شہر سے نکال دو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم سب ملکر تم پر حملہ کر دیں گے اور تمہیں بری طرح موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنے لئے مباح سمجھیں گے" قریش کا خط ملتے ہی عبداللہ بن ابی بن سلول نے آپ ﷺ سے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے سمجھانے پر اسے قریش کی وہ زبردست چال سمجھ آئی تھی۔ غطفان اور فزارہ کے ڈاکو چراگاہ سے آپ ﷺ کی اونٹنی بھگا لے گئے وہ مسلمان خواتین کو اغوا کر کے لے جاتے تھے اور مدینہ کے اہل ایمان اللہ کے رسول ﷺ کی ذات کی حفاظت کے لئے راتوں کو آپ ﷺ کے گھر کے گرد پہرہ دیا کرتے تھے۔ مکہ کے قریش نے ریاست مدینہ کی تجارتی اور اقتصادی ناکہ بندی کر دی تھی اور بدو قبائل کو مسلمانوں کے خلاف متحد اور مشتعل کر رہے تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کی بحالی کا مشن سونپا گیا تھا اور یہ مشن صرف وعظ، تبلیغ اور ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا گال آگے کر دینے سے پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکین

کے ظلم، جبر اور منصوبوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا اور دفاع میں خودکفالت کی تیاریاں شروع کردیں، دشمنوں کے ارادوں اور ڈاکوؤں کے جتھوں کے بارے میں خبریں معلوم کرنے کے لئے صحراؤں اور ریگستانوں کی طرف گشتی دستے بھیجنا شروع دیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ اس مرحلہ پر ایسا نہ کرتے تو کیا کرتے؟ انسانیت کی ماضی اور حال کی تاریخ میں دشمنوں کے ایسے منصوبوں اور ارادوں کا مقابلہ کرنے کا قوت کے علاوہ تو کوئی اور طریقہ دکھائی نہیں دیتا۔

ریاست مدینہ ایک نظریاتی ریاست تھی اور اس کے وجود اور سرحدوں کا تحفظ بھی اتنا ہی ضروری تھا جتنا اس کے نظریہ کا تحفظ ضروری تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ اس ریاست کے نظریاتی ناظم اعلیٰ تھے ریاست کے نظریہ، وجود اور سرحدوں کا دفاع اور تحفظ آپ ﷺ کی ذمہ داری تھی اور یہ ذمہ داری آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپی گئی تھی اس لئے آپ ﷺ درپیش حقیقی خطرات کو نظرانداز نہیں کرسکتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان خطرات کا تجزیہ کرکے ان سے نپٹنے کے لئے دفاع اور لڑائی کے حقیقت پسندانہ اصولوں پر عمل کیا۔ اس کے بغیر غیراللہ کا دینی، سیاسی، تہذیبی، معاشی اور نفسیاتی غلبہ اور خوف دور کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں تھا اور غیراللہ کا غلبہ اور خوف دور کئے بغیر اللہ کی زمین پر انسانی آزادی مساوات اور اخوت کا وہ نظام قائم نہیں ہوسکتا تھا جس کے قیام کا مشن آپ ﷺ کو سونپا گیا تھا اللہ تعالیٰ کی زمین پر انسانی عظمت آزادی اور مساوات کی بحالی اور انصاف اور امن کے قیام کے لئے ایسے حالات میں لڑائی بھی اللہ کی طرف سے ہی سونپی گئی ذمہ داری تھی اللہ نے وحی بھیجی تھی۔

☆ ''لڑائی کرنا تم پر لازم کردیا گیا ہے
اور یہ تمہیں گراں گزرتا ہے
ہوسکتا ہے
کہ کوئی چیز تمہیں پسند نہ ہو
حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو
اور ہوسکتا ہے کہ تمہیں کوئی چیز پسند ہو
مگر وہ تمہارے لئے بُری ہو
اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت سے آگاہ ہے
اور تمہیں اس کا علم نہیں (۲:۲۱۶)

☆ ''اور اگر اللہ
قوموں میں سے ایک گروہ کو
دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا

تو زمین
فساد سے بھر جاتی
مگر اللہ سب عالمین پر
فضل کرنے والا ہے" (۲۵۱:۲)

☆"اور اگر اللہ
قوموں میں سے بعض گروہوں
کو بعض دوسروں کے ذریعے دفع نہ کرتا
تو راہبوں کی خلوت گاہیں
عیسائیوں کے چرچ
یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں
جن میں اللہ کا نام
کثرت سے لیا جاتا ہے برباد کر دی جاتیں
اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا
جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے
بے شک اللہ بہت قوت والا
اور غالب ہے" (۴۰:۲۲)

اللہ تعالیٰ نے قوموں میں فساد پھیلانے والوں کو ایک گروہ کے ذریعے دفع کرنے کے اپنے اس اصول کو کل عالمین کے لئے فضل قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اگر ان قابض گروہوں کا دوسرے گروہوں کے ذریعے قبضہ ختم نہ کرایا جاتا تو وہ تو زمین کو فساد سے بھر دیتے اور عبادت گاہیں برباد کر دیتے اس لئے مسلمانوں کو لڑائی کرنا پسند تھا یا نہیں اللہ نے زمین پر سے فساد ختم کرنے اور اپنا نام لینے والوں کے تحفظ کے لئے ان پر لڑنا لازم کر دیا تھا اللہ تعالیٰ ایسی لڑائی کو اپنی مدد قرار دیتے ہیں اور خوشخبری دیتے ہیں کہ جو بھی زمین کو فساد سے پاک کرنے اور عبادت کی آزادی بحال کرنے کے لئے لڑے گا اللہ اس کی مدد کرے گا اور پھر جب اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق فساد پھیلانے والوں اور ایک اللہ کی عبادت کرنے سے روکنے والوں کے ظلم اور جبر کا مقابلہ کرنے کے لئے ان سے لڑنے کی پالیسی پر عمل کیا تو اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔

مگر اللہ تعالیٰ نے اہل توحید کے لئے لڑنا لازم قرار دے کر اس لڑائی کی حدود بھی متعین فرما دی تھیں۔

☆"جو تم سے جنگ کرتے ہیں
اللہ کے لئے ان سے لڑو

مگر حد سے نہ گزرنا
بے شک اللہ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا'' (۲:۱۹۰)
☆ ''اور ان سے اس وقت تک لڑو
جب فساد ختم ہو جائے
اور اللہ کا دین قائم ہو جائے
اگر وہ باز آ جائیں
تو ظالموں کے
سوا کسی پر زیادتی نہ کرنا'' (۲:۱۹۳)

اللہ مسلمانوں کو بلا ضرورت لڑائی کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ جارحیت اور مسلط کردہ جنگ کا مقابلہ کرنے کا حکم دیتا ہے تا کہ فتنہ ختم ہو جائے اور اللہ کی زمین پر امن بحال ہو جائے اللہ کا حکم ہے کہ اگر تم پر جنگ مسلط کر دی جائے اور اللہ کے دین کے دشمن جارحیت سے باز نہ آئیں تو ان کے خلاف پوری قوت اور جذبہ ایمانی کے ساتھ لڑو اور اس وقت تک لڑتے رہو جب وہ اپنی ظلم اور جارحیت کی پالیسی سے باز آ جائیں مگر اللہ نے اس دفاعی جنگ میں بھی زیادتی کرنے سے سختی سے روک دیا ہے اسلام میں ایک طرف ایسی جنگ کو ضروری قرار دے کر اسے بلند ترین عبادت کا درجہ دیا گیا ہے تو دوسری طرف حد سے بڑھ جانے سے بھی سختی سے روک دیا گیا ہے جبر، جارحیت اور مسلط کردہ جنگ کے تدارک کے لئے لڑائی صرف اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے ہوتی ہے ایسی جنگ ملک گیری' کسی فرد یا گروہ کی حاکمیت کے قیام اور توسیع پسندی کے لئے نہیں ہوتی اور نہ ہی دوسروں کو دبانے اور ان کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اس حوالے سے اسلام نے لڑائی کا مفہوم ہی بدل دیا تھا اور اسے صرف اللہ کے کلمہ کی سربلندی تک محدود کر دیا تھا ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بہادری دکھانے کی غرض سے لڑتا ہے یا اپنی قوم اور خاندان کی ناموری کے لئے لڑتا ہے یا پھر لوگوں کو بتانے اور جتانے کے لئے لڑتا ہے تو ان میں سے کونسی لڑائی اللہ کی راہ میں لڑائی ہو گی تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ صرف اس شخص کی لڑائی فی سبیل اللہ (اللہ کے لئے) ہو گی جو صرف اور صرف اللہ کے کلمہ (دین) کو غالب کرنے کے لئے لڑتا ہے (الصحاح ستہ/کتاب الجہاد) بہادری جتانے کے لئے ناموری اور برتری کے لئے اور اپنا رعب جمانے کے لئے لڑی جانے والی کوئی بھی لڑائی اللہ کے لئے لڑی جانے والی لڑائی نہیں۔

ریاست مدینہ کی فوج کے سپاہی ریاست سے کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے وہ اللہ کے کلمہ کی بلندی کے لئے اپنے وسائل اور جانیں قربان کیا کرتے تھے اور کسی دنیاوی فائدہ کے حصول کے لئے نہیں لڑتے تھے ان کا سارا اجر اور معاوضہ اللہ کے ذمہ ہوتا تھا ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا ''اے اللہ کے رسول ﷺ

اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے اور ساتھ ہی دل میں مال غنیمت کی بھی طلب رکھتا ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اس کے لئے کوئی اجر نہیں (ابوداؤد/ کتاب الجہاد)

اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے مسلمانوں کو حکم تھا ''مشرکوں کے خلاف اپنے مال' جان اور زبان سے جہاد کرو'' (الصحاح ستہ/ کتاب الجہاد)

جب اسلام میں لڑائی نہ مال غنیمت کے لئے ہے اور نہ کشور کشائی کے لئے ہے بلکہ صرف اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے لڑائی ہی فی سبیل اللہ لڑائی ہے تو پھر اہل سیرت و روایات کے سرایا کے بارے میں اس ٹیپ کے فقرہ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ ''دشمن سے مقابلہ نہ ہوا اور کوئی مال غنیمت ہاتھ نہ آیا'' اللہ کے رسول ﷺ تو فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کی دل میں خواہش رکھنے والے کے لئے بھی اللہ کے ہاں کوئی اجر نہیں ہوگا تو کیا پھر آپ ﷺ خود ہی مال غنیمت کے حصول کے لئے دستے اور لشکر بھیج سکتے تھے؟

اللہ کے رسول ﷺ نے موتہ کی طرف لشکر بھیجا تو امیر لشکر کو ہدایت فرمائی

☆ وہاں جو لوگ ملیں انہیں اسلام کی دعوت دو

اگر وہ دعوت قبول کر لیں تو ان سے لڑائی نہ کرنا

اگر وہ دعوت قبول نہ کریں تو اللہ سے مدد طلب کرنا

میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں

اور تمہارے ساتھ جو مسلمان ہیں ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتا ہوں

اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں کے خلاف

اللہ کا نام لے کر

اللہ کی خاطر جنگ کرو

کسی کے ساتھ دھوکہ اور بددیانتی نہ کرنا

کسی بچے اور عورت کو قتل نہ کرنا

کسی بوڑھے اور اپنی خانقاہ میں گوشہ نشین شخص کو ہلاک نہ کرنا

باغ اور درخت نہ کاٹنا

اور مکان منہدم نہ کرنا''

حنین کے میدان جنگ میں ایک خاتون کی لاش دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی سے فرمایا تھا ''یہ تو لڑنے والی نہیں تھی'' اور حضرت خالدؓ بن ولید کی طرف ایک صحابی کو دوڑا دیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی ''عورتوں بچوں اور ان لوگوں کو جنہیں مشرک اجرت پر لڑنے کے لئے لائے تھے قتل نہ کرنا''

ابو داؤدؒ نے حضرت بریدؓ سے جو طویل روایت درج کی ہے اس میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب بھی کسی کو کسی چھوٹے یا بڑے لشکر کا امیر مقرر فرماتے تھے تو اسے ہدایت فرماتے تھے کہ سب سے پہلے مشرکوں کو اسلام کی دعوت دو اور اگر وہ دعوت قبول کرلیں تو ان سے لڑائی نہ کرنا آپ ﷺ امیر لشکر کو خدا سے ڈرنے اور خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں جہاد کرنے کی نصیحت فرماتے اور ہدایت کرتے۔ ''مثلہ نہ کرنا' بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا اقرار اور عہد نہ توڑنا'' (کتاب الجہاد) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے لڑائی میں دشمن کے چہرے پر وار کرنے اور مارنے سے منع فرمایا تھا حضرت ابن مسعودؓ نے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ دشمن کو مارتے وقت مسلمان سب سے کمزور ہوتے ہیں (ابو داؤد/ کتاب الجہاد) یعنی میدان جنگ میں مسلمان اپنے دشمن کو بھی اس طرح بے رحمی اور تشدد سے نہیں مارتے جو غیر مسلموں کا طریقہ ہوتا تھا اور آج بھی ہے۔

اسلام سے پہلے دنیا میں کہیں بھی لڑائی کا ایسا کوئی ضابطہ نہیں ہوتا تھا جیسا ضابطہ جنگ رسول اسلام ﷺ نے دیا ہے اور نہ ہی آج تک کوئی قوم اور ادارہ ایسا ضابطہ جنگ دے سکا ہے دنیا میں ظلم اور جبر کی علمبردار طاقتوں کا بنایا اقوام متحدہ کا ادارہ بھی آج تک ایسا ضابطہ نہیں بنا سکا اور نہ ہی کہیں وہ اپنے کسی ضابطہ جنگ کی پابندی کرا سکا ہے مسلمان ممالک پر قابض اس ادارہ کے بانی اور رکن غیر مسلم ممالک کی فوجیں اکیسویں صدی میں جس ظلم اور بربریت کے ساتھ بچوں عورتوں بوڑھوں اور پر امن شہریوں کو مار رہی ہیں اور بے گناہ قیدیوں پر جس طرح ظلم کر رہی ہیں، اسلام سے پہلے بھی ان غیر مسلم اقوام کا ایسا ہی ضابطہ جنگ ہوا کرتا تھا۔ اپنے کو خود ہی دنیا کی مہذب قومیں قرار دینے والوں کے اکیسویں صدی کے ان مظالم سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان نام نہاد مہذب قوموں کے آباؤ اجداد کا اپنے مخالفوں کے بارے میں کیا رویہ ہوتا ہوگا جس قوم نے اللہ کے نبی کو صلیب پر لٹکا دیا تھا اس کے اور صلیب پر لٹکائے جانے والے اس مسیح کو ماننے والی قوموں کے انسانوں پر تاریخی مظالم سے ان کے تہذیبی اجداد کی جنگی تہذیب کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں رہ جاتا اس کے باوجود ظلم کے اُس ماحول میں بھی ریاست مدینہ کے ناظم اعلیٰ نے اللہ کی راہ میں لڑائی کو اخلاقی اور انسانی ضابطوں کا پابند کر دیا تھا اور اللہ کی طرف سے فرض کردہ لڑائی کو اللہ کی ہدایت کے مطابق انسانی فلاح اور نجات کا وسیلہ بنا کر اسے عبادت کا درجہ دے دیا تھا اللہ کے ان احکام اور اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایات اور عمل میں مسلمانوں کے لئے ہی نہیں انسانیت اور انسانوں کی فلاح اور ترقی اور دنیا میں امن کی بحالی سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی رہنمائی ہے۔

یہودیوں کے پاس جو تورات ہے اور اس میں ان کا جو دینی ضابطہ جنگ ہے اب ذرا وہ بھی دیکھ لیں ''جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کے لئے اس کے قریب پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھے صلح کا پیغام دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگزار بن کر تیری خدمت

کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر دینا اور عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا (کتاب استثناء باب ۲۰ ورس ۱۰ تا ۱۴) ''اور خداوند نے مجھ سے کہا دیکھ میں سیحون اور اس کے ملک کو تیرے ہاتھ میں تیرے حوالے کرنے کو ہوں سو تو اس پر قبضہ کرنا شروع کرتا کہ وہ تیری میراث ٹھہرے تب سیحون اپنے سب آدمیوں کو لے کر ہمارے مقابلہ میں نکلا اور جنگ کرنے کے لئے یحض میں آیا اور خداوند ہمارے خدا نے اسے ہمارے حوالے کر دیا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹوں کو اور اس کے سب آدمیوں کو مار لیا اور ہم نے اسی وقت اس کے سب شہروں کو لے لیا اور ہر آباد شہر کو عورتوں اور بچوں سمیت بالکل نابود کر دیا اور کسی کو باقی نہ چھوڑا لیکن چوپایوں کو اور شہروں کے مال کو جو ہمارے ہاتھ لگا لوٹ کر ہم نے اپنے لئے رکھ لیا'' (کتاب استثناء باب ۲ ورس ۳۲ تا ۳۶) ''یوں ارجوب کا سارا ملک جو بسن میں عوج کی سلطنت میں تھا اور اس میں ساٹھ شہر تھے ہمارے قبضہ میں آیا یہ سب شہر فصیلدار تھے اور ان کی اونچی اونچی دیواریں اور پھاٹک اور بینڈے تھے اس کے علاوہ بہت سے قصبے بھی ہم نے لے لئے جو فصیلدار نہ تھے اور جیسا ہم نے حسبون کے بادشاہ سیحون کے ہاں کیا ویسا ہی ان سب آباد شہروں کو مع عورتوں اور بچوں کے بالکل نابود کر ڈالا لیکن سب چوپایوں اور شہروں کے مال کو لوٹ کر ہم نے اپنے لئے رکھ لیا'' (کتاب استثناء باب ۳ ورس ۴ تا ۸) ''اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مار لے تو تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا'' (ایضا باب ۷ ورس ۳) ''پھر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا'' (استثناء باب ۲۰ ورس ۱۷ تا ۱۸) ''تو عمالیقیوں کے نام ونشان کو صفحہ روزگار سے مٹا دینا تو اس بات کو نہ بھولنا'' (استثناء باب ۲۵ ورس ۱۹) یہ تو ہے یہودیوں کا دینی ضابطہ جنگ جس پر وہ عمل کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں مگر کیا یہ اللہ کی طرف سے ہی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہودی قوم کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی جو تفصیل بیان کی ہے تورات میں اس سے بھی بہت زیادہ تفصیل موجود ہے اور لکھا ہے کہ انہیں خبردار کر دیا گیا تھا کہ ''اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات سن کر اس کے سب احکام اور آئین پر جو آج کے دن میں تجھے دیتا ہوں احتیاط سے عمل نہ کرے تو سب لعنتیں تجھ پر نازل ہوں گی اور تجھے لگیں گی'' (استثناء باب ۲۷ ورس ۱۵) آگے ان لعنتوں کی طویل تفصیل ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ''اور دنیا کی تمام سلطنتوں میں تو مارا مارا پھرے گا (ورس ۲۶) ''اور وہ تیرے تمام ملک میں تیرا محاصرہ تیری ہی بستیوں میں کئے رہیں گے جب تک تیری اونچی اونچی فصیلیں جن پر تیرا بھروسہ ہوگا گر نہ جائیں تیرا محاصرہ وہ تیرے ہی اس ملک میں سب بستیوں میں کریں گے'' (ورس ۵۲) ''تیرے دشمن تجھ کو تیری ہی سب بستیوں میں تنگ کر کے ماریں گے'' (ورس ۵۶) ''تب یہ ہوگا کہ جیسے تمہارے ساتھ بھلائی کرنے اور

تمہیں بڑھانے سے خداوند خوشنود ہوا، ایسے ہی تم کو فنا کرانے اور ہلاک کرڈالنے سے خداوند خوشنود ہوگا اور تم اس ملک سے اکھاڑ دیئے جاؤ گے جہاں تو اس پر قبضہ کرنے جارہا ہے اور خداوند تجھ کو زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام قوموں میں پراگندہ کرے گا'' (ورس ۶۴) ''ان قوموں کے بیچ تجھ کو چین نصیب نہ ہوگا اور نہ تیرے پاؤں کے تلوے کو آرام ملے گا بلکہ خداوند تجھ کو وہاں دل لرزاں اور آنکھوں کی دھندلاہٹ اور جی کی کڑھن دے گا اور تیری جان دبدھے میں اٹکی رہے گی اور تو دن رات ڈرتا رہے گا اور تیری زندگی کا کوئی ٹھکانا نہ ہوگا اور تو اپنے دلی خوف کو ان مناظر کے سبب سے جن کو تو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا صبح کو کہے گا اے کاش شام ہوتی' اور شام کو کہے گا اے کاش صبح ہوتی'' (ورس ۶۶ تا ۶۸)

کیا یہودی صدیوں سے تمام سلطنتوں میں مارے مارے نہیں پھر رہے؟ اور کیا اپنے ہی ملک میں وہ محاصرے میں نہیں؟ کیا انہوں نے اپنے اس ملک کے گرد اونچی فصیلیں نہیں بنالیں اور اپنی زندگی کے لئے ان ہی پر بھروسہ نہیں کر رہے؟ اور کیا وہ اپنی ہی بستیوں میں اپنے مظالم کی وجہ سے مارے نہیں جارہے؟ زمین کے ایک سرے سے دوسرے تک تو وہ پہلے ہی تمام قوموں میں پراگندہ ہیں اور جو اپنی ہی بستیوں میں محصور ہیں ان کے دل لرزاں ہیں اور دن رات ہر وقت ڈرے رہتے ہیں اور رات کے وقت دن کی اور دن کے وقت رات کی خواہش کرتے ہیں یہودیوں کے قومی جرائم کی وجہ سے ان کے لئے کیا یہ اللہ کی طرف سے انہیں بحیثیت قوم سزا نہیں دی جارہی کہ وہ اونچی فصیلوں میں گھرے ہوئے بھی اپنی بستیوں میں ہر وقت ڈرتے ہوئے زندگی گزار رہے ہیں اور ان کی قومی زندگی ایک طرح سے ان کے لئے قومی عذاب بن گئی ہے۔

اسلام میں دنیا سے ظلم، زیادتی، بے انصافی کے خاتمہ اور امن انصاف اور انسانی مساوات کے قیام کے لئے اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرنے کی اجازت بھی ہے اور اللہ کی طرف سے اس کا حکم بھی ہے لیکن یہودیوں کے دینی ضابطہ جنگ اور ان کی دینی کتاب میں ان کی مذہبی جنگوں کا جو حال بیان کیا گیا ہے اس کی تو بنیاد ہی ظلم زیادتی اور بے انصافی کا فروغ ہے اور جس بھی کسی قوم کا دین دنیا میں ظلم زیادتی اور بے انصافی کے فروغ کی تعلیم دیتا ہے وہ دنیا میں امن انصاف اور انسانی مساوات کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ جزیرہ نمائے عرب کے یہودیوں نے بھی ہمیشہ ظلم زیادتی اور بے انصافی کا ساتھ دیا تھا اور امن انصاف اور انسانی مساوات کی دشمن قوتوں کے ساتھ ملکر اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ جزیرہ نمائے عرب کے یہودیوں کے اس اجتماعی کردار کو ان کی مجبوری بھی کہا جاسکتا ہے لیکن ایسا صرف اسی صورت میں تسلیم کیا جاسکتا ہے جب ان کی دینی کتاب اس کے احکام اور جنگی ضابطہ کو ایک طرف رکھ دیا جائے وہ عربوں کے درمیان ایک خوشحال اور پڑھی لکھی اقلیت تھے تجارت سودی کاروبار اور حجاز کی زرخیز زمینوں پر ان کا قبضہ تھا اسلام کی وجہ سے عربوں کا اتحاد اور بھائی بھائی ہوجانا یہودیوں کی جابرانہ اور جارحانہ حیثیت کے لئے خطرہ تھا اس لئے سیاسی طور پر اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی مخالفت کرنا عرب کے یہودیوں کی قومی مجبوری کہا جا

سکتا ہے وہ اس وقت بھی عربوں سے الگ اپنی قلعہ بند بستیوں میں رہتے تھے جس طرح آج عرب اور مسلم اکثریت کے درمیان اپنی یہودی ریاست کو قلعہ بند کر رہے ہیں عربوں کے مقابلہ میں حجاز کے یہودیوں کے پاس بھی اسلحہ اور مال و دولت زیادہ ہوتے تھے اور وہ عرب اکثریت سے خوفزدہ ہوتے تھے لیکن اگر تورات کو دیکھا جائے تو انہوں نے اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی دشمنی میں جو کچھ بھی کیا تھا اس کا ایک دینی پہلو بھی تھا مگر یہودیوں کی سازشوں اور غداریوں کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے ساتھ نہایت نرمی کا سلوک کیا تھا ان کے ساتھ ہی نہیں اللہ کے دین کے سارے دشمنوں کے ساتھ اللہ کو رسول ﷺ نے اسی ضابطہ لڑائی پر عمل کیا بھی تھا اور کرایا بھی تھا کیونکہ اللہ کی راہ میں اللہ کے کلمہ کی بلندی کے لئے لڑنے والے اللہ کی طرف سے دیئے ضابطہ جنگ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ ایک نظریاتی ریاست کی نظریاتی فوج کے نظریاتی سربراہ تھے آپ ﷺ کی ساری دفاعی منصوبہ بندی اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے تھی مسلمان اپنی جانوں اور مال کی جو قربانیاں دیتے تھے وہ بھی اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے ہی تھیں وہ کوئی پیشہ ور فوجی نہیں ہوتے تھے اس لڑائی کی جو حدود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے متعین فرمائی تھیں وہ بھی اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے تھیں شام اور عراق کے بہت سے عیسائی مسلمانوں کے اسی ضابطہ جنگ کو دیکھ کر اسلام لے آئے تھے انہوں نے ایرانیوں اور رومیوں کی باہمی لڑائیاں بھی دیکھی تھیں اور فاتحین کے مفتوح قوموں پر مظالم کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا تھا جن قوموں کا وہ خود تہذیبی اور دینی حصہ رہے ہوتے تھے ان سے مسلمانوں کے سلوک سے ان کا متاثر ہونا فطری تھا نیکی اور بھلائی کے فروغ کے لئے مسلمانوں کی لڑائیوں میں اور دوسروں کے ملکوں اور علاقوں پر قبضہ کے لئے لڑی جانے والی لڑائیوں میں فرق وہ سب جانتے اور محسوس کرتے تھے۔

نظامِ عدل

حکمرانی عدل اور انصاف ہے حقدار کو اس کا حق دینا اور دلانا اور ہر کسی کے حق کی حفاظت کرنا حکمرانی ہے قرآن کریم میں لفظ ''حکم'' حکومت کرنے اور مقدموں کا فیصلہ کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو زمین پر خلیفہ بنا کر حکم دیا تھا'' فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ '' لوگوں پر حق اور سچ کی حکمرانی قائم کرا اور انہیں انصاف دے۔ شاہ ولی اللہ کے ترجمہ کے مطابق ''حکم کن میان مردماں براستی'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆''اے داؤد
ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا ہے
لوگوں پر راستی کے ساتھ حکومت کر
اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر
کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے
گمراہ کر دے'' (۳۸:۲۶)

"O David! We did indeed
Make thee a vicegerent
On earth: So judge thou
Betveen men in truth (and justice)
Nor follow thou the lust
(Of thy heart) for it will Mislead
thee from the Path
Of Allah" (38:26)

اللہ تعالیٰ نے عرب کے الامین ﷺ کو اپنی زمین پر خلیفہ بنا کر اہل زمین پر حق اور سچ کی حکمرانی قائم کرنے اور انصاف دینے اور دلانے کی ذمہ داری سونپی تھی اور آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کے قیام کے ساتھ ہی نظام عدل قائم کر دیا تھا جو ریاست میں توسیع کے ساتھ ساتھ سارے صوبوں یا انتظامی یونٹوں تک وسیع ہوتا گیا تھا اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ریاست مدینہ میں جو دستور نافذ کیا گیا تھا اس میں کہا گیا ہے'' اس دستور العمل کے ماننے والوں میں اگر کوئی (آپس میں) ایسا تنازعہ یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس سے نقصان اور

فساد کا اندیشہ ہو تو اس متنازعہ امر میں فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور اللہ کی تائید اس شخص کے ساتھ ہے جو اس دستور کی زیادہ احتیاط اور وفاشعاری کے ساتھ تعمیل کرے گا'' (دفعہ چوالیس) اس دستور کی دفعہ تیرہ میں کہا گیا ہے ''تمام متقی اہل ایمان اس شخص کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جو سرکشی اختیار کرے ظلم گناہ اور تعدی کے طریقے اپنائے یا ایمان والوں میں فساد پھیلائے ایسا کرنے والے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا اپنا بیٹا ہی ہو' دفعہ چوبیس ہے ''جب تم میں کسی معاملے کے بارے میں اختلاف رائے پیدا ہو جائے تو وہ معاملہ فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس لے جایا جائے گا''۔

جس طرح اس سے پہلے جزیرہ نمائے عرب میں کوئی مرکزی اتھارٹی نہیں ہوتی تھی اسی طرح وہاں کوئی ایک ضابطہ حکومت اور عدل وانصاف کیلئے کوئی ایک قانونی ضابطہ نہیں ہوتا تھا سب قبائل کے اپنے اپنے قوانین تھے راجوں اور راجواڑوں کے ہاں ان کے اپنے قوانین ہوتے تھے جن کی بنیاد ان کے آبائی اور ریاستی رسم و رواج ہوتے تھے اور قبائلی سردار اور نیم خودمختار راجواڑے لوگوں کے جھگڑوں اور مقدمات کے فیصلے ان روایات کے مطابق کیا کرتے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست کی حدود میں فساد' ظلم' گناہ، تعدی اور سرکشی روکنے کے لئے دستور کے نفاذ کے ساتھ ہی قانونی مرکزیت بھی قائم کر دی تھی کہ اگر کسی تنازعہ کا نچلی سطحوں پر فیصلہ نہ ہو سکے تو وہ جھگڑا یا مقدمہ آخری فیصلہ کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لانا ہوگا اور ایسے تنازعات جھگڑوں اور مقدموں کا اللہ کے رسول ﷺ جو بھی فیصلہ کریں گے اسی فیصلہ کے نفاذ کے لئے سب مسلمان مل کر اپنی قوت سے کام لیں گے اس دستور کے مطابق فیصلے کرنے' کرانے اور ان فیصلوں پر عملدرآمد کرانے کا اختیار تو اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تھا لیکن قانون بنانے کا کلی اختیار آپ ﷺ کے پاس بھی نہیں تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جب حضرت معاذؓ بن جبل سے پوچھا تھا کہ تم مقدمات کے فیصلے کیسے کرو گے تو انہوں نے عرض کیا تھا:

۱۔ اللہ کی کتاب کے مطابق

۲۔ اللہ کی کتاب میں رہنمائی نہ ملے تو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق

۳۔ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت میں بھی نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کے اس جواب پر اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ اس نے حضرت معاذؓ کو انصاف کرنے کا وہ طریقہ سمجھایا جس سے اللہ کے رسول ﷺ کو خوشی ہوئی ہے۔

اس سے ایک طرف قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کا طریقہ طے ہو گیا تو دوسری طرف یہ بھی طے ہو گیا تھا کہ اسلام میں قانون کے ماخذ کیا ہیں اور قانون سازی کا اختیار کس کے پاس ہے اس لحاظ سے

پہلے نمبر پر اللہ کا حکم اور کتاب اللہ ہیں
دوسرے نمبر پر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے
اور تیسرے نمبر پر فیصلہ کرنے والے کی رائے اور ذاتی اجتہاد ہے مگر فیصلہ کرنے والا وہ ہے جو اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کا مکمل علم رکھتا ہے گویا اگر کوئی اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کا علم نہیں رکھتا تو نہ وہ اجتہاد کرسکتا ہے اور نہ ہی فیصلے کرنے کے اہل ہے۔

اسلامی قانون پر عملدرآمد اور اس کے مطابق فیصلے کرنے اور کرانے کی ذمہ داری اللہ کے رسول ﷺ کی تھی جن مقدمات کے فیصلے نچلی سطحوں اور عدالتوں میں نہیں ہو سکتے تھے ان کے فیصلے بھی آپ ﷺ کیا کرتے تھے صوبائی گورنروں کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت بھی آپ ﷺ ہی کیا کرتے تھے آپ ﷺ کا فیصلہ آخری ہوتا تھا جس کے خلاف کہیں کوئی اپیل نہیں ہوسکتی تھی صوبائی اور مقامی جج صاحبان (قاضیوں) کا تقرر بھی اللہ کے رسول ﷺ ہی فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ انسانوں پر حکومت کرنے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کو ایک ہی عمل اور ایک ہی ذمہ داری قرار دیتے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت مبارکہ سے اسلامی ریاست کے حاکم اور جج کے بارے میں جو پالیسی اصول مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ریاست کے حاکم اور اسکے انصاف کے اداروں کے جج صاحبان (چھوٹی سطح سے اوپر کی سطح تک) کے لئے (۱) اللہ کی کتاب (۲) اللہ کے رسول ﷺ کی سنت دونوں پر عبور ضروری ہے (۳) اس کے ساتھ ساتھ ان میں قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد اور فیصلے کرنے کی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے اگر کوئی ان شرائط پر پورا نہیں اترتا تو وہ نہ تو اسلامی ریاست میں حکمرانی کے منصب کے اہل ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی عدالتی عہدے پر فائز ہوسکتا ہے خواہ باقی علوم کی اس کے پاس کتنی بڑی بڑی ڈگریاں ہوں۔

اگر بات اسلامی ریاست اور اسلامی قانون کی ہے تو اس کے بنیادی تقاضے اور ضرورتیں تو یہی ہیں۔

ورنہ کسی ریاست کے دستور میں اس کے ''اسلامی'' یا ''اسلامی جمہوریہ'' ہونے کا لکھ دینے سے وہ ریاست اسلامی یا اسلامی جمہوریہ نہیں بن جاتی اور کسی بھی عدالت کو شرعی قرار دینے سے وہ شرعی نہیں ہو جاتی اسلامی ریاست کے حکمران اور جج صاحبان کے لئے اللہ کے کلام احکام اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کا علم اور ان پر عمل کرنے اور کرانے کے اہل ہونا لازم ہے اور اللہ کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا مقدمات کی سماعت اور فیصلہ کرنے کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت یہ ہے کہ انصاف آسان فوری اور مؤثر ہو آپ ﷺ نے مقدمات کی سماعت کے لئے کوئی وقت اور جگہ متعین نہیں فرما رکھے تھے اور نہ ہی قاضیوں کے لئے کوئی خاص لباس پہننا ضروری ہوتا تھا جب بھی کوئی تنازعہ یا جھگڑا آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا آپ ﷺ اسی وقت اس کا فیصلہ فرما دیتے تھے لیکن اگر کسی جھگڑے میں کوئی پہلو قابل تحقیق ہوتا تو اس بارے میں تحقیق بھی

کرواتے تھے مگر مسلسل پیشیاں ڈال ڈال کر مدعی اور مدعا علیہ کو طویل عذاب میں مبتلا رکھنا آپ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے کیونکہ اس سے معاشرے میں اصلاح کی بجائے ایسی خرابیاں پیدا ہوتی ہے جنہیں اسلامی نظام عدل ختم کرنا چاہتا ہے۔

مکہ کی فتح کے وقت بنو مخزوم کی ایک خاتون نے چوری کی تو اس کے خاندان کو فکر ہوئی کہ اللہ کے رسول ﷺ تو اس کا ہاتھ کٹوا دیں گے بنو مخزوم مکہ کا بہت معزز قبیلہ تھے اور سارے عرب میں شہرت رکھتے تھے انہیں معلوم تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ حضرت اسامہؓ بن زید سے بہت شفقت فرماتے ہیں انہوں نے حضرت اسامہؓ بن زید سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس عورت کی سفارش کر دیں حضرت اسامہؓ بن زید کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا ''تو مجھے اللہ کی حدود اور احکام شریعت کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟''

حضرت اسامہؓ بن زید نے دخواست کی ''یا رسول اللہ ﷺ اللہ سے دعا فرمائیں میری یہ خطا معاف کر دی جائے''

اس شام اللہ کے رسول ﷺ نے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا ''لوگو تم سے پہلے بعض قومیں اس لئے برباد ہوگئیں کہ ان میں سے جب کوئی امیر اور بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو وہ اسے سزا نہیں دیا کرتے تھے اور چھوڑ دیتے تھے لیکن جب کوئی غریب اور مفلس چوری کرتا تھا تو وہ اس پر فوراً حد جاری کر دیتے تھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔''

جس خاتون نے چوری کی تھی اس کا نام بھی فاطمہ تھا اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کے حقیقی پھوپھا عبدالاسد کی پوتی تھیں حضور ﷺ کی پھوپھی برہ اسی عبدالاسد سے بیاہی تھیں جن کے بیٹے حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد تھے فاطمہ کے باپ اور حضرت ابوسلمہؓ کا باپ ایک اور مائیں الگ الگ تھیں عبدالاسد ابوجہل کے باپ ہشام کا چچازاد بھائی تھا اللہ کے رسول ﷺ نے چوری کرنے والی خاتون سے اپنے اتنے قریبی رشتہ اور اس کے بڑے خاندان سے ہونے کے باوجود حد نافذ کر کے اسلام میں عدل وانصاف کی اعلیٰ مثال قائم کر دی تھی حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ''اس خاتون کی بعد میں شادی ہوگئی تھی اور وہ جب بھی کبھی کوئی حاجت لے کر آتی تھی تو میں اس کی حاجت اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے پیش کر دیا کرتی تھی۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علیؓ کو ہدایت فرمائی تھی ''جب تیرے پاس دو جھگڑنے والے آئیں تو دونوں کی بات سن کر فیصلہ کرنا''

اپنے فیصلوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا ''بلاشبہ میں ایک انسان ہوں تم میرے پاس جھگڑتے ہوئے آتے ہو ہوسکتا ہے تم میں سے ایک زیادہ چرب زبان ہو اور وہ دوسرے کی نسبت

زیادہ زور سے اپنا کیس پیش کرے اور میں اس کی بات سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں اگر کسی کو میرے ایسے فیصلے سے کوئی ایسا فائدہ حاصل ہو جائے جس کا وہ حقدار نہ ہو تو وہ اس فائدہ کو حاصل نہ کرے کیونکہ اس صورت میں اسے میں نے جو کچھ دیا ہے وہ آگ کے ٹکڑے کے سوا کچھ نہیں۔''

حضرت ازہرؓ بن عبداللہ خزاعی کہتے ہیں کہ کلاعی قوم کے کچھ لوگوں کا کچھ سامان چوری ہو گیا انہوں نے جولاہوں میں سے بعض افراد پر چوری کا شبہ ظاہر کیا اور انہیں پکڑ کر نعمانؓ بن بشیر کے پاس لے گئے نعمانؓ بن بشیر نے ان جولاہوں کو چند روز تک زیر تفتیش رکھا اور جب چوری ثابت نہ ہوئی تو انہیں چھوڑ دیا کلاعی نعمانؓ بن بشیر کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے ان زیر تفتیش افراد کو مار پیٹ اور امتحان کے بغیر کیوں چھوڑ دیا؟ نعمانؓ بن بشیر نے جواب دیا اگر تمہاری خواہش ہے تو میں انہیں بلوا کر پیٹتا ہوں اگر اس طرح تمہارا مال ان سے مل گیا تو بہتر لیکن اگر اس مار پیٹ کے بعد بھی ان سے تمہارا مال نہ ملا تو میں تمہیں اتنا ہی ماروں گا جتنا انہیں مارا ہو گا جن کو مارنے کا تم مطالبہ کر رہے ہو انہوں نے پوچھا کیا یہ تمہارا فیصلہ ہے؟ تو حضرت نعمانؓ بن بشیر نے جواب دیا تھا ''نہیں یہ میرا فیصلہ نہیں یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے'' (ابوداؤد/ کتاب الحدود)

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''جس کسی شخص کی سفارش کی وجہ سے اللہ کی حدود میں سے کوئی حد نافذ ہونے سے رہ گئی اس شخص نے اللہ سے مقابلہ کیا اور جو کوئی جھوٹی لڑائی لڑتا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ وہ جھوٹا ہے وہ شخص ہمیشہ خدا کے غضب میں گرفتار رہے گا جب تک اس سے باز نہ آ جائے اور جو کوئی کسی مسلمان کے بارے میں ایسی بات کہے جو اس میں نہیں ہے (جھوٹا الزام لگائے) تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخیوں کی پیپ میں رہنے کو جگہ دے گا اور جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا ہے تو اس شخص نے گویا اللہ کے غضب کو پسند کیا'' (ابوداؤد/ کتاب الحدود)

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

☆ ''اور اگر تو فیصلہ کرے

تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر

کیونکہ اللہ عدل کرنے والوں کو

دوست رکھتا ہے''۔ (۴۲:۵)

عدل و انصاف برائی کے خاتمہ اور بھلائی کے فروغ کا اہم ترین ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

☆ ''بے شک ہم نے

رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا

اور ان کے ساتھ

کتاب اور میزان بھیجی
تا کہ وہ لوگوں کو انصاف کی راہ پر قائم رکھیں'' (۲۵:۵۷)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ذریعے لوگوں کو بتا دیا کہ اچھائی کیا ہے اور برائی کیا ہے انہیں کیا کرنا چاہئے اور کس چیز سے بچنا چاہئے تو انہیں اللہ کی اس راہ پر قائم رکھنے کے لئے میزان انصاف بھی اللہ تعالیٰ نے ہی مقرر کر دی تھی اور اس میزان کے مطابق انصاف اور عدل کا نظام قائم کرنا اللہ کے رسول ﷺ کی ذمہ داری تھی اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ

☆''اور جو بھی عمل
کوئی انجام دیتا ہے
اس کی ذمہ داری اس کے اوپر ہی ہے
کوئی اور کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا'' (۱۶۵:۶)

اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ میں جو دستور نافذ کیا تھا اس کی دفعہ پچاس میں کہا گیا ہے ''جو کوئی جیسا عمل کرے گا وہ ویسا ہی بھرے گا اور زیادتی کرنے والا اپنے نفس پر ہی زیادتی کرے گا'' کسی جرم کی سزا جرم کرنے والے کے علاوہ کسی اور کو نہیں مل سکتی یہ اللہ کا حکم ہے اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے اور جرم کی سزا جرم کے مطابق ہی دی جا سکتی ہے۔

☆''اور زیادتی کی سزا
اتنی ہی زیادتی ہے'' (۴۰:۴۲)

اللہ کا یہ بھی حکم ہے کہ کسی کی خیر خواہی یا ہمدردی میں بھی بے انصافی نہ کرو اور نہ ہی کسی کی ہمدردی میں سچ چھپاؤ اگر کسی کے خلاف جرم (حق) ثابت ہو جائے تو وہ خواہ کوئی بھی ہو اسے اس کی سزا دو کیونکہ اللہ کی طرف سے اس کے لئے یہی خیر خواہی ہے۔

☆''اے ایمان والو
انصاف پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ
اللہ کے لئے سچ کہنے والے
خواہ وہ تمہاری اپنی ذات
یا تمہارے والدین
اور قرابت والوں کے خلاف ہو
اور کسی پر حق ثابت ہو جائے

تو وہ امیر ہو یا فقیر
اللہ اس کا خیر خواہ ہے
پس خواہش نفس کی پیروی نہ کرو
عدل کا دامن نہ چھوڑو
اور اگر تم توڑ مروڑ کر بات کرو گے
یا کوئی بات چھوڑ دو گے
تو یقیناً اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے'' (۱۳۵:۴)

عدل اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اس لئے انصاف پر قائم ہو جانا اللہ کے لئے گواہی دینا ہے اور اللہ کے وجود اور حاکیت کو تسلیم کر کے اس کے سامنے سر جھکانا ہے خواہ ایسا انصاف یا گواہی ہم اپنی ذات یا عزیزوں میں سے کسی کے مفاد کے خلاف ہی کیوں نہ سمجھ رہے ہوں اللہ پر ایمان کے مطابق کوئی بھی مسلمان جو بھی کوئی عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور ہر کسی کو اپنے اعمال کا روز قیامت حساب دینا ہے اس لئے جو کوئی حکمرانی اور عدل و انصاف کے منصب پر فائز ہے یا انصاف کے عمل میں کسی طرح حصہ لیتا ہے وہ جو کچھ بھی کرتا ہے کہتا ہے اور سوچتا ہے اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی نیت سے بھی واقف ہوتے ہیں اس کی خواہش بھی جانتے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی کسی لالچ کے سبب کسی امیر کو عدل و انصاف میں رعایت دیتا ہے یا کسی غریب کی بے بسی اور مجبوریوں کی وجہ سے اس سے ہمدردی کے جذبے کے تحت عدل و انصاف کی روح کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو وہ دونوں صورتوں میں غلطی کرتا ہے کیونکہ کوئی امیر ہو یا غریب اس کے اصل محافظ اور خیر خواہ تو خود اللہ تعالیٰ ہیں۔ کسی انصاف کرنے والے کو ہرگز حق حاصل نہیں کہ وہ ان میں سے کسی سے ہمدردی کے جذبہ کے تحت کسی دوسرے کے ساتھ ناانصافی کرے جو بھی کوئی ایسا کرے گا اسے اللہ کے ہاں اس کی سزا بھگتنا ہوگی اس حوالے سے اسلام میں عدل و انصاف کا تصور مغربی فلاسفروں اور ماہرین قانون کے تصور انصاف و عدل سے بہت مختلف اور بہت اعلیٰ اور ارفع ہے رومن لا اور مغربی مفکروں اور ماہرین قانون کے نظریات اور نظام عدل و انصاف کے اصولوں پر عمل کرنے سے اسلامی تعلیمات کے مطابق عدل اور انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوتے اس کے لئے لازم ہے کہ اسلامی ریاست کے اہل انصاف نہ صرف اللہ کی کتاب اللہ کے رسول ﷺ کی سنت اور ان دونوں کی روشنی میں اجتہاد کرنے کی بصیرت اور صلاحیت کے مالک ہوں بلکہ انصاف اور فیصلے کرتے وقت ان کے دل میں یہ یقین اور احساس ہونا بھی ضروری ہے کہ اپنے فیصلوں کے ذریعے وہ اللہ کی حاکیت کی گواہی دے رہے ہیں اگر کسی مسلمان حکمران، جج، قاضی، افسر، چیف ایگزیکٹو، چیئرمین یا کسی بھی اور فیصلہ کا اختیار رکھنے والے مسلمان کا کوئی فیصلہ اللہ کی حاکیت کی

گواہی نہ دے تو وہ اللہ کی حاکمیت اور صفت عدل سے انکار کے جرم عظیم کا ارتکاب کرتا ہے اسلام میں حکمرانی اور عدل و انصاف کا نظام دو الگ الگ شعبے یا نظام نہیں بلکہ ایک ہی ذمہ داری کے دو پہلو ہیں اور اگر کوئی حکمران اپنی کچھ ذمہ داریاں کسی دوسرے کو منتقل کرتا ہے تو اس منصب کے لئے اس کی اہلیت میں کسی کمی اور خامی کا ذمہ دار بھی وہی ہے اگر اس کی طرف سے منتقل کردہ ذمہ داریاں ادا کرنے والے کسی منصب دار، قاضی یا جج کا کوئی فیصلہ اللہ کی حاکمیت کی گواہی نہ دے تو بھی اس جرم میں اسے ذمہ داری سونپنے والا شامل ہوتا ہے۔

اسلامی ریاست میں ظلم اور زیادتی کا تدارک قاضیوں اور عدالتوں کی ہی ذمہ داری نہیں اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ کسی کے ساتھ زیادتی اور ظلم کرنے والوں کے خلاف پوری قوت سے لڑیں اور اس وقت تک لڑیں جب وہ ظلم اور زیادتی سے باز آ جائیں ایسی لڑائی سنہری پٹیوں والے چوگے اور نمائشی ٹوپیاں پہن کر محفوظ اونچے سٹیجوں پر سے انصاف کی بولی بولنے اور پیشہ ور وکیلوں کے با معاوضہ دلائل تولنے والے جج صاحبان نہیں لڑ سکتے خواہ وہ کتنے ہی بڑے ''چیف'' ہوں

☆''اور اگر مسلمانوں کے
دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں
تو ان میں صلح کرا دو
پھر اگر ان میں سے ایک
دوسرے کے ساتھ زیادتی کرے
تو زیادتی کرنے والے کے خلاف
مل کر جنگ کرو
یہاں تک کہ وہ
اللہ کے حکم کی طرف واپس آ جائے
پھر اگر وہ واپس آ جائے
تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو
اور اس میں انصاف کرو
بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو
دوست رکھتا ہے'' (۹:۴۹)

اللہ تعالیٰ نے انصاف نافذ کرنا اسلامی ریاست اور مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری قرار دیا ہے اور عدل و انصاف کے نفاذ کے لئے زیادتی اور ظلم کرنے والے کے خلاف اسی طرح جنگ کرنے کا حکم دیا ہے جس

طرح اس نے اپنے دین اور رسول ﷺ کے دشمنوں کے خلاف مل کر جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اس سے عدل و انصاف کی اہمیت اور اوراس کے نفاذ کے لئے مسلمان حکمرانوں کی ذمہ داری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے ظلم اور زیادتی کرنے والوں کے خلاف نہ صرف لڑنے کی اجازت دی ہے بلکہ ایسی لڑائی ریاست اور معاشرے کی ذمہ داری قرار دی ہے۔

دو مسلمان محیصہ اور عبداللہ بن سہل خیبر گئے وہاں عبداللہ کو کسی نے قتل کر دیا محیصہ نے یہودیوں سے کہا میرے ساتھی کو تم نے قتل کیا ہے یہودیوں نے کہا نہیں ہم نے عبداللہ کو قتل نہیں کیا محیصہ واپس آ گئے اور عبداللہ کے بھائی عبدالرحمٰن بن سہل اور اپنے بھائی حویصہ کو ساتھ لے کر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ساری تفصیل سن کر فرمایا ''یہودیوں کو دیت دینا ہوگی یا لڑائی کے لئے تیار رہنا ہوگا'' رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو اس بارے میں مکتوب ارسال فرمایا تو انہوں نے لکھا کہ ہم نے عبداللہ کو قتل نہیں کیا رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن حویصہ اور محیصہ سے فرمایا ''کیا تم قسم اٹھاتے ہو کہ عبداللہ کو یہودیوں نے ہی قتل کیا ہے؟'' انہوں نے قسم سے اٹھانے سے انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہودی تمہیں قسم دیدیں کہ وہ قاتل نہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہودی تو مسلمان نہیں وہ تو قسم دینے کو تیار ہو جائیں گے۔
اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست کے سربراہ کی حیثیت میں ریاست کی طرف سے مقتول کے وارثوں کو سو اونٹنیاں دیت دینے کا حکم دیا اور مقتول کے وارث سو اونٹنیاں لے کر واپس چلے گئے۔
کیا ریاست مدینہ کے سربراہ اللہ کے رسول ﷺ کے اس فیصلے ''حکم'' میں مسلمان سربراہان ریاست کے لئے کوئی رہنما اصول نہیں ہے؟

دعویٰ کے ثبوت کے لئے قسم اٹھانا لازم تھا اس کے بغیر یہودیوں کے خلاف قتل کا مقدمہ دائر نہیں ہو سکتا تھا مقتول کے وارثوں نے قسم اٹھانے سے انکار کر دیا تو ان کا دعویٰ خارج ہو گیا تھا لیکن ایک شخص قتل تو کیا گیا تھا اور خیبر میں قتل کیا گیا تھا مگر خیبر کے یہودی کہتے تھے کہ ہم نے قتل نہیں کیا اور ان کے خلاف بھی قتل ثابت نہیں کیا جا سکتا تھا تو پھر اللہ کے رسول ﷺ نے مقتول کے وارثوں کو ریاست کی طرف سے دیت کیوں ادا کی تھی؟ کیا اس لئے کہ فساد نہ پھیلے یا اس لئے کہ ریاست اپنے ایک شہری کی زندگی کی حفاظت نہیں کر سکی تھی؟ یا اس لئے کہ ریاست مدینہ کا ہر شہری ریاست کی پناہ میں ہوتا تھا اور چونکہ عبداللہ بن سہل ریاست مدینہ کی پناہ میں تھے اور ریاست اس کے قاتل کا تعین کر کے اس کے وارثوں کو دیت نہیں دلا سکتی تھی اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ریاست کی طرف سے دیت ادا کر دی تھی؟ سبب کوئی بھی ہو اللہ کے رسول ﷺ کا فیصلہ اسلامی ریاست اور اس کے ''اہل حکم'' کے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے سلسلے میں ایک روشن مثال ہے جس کی دنیا کے کسی بھی اور نظام عدل و انصاف اور حکمرانی میں کہیں کوئی مثل دستیاب نہیں۔

فلاحی ریاست

اسلام اس دنیا میں اور اس کے بعد کی زندگی میں انسانی فلاح کا دین ہے اور انسانی زندگی کے سارے پہلوؤں سے متعلق ہے ریاست مدینہ کی پالیسی کی بنیاد مسلمانوں کی اس دنیا میں اور اس کے بعد کی دنیا میں فلاح تھی دنیاوی زندگی میں انسانوں کی کچھ بنیادی ضروریات ہوتی ہیں اگر وہ بنیادی ضروریات احسن اور جائز طریقہ سے پوری نہ ہوسکیں تو معاشرے کی اجتماعی فلاح اور افراد کی انفرادی تربیت کے تقاضے پورے نہیں ہوتے اس دنیا میں انسانوں کی روزی روٹی اور زندگی گزارنے کی دیگر ضروریات مالیات کے شعبہ سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے اگر کوئی اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت پاک سے شہریوں کی ان ضروریات کے بارے میں رہنمائی حاصل کرنا چاہے تو وہ دیکھے گا کہ ریاست مدینہ کی اقتصادی اور مالیاتی پالیسیوں کا محور و مرکز مسلمانوں کی بنیادی ضروریات اور مسلم معاشرے کی اجتماعی فلاح و بہبود تھے عرب معاشرے میں خون بہا کی ادائیگی سب سے مشکل مالی ذمہ داری ہوتی تھی اللہ کے رسول ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد مدینہ میں جو دستور نافذ فرمایا تھا اور جس کے نفاذ سے اسلامی ریاست وجود میں آئی تھی اس دستور میں اہل ایمان کے لئے لازم قرار دے دیا گیا تھا کہ وہ ''اپنے میں سے کسی قرض دار یا زیر بار کو خون بہا یا فدیہ کی ادائیگی میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے بلکہ قاعدہ کے مطابق اس کے ذمہ خون بہا یا فدیہ کی رقم ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے'' (دفعہ بارہ الف) باہمی تعاون اور مدد کے لئے مکہ میں قائم کئے گئے بھائی بندی کے نظام کو مدینہ میں توسیع دینا اور انصار اور مہاجرین کے درمیان اخوت کا قیام ایک سماجی نوعیت کا اصلاحی اور معاشی اقدام تھا ریاستی پالیسی کے سلسلے میں اس دفعہ کو پہلا دستوری اقدام کہا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زکوٰۃ کی ادائیگی کو اسلام کا بنیادی رکن قرار دینا اسی سلسلہ کا پہلا دینی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دستور مدینہ کے نفاذ کے جلد ہی بعد زکوٰۃ کو فرض قرار دے کر اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کہاں خرچ کرنا ہے اس کا بھی خود ہی تعین فرما دیا تھا اور حکم دیا تھا۔

☆ ''اپنا مال جس سے وہ محبت کرتا ہے

رشتہ داروں، یتیموں، غریبوں، مسافروں، سائلوں کو دے
اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے''(۱۷۷:۲)

زکوٰۃ ریاست مدینہ کی آمدنی کا پہلا باقاعدہ ذریعہ تھی (نظام زکوٰۃ کب نافذ کیا گیا تھا اس بارے میں تفصیلی بحث الامین ﷺ کی جلد دوم میں دیکھی جا سکتی ہے) اس آمدنی کے مصرف کے جملہ شعبے فلاحی ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے ان میں جہاد پر خرچ کرنا اور ڈاکٹر حمید اللہ نے مساجد کی تعمیر پر خرچ کرنا بھی شامل کیا ہے اگر ان دونوں شعبوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو بھی زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی ساری آمدنی مسلمانوں اور مسلم معاشرے کی فلاح کے لئے ہی رہتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جس لڑائی کا حکم دیا ہے وہ بھی انسانی فلاح کے لئے ہی ہے اور دین کی تبلیغ اور مساجد کا قیام بھی اسی فلاح کے لئے ہیں۔

صدقہ فرض نہیں ایک رضا کارانہ عمل ہے لیکن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم اور خواہش کے تحت استعداد رکھنے والے اہل ایمان صدقہ بھی دیتے تھے اور یہ ریاست کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ تھا اس کے خرچ کے جملہ شعبے بھی خود اللہ نے متعین فرما دیئے تھے۔

☆''صدقات صرف فقراء کے لئے ہیں
اور مساکین کیلئے
اور ان کارکنوں کے لئے جو ان (صدقات) کا
انتظام کرتے ہیں
نیز ان لوگوں کے لئے ہیں
جن کے دلوں میں (اسلام کی) الفت پیدا کرنا
مقصود ہو
اور (انہیں آزاد کرانے کیلئے) ہیں
جن کی گردنیں بندھی ہوئی ہیں
اور قرضداروں کے لئے ہیں
اور اللہ کی راہ میں
اور مسافروں کیلئے''(۶۰:۹)

صدقات کا انتظام کرنے والے کارکنوں سے مراد وہ عمال ہیں جنہیں صدقات وصول کرنے پر لگایا جائے مگر انہیں صدقہ کی رقم سے جو کچھ دیا جاتا تھا وہ ان کا معاوضہ یا تنخواہ ہوتی تھی صدقات کی مد سے حاصل ہونے والی آمدنی کے خرچ کے باقی سب شعبے بھی مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی فلاح کے شعبے ہیں۔

ریاست مدینہ اللہ کے حکم کے تحت صدقات سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی عوامی فلاح و بہبود پر خرچ کر دیا کرتی تھی اور جو املاک کسی لڑائی کے بغیر ریاست کے قبضہ میں آ جاتی تھی جن میں زمینیں وغیرہ شامل ہوتی تھیں اللہ کے رسول ﷺ وہ بھی اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم فرمادیا کرتے تھے ایسی املاک کے بارے میں حکم ہے۔

☆ ''ان بستیوں میں
رہنے والوں کے اموال سے
اللہ نے اپنے رسول کو جو دلایا ہے
وہ اللہ اور رسول کے لئے ہے
اور قرابت داروں کے لئے ہے
اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے
تاکہ (مال) تم میں سے دولت مندوں ہی کے
درمیان نہ گھومتا پھرتا رہے
اور جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو
اور جس سے منع کر دے
اس سے باز رہو
اور اللہ کی ناراضگی سے بچو
بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے
(وہ مال) ضرورت مند مہاجروں کیلئے ہے
جنہیں ان کے گھروں اور جائیدادوں
سے نکالا گیا۔'' (۵۹:۷،۸)

ریاست کی حدود میں آباد غیر مسلموں کی زمینوں سے ریاست کو خراج کی جو آمدنی ہوتی تھی اس کے مصرف کے شعبے بھی متعین تھے رسول اللہ ﷺ اس میں سے سب سے پہلے ان مسلمانوں کی مدد فرمایا کرتے تھے جو پہلے غلام ہوا کرتے تھے اس سے جو کچھ بچ جاتا تھا اس سے دفاعی اور دیگر ریاستی ضروریات پوری کی جاتی تھیں جزیہ کی آمدنی بھی انہی شعبوں پر خرچ ہوتی تھی۔ ریاست کی آمدنی کا ایک ذریعہ ''خمس'' کہا جاسکتا ہے۔ جب کبھی مسلمانوں کو کسی لڑائی میں مال غنیمت ہاتھ آتا تھا تو اس کا پانچواں حصہ ''خمس'' بیت المال کے لئے وقف ہوتا تھا اس خمس کے خرچ کرنے کے شعبے اللہ تعالیٰ نے اس طرح متعین فرمائے ہیں۔

☆ ''پس جان لو کہ

تمہیں جو بھی چیز غنیمت میں ملے
اس کا پانچواں حصہ
اللہ کے لئے
اور اللہ کے رسول اور اس کے قرابتداروں کے لئے
اور یتیموں کے لئے
اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے'' (۴۱:۸)

خمس کے پانچویں حصے کا پانچواں حصہ جو اللہ کے رسول ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ اسے بھی تین حصوں میں بانٹ دیتے تھے اور ان تین حصوں میں سے آپ ﷺ
ایک حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے
ایک حصہ اپنے نائب کو عطاء کر دیتے تھے
اور ایک حصہ یتیموں' مسکینوں اور مسافروں میں بانٹ دیتے تھے

اس تقسیم در تقسیم کے ذریعے اللہ کے رسول ﷺ مال غنیمت میں سے بھی عملاً خود کچھ بھی نہیں لیتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا تھا '' تمہارے مال غنیمت میں سے میرے لئے صرف پانچواں حصہ ہے اور وہ بھی تم ہی لوگوں کو واپس کر دیا جاتا ہے۔''

یہ الگ موضوع ہے کہ مال غنیمت ہوتا کتنا تھا؟ نہ ہر روز لڑائیاں ہوتی تھیں اور نہ ہی ہر لڑائی میں مال غنیمت ہاتھ آتا تھا جن بڑے غزوات میں مسلمانوں کو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا وہ تھے غزوہ بدر' غزوہ مریسیع' غزوہ خیبر اور غزوہ حنین رسول اللہ ﷺ نے جن دیگر مہمات میں خود لشکر اسلام کی قیادت فرمائی تھی ان میں سے غزوہ سویق میں مال غنیمت ستوؤں کے چند درجن تھیلے تھے بنو قینقاع اپنے پیچھے صرف ہتھیار چھوڑ کر گئے تھے بنو نضیر تو اپنے مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے بھی اکھاڑ کر ساتھ لے گئے تھے بنو قریظہ کی املاک کو الگ کر دیا جائے تو اس غنیمت کے مال کی مالیت پچاس ساٹھ ہزار دینار رہ جاتی ہے غزوہ تبوک کے سفر میں اکیدر نے جو کچھ پیش کیا تھا وہ مال غنیمت نہیں بنتا وہ ریاست مدینہ کی سرپرستی حاصل کرنے کا نذرانہ تھا اسی طرح سرایا میں سے بھی صرف ایک تہائی میں مسلمانوں کو کچھ مال غنیمت ملا تھا جو اکثر صورتوں میں بہت ہی معمولی تھا۔ غزوات و سرایا کو مال غنیمت کے حصول کا ذریعہ قرار دینے والے اس پہلو پر غور نہیں کرتے کہ ان گشتی دستوں اور لشکروں کی تیاری ان کے ہتھیاروں اور سامان سفر پر بھی تو خرچ آتا تھا روایات میں چونکہ ان اخراجات کے بارے میں کچھ نہیں ملتا اس لئے ان دستوں، لشکروں اور لڑائیوں پر اٹھنے والے اخراجات کا تخمینہ نہیں کیا جا سکتا ورنہ معلوم ہوتا کہ ریاست مدینہ کو دفاعی تیاریوں گشتی دستوں اور مسلط کردہ جنگجوں پر کس قدر بھاری رقوم خرچ کرنا

پڑتی تھیں جنگ تبوک کے وقت اہل ایمان کے دفاعی فنڈ میں دیئے عطیات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان اسلامی ریاست کے دفاع کے لئے کس قدر مالی ایثار کیا کرتے تھے مگر یہاں ہمارا موضوع غزوات و سرایا پر اٹھنے والے اخراجات اور ان سے حاصل ہونے والا مال غنیمت نہیں مسلمانوں کے لئے مال غنیمت سے ریاست مدینہ کو خمس ادا کرنا ایک دینی فرض تھا اس لئے دیگر فرائض کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے فرامین میں اس فرض کی ادائیگی کو لازم قرار دینا دینی ضرورت تھی ایسا نہیں تھا کہ ہروقت ہر طرف سے بیت المال کے لئے مال غنیمت آتا رہتا تھا صوبوں کی طرف سے مال غنیمت کی آمد کے بارے میں روایات تو نا ہونے کے برابر ہیں اور ریاست مدینہ کو اس مد سے بہت ہی کم آمدنی ہوتی تھی۔ یہ چارٹ اس آمدنی اور خرچ کو ظاہر کرتا ہے۔

آمدنی کا ذریعہ	خرچ کے شعبے							
	یتیم	مسکین	غریب	مسافر	قرضدار	قرابتدار	اللہ کی راہ	دیگر
زکوٰۃ	یتیم	مسکین	غریب	مسافر	-	رشتہ دار	اللہ کی راہ	غلاموں کی رہائی
صدقات	-	مسکین	غریب	مسافر	قرضدار	-	اللہ کی راہ	(۱) صدقات وصول کرنے والے (۲) اسلام کی الفت پیدا کرنے کیلئے (۳) گردنیں آزاد کرانے کیلئے
مال فے	یتیم	مسکین	-	مسافر		قرابتدار	اللہ کی راہ	(۱) اللہ کا رسول ﷺ (۲) مہاجرین
خراج جزیہ	-	-	-	-	-	-	-	(۱) ریاست کی ضروریات (۲) دفاعی ضروریات (۳) ان کے لئے جو پہلے غلام ہوتے تھے
خمس	یتیم	مسکین	-	مسافر	-	رسول اللہ ﷺ کے قرابتدار	اللہ کی راہ	رسول اللہ ﷺ

روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خمس میں سے اپنا پانچواں حصہ بھی اللہ کی راہ میں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں میں بانٹ دیا کرتے تھے اور زکوٰۃ کے حقداروں میں قرضدار بھی شامل سمجھے جاتے ہیں۔

مسکین کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں سے مانگتا ہے کہ ایک لقمہ یا دو لقمے، ایک کھجور یا دو کھجوریں مل جائیں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے مستغنی کر دے اور نہ ہی وہ ایسا دکھائی دیتا ہو کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ ہی وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہو'' (بخاری/مسلم)۔

ریاست مدینہ کی آمدنی کے پانچ ذرائع میں سے چار سے حاصل ہونے والی ساری آمدنی یتیموں، غریبوں، مسکینوں، مسافروں، قرضداروں، حاجتمندوں، رشتہ داروں، غلاموں کی رہائی، غریب مسلمانون کی نجات، لوگوں کے دلوں میں اسلام کے الفت پیدا کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کردی جاتی تھی پانچویں ذریعہ خراج اور جزیہ سے حاصل ہونے والی آمدنی میں سے بھی رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے ان مسلمانوں کو دیا کرتے تھے جو غلام رہ چکے ہوتے تھے اور باقی سے ریاست کی دفاع کی اور دیگر ضروریات پوری کی جاتی تھیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مقصد بھی اللہ کے بندوں کی فلاح و بہبود پر ہی خرچ کرنا ہے زکوٰۃ کی آمدنی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی ''زکوٰۃ مالداروں سے لی جائے اور ان کے ناداروں میں تقسیم کر دی جائے'' (بخاری: کتاب المغازی) ''ان کے ناداروں میں تقسیم کردی جائے'' کا مطلب تھا کہ جس علاقہ، قبیلہ یا صوبہ سے زکوٰۃ اکٹھی کی جائے اسی علاقہ قبیلہ اور صوبہ کے غریبوں میں تقسیم کردی جائے۔ کندہ کی شاخ بنو تجیب کا وفد مدینہ آیا تو وہ اپنی قوم سے صدقہ اور زکوٰۃ اکٹھا کر کے بھی ساتھ لائے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''زکوٰۃ اور صدقہ کے اموال واپس لے جاؤ اور اپنے ہاں کے حاجتمندوں میں تقسیم کردو''

انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ یہ تو وہ اموال ہیں جو بچ گئے تھے اپنے علاقہ کے حاجتمندوں میں تو ہم پہلے ہی تقسیم کر آئے ہیں''

اس دور کے شاہوں، شہنشاہوں علاقائی راجوں اور قبائلی سرداروں کی اپنی رعایا اور ماتحتوں سے محصولات وصول کرنے کی پالیسیوں اور شعبوں کو دیکھا جائے تو ریاست مدینہ اپنے شہریوں سے اس دور کی سب سے کم محصولات وصول کرنے والی ریاست تھی اور اس کی پالیسی کی بنیاد کسی حکمران یا طبقہ کی فلاح و بہبود نہیں بلکہ اللہ کے بندوں کی فلاح و بہبود تھی۔ اس پالیسی کی روح محصول کم سے کم اور ان محاصل سے عوام کو زیادہ سے زیادہ فوائد پہنچانا تھی تاکہ اللہ کی زمین پر ایسا نظام قائم ہو جائے جس میں بندہ اللہ کے سوا کسی کا محتاج نہ رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا ''صدقہ کیا کرو تم پر ایسا وقت آئے گا کہ ایک شخص صدقہ دینے کے لئے نکلے گا اور اسے کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہیں ملے گ'' (بخاری/باب الانفاق)۔ اس پالیسی کی وجہ سے خلافت راشدہ کے دور میں وہ وقت آ گیا تھا کہ وسیع و عریض مملکت اسلامیہ میں کوئی صدقہ اور زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا نہ مسلمان اور نہ غیر مسلم اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا سرپرست اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہے'' (بخاری/باب الفرائض) اور ''جو شخص اپنے پیچھے کچھ چھوڑ جائے وہ اس کے پسماندگان کا

ہے لیکن جو کوئی کسی کو بے سہارا چھوڑ جائے تو میں اس کا کارساز اور مولیٰ ہوں'' (ابوداؤد/ کتاب الخراج) اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے کسی کا سرپرست ہونے اور اللہ کے رسول ﷺ کا کسی بے سہارا کا کارساز اور مولیٰ ہونے سے مراد ریاست مدینہ کا ایسے شخص کا سرپرست اور مولیٰ ہونا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے ذمہ قرض چھوڑ کر فوت ہو جاتا تھا اور اس کے پسماندگان میں اس کا قرض ادا کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا یا ان میں قرض ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی تھی تو اس کا قرض بھی ریاست مدینہ ادا کیا کرتی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ کے رسول ﷺ اہل ایمان کو کام اور محنت کرنے کی بھی ترغیب دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جو کوئی بھیک مانگتا ہے جب خدا کے حضور جائے گا تو اس کے چہرے پر گوشت کا نشان تک نہ ہوگا'' (بخاری/مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے اگر کوئی رسی لے اور جنگل سے اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لائے اور اسے فروخت کرے جس سے اللہ اس کی آبرو محفوظ رکھے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگے اور کوئی اسے دے اور کوئی نہ دے'' (بخاری) رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ اقامتی درسگاہ ''الصفہ'' میں قرآن اور احکام اسلام سیکھنے والے رسیاں اور کلہاڑیاں لے کر جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتے تھے اور بازار میں بیچ کر اپنا خرچ پورا کیا کرتے تھے ایک روز لوگ مدینہ کے بازار میں اپنے اپنے کاروبار میں مصروف تھے کہ اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ایک شخص نے راستہ مانگا تو حضرت ثعلبہؓ بن مالک نے کہا ''اللہ آپ پر رحم کرے یہ بازار آپ کے لئے تنگ ہے؟''

لکڑیاں اٹھائے شخص نے کہا ''اللہ کے بندے میں راستہ مدینہ کے گورنر کی پیٹھ پر لدے لکڑیوں کے گٹھے کیلئے مانگ رہا ہوں''

اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھائے بازار میں راستہ مانگنے والے مدینہ کے وہ گورنر حضرت ابو ہریرہؓ تھے جو معاویہ بن ابی سفیان سے پہلے مدینہ کے گورنر ہوتے تھے اور کہا کرتے تھے ''اس خدا کا شکر ہے جس نے دین اسلام کو زندگی کا ضابطہ بنایا ہے اور ابو ہریرہ کو مسلمانوں کا امیر بنا دیا ہے''

اس سے اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ اسلام میں کس قسم کے معاشرے کے قیام پر زور دیا گیا ہے جس میں گورنر مدینہ بھی جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ ایک روز کہیں جا رہے تھے کہ انہوں نے ایک بوڑھے بدحال یہودی کو دیکھا رک کر اس کا حال معلوم کیا اور فرمایا ''جب تم صحت مند تھے تو ہم تم سے جزیہ لیتے رہے اور اب ہم نے تمہاری کوئی دیکھ بھال ہی نہیں کی اور تمہیں لاوارث چھوڑ دیا عمر بن خطاب نے تمہارے ساتھ کتنی بے انصافی کی ہے'' رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ نے اسی وقت اس یہودی کا ماہانہ مقرر کر دیا اور ادائیگی کر کے آگے گئے تھے۔ اسلامی ریاست مسلم اور غیر مسلم کی تمیز کے بغیر اپنے شہریوں کی اجتماعی فلاح اور بہبود کی ذمہ دار ہے۔

رات کا وقت تھا رسول اللہ ﷺ کے دوسرے خلیفہ شہر میں گشت پر تھے دیکھا کہ ایک خاتون چولہے پر ہانڈی رکھے بیٹھی ہے اور اس کے بچے پاس بیٹھے رو رہے ہیں خلیفہ وقت نے پوچھا ''تمہارے بچے کیوں رو رہے ہیں'' تو اس نے جواب دیا ''بھوک سے رو رہے ہیں میرے پاس انہیں کھلانے کو کچھ نہیں چولہے میں آگ جلا کر خالی ہانڈی اوپر رکھی ہے کہ وہ بہل جائیں ہانڈی میں صرف پانی ہے کیا کروں؟ میرے اور عمر کے درمیان اللہ فیصلہ کرے گا۔''

خلیفہ وقت دوڑے بیت المال سے آٹے کی بوری اپنی پیٹھ پر اٹھائی اور اس عورت کی جھونپڑی میں لے گئے اس نے آٹا گوندھا عمر آگ جلاتے رہے روٹیاں پک گئیں بچے کھا کر سو گئے تو واپس آئے اور سارا راستہ ایک ہی فقرہ دوہراتے رہے ''بچے بھوک سے رو رو کر جاگ رہے تھے! اس کے بچے بھوک سے رو رو کر جاگ رہے تھے!''

خلیفہ وقت کو اپنے فرض کا علم تھا تو اس خاتون کو بھی اپنے حقوق کا علم تھا اور وہ خلیفہ وقت کے خلاف اپنا کیس اللہ کے حضور سنے جانے پر ایمان رکھتی تھی اور خلیفہ وقت کو اللہ کے فیصلہ کا خوف تھا اور اس خوف کی وجہ سے وہ اپنی پیٹھ پر آٹے کی بوری اٹھا کر لایا تھا اور روٹیاں تیار ہونے تک خود آگ جلاتا رہا تھا۔

ایک عورت نے راستہ روک کر کہا ''میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں میرا باپ حدیبیہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھا میرا خاوند فوت ہو گیا ہے اس نے نہ کوئی زمین چھوڑی ہے نہ مال مویشی میرے بچے بہت چھوٹے ہیں ڈرتی ہوں یہ کسمپرسی کی نذر نہ ہو جائیں'' حضرت عمرؓ نے حدیبیہ کے تعلق پر خوشی کا اظہار کیا۔ ایک اونٹ پر آٹے کی بوریاں لدوائیں کچھ کپڑے اور نقدی بھی ساتھ لی اور اونٹ کی نکیل اس خاتون کے ہاتھ میں دے کر کہا ''یہ لے جاؤ اس کے ختم ہونے تک تیرے پاس اور سامان پہنچ جائے گا'' (بخاری / باب غزوہ حدیبیہ) یہ تھا اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت مبارک سے روشنی حاصل کرنے والے اسلامی ریاست کے سربراہ کا عمل اور طرز حکمرانی اور ایسی ہوتی تھی اسلامی ریاست کی مالی فلاحی پالیسی۔

مرکز اور صوبوں کے اختیارات

رسول اللہ ﷺ نے حج البلاغ کے بعد یمن کا صوبہ متعدد انتظامی حلقوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ان کے الگ الگ عامل مقرر فرما دیئے تھے ان عاملوں میں حضرت شہر باذانؓ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری' حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص' حضرت عامرؓ بن شہر' حضرت طاہرؓ بن ابی ہالہ' حضرت یعلیٰؓ بن امیہ' حضرت عمروؓ بن حزم اور حضرت زیادؓ بن لبید شامل تھے قبائل میں سے سکا سک' سکون اور معاویہ بن کندہ پر آپ ﷺ نے حضرت عکاشہؓ بن ثور کو عامل مقرر فرمایا تھا حضرت معاذؓ بن جبل ان سب علاقوں کے گورنر اور معلم تھے وہ ان علاقوں کا دورہ کرتے تھے (طبری/ جلد دوم صفحہ ۴۴۱) اور فیصلوں اور معاملات کی نگرانی کرتے تھے اگر ضرورت ہو تو وہ ان کے علاقوں کے مقدمات بھی خود سنتے تھے یمن کے گورنر رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق لوگوں کو قرآن اور احکام اسلام کی تعلیم بھی دیتے تھے اور تعلیم کے انتظامات کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ ماتحت عامل جزیہ' خمس' صدقات اور زکوٰۃ وغیرہ کی رقوم جمع کر کے یمن کے صدر مقام جند میں حضرت معاذؓ بن جبل کو بھیج دیا کرتے تھے (سیرت الصحابہ ج ۵ ص ۱۴۷)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کو ہدایت فرمائی تھی ''نرمی سے کام لینا لوگوں پر سختی نہ کرنا انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرنا لوگوں کو ناراض نہ کرنا اور دونوں آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا'' (بخاری/ کتاب المغازی) رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو ہدایت فرمائی تھی ''ان لوگوں کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی طرف بلانا اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک دن میں پانچ وقت نماز پڑھنا فرض فرمایا ہے۔ اگر وہ مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے تم پر زکوٰۃ فرض فرمائی ہے جو ان کے امیروں سے لے کر غریبوں میں تقسیم کر دی جائے گی اگر وہ یہ مان لیں تو (زکوٰۃ) ان کے مال سے چھانٹ کر (سب سے اچھی چیز) نہ لینا اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہنا۔ کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی'' (بخاری کتاب المغازی) ایک روز صبح کی نماز میں حضرت معاذؓ نے

سورہ النساء کی آیت نمبر ایک سوپچیس پڑھی جس کا مطلب ہے "اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا" ان کی امامت میں نماز ادا کرنے والے یمنیوں میں سے ایک نے کہا "ابراہیم کی والدہ کی آنکھ تو خوب ٹھنڈی ہوئی ہوگی" حضرت معاذؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ اشعری اپنے اپنے علاقہ کے دورے پر رہتے تھے اور کبھی کبھی کسی جگہ ملاقات بھی ہو جاتی تھی ایک دورے کے دوران گورنر یمن حضرت معاذؓ بن جبل نے حضرت ابوموسیٰؓ اشعری سے پوچھا "اے عبداللہ تم قرآن کب پڑھتے ہو؟"

حضرت ابوموسیٰؓ اشعری نے جواب دیا۔ "کھڑا (نماز میں) بیٹھا اور سواری پر ہر وقت تھوڑا تھوڑا قرآن پڑھتا رہتا ہوں"

اس کے بعد حضرت ابوموسیٰؓ اشعری نے گورنر سے پوچھا "اے معاذؓ آپ قرآن کس وقت پڑھتے ہیں"

گورنر نے جواب دیا "میں رات کے پہلے حصے میں سوجاتا ہوں پھر اٹھ کر جتنا خدا کو منظور ہوتا ہے پڑھتا ہوں اور جاگنے کو بھی ثواب سمجھتا ہوں" (بخاری/کتاب المغازی)

ان روایات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ریاست مدینہ کی طرف سے مقرر کردہ یمن کے گورنر کی ذمہ داریاں کیا ہوتی تھیں وہ لوگوں کو نماز بھی پڑھاتے تھے اور اپنے ساتھی عاملوں سے بھی پوچھا کرتے تھے کہ وہ قرآن کب پڑھتے ہیں اور عامل ان سے بھی پوچھا کرتے تھے کہ آپ قرآن کب پڑھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن حزم کو نجران کا عامل مقرر فرماتے وقت جو طویل فرمان لکھوایا تھا اس میں ہدایت فرمائی تھی "لوگوں سے اللہ کا حق وصول کریں۔ انہیں قرآن اور اسلام کے احکام کی تعلیم دیں۔ برائیوں سے روکیں۔ بھلائی کی ترغیب دیں۔ ظلم اور سختی نہ کریں۔ اخلاق اور نرمی سے سمجھائیں۔ حج اور عمرہ کے فرائض اور سنتوں سے آگاہ کریں۔ وضو اور نماز کا طریقہ سمجھائیں۔ قبائلی تعصب کو سختی سے دبا کر لوگوں کو توحید کی بنیاد پر ایک جماعت بنائیں اور جو تعصب کو ہوا دیں ان سے جنگ کریں اور خمس، عشر اور زکوٰۃ وغیرہ وصول کریں۔"

بحرین کے حاکم منذرؓ بن ساویٰ کو رسول اللہ ﷺ نے مکتوب بھجوایا تھا "میں نے تمہارے پاس قدامہؓ اور ابوہریرہؓ کو بھیجا ہے تمہارے ملک کا جو جزیہ تمہارے پاس جمع ہو تم ان دونوں کے حوالے کردو" بحرین کے عامل حضرت علاءؓ بن حضرمی تھے آپ ﷺ نے حضرت قدامہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے ہاتھ ان کے لئے مکتوب ارسال فرمایا "میں نے منذر بن ساویٰ کے پاس ان لوگوں کو بھیجا ہے یہ ان کے پاس جمع جزیہ وصول کریں گے تم بھی ان سے اس کے متعلق عجلت کرو اور تمہارے پاس جو صدقہ اور عشر ہو وہ بھی اسی کے ساتھ بھیج دو۔"

رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ ہدایات آپ ﷺ کے فرمان اور مکتوبات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ریاست کی طرف سے مختلف علاقوں کی طرف بھیجے گورنر اور عامل

1. اپنے اپنے علاقہ میں لوگوں کو قرآن اور احکام اسلام کی تعلیم اور تربیت دینے کے ذمہ دار ہوتے تھے اس

بارے میں وہ اپنے عمل علم اور نمونہ سے لوگوں کی رہنمائی کیا کرتے تھے اور نگرانی کرتے تھے کہ ان کے علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس بارے میں ہدایات پر عمل میں کوتاہی تو نہیں ہو رہی۔ دور جاہلیت کے قبائلی اور علاقائی تعصبات کو مکمل طور پر ختم کر کے سب کو ایک اللہ کی جماعت میں شامل کرنا اور ایک ہی امت واحدہ ہونے کا یقین اور ایمان پیدا کرنا۔

2. اپنے اپنے علاقہ میں قرآن کے اصولوں کے مطابق نظام عدل قائم کرنا اس کے مطابق فیصلے کرنا اور کروانا۔

3. زکوٰۃ، صدقات، خمس، جزیہ، خراج وغیرہ کی رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کے مطابق وصولی اور علاقہ کے امیروں سے زکوٰۃ اور صدقات وصول کر کے اسی علاقہ کے غریبوں میں تقسیم کرنا اور جو کچھ بچ جائے اسے مدینہ بھجوانا۔

4. اپنے اپنے صوبہ یا علاقہ کے عام حالات اور امن وامان کی نگرانی اور دیکھنا کہ کوئی مقامی حکمران یا قبائلی سردار ریاست مدینہ کی پالیسیوں کی خلاف ورزی تو نہیں کر رہا۔

5. امن وامان کی بحالی میں مقامی حکمرانوں اور سرداروں کی مدد اور رہنمائی۔

6. زمانہ جاہلیت کے ظلم اور جبر ختم کرانا اور اسلامی تعلیمات کے مطابق مساوات اخوت پیدا کر کے اسلامی معاشرے کے قیام اور استحکام کے لئے حالات سازگار بنانا۔

رسول اللہ ﷺ نے باذان کے بعد ان کے بیٹے شہر باذان کو یمن کی حکومت پر برقرار رکھا تھا۔ بحرین کا حاکم منذر بن ساوی مسلمان ہو گیا تو وہ بھی اپنے علاقے پر اسی طرح حکومت کرتا رہا یمن اور حضر موت کے دیگر چھوٹے موٹے قبائلی حاکم بھی پہلے کی طرح ہی اپنے مناصب پر برقرار رہے قبائل کے پرانے نظم میں بھی ریاست مدینہ نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی ان میں سے اکثر کے سردار بھی وہی رہے تھے البتہ اگر کسی قبیلے کا سردار مسلمان نہیں ہوا تھا تو اس قبیلے کے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور صدقات وصول کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے کسی بااثر مسلمان کو اس قبیلے کے لئے عامل مقرر کر دیا تھا اور باقی نظم پہلے کی طرح ہی چلتا رہا تھا مگر وہ پہلے کی طرح بے لگام نہیں رہے تھے جیسے جیسے ریاست مدینہ کی حدود میں توسیع ہوتی گئی نظم ریاست بھی وسیع ہوتا گیا۔
جس طرح یمن میں حضرت معاذؓ بن جبل تمام انتظامی اکائیوں پر گورنر تھے اسی طرح شمال میں شرجیلؓ بن حسنہ مقامی حکمرانوں اور قبائل پر ریاست مدینہ کی طرف سے گورنر تھے وہ ایلہ میں مقیم ہوتے تھے اور ویسے ہی فرائض انجام دیتے تھے جیسے جنوب میں حضرت معاذؓ بن جبل انجام دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال سے پہلے ہی ریاست مدینہ کی حدود میں اس طرح کا مکمل نظام قائم ہو چکا تھا۔ بعض روایات کے مطابق ریاست مدینہ ستائیس صوبوں میں تقسیم کر دی گئی تھی لیکن یہاں ہمارا مقصد ان صوبوں اور ان کے والیوں یا عاملوں کا ذکر اور

تفصیل دینا نہیں ہم ان بنیادی اصولوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ نے ان صوبوں یا انتظامی اکائیوں اور مرکزی حکومت کے باہمی تعلقات کے استحکام کے لئے مرتب فرمائے تھے اور جن کے نتیجے میں جزیرہ نمائے عرب کے سب باسی امتِ واحدہ بن گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جاہلیت کے زمانے کی اچھی چیزوں پر اسلام میں عمل جاری رہے گا'' (مسند ابن حنبل) زندگی کے دیگر شعبوں کی مانند حکمرانی میں بھی اس اصول پر عمل کیا گیا تھا جزیرہ نمائے عرب میں سیاسی اور دینی وحدت کے قیام کے عمل میں سب پرانے رسوم ورواج اور انتظامی اکائیوں میں حکمرانی کے سب پرانے طریقوں کو بالکل ہی ختم نہیں کر دیا گیا تھا بلکہ اچھی چیزوں کو قبول کر کے بری چیزوں کو رد کرنے کا عمل آسان بنا دیا گیا تھا مہمان نوازی عربوں کی معاشرتی اور تہذیبی قدر بھی تھی اور زمینی ضرورت بھی وسیع وعریض صحراؤں اور ریگستانوں میں سفر کرنے والوں کو قیام وطعام کی ضرورت ہوتی تھی رسول اللہ ﷺ نے اسے ریاستی پالیسی کا اہم جزو بنا دیا باہر سے مدینہ جو بھی کوئی آتا تھا آپ ﷺ اس کی میزبانی پر خاص توجہ فرماتے تھے اور وفود کے قیام کے لئے مہمان خانہ قائم کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ کسی بھی وفد کو تحائف کے بغیر واپس نہیں بھیجتے تھے یہ مہمان نوازی کی روایت میں حسین اور دل موہ لینے والا اضافہ تھا ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے وصال کے وقت جو ہدایات فرمائی تھیں ان میں یہ ہدایت بھی تھی کہ وفود کی اسی طرح میزبانی کرتے رہنا جس طرح میں کیا کرتا تھا مہمان نوازی کی پرانی روایت میں اس اضافہ سے لوگوں کے دل نرم کرنے میں بہت مدد ملی اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ، صدقات، خمس اور مال فے کے خرچ کے جو شعبے مقرر فرمائے ہیں ان میں ''مسافر'' بھی شامل ہیں، اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس میں مسافروں پر خرچ کرنا دینی اور ریاستی فرض قرار دیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے لئے جو فرمان لکھوایا تھا اس میں یہ بھی درج کرایا تھا کہ ''اہل نجران میرے بیس یا اس سے کم نمائندوں کی بیس روز تک میزبانی کریں گے'' ہجر کے والی اسبخت بن عبداللہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں ہے ''تم نے مجھ سے جو کچھ مانگا اور اپنی جس پسندیدہ چیز کی درخواست کی اس کے بارے میں خوشخبری ہو'' اس عطاء کے بعد آپ ﷺ نے لکھوایا ''تم جس حالت میں ہو میں تمہیں اس سے بہتر کی وصیت کرتا ہوں یعنی نماز، زکوٰۃ اور مومنین کی مہمان نوازی'' اس طرح رسول اللہ ﷺ نے عربوں کی اس تہذیبی قدر کو مسلمانوں کی مذہبی قدر قرار دیدیا۔

صحراؤں اور ریگستانوں میں گھومنے پھرنے والے بدو آزادی پسند تھے چراگاہوں اور پانی کے چشموں پر قبضہ اور ان کی حفاظت کے لئے ان بدوؤں میں لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں رسول اللہ ﷺ نے چشموں کی ملکیت کا تحفظ ریاستی پالیسی میں شامل کر دیا مگر دوسروں کے مویشیوں کو اپنے چشموں سے پانی پینے کی اجازت دینا کار ثواب قرار دے کر برائی کو بھلائی میں بدل دیا سراقہ نے پوچھا ''یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے اونٹوں کے لئے حوض کا پانی محفوظ کیا ہوا ہے اگر کوئی بھاگا ہوا اونٹ اس سے پانی پی لے تو مجھے ثواب ملے گا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں ہر کلیجہ والے جانور کے پانی پینے کا تمہیں ثواب ملے گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ان بدوؤں کی آزادی کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس کا تحفظ ریاستی پالیسی کا حصہ بنادیا مگر ان کا قبائلی تعصب گناہ قرار دے کر ان کی آزادی اور صحرائی توانائیوں کو اللہ کے دین کی قوت بنادیا اور حجاز اور نجد کے وہی عرب جو شرک میں سب سے پختہ ہوتے تھے اللہ کے دین اور ریاست مدینہ کی توسیع میں سب سے بڑی قوت ثابت ہوئے جو شرک کے دفاع میں سب سے آگے ہوتے تھے وہی توحید کے لئے جہاد کرنے والوں میں بھی سب سے آگے آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حاتم طائی کے بیٹے عدی سے پوچھا تھا ''کیا تم اپنی قوم سے مال غنیمت میں سے چوتھا حصہ وصول نہیں کیا کرتے تھے؟''

عدی بن حاتم نے جواب دیا تھا ''ہاں میں اپنی قوم سے مال غنیمت میں سے چوتھا حصہ ہی لیا کرتا تھا''

اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا ''مگر جس مذہب کو تو مانتا ہے اس میں تو یہ جائز نہیں''

عدی نے جواب دیا تھا ''واللہ آپ ﷺ نے درست فرمایا''

عدی اور اس کے قبیلہ والے عیسائی ہوتے تھے ان کے مذہب میں مال غنیمت سے سردار کا حصہ اتنا نہیں تھا جتنا عدی وصول کیا کرتا تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے یہی یاد دلایا تھا کہ وہ تو اپنے مذہب کی مقرر کردہ حدود کی بھی خلاف ورزی کرتا رہا ہے اس پر عدی نے کہا تھا کہ عیسائی مذہب کے مطابق خمس وصول کرنے کی اس خلاف ورزی کا عربوں کو تو علم ہی نہیں تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب میں بھی مال غنیمت اور اس سے سردار یا حاکم کے لئے حصہ مقرر تھا رومی بھی لڑائی میں قبضہ میں لئے مال سے بادشاہ کا حصہ نکالا کرتے تھے عرب کے قبائلی سرداروں کو بھی ان کے قبیلہ کے لوگ لڑائی اور لوٹ مار کے مال سے حصہ دیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس روایت کو اسلامی تعلیمات کی روح کے مطابق تبدیل کر کے اسے دینی اصول بنادیا اور مال غنیمت سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ یعنی ریاست کا پانچواں حصہ مقرر کر کے اسے عوام پر خرچ کرنا فرض قرار دے دیا لڑائیاں تو ہوتا تھیں ہوتی رہنا تھیں ان میں فتح حاصل کرنے والوں کو مال بھی ملتے رہنا تھا اسلام نے اس مال کا خمس نکال کر باقی لڑنے والوں کے لئے حلال قرار دے دیا اور خمس کو کسی قبیلہ حاکم یا بادشاہ کی مرضی اور ضروریات سے نکال کر اللہ کے حکم کے ماتحت کر دیا اور پرانی روایت دینی روایت بن گئی اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے متعین کردہ اصول کے ماتحت کر دیا گیا۔

باہمی جھگڑوں چوری اور قتل و غارت کے فیصلے تو پہلے بھی کسی نہ کسی اصول کے تحت ہوتے ہی تھے قبائل میں ایسے جھگڑوں اور مقدمات کے فیصلے قبائلی سردار کیا کرتے تھے چھوٹے موٹے حکمرانوں کے ہاں ایسے مقدمات اور جھگڑوں کے فیصلے وہ حکمران کیا کرتے تھے سینکڑے قبائل اور یمن اور شمالی عرب کے درجنوں نیم خود مختار راجوں اور راجواڑوں کے اپنے اپنے الگ الگ قانون تھے قبیلہ کے سردار اور حاکم کے فیصلے کے خلاف کہیں

اپیل نہیں ہو سکتی تھی رسول اللہ ﷺ نے سب کے لئے اللہ کا ایک ہی قانون نافذ کر دیا اور نچلی سطح اور صوبائی گورنروں کے فیصلوں کے خلاف بھی اپیل کا نظام نافذ کر دیا فیصلے قبائلی اور نئی انتظامی اکائیوں میں ہی ہوتے تھے مگر اللہ کے قانون کے تحت ہونے لگے تھے اور ان فیصلوں کے خلاف صوبائی گورنر یا ریاست کی طرف سے مقرر کردہ علاقائی عامل اپیلیں سنتے تھے اور ان گورنروں اور عاملوں کے فیصلوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ خود اپیلوں کی سماعت کیا کرتے تھے اس سے سارے عرب میں عدل وانصاف کی یکسانیت اور وحدت پیدا ہوگئی۔

ریاست مدینہ کے سارے صوبوں اور انتظامی اکائیوں کے لئے تعلیمی پالیسی بھی ایک ہی تھی سب جگہ ایک ہی نصاب پڑھایا جاتا تھا کسی صوبے یا انتظامی اکائی کو اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی اجازت نہیں تھی۔

سارے صوبوں' انتظامی اکائیوں اور صحراؤں اور ریگستانوں میں گھومنے پھرنے والوں کے لئے محصولات یا ٹیکسوں کی جو پالیسی اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے احکام اور پرانی روایات کے مطابق متعین کر دی تھی کسی کو اس میں تبدیلی کا اختیار نہیں تھا نہ کوئی صوبہ یا انتظامی اکائی کوئی نیا ٹیکس لگا سکتی تھی اور نہ ہی ٹیکسوں میں سے کسی کو ختم کر سکتی تھی۔ ان محصولات کی وصولی صوبے انتظامی اکائیاں اور قبائل کے لئے متعین عامل کیا کرتے تھے جو اکثر ان ہی میں سے ہوتے تھے وہ اپنے اپنے قبیلہ علاقہ اور صوبہ کی ضروریات ریاست کے طے کردہ اصولوں کے مطابق پوری کرنے کے بعد جو کچھ بچ جاتا تھا صوبائی گورنر یا ریاست کے نمائندے کو بھجوا دیتے تھے جو آگے وہ اموال مدینہ بھجوا دیا کرتے تھے۔

ریاست کی سب انتظامی اکائیوں اور صوبوں کے لئے امن وامان کے ذمہ داری ان کے اپنے اوپر تھی ریاست مدینہ کی طرف سے مقرر کردہ گورنر اور عامل صرف نگرانی کیا کرتے تھے لیکن اگر کسی طرف سے کوئی خطرہ ہوتا تھا تو اس کے مقابلے کی ذمہ داری اکثر صورتوں میں ان گورنروں یا عاملوں کی ہوتی تھی اور مقامی لوگ اس میں ان کی مدد تعاون اور احکام کی تعمیل کے پابند ہوتے تھے قبیلہ عبدالقیس کے لئے فرمان میں ہے "علاءؓ بن الحضرمی اس مقام کے بحر و بر' قبائل' انہاد اور جو اس سے پیدا ہوا اس پر اللہ کے رسول ﷺ کے امین ہیں اہل بحرین ظلم کے موقعہ پر ان کے حامی ظالم کے معاملہ میں ان کے مددگار اور جنگوں میں ان کے معاون ہیں ان لوگوں پر اس کے متعلق اللہ کا عہد اور میثاق ہے نہ وہ کسی قول کو بدلیں اور نہ جدائی کا ارادہ کریں مسلمانوں کے لشکروں پر ان لوگوں کو مال غنیمت میں شریک کرنا' حکم میں عدل کرنا' جہاد کے لئے روانگی میں میانہ روی کا خیال رکھنا لازم ہے" حضرت موت کے رئیس وائل بن حجر کے لئے فرمان میں ہے "ان لوگوں پر مسلمانوں کے لشکروں کی مدد کرنا واجب ہے" اگر صوبائی گورنر مقامی مجاہدین کی قوت سے حالات درست نہ کر سکیں تو مدینہ سے امدادی دستے بھیجے جاتے تھے۔

باقی سب معاملات میں صوبے انتظامی اکائیاں اور قبائل آزاد ہوتے تھے کاروبار کھیتی باڑی تجارت، انتظام،

امن وامان، اندرونی حکمرانی ہر معاملے میں صوبے ہر طرح سے آزاد اور خود مختار ہوتے تھے۔
مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کے حوالے سے دیکھا جائے تو ریاست مدینہ کے مرکز کے پاس پانچ ہی شعبے ہوتے تھے (۱) تعلیم (۲) محصولات (۳) دفاع (۴) عدل وانصاف (۵) امور خارجہ
لیکن چونکہ ان سب انتظامی اکائیوں کے عمل کی بنیاد ایمانی روحانی اور اخلاقی قدروں پر تھی اور عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اور متعین کردہ اصولوں کے مطابق کیا جاتا تھا اس لئے مرکز اور صوبوں کے درمیان کسی قسم کا تصادم یا اختلاف پیدا ہونے کی کوئی صورت نہیں ہوتی تھی عدل و انصاف اور اخوت و مساوات کے ذریعے اسلام نے لوگوں کو قبائلی سرداروں علاقائی حاکموں اور رئیسوں کے ظلم و جبر سے نجات دلا کر ایک اللہ کی ماتحتی میں متحد کر دیا تھا عرب کے اس دور کے ماحول میں رسول اللہ ﷺ کے نافذ کئے نظم ریاست کا آج کے ترقی یافتہ ہونے کا دعویٰ رکھنے والی دنیا کے مختلف ممالک کے نظاموں سے مقابلہ کیا جائے تو اللہ کے رسول ﷺ کے مرتب کردہ اس نظم ریاست کی کہیں مثال نہیں ملے گی جس نے صدیوں پرانے درجنوں قسم کے اختلافات اور تعصبات کا خاتمہ کر کے سب کو ایک ہی ملت بنا دیا تھا اور سب کا مقصد حیات بھی ایک ہی ہو گیا تھا ریاست مدینہ کا نظام unity in diversity کا لاثانی نمونہ تھا۔

انسان اور نظمِ کائنات

انسان اللہ کی بنائی کائنات کا اہم جزو ہے جس طرح کائنات کے باقی سب اجزاء اس کائنات میں اللہ کی طرف سے مقرر کردہ اپنے لئے رول اللہ کے متعین کردہ اصولوں پر عمل کر کے ہی ادا کر سکتے ہیں اسی طرح اللہ نے انسان کے لئے اپنی کائنات میں جو کردار مقرر کیا ہے۔ انسان بھی وہ کردار اور رول اللہ کے بنائے انسان کے لئے متعین کردہ اصول وضوابط کی پابندی کے ذریعے ہی پورے کر سکتا ہے۔ انسان اور کائنات کی باقی مخلوقات اور موجودات میں بنیادی فرق یہ ہے کہ انسان کو اللہ نے باقیوں کی نسبت عقل وشعور کا زیادہ حصہ دیا ہے اور اسے فیصلہ کرنے کی آزادی عطا کی ہے اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تو انہوں نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ انسان زمین پر فساد برپا کر دے گا کیونکہ باقی سب مخلوقات اور موجودات کو فیصلہ کرنے کی آزادی حاصل نہیں وہ اپنے لئے معین کردہ اپنے خالق کے اصول و ضوابط کی خلاف ورزی کرنے کے قابل اور اہل ہی نہیں لہٰذا ان کی وجہ سے کائنات کے نظم میں کوئی خرابی یا فساد پیدا نہیں ہو سکتا فرشتوں نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ انسان کو جس قسم کی صلاحیتیں اور آزادی دی جا رہی ہے ان کے ذریعے وہ کائنات کے نظم میں خرابی پیدا کر دے گا تب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے پاس سے کچھ علم دیا تھا اور پھر اس علم کے ذریعے اس کی برتری اور ضرورت ثابت کر دی تھی اس سے ثابت ہو گیا تھا کہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات میں جو مخصوص کردار یا رول متعین کیا ہے انسان وہ رول اللہ کی طرف سے عطا کردہ علم پر عمل کر کے ہی ادا کر سکتا ہے اگر وہ اس علم یا کتاب پر عمل نہیں کرے گا تو بھٹک جائے گا اور کائنات کے نظم میں خرابی آ جائے گی انسان کو اس کے لئے مقرر کردہ راستے یا رول سے بھٹک جانے سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر بھیجتے رہے ہیں اور ان کے ذریعے اپنی کتابیں نازل فرماتے رہے ہیں تاکہ انسان کائنات کے نظام میں اپنے لئے متعین کردہ رول یا کردار ادا کر سکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں اللہ نے انسان کو اپنی زمین کے لئے بنایا تھا اور اس کے ذریعے اللہ کی حاکمیت زمین پر ہی قائم کرنا مقصود

تھی اس لئے اللہ کی حاکیت کے قیام کے لئے زمین اور انسان بنیادی ضرورت ہیں تیسری ضرورت اللہ کی کتاب ہے جس میں اس بارے میں رہنماء اصول ہیں اس لئے انسان کے لئے اس کتاب پر عمل کرنا لازم ہے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اپنی تخلیق کا بنیادی مقصد پورا نہیں کر سکے گا اور نظم کائنات میں خرابی آ جائے گی۔

بہترین اور پائیدار ضابطہ رہنمائی

اسلام آخری دین ہے اور قرآن اللہ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے یہ سب انسانوں کے لئے ہیں اور ہمیشہ کے لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے آخری دین یعنی دین کامل اور آخری کتاب جو کتاب کامل ہے اپنے آخری نبی ﷺ کے ذریعے بھیجے تھے اس لئے انسان کے لئے اللہ کی اس کتاب اور اس کے احکام پر عمل کرنا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

☆ ''اہل ایمان کے لئے
اللہ تعالیٰ سے اچھا
حکم (ضابطہ رہنمائی) دینے والا
کوئی نہیں'' (۵:۵۰)

☆ ''بلاشبہ یہ قرآن
رہنمائی کرتا ہے
قائم رہنے والی چیز کی طرف
اور اچھے عمل کرنے والے
مومنوں کو
خوشخبری دیتا ہے
کہ ان کے لئے
اجر عظیم ہے'' (۹:۱۷)

قرآن انسانوں کو جس نظام حیات کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس سے اچھا کوئی اور نظام نہیں اور وہ نظام پائیدار اور قائم رہنے والا ہے زمان و مکان کی تبدیلیاں اس کے بنیادی اصولوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ نظام انسان کی فطرت (خصلت) کے مطابق اس کے خالق نے خود بنایا ہے۔

اسلام اور اہل اختیار

انسان ایک وحدت یعنی نظام کائنات کا ایک جزو ہے اور اس نظام میں اس کے لئے جو کردار یا رول متعین کیا گیا ہے وہ بھی ایک وحدت یا کل ہے جسے ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اسلام نے انسانی زندگی کو ایک مقدس وحدت قرار دیا ہے جس میں سے کچھ تو وہ اللہ کر زمین پر گزارتا ہے اور باقی ابدی حصہ موت کے بعد بسر کرنا ہے اگر اللہ کی کائنات ایک وحدت ہے اور اللہ کی زمین کے لئے پیدا کردہ انسان کی زندگی بھی ایک وحدت ہے تو پھر ایک وحدت کے نظم میں اپنا رول ادا کرنے والی اس دوسری وحدت کی رہنمائی اور اس کے رول کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو اصول وضوابط متعین کئے ہیں وہ بھی ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کئے جا سکتے اور دین کو دنیا سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام کے نظریہ حیات وممات کے مطابق انسان کی دنیا اس کا دین ہے اور اس کا دین اس کی دنیا ہے۔ جب ہم اللہ کے رسول ﷺ کی قائم کردہ ریاست مدینہ کے نظم کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی ایک وحدت یا کل دکھائی دیتا ہے جس میں دین کو دنیا کے معاملات سے اور دنیاوی معاملات سے متعلق شعبوں اور ان کے نظم کو دین سے الگ نہیں کیا جا سکتا اس ریاست کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے حاکم اعلیٰ ہونے کے نظریہ پر تھی جس طرح اسلام ایک مکمل نظام یا Total package ہے اسی طرح اسلامی ریاست کا نظام بھی Total package ہے اور جب تک اس ٹوٹل پیکج پر عمل نہ کیا جائے اسلامی ریاست وجود میں نہیں آ سکتی اس لئے جب کوئی قوم اور ریاست اللہ تعالیٰ کو اپنا حاکم اعلیٰ مان لیتی ہے۔

تو اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کو ماننا اور سارا نظم حکمرانی قرآن وسنت کے مطابق چلانا ضروری ہو جاتا ہے۔

جو بھی کوئی ریاست اس بنیادی اصول پر عمل نہیں کرتی وہ نہ مسلم ریاست ہو سکتی ہے اور نہ ہی اسلامی ریاست ہوتی ہے کیونکہ مسلمان کے لئے اللہ کے احکام اور اس کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے اگر کسی ریاست کا حکمران مسلمان ہے اور اس کی آبادی کی اکثریت بھی مسلمان ہے تو اس کے لئے تو اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہ جاتا کہ وہ نظم ریاست قرآن وسنت کی بنیاد پر قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

☆ ''اور جو کوئی
اللہ کے احکام کے مطابق
حکم جاری نہیں کرتا
تو وہی کافر ہیں'' (۵:۴۴)

''اور جو کوئی اس کے مطابق حکم جاری نہیں کرتا
جو اللہ نے نازل کیا ہے
تو وہی ظالموں

میں سے ہیں" (۴۵،۴۴:۵)

☆"اور جو کوئی اس کے مطابق
حکم جاری نہیں کرتا
جو اللہ نے نازل کیا ہے
تو وہی ہے
فاسقوں (نافرمانوں) میں سے ہیں" (۴۷:۵)

عربی کے جس لفظ "حکم" کا انگریزی میں judge اور اردو میں "عدل" "انصاف" یا "فیصلہ" ترجمہ کیا جاتا ہے عربی میں حکومت کرنے اور حکمرانی کے لئے بھی یہی لفظ "حکم" استعمال کیا جاتا ہے قرآن کریم میں بھی لفظ "حکم" سیاق وسباق کے حوالے سے اکثر حکومت کرنے کے معنی میں ہی آیا ہے کیونکہ حکمرانی بھی تو فیصلہ کرنا اور جس کا حق ہو اسی کو دینا اور دلانا ہے قرآن کریم کی سورہ اڑتیں (ص) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اے داؤد ہم نے تمہیں دنیا میں خلیفہ بنایا ہے تو عوام کے درمیان عدل سے حکم جاری کر (فاحکم بین الناس بالحق)" حضرت داؤد کسی عدالت کے سربراہ نہیں تھے وہ زمین پر ان لوگوں پر اللہ کے خلیفہ تھے جو ان کی مملکت کی حدرد میں رہتے تھے اور اللہ نے انہیں بحثیت خلیفہ عوام پر عدل و انصاف کے مطابق حکومت کرنے کا حکم دیا تھا یعنی عدل وانصاف کی حکمرانی کا۔

☆"اے داؤد ہم نے تمہیں
زمین میں خلیفہ بنایا ہے
لوگوں میں
راستی کے ساتھ حکم جاری کر
اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر
کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے
گمراہ کر دے
بے شک جو کوئی
اللہ کی راہ سے گمراہ ہو جاتا ہے
اس کے لئے
شدید عذاب ہے
اس وجہ سے کہ اس نے

روز حساب کو بھلا دیا'' (۲۶:۳۸)

اللہ تعالیٰ نے شرط رکھ دی ہے کہ حکومت اور فیصلے جاری کرنے والے روز حساب کو یاد رکھیں اور خبردار کر دیا ہے کہ اگر ان کے احکام اور فیصلے قرآن وسنت کے احکام کے خلاف ہوں گے تو انہیں شدید عذاب دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق جو ریاست اور حکومت قائم کی تھی اس کا حکم جاری کرنے کا ضابطہ کیا تھا؟ قانون اور ریاست چلانے کا دستور کس نے بنایا تھا؟ اس قانون اور دستور کے مطابق امور ریاست کون چلاتا تھا؟ قانون سازی کا اختیار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس تھا اس قانون کے مطابق امور ریاست انجام دینے کی ذمہ داری اللہ کے رسول ﷺ کی تھی اور مقدمات اور تنازعات کا آخری فیصلہ کرنے کا اختیار بھی آپ ﷺ کے پاس تھا۔ آپ ﷺ کو اس منصب کے لئے عوام نے منتخب نہیں کیا تھا یہ ذمہ داری آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سونپی تھی آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے وحی آتی تھی اور آپ ﷺ اللہ کے احکام پر اپنی پیغمبرانہ فراست اور حکمت کے مطابق عمل کرتے تھے اس کے باوجود اللہ کا حکم تھا۔

☆ ''اور معاملات میں

ان سے مشورہ کیا کریں'' (۱۵۹:۳)

ظاہر یہ حکم ریاستی امور کے بارے میں مشورہ کا ہی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو اجازت دی تھی کہ اگر فیصلہ کرنے کے لئے انہیں کوئی چیز اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت میں نہ ملے تو اس بارے میں وہ اجتہاد کر سکتے ہیں مگر امور ریاست کے بارے میں مشورہ اور اجتہاد سے جو بھی فیصلہ کیا جائے یا ضابطہ اور قانون بنایا جائے وہ اسلامی ریاست اور مسلم امہ کے مفاد اور قرآن وسنت کے احکام کے منافی اور ان سے متصادم نہیں ہو سکتا اور مقدمات یا امور ریاست کے بارے میں جو بھی اجتہاد کیا جائے وہ بھی قرآن وسنت کی روح عدل وانصاف کے منافی نہیں کیا جا سکتا اگر متصادم ہوگا تو حکم دینے والوں اس پر عمل کرنے اور کرانے والوں اور فیصلے کرنے والوں اور مشورہ دینے والوں سب کو روز حساب جواب دینا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

☆ ''اے ایمان والو

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی

اور ان کی

جو تم میں سے صاحب اختیار ہوں

پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں

اختلاف پیدا ہو جائے
تو وہ معاملہ (فیصلہ کیلئے) اللہ اور اس کے رسول کے
پاس لے جاؤ
اگر تم اللہ
اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو
تو یہی بہتر اور احسن
تاویل ہے"(۴:۵۹)

اہل ایمان کو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کے ساتھ جن "اہل اختیار" کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کے لئے ایک ضروری شرط تو یہ ہوئی کہ وہ اہل ایمان میں سے ہوں اور اگر وہ اہل ایمان میں سے ہوں گے تو جس طرح اہل ایمان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا لازم ہے ان اہل اختیار کے لئے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت لازم ٹھہری۔ ان اہل اختیار سے مراد وہ اہل اختیار ہیں جو اہل ایمان کی ریاست چلانے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ اہل اختیار اللہ کے حکم کے مطابق اس ریاست کو نہیں چلاتے تو اللہ تعالیٰ نے خود ایسے لوگوں کو کافر (۵:۴۴)' ظالم (۵:۴۵) اور فاسق (۵:۴۷) قرار دیا ہے اور کسی کافر' ظالم اور فاسق کی اطاعت کا اسلام میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔
☆"اور ایک دوسرے سے تعاون کرو
نیکی میں اور تقویٰ میں
ایک دوسرے سے
گناہ اور ستم میں تعاون نہ کرو
اور اللہ سے ڈرو
بلاشبہ اللہ عذاب دینے میں سخت ہے" (۵:۲)

اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے "اہل حکومت کی بات غور سے سنو اور اطاعت کرو لیکن اگر وہ برائی کی بات کریں یا حکم دیں تو ان کی بات نہ سننا اور نہ اس پر عمل کرنا" (بخاری) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو خوشخبری دی تھی کہ "میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں" تو حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تھا کہ "اور میری اولاد سے؟"
تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا "میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچے گا" (۲:۱۲۴)

اس لئے اسلامی یا مسلم ریاست کے امور چلانے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو امور ریاست اللہ کے احکام اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق چلانے کی دینی' ذہنی اور جسمانی صلاحیت رکھتے ہوں اور نیکی تقویٰ اور پرہیز گاری کے معیار پر پورے اترتے ہوں اور قرآن وسنت کے مطابق حکم دیں اگر وہ اس کے خلاف حکم دیں تو اس کا ماننا فرمان رسول ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔

امور مملکت کے بارے میں اہل اختیار اور عوام کے درمیان پالیسی پر اختلاف پیدا ہو سکتا ہے اور کسی قومی مسئلے پر اختلاف کا ہمیشہ امکان رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے اختلاف کی صورت میں اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے لئے فیصلے کا احسن اور بہترین طریقہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا قرار دیا ہے یعنی اختلافی معاملات بھی قرآن وسنت کی روشنی میں طے کرنا لازم ہے اور ایسے اہم معاملات میں فریقین کے دلائل سن کر قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کرنے کے ذمہ دار اہل اختیار کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات اور احکام سے اچھی طرح واقف ہوں اس حوالے سے ایک بنیادی نوعیت کا سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف رومن لاء اور برطانوی قانون کے ماہرین میں ایسی علمی اور پیشہ ورانہ صلاحیت ہوتی ہے یا ہو سکتی ہے؟ جو مقدمات کے فیصلے دینے والے دور غلامی کے لباس' روایات اور عدالتی آداب تک کو اپنے عمل اور عدل وانصاف کا لازمی حصہ سمجھتے ہوں کیا ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اسلامی ریاست یا مسلم مملکت کے نظام اور پالیسی کے بارے میں تنازعہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق فیصلہ دیں گے یا دے سکتے ہیں؟ اور کیا کسی اسلامی یا مسلم ریاست میں غیر مسلموں کی غلامی کے دور کے نظام عدل و انصاف کے وجود کا کوئی جواز ہے؟

دوہری جواب دہی

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حکمرانی کا اختیار اعلیٰ کسی بندے کو نہیں دیا حاکم اعلیٰ خود اللہ تعالیٰ ہیں اس وجہ سے کسی بھی اسلامی یا مسلم ریاست میں جس کسی کے پاس اختیار ہو وہ اللہ کے اختیار اعلیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اس کے احکام کے مطابق حکومت کرنے کا پابند ہے امور مملکت کے معاملے میں وہ اللہ کے سامنے بھی جوابدہ ہے اور ریاست کے اہل ایمان اور عوام کے سامنے بھی جوابدہ ہے اس حوالے سے اسلام کا نظام حکمرانی دنیا میں مروجہ سب نظاموں سے الگ اور اعلیٰ ہے کیونکہ اس میں دوہری جوابدہی ہے اس میں اہل اختیار کے پاس حکومت بنانے اور چلانے کا اختیار اللہ کی طرف سے بھی امانت ہے اور ریاست کے اہل ایمان کی طرف سے بھی امانت ہے اللہ کا حکم ہے۔

☆ ''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے

کہ امانتیں
ان کے اہل کے حوالے کرو
اور جب حکم جاری کرو
تو لوگوں کے لئے
انصاف سے حکم جاری کرو
بے شک اللہ تمہیں بہت اعلیٰ چیز (قرآن)
کے ساتھ نصیحت کرتا ہے
بلاشبہ اللہ سنتا
اور دیکھتا ہے" (۵۸:۴)

اہل اختیار کا انتخاب کرنے والوں کے پاس جو انتخاب کا یا ووٹ کا حق ہے وہ بھی ان کے پاس اللہ کی طرف سے امانت ہے اگر وہ اس حق یا ووٹ کے ذریعے ایسے لوگوں کا انتخاب کرتے ہیں جو حکومت یا اختیار میں آ جانے کے بعد انصاف کے اصولوں اور قرآن و سنت کے احکام کے مطابق حکومت اور فیصلے نہیں کرتے تو اس کی ذمہ داری ان منتخب کرنے والوں پر بھی ہے اور وہ بھی اللہ کی امانت میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس کا انہیں روز حساب جواب دینا پڑے گا ایسے اہل اختیار اور اہل حکومت کے گناہوں اور اللہ سے بغاوت کے جرم میں انہیں منتخب کرنے والے بھی برابر شریک ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ دیکھتا ہے کہ لوگ امانتیں کس کے حوالے کرتے اور جن کے حوالے امانتیں کی جاتی ہیں وہ حکومت قرآن و سنت کے مطابق چلاتے ہیں یا نہیں اور قرآن "سب سے اعلیٰ" رہنماء کتاب ہے۔

اپنی حکمرانی چاہنے والی جماعت

اللہ کا دین ایک وحدت ہے اس دین کی تعلیمات اور اصولوں کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے جو نظام حکومت بنایا اور چلایا تھا وہ بھی ایک وحدت تھا' ایک اللہ' ایک قرآن' ایک رسول ﷺ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کی ایک ہی جماعت اور اس جماعت کی دینی اور دنیاوی فلاح کے لئے ایک ہی نظام۔ ریاست مدینہ کے طول و عرض میں ایک اللہ ایک قرآن اور ایک رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے سب ایک ہی جماعت تھے دوسری جماعت عبداللہ بن ابی بن سلول کی تھی ان لوگوں کی جماعت جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کا بھی دعویٰ کرتے تھے مسلمانوں کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتے تھے لیکن ان کا جماعتی منشور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والی جماعت کے منشور سے الگ تھا اس دوسری جماعت والوں

کے منشور کی بنیاد اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کی بجائے ان کی اپنی حاکمیت قائم کرنا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو منافقوں کی جماعت قرار دیا ہے یعنی وہ جماعت جس کا دعویٰ تو اسلام اور ایمان کا تھا مگر منشور ذاتی اقتدار اور حاکمیت ہوتا تھا تو پھر کسی مسلم یا اسلامی ریاست میں کسی ایسی جماعت کی گنجائش ہو سکتی ہے جو اللہ کی حاکمیت کی بجائے اپنی حاکمیت چاہتی ہو؟

ریاست مدینہ کا حاکم اعلیٰ ایک ہی تھا

ناظم اعلیٰ ایک ہی تھا

دستور ایک ہی تھا

حکمران جماعت ایک ہی تھی

اور اس کا منشور بھی ایک ہی تھا

مگر عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کی جماعت کا منشور الگ تھا اور وہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کی بجائے اپنی حاکمیت چاہتے تھے مگر اللہ کے رسول ﷺ ریاست کے معاملات میں مشورہ سب سے کیا کرتے تھے۔ جنگ احد کے وقت آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کا مشورہ اور رائے بھی سنے تھے مگر فیصلہ اس جماعت کے ارکان کی رائے کے مطابق کیا تھا جو اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت چاہتے تھے اور اس کے لئے جانیں قربان کرنے کے لئے بیتاب تھے۔ اللہ کا حکم ہے۔

☆ ''اور جب کسی کام کے کرنے کا

عزم کرلو (مشورہ کے بعد)

تو اللہ پر بھروسہ کرو

یقیناً اللہ بھروسہ (توکل) کرنیوالوں کو

محبوب رکھتا ہے'' (۱۵۹:۳)

عذاب حاضر کے اسباب

اللہ کی جماعت نے اللہ کی قوت پر بھروسہ کیا تھا احد کی آزمائش میں بھی اور اس وقت بھی جب اللہ کے رسول ﷺ کے الفاظ میں ''سارا عرب ان کیخلاف ہر طرف سے چڑھ آیا تھا'' اللہ کی جماعت نے اللہ پر بھروسہ کیا اور احزاب کے پاؤں اکھڑ گئے اور پھر اس کے بعد کہیں بھی اہل شرک کے پاؤں جم نہیں سکے تھے اللہ تعالیٰ نے اہل توحید کو خبردار کر دیا تھا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننے کی بجائے آپس کے اختلافات میں پڑ گئے اور اللہ کی طرف سے واضح ہدایت آ جانے کے بعد بھی فرقوں میں بٹ گئے تو تم نہ صرف

بزدل ہو جاؤ گے بلکہ تمہاری اجتماعی قوت بھی کام نہیں آئے گی۔ اللہ کا حکم تھا متحد رہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ''ہم نے سنا اور تسلیم کر لیا'' (۵۱:۲۴) والے بن جاؤ تو فلاح پاؤ گے اہل توحید نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اور اللہ نے فلاح عطاء کر دی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے فلاح اور نجات کی راہ متعین کر کے اس کے اصول مقرر کر دیئے ہیں۔

☆ ''ان لوگوں کی مانند نہ ہو جاؤ
جو فرقوں میں
بٹ گئے
اور آپس میں جھگڑنے لگے
اس کے باوجود کہ ان کے پاس
واضح احکام پہنچ گئے تھے
ایسے لوگوں کے لئے
شدید عذاب ہے'' (۳:۱۵)

☆ ''اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی
اور آپس میں نزاع نہ کرو
اس سے تم حوصلہ چھوڑ دو گے
اور تمہاری قوت جاتی رہے گی
اور صبر کرو
یقیناً اللہ
صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' (۸:۴۶)

جنہوں نے اللہ کے حکم کی پیروی کی تھی انہیں اللہ نے فلاح عطا کر دی تھی اور جو اللہ کی طرف سے واضح احکام آ جانے کے بعد بھی فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کی بجائے آپس میں نزاع کرتے رہے ان کی قوت جاتی رہی اور وہ حوصلہ چھوڑ گئے اللہ نے تو بتا دیا تھا کہ ایسے لوگوں کے لئے شدید عذاب ہے اور عذاب وہی نہیں جو روز حساب ملے گا اللہ کا عذاب تو اس دنیا میں بھی شدید ہو سکتا ہے اگر فلاح اس دنیا میں عطاء ہوئی تھی تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت چھوڑ کر آپس میں جھگڑنے والوں کو عذاب اس دنیا میں کیوں نہیں دیا سکتا تھا؟

اطاعت اور اتحاد کا یہ حکم اہل ایمان کے لئے بھی ہے اور اہل اختیار کے لئے بھی

اوراس حکم کی خلاف ورزی پر عذاب بھی ان کے لئے مشترکہ ہے

جب اللہ تعالیٰ نے خبردار کر دیا تھا کہ اللہ کے دین کے دشمن اللہ کے دین کو ماننے والوں کے دوست نہیں ہو سکتے تو اس عذاب کے لئے ایسے دشمنوں سے گلہ اوران سے شکوہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ دشمن تو دشمن ہے کل بھی تھا آج بھی ہے اور آگے بھی رہے گا۔

سوال یہ ہے کہ کیا اہل ایمان نے خود اپنے سے دوستی کی ہے؟ اور کرر ہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

☆''پس تمہیں اشیاء میں سے جو کچھ دیا گیا ہے

وہ اس دنیا کی زندگی

کا سامان ہے

اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے

وہ بہتر اور بہت پائیدار ہے

اور وہ ان کے لئے ہے

جو ایمان لائے ہیں

اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں

اور ان کیلئے ہے جو کبیرہ گناہوں

اور بے حیائی سے بچتے ہیں

اور جب غصہ آئے

تو معاف کر دیتے ہیں

اور جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں

نماز قائم کرتے ہیں

اور اپنے معاملات میں

باہمی مشورہ کرتے ہیں

اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے

اس میں سے

خرچ کرتے ہیں

اور وہ

جوزیادتی کا

مل کر بدلہ لیتے ہیں‘‘ (۳۹تا۳۶:۴۲)

زیادتی کا یہ بدلہ اجتماعی معاملات میں زیادتی کا بدلہ ہے

اہل ایمان کے درمیان باہمی تنازعوں اور جھگڑوں کی وجہ کیا تھی اور کیا ہے؟ وہ اس عذاب شدید کے بعد بھی ان باہمی جھگڑوں کو فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف کیوں نہیں لے جاتے؟ کیا انہوں نے انہیں اس دنیا کا جو سامان دیا گیا ہے اسی کو تو مقصد حیات نہیں بنالیا؟ کیا ان کا اللہ کے پاس جو کچھ اس سے بہتر اور پائیدار ہے اس پر سے ایمان تو نہیں اٹھ گیا؟ اگر ان کا اللہ پر بھی ایمان ہے اس کے رسول ﷺ کی رسالت پر بھی ایمان ہے روز قیامت پر بھی ایمان ہے تو پھر وہ اپنے رب کا حکم کیوں نہیں مانتے؟ اور زیادتی کا بدلہ لینے کے لئے اکٹھے کیوں نہیں ہو جاتے؟

عبداللہ بن ابی بن سلول غزوہ احد کے وقت اللہ کے رسول ﷺ سے الگ ہو گیا تھا اور اپنے ساتھیوں سمیت واپس لوٹ گیا تھا غزوہ بنوقینقاع کے وقت اس نے اللہ کے رسول ﷺ سے درخواست کی تھی ''میرے دوستوں کو معاف کر دیں'' اس نے بنونضیر کو پیغام بھیجا تھا ''اپنے گھر اور اموال چھوڑ کر مت جاؤ میں اور میرے دو ہزار آدمی تمہارے ساتھ ہیں'' حدیبیہ کے سفر میں وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھا مگر قریش سے لڑائی کی بیعت کے وقت مرض اور درد کا بہانہ کر کے چھپ رہا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے خیبر کے لئے تیاری کا حکم دیا تو عبداللہ بن ابن ابی سلول نے یہودیوں کی طرف ایلچی دوڑا دیا۔ ''محمد ﷺ آ رہا ہے مگر تم اس سے ڈر نہ جانا تم تو اس کے مقابلے میں بہت طاقتور ہو۔'' اس کی درخواست پر اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے کفن کے لئے اپنی وہ قمیص عطا کر دی تھی جسے آپ ﷺ پہنتے رہے تھے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کو اللہ کے رسول ﷺ کی اس قمیض کا کفن پہنایا گیا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی اور آپ ﷺ اس کے دفن ہو جانے تک اس کی قبر کے پاس کھڑے رہے تھے جس کے بعد اللہ نے حکم بھیج دیا تھا کہ کسی فاسق کی نہ نماز جنازہ پڑھانا اور نہ اس کی قبر کے پاس کھڑے ہونا (۸۴:۹) عبداللہ بن ابی کے دفن کے وقت اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا ''اللہ نے مجھے استغفار کا اختیار دیا ہے اگر معلوم ہو جائے کہ میرے ستر مرتبہ استغفار سے اس کی بخشش ہو جائے گی تو میں اس کے لئے ستر مرتبہ استغفار کروں گا۔''

مگر اللہ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کے گناہ نہیں بخشے تھے حالانکہ اس کا جسم اللہ کے رسول ﷺ کے جسم اطہر کو چھونے والی قمیص میں لپٹا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی اور اس کی بخشش کے لئے دعا بھی کی تھی بلکہ ستر مرتبہ استغفار کرنے کو تیار تھے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اسے فاسق قرار دیا تھا اور آپ ﷺ کو ایسے فاسقوں کی نماز جنازہ پڑھانے سے روک دیا تھا۔ اللہ کی زمین پر اللہ کی طرف سے دی خلافت اور

حکمرانی اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر کرم کرتے ہیں تو اسے آزادی اور حکمرانی کی نعمت سے سرفراز فرما دیتے ہیں۔

☆ ''ہم نے چاہا کہ
جولوگ اس زمین میں زبوں حال تھے
ان پر اپنی نعمت فراواں کر دیں
اور انہیں امام بنائیں
اور انہیں وارث بنا دیں
اور انہیں زمین میں تمکنت دیں
اور مضبوط کر دیں'' (۲۸:۵،۶)

حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ نے تم میں سے جو پیغمبر پیدا کئے تھے اور تمہیں جو بادشاہ بنایا تھا وہ تم پر اللہ کی نعمت تھی (۵:۲۰) اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد سے فرمایا تھا کہ ''ہم نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے تو انصاف کر اور اپنی من مرضی نہ کر اگر تو ایسا کرے گا تو گمراہ ہو جائے گا اور جو کوئی گمراہ ہو جاتا ہے اس کے لئے شدید عذاب ہے کیونکہ وہ روز حساب کو بھول جاتا ہے'' (۲۶:۲۸) آزادی اور حکمرانی اللہ کی طرف سے نعمت ہے جس قوم کو اللہ تعالیٰ اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں اس کے حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ اسے اللہ کے حکم کے مطابق چلائیں اللہ تعالیٰ جب آزادی اور حکمرانی کسی قوم کو عطا کرتے ہیں تو اپنے بعض بندوں کو بعض صورتوں میں ان کی رہنمائی کے لئے دین و دنیا کے امور میں ان کے امام مقرر فرما دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل توحید کو آزادی اور حکمرانی عطاء کی تو اپنے آخری نبی ﷺ کو ان کا امام مقرر فرما دیا اہل توحید کو اس زمین میں مضبوط کر دیا اور انہیں تمکنت عطاء کر دی اللہ کی طرف سے دیا حق حکمرانی کسی گروہ یا کسی خاندان کی وراثت نہیں ہوتا یہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے افراد کو اپنی دنیاوی زندگی پوری کر کے اللہ کے پاس جانا ہوتا ہے اور قومیں باقی رہنے والی ہوتی ہیں مگر ان کے امور اور ان کے ملک کا نظام چلانے کے لئے کسی فرد یا گروہ کی ضرورت ہوتی ہے مگر اللہ کی طرف سے مقرر کردہ امام کے بعد نظم چلانے والا فرد یا گروہ کیسا ہونا چاہئے؟ اس کے لئے ایک بنیادی شرط تو وہی ہے کہ اہل اختیار اہل ایمان میں سے ہوں (۴:۵۹) دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نظام حکومت اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق یعنی کتاب و سنت کے مطابق چلانے کی صلاحیتیں رکھتے ہوں تیسری شرط یہ ہے کہ وہ امانت دار ہوں اور خواہش نفس پر چلنے والے نہ ہوں (۴:۵۸) اگر ان لازمی شرائط (Requirements) کو سامنے رکھا جائے تو کیونکہ کسی خاص خاندان یا نسل کے سب افراد میں ان سب شرائط اور خصوصیات کا موجود ہونا مشکل ہوتا ہے اس لئے اسلام میں حکمرانی کسی

خاندان یا قبیلے کی وراثت نہیں ہوسکتی کہ باپ کے بعد بیٹے کو منتقل ہو جائے مسلمانوں کے زوال کے اسباب میں سے ایک سبب اس بنیادی اصول سے انحراف ہے بنوامیہ اور بنو عباس کے دور میں نام نہاد خلافت خاندانی وراثت بن گئی تھی اور اس کے حصول اور اس پر قابض رہنے کے لئے وہ سب بے اصولیاں اور بے انصافیاں کی جاتی تھیں جو املاک اور جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کے لئے کی جاتی ہیں ان قبضہ گروپوں نے نہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اور اصولوں کی کھلی خلاف ورزیاں کی تھیں بلکہ دور جاہلیت کے قبائلی اصول حکمرانی تک کی بھی پابندی نہیں کی تھی وہ اکثر جبری خلیفہ ہوتے تھے اور درباری علماء ان کے قبضہ جابرانہ کو اسلام کے مطابق ثابت کرنے کے لئے قرآن وسنت سے غلط تاویلیں لایا کرتے تھے اسلام میں حکمرانی نہ وراثت ہے اور نہ ہی پیشہ ہے یہ اللہ اور اس کے بندوں کی طرف سے سونپی گئی امانت ہے مال و دولت بنانے کا ذریعہ نہیں بلکہ اللہ کے دین اور بندوں کی خدمت کی بہت مشکل اور عظیم ذمہ داری ہے۔

ریاست مدینہ کا نظام دور حاضر کی اصطلاح میں نہ صدارتی تھا نہ پارلیمانی تھا اور نہ ہی ان معنوں میں جمہوری ہوتا تھا جن معنوں میں آجکل کی جمہوریت کا پرچار کیا جاتا ہے اسلام میں نہ حکمرانی پیشہ ہے نہ دینی خدمات انجام دینا پیشہ ہے اور نہ ہی ریاست کا دفاع کرنا کوئی منفعت بخش پیشہ ہے یہ سب دینی فرائض ہیں جنہیں آج قبضہ گروپوں نے دنیاوی فوائد کے حصول کا ذریعہ بنالیا ہے عباسیوں کے زوال کے اسباب میں پیشہ ور فوجیوں کے قبضہ گروپ نے بھی اہم رول ادا کیا تھا ریاست مدینہ میں دفاع پیشہ نہیں فرض تھا اور جب بھی ضرورت ہوتی تھی سب اہل ایمان اس دینی فرض کی ادائیگی کے لئے حاضر ہو جایا کرتے تھے اسلام اہل توحید کا دین تھا ایسا پیشہ نہیں تھا جس سے کوئی جماعت یا گروہ روزی کماتا ہو ریاست مدینہ میں کوئی دینی کاروبار کرنے والا گروہ کہیں دکھائی نہیں دیتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کا جو نظام (Form) دیا تھا آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت عثمانؓ غنی کی خلافت کے ادوار میں حیران کن کامیابی سے کام کرتا رہا تھا اس کے بعد بشری کمزوریوں اور ''خواہش نفس کی پیروی'' کے سبب جو خرابیاں تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں نظر آتی ہیں وہ نظام کی خرابیاں نہیں تھیں بلکہ افراد کی کوتاہی اور ان کے روح اسلام سے انحراف کی وجہ سے تھیں۔ رسول ﷺ نے ریاست مدینہ کا جو نظام تشکیل دیا تھا وہ دور حاضر کے ریاستی نظام کی اصطلاح میں نہ تو صدارتی نظام تھا اور نہ ہی اسے پارلیمانی نظام کہا جاسکتا ہے۔ اس میں صوبوں یا انتظامی اکائیوں کو مکمل خود مختاری حاصل تھی لیکن انہیں مرکز کے منشور اور ریاست کے دستور سے انحراف کی کسی قسم کی آزادی نہیں ہوتی تھی صوبائی آزادی بھی ریاست کے استحکام کے لئے ہی استعمال ہوتی تھی کیونکہ ریاست کی بنیاد اللہ کی حاکمیت پر تھی اس لئے حاکمیت کا کوئی تنازعہ نہیں ہوتا تھا صوبائی حاکموں کی بھی وہی اہم ذمہ داریاں تھیں جو

مرکزی حکومت کی تھیں جن میں اولین ذمہ داری اللہ کے بندوں کی دینی اور دنیاوی فلاح کا اہتمام کرنا تھی۔
مرکز کی طرف سے صوبائی نظم میں اسی صورت مداخلت ہوتی تھی یا احکامات جاری کئے جاتے تھے جب اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کسی جگہ سے کسی کوتاہی کی شکایت موصول ہوتی تھی ساری ریاست کے شہریوں کا حاکم اعلیٰ بھی ایک ہی تھا اور اس کی طرف سے سب شہریوں کے لئے مقرر کردہ حقوق وفرائض بھی ایک ہی ہوتے تھے اس لئے حقوق وفرائض کا بھی کوئی جھگڑا نہیں ہوتا تھا جب اللہ کی کائنات ایک وحدت ہے انسان اس وحدت کا ایک جزو ہے اور اسلام سارے انسانوں کے لئے اللہ کا مقرر کردہ دین ہے تو پھر اسلام کا نظام ریاست بھی سارے انسانوں کے لئے ہے خواہ وہ کرہ ارض کے کسی بھی حصہ میں آباد ہوں۔ اسلام کا ریاستی نظام جزیرہ نمائے عرب کے انسانوں کے لئے بھی ہے۔ انڈونیشیا اور ملائشیا کے مسلمانوں کے لئے بھی ہے اور امریکہ، آسٹریلیا یا کسی اور دور دراز خطہ کے باسی انسانوں کے لئے بھی ہے اس لئے اللہ کی ساری زمین پر اللہ کے سارے بندوں پر کسی ایک گروہ خاندان یا قبیلے کے لئے حکمرانی عملاً بھی ممکن نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اللہ نے کسی نسلی یا علاقائی گروہ کو سب پر یا کسی مخصوص علاقہ کے لوگوں پر حکمرانی کا حق دیا ہے اس لئے اسلامی ریاست کے طول وعرض میں کسی نسلی یا قبائلی گروہ کی طرف سے حکومت کرنے یا حکمرانی کے حق کا جھگڑا بھی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

سُنّت سے انحراف کی صورتیں

قرآن کریم میں احکامات ہیں ان احکامات پر عمل کیسے کرنا ہے اس بارے میں رہنمائی اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت اور سنت سے ہی ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے احکام قرآن پر عمل کیسے کیا؟ اہل توحید سے ان پر عمل کیسے کرایا؟ ان احکامات کی روشنی میں جماعت کیسے تیار کی؟ ریاست کیسے قائم کی؟ اور افراد کی زندگی اور ریاست کے شعبوں میں ان احکام کو عملاً نافذ کیسے کیا؟ یہ رہنمائی آپ ﷺ کی سیرت مبارک میں ہے اگر ملت اسلامیہ کے زوال کے اسباب تلاش کئے جائیں تو ان میں اہم ترین سبب مختلف معاملات میں آپ ﷺ کے عمل اور سنت سے انحراف ملے گا اس انحراف کی تفصیل بہت لمبی ہے مسلمانوں کے مختلف گروہوں اور طبقوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے عمل سے انحراف کے ذریعے امت کے زوال میں کیا کیا اور کیسے کردار ادا کیا اس تجزیہ کے لئے ایک الگ جلد کی ضرورت ہے مختصر طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے عمل سے انحراف کے ذریعے امت مسلمہ کو زوال کے عبرت ناک مقام تک پہنچانے میں سب سے اہم اور بنیادی کردار دو طبقوں نے ادا کیا ہے حکمران طبقہ نے اور اہل علم نے اگرچہ سب اہل علم یا علمائے کرام کو انحراف کرنے والوں میں شامل نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کی اکثریت کا اجتماعی کردار ایسا ہی دکھائی دیتا ہے مسلمانوں کے جس طبقہ کا ملت کے زوال میں سب سے کم حصہ ہے وہ عام مسلمانوں کا طبقہ ہے ایک عام کسان، عام مزدور، عام دستکار کا ملت کے زوال میں حصہ نہ ہونے کے برابر ہے عام مسلمان دکاندار اور تاجر بھی اپنے دائرہ کار اور عمل کے حوالے سے ملت کے زوال کا اتنا ذمہ دار نہیں جتنے اقتدار پیشہ اور دین پیشہ طبقے امت کے زوال کے ذمہ دار ہیں جو اسلام میں پورے داخل نہیں ہوئے اور اللہ کی طرف سے کھلے احکام آ جانے کے باجود شیطان کے قدموں پر چلنے اور چلتے رہنے سے بچ نہیں سکے کیونکہ دین اسلام ایک Total package اور اہل ایمان کے لئے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے جملہ امور میں رہنمائی کا مکمل ضابطہ ہے۔ اس لئے جو بھی کوئی کسی ایک بھی انفرادی یا اجتماعی شعبہ میں اس مکمل ضابطہ کی پیروی نہیں کرتا اس شعبہ میں وہ شیطان کا پیروکار ہو جاتا ہے۔ شیطان کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے حکم اور منصوبے یا ایجنڈے پر عمل نہ

کرنے کی علامت ہی تو ہے لہٰذا جو بھی کوئی بندوں کی دنیاوی اوراخروی زندگی کی فلاح کے اللہ کے اس ایجنڈے اور منصوبے کے کسی بھی حصہ سے اپنے قول وفعل کے ذریعے انحراف اور انکار کا مرتکب ہوتا ہے وہ اس شعبہ میں شیطان کے پیروکاروں میں شامل ہو جاتا ہے خواہ وہ کوئی حکمران ہو یا عالم دین ہو یا کوئی اور ہو تاریخ کے مختلف ادوار میں شیطان کے ایسے پیروکاروں میں سب سے آگے حکمران اوراہل علم ہی دکھائی دیتے ہیں۔عام لوگوں کی زندگی پر چونکہ ان ہی دوطبقوں کے اعمال واقوال کا سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے اس لئے ایسے حکمران اور عالم نہ صرف دین اور دنیا کی فلاح میں لوگوں کی رہنمائی اور تربیت کے اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے ہیں بلکہ اپنے عمل اور نمونہ سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے ہٹا کر شیطان کی راہ کی طرف لے جانے کے بھی وہی سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں اوراس کی بنیادی وجہ ان کی اس دنیا کی ہوس رہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

☆''لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے
جس کی شگفتہ بیانی
دنیاوی معاملات کے بارے میں
تمہیں بہت پسند ہوتی ہے
اور وہ اپنے دل کی بات
پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے
اور وہ سخت جھگڑالو
مخالف ہے'' (۲:۲۰۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔''آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دین کے فریب سے دنیا حاصل کریں گے لوگوں کو فریب دینے کے لئے دنبوں کی کھالیں پہنیں گے ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اوران کے دل بھیڑیوں جیسے ہونگے خدا تعالیٰ فرمائے گا تم لوگ مجھ سے غرور کرتے ہو اور مجھ پر جرأت کرتے ہو پس میں اپنی قسم کھاتا ہوں کہ ان پر ایسا فتنہ بھیجوں گا جس میں ان کا عقلمند بھی حیران رہ جائے گا'' (صحاح ستہ/کتاب الریاء)

اہل منصب کی نمازوں میں امامت سے علیحدگی

ریاست مدینہ کے ناظم اعلیٰ اللہ کے رسول ﷺ نمازوں کی امامت خود فرماتے تھے مدینہ میں مسجد نبوی ریاست کی مرکزی مسجد تھی جب آپ ﷺ مدینہ میں ہوتے تھے تو پانچ وقت نماز کی امامت خود فرماتے تھے وصال سے پہلے جب آپ ﷺ کا مرض شدید ہو گیا تھا صرف اس وقت آپ ﷺ کے حکم سے حضرت ابوبکرؓ

صدیق نے نمازوں کی امامت کی تھی ورنہ سفر اور قیام میں جہاں بھی آپ ﷺ موجود ہوتے تھے، نمازوں کی امامت خود فرماتے تھے جن صحابہ کو آپ ﷺ کسی گشتی دستہ یا لشکر کا امیر مقرر فرماتے تھے مدینہ واپسی تک اپنے ساتھیوں کی نمازوں میں امام وہی ہوتے تھے اہل طائف کے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بیس سالہ عثمان کو طائف کا عامل مقرر فرمایا تو ہدایت فرمائی نماز لمبی نہ کرنا اور تنخواہ دار موذن نہ رکھنا۔ فتح مکہ کے بعد نوجوان عتاب کو امیر مکہ مقرر کیا گیا تو مسجد حرام میں نماز کی امامت ان کا فرض ہوگئی جس بھی کسی کو رسول اللہ ﷺ کسی علاقہ کا حاکم مقرر فرمایا کرتے تھے وہاں کی بڑی مسجد جسے مرکزی مسجد بھی کہا جا سکتا ہے میں نمازوں کی امامت وہی کیا کرتا تھا اور نمازوں میں امامت ہر امیر، عامل اور حکمران کا فرض منصبی ہوتا تھا۔ یہ اللہ کے رسول کی ریاستی پالیسی کا اہم حصہ اور دینی ریاستی اور انتظامی سنت ہے اور کوئی بھی اپنی یہ ذمہ داری مستقل طور پر کسی اور کے حوالے نہیں کر سکتا اس لئے جب کسی مسلم ملک صوبہ شہر یا علاقہ کا حاکم اور فوج کا سربراہ اپنے مقام حکمرانی یا مقام قیام کی مرکزی مسجد (جامع مسجد) میں پانچ وقت نماز کی امامت نہیں کراتا تو وہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے انحراف برتتا ہے اور اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے۔ جس کی اسلام اور اسلام کے نظام ریاست میں اجازت نہیں ایسا کرنے سے اس کے اختیار اور اتھارٹی کی دینی بنیاد ختم ہو جاتی ہے کیونکہ یہ اتھارٹی مستقل طور پر کسی اور کے حوالے نہیں کی جا سکتی اس لئے تنخواہ دار امام اور نماز پڑھانے والا اس ذمہ داری کے اہل نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ اہم دینی اور ریاستی معاملات میں عوام الناس سے مشورہ یا رائے بھی مسجد میں ہی لیا کرتے تھے جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تھا تو مدینہ کی ساری بستیوں میں منادی کرادی جاتی تھی اہل ایمان مسجد میں جمع ہو جاتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ نماز کے بعد خطبہ فرماتے تھے درپیش مسئلہ کی وضاحت فرما کر سب سے رائے طلب فرمایا کرتے تھے اہم واقعات اور اس بارے میں ریاستی پالیسی سے بھی آپ ﷺ مسجد میں ہی اہل مدینہ کو آگاہ فرمایا کرتے تھے نمازوں کے بعد لوگ آپ ﷺ کو اپنے مسائل اور مشکلات سے آگاہ کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ وہیں ہدایت جاری فرما دیا کرتے تھے صوبائی گورنروں مختلف علاقوں اور شہروں کے عاملوں اور امیروں کا بھی یہی طریق حکمرانی ہوتا تھا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ میں بھی آپ ﷺ کی اس سنت پر عمل ہوتا رہا مگر جب حکمران گورنر عامل اور فوجوں کے کمانڈر نمازوں میں امامت سے الگ ہو گئے تو نظام ریاست غیر اسلامی آمریت اور بادشاہت کی راہوں پر چل پڑا نمازوں میں امامت سے حاکموں کی دست برداری امت کے زوال کے اسباب میں سے اہم ترین سبب ہے جو بھی کوئی حاکم امامت سے دست بردار ہو جاتا ہے وہ اسلام عوام اور احتساب سے دور ہو جاتا ہے جیسے جیسے مسلمانوں کے حکمران امامت سے دست بردار ہو کر مسجد اور نمازیوں سے دور اور حاکمانہ محلات کی اونچی اونچی دیواروں میں

مقید ہوتے گئے وہ اسلام سے بھی دور دراز ہوتے گئے تھے جو حکمران اللہ کی زمین اور اس کے بندوں پر حکمرانی کے دوران اللہ کے رسول ﷺ کی نمازوں میں امامت کی سنت سے الگ ہو جاتا ہے وہ عملاً اعلان کر دیتا ہے کہ وہ اس منصب کے اہل نہیں ذاتی طور پر وہ خواہ پابند صوم وصلوٰۃ اور تہجد گزار ہو لیکن اگر وہ اس سنت پر عمل نہیں کرتا تو وہ نظام اسلام میں پورا پورا داخل نہیں ہوتا کیا ایسا شخص کسی مسلمان ملک کے کسی حاکمانہ منصب کے قابل بھی ہوتا ہے؟

یہ پہلو قابل غور ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ دور حاضر کے مسائل اور سیکورٹی کے تقاضوں کی وجہ سے کسی حکمران کے لئے پانچ وقت اپنے مقام قیام کی جامع مسجد میں نمازوں کی امامت کرنا ممکن نہیں رہا مگر اللہ کے رسول ﷺ کے دو خلفاء حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے تو جان دینا گوارا کر لیا تھا مگر سیکورٹی کے مسائل کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ کی اس سنت کو ترک نہیں کیا تھا اگر اس دلیل کو مان بھی لیا جائے تو بھی جو حکمران تشہیری ضرورتوں کے تحت اپنے اپنے مقام قیام کی مسجد میں عیدین اور جمعہ کی نمازیں پڑھتے ٹیلی ویژن اور اخباری تصاویر میں دکھائے جاتے ہیں وہ وہاں جمعہ کا خطبہ بھی تو دے سکتے ہیں اور نماز جمعہ کی امامت بھی تو کرا ہی سکتے ہیں۔ محلہ، قصبہ، شہر اور علاقہ کے ہر حاکم یا منتخب نمائندے کے لئے تو سکیورٹی کا ایسا کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہوتا اللہ کے رسول ﷺ کے تشکیل دیئے نظام ریاست میں ہر حاکم اور اہل منصب کا نمازوں میں امامت کرنا ریاستی پالیسی کی بنیاد تھی اب ہر مسلم ملک میں ہر منصب دار کا امامت سے الگ رہنا ریاستی پالیسی بن چکا ہے۔

آخرت کی قیمت پر دنیا کی خریداری

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

☆ ''تمہارے پیروی کرنے کے لئے
رسول اللہ کا عمل
بہترین نمونہ ہے'' (۳۳:۲۱)

مسلمان حکمرانوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کرنے کی بجائے انداز حکمرانی میں اپنے مفادات خواہشات اور دوسروں کی پیروی کی اور یہ بھول گئے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''جو لوگ آخرت کی قیمت پر اس دنیا کی زندگی خریدتے ہیں ان کی نہ مدد کی جائے گی اور نہ ان پر سے عذاب کم کیا جائے گا'' (۲:۸۶) اللہ کا یہ اصول یہودیوں کے لئے تھا تو مسلمانوں کے لئے کیوں نہیں ہو سکتا تھا؟ حکمران اللہ کے رسول ﷺ کی سنت اور بہترین نمونہ سے علیحدگی کے دنیاداری کے سفر پر نکلے تو دولت، شہرت اور اقتدار و اختیار کی قربت کے حریص اہل علم بھی

ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے والے ہر حاکم کو ایسے علماء کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

☆"جو لوگ
اپنے کاموں پر
خوش ہوتے ہیں
اور جو کچھ
انہوں نے نہیں کیا
اس کی بھی تعریف چاہتے ہیں
یہ خیال نہ کر
کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے
ان کے لئے تو دردناک عذاب ہے"(۳:۱۸۸)

ایسے علماء ایسے حکمرانوں کی قرآن کی آیات پڑھ پڑھ کر اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے حوالے دے دے کر تعریف اور ضرورت ثابت کرنے میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی جدوجہد کو اللہ کے دین کی خدمت بنا کر پیش کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "میری آخری امت میں کچھ لوگ تم سے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ ہی تمہارے باپ دادا نے سنی ہوں گی تم ایسے لوگوں سے بچتے رہنا" (صحاح ستہ/کتاب الکذب) مگر جب پیشہ ور حاکم اور پیشہ ور عالم امت کے خلاف متحد ہو گئے تو امت زوال کی راہوں پر چل پڑی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا "اے لوگو تمہیں جو کچھ عطاء کیا جائے لے لیا کرو مگر جب قریش ملک کے لئے (حکمرانی کے لئے) لڑیں اور وہ تمہارے دین کے بدلے میں کوئی چیز عطاء کریں تو وہ نہ لینا" (صحاح ستہ/کتاب الکسب) یہاں عطاء سے مراد وہ چیز ہے جو حکمران رعایا میں سے کسی کو دیں۔ دین کے بدلہ میں عطاء سے مراد ہے کہ جب ملک اور حکمرانی کے لئے لڑنے والوں میں سے کوئی تمہیں اس لئے کوئی چیز دینا چاہے کہ تم دین اور اس کے اصولوں کی پیروی کی بجائے اس عطاء کے بدلے میں اس دینے والے کی پیروی اور حمایت کرو۔ آپ ﷺ کا حکم ہے ایسا نہ کرنا۔ تو کیا علماء کے ایک بہت بڑے طبقہ نے اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کی خلاف ورزی نہیں کی؟ اور ایک طبقہ آج بھی ایسی کھلی خلاف ورزیاں نہیں کر رہا؟ کیا بہت سے بڑے بڑے اہل علم ہر دور میں "عطاء" کے پیچھے بھکاریوں کی مانند بھاگتے نہیں رہے؟ وقتی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کی "عطاء" کے انداز بھی بدلتے گئے۔ منصب،

عہدے، مشاورتیں، درباری دعوتوں میں شمولیت، حکمرانوں کے حضور حاضری حتیٰ کہ اب ٹیلیویژن پر چہرہ نمائی کی عطاء کے پیچھے بھاگنے والے علماء کی بھی کمی نہیں رہی ریاست مدینہ میں اللہ کے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق حضرت عمرؓ فاروق حضرت عثمان ؓ غنی اور حضرت علیؓ دین کے معاملات میں خود مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے رہے مگر اس کے بعد آنے والوں نے دینی معاملات نپٹانے کے لئے علماء کو بھرتی کر لیا۔ حکمران نمازوں میں امامت کی مانند دینی معاملات میں لوگوں کی رہنمائی کے اپنے دینی فرض سے بھی الگ ہو گئے اور جو کوئی اپنے اس فرض سے الگ ہو جائے یا یہ فرض ریاست کے کسی تنخواہ دار کے سپرد کرے وہ بھی عملاً اعلان کر دیتا ہے کہ وہ اس منصب کے اہل نہیں مگر ان کے تنخواہ دار ملازم انہیں مسلمانوں پر حکمرانی کے اہل اور "امیر المومنین" ثابت کرنے میں لگ گئے سنت یہ ہے کہ حاکم عوام اور علماء کی دینی امور میں رہنمائی کرے اور طریقہ یہ ہو گیا کہ حاکم وقت کے تنخواہ دار ملازموں نے دینی امور میں حاکموں کی رہنمائی اور مدد اپنے ذمہ لے لی اور تنخواہ دار ملازم بہت ہی کم ہوتے ہیں جو اپنے آقا کی مرضی کے خلاف قرآن اور احکام اسلام کی تاویل کر سکے تھے یا کر سکتے ہیں۔

شیطان کی پیروی

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "جب امانت ضائع ہونے لگے تو اس وقت قیامت کے منتظر رہو"

پوچھا گیا "یارسول اللہ ﷺ امانت کا ضائع ہونا کیونکر ہوگا؟"

آپ ﷺ نے فرمایا "جب کسی نالائق اور نااہل کو حکومت کا کام ملے" (صحاح ستہ/ کتاب الامانہ)

ان پیشہ ور علماء نے ہر نالائق اور نااہل حاکم کو خادم اسلام ثابت کرنے کی جو رسم ڈالی تھی وہ آج بھی جاری ہے۔ تو پھر امت پر وقت انتظار قیامت کیوں نہ آتا؟

رسول اللہ ﷺ نے امیر طائف حضرت عثمانؓ کو ہدایت فرمائی تھی "تنخواہ دار مؤذن نہ رکھنا" مگر جب حاکم امامت سے الگ ہوا تو امام تک تنخواہ دار رکھے جانے لگے ریاست مدینہ کے طول وعرض میں کوئی بھی امام نمازیں پڑھانے کی تنخواہ نہیں لیا کرتا تھا شیطان کے نقش قدم پر چلنے والے حاکموں کی وجہ سے علماء کے ایک طبقہ نے حاکم وقت کی خوشنودی خدمت اور خوشامد کو پیشہ بنا لیا تو اہل منصب کے امامت سے الگ ہو جانے کی وجہ سے ایک اور طبقہ پیشہ ور اماموں کا وجود میں آ گیا اور نمازوں میں امامت بھی روزگار کا ذریعہ بن گئی۔ خاندانی حکمرانی والے پیشہ ور حکمرانوں نے پیشہ ور اہل فتویٰ اور پیشہ ور اہل امامت کو جنم دیا تو اسلام دین کی بجائے پیشہ بن گیا اور اللہ کے احکام اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے انحراف کرنے والے دین پیشہ علماء نے ملت کو ٹکڑوں اور فرقوں میں تقسیم کر دیا کیونکہ ہر کمپنی کو مال کمانے کے لئے اپنے الگ برانڈ کے تحفظ اور تشہیر کی

اشد ضرورت ہوتی ہے۔

ایک طبقہ پیشہ ور حاکموں کا بن گیا ایک طبقہ ان کے پیشہ ور خادم علماء کا بن گیا تو علم کی عظمت حکمرانوں کی غلام ہوگئی۔ مسلم ریاست کی حکمرانی کا منصب جاہ پسند اور خود غرض طبقوں میں بٹ گیا تو امت نے بھی اس مشرکانہ تقسیم کو قبول کر لیا حکمرانوں نے نمازوں میں امامت اور دینی معاملات میں رہنمائی سے دست برداری کے ذریعے شیطان کی پیروی کی تو پیشہ ور علماء نے شیطان کے پیروکار حکمرانوں کی ملازمت قبول کر لی اور دین کو اپنے آقاؤں ان کے دنیاوی مقاصد کے حصول اور تحفظ کے لئے استعمال کرنے میں جت گئے اور امت ان دونوں طبقوں کی غلام بن کر رہ گئی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا ''قیامت کے روز سب سے پہلے دوزخ میں وہ لوگ ڈالے جائیں گے جو شہرت کے لئے قرآن پڑھتے ہیں شہرت کے لئے سخاوت کرتے ہیں اور شہرت حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں'' (صحاح ستہ/کتاب الریاء) آپ ﷺ کا فرمان ہے ''جو شخص اس لئے علم حاصل کرتا ہے تاکہ علماء سے (دوسرے اہل علم سے) مقابلہ کرے اور اس پر فخر کرے اور سفہاء سے بحث ومباحثہ کرے اور لوگوں کے دل اپنی طرف پھیر لے اللہ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔ قرآن کے وہ قاری جن کا عمل (قرآن پڑھنا) ریاء اور نمائش کے لئے ہے وہ حزن میں ڈالے جائیں گے اور حزن وہ جگہ ہے جس سے دوزخ بھی دن میں سو بار پناہ مانگتی ہے'' (صحاح ستہ/کتاب الریاء) اللہ کے رسول ﷺ نے علم کے حصول کے لئے سفر کو اللہ کی راہ میں جہاد قرار دیا ہے اور علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے فرض قرار دیا ہے لیکن اگر وہ علم دنیاوی شہرت نام ونمود بحث ومباحثہ کے لئے اور اپنے پیروکاروں کا الگ فرقہ بنانے کے لئے حاصل کیا جائے اور قرآن دنیاوی شہرت کی خاطر پڑھا جائے تو اللہ کے رسول ﷺ نے اسے سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسے لوگ سب سے پہلے دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور ایسے قرآن پڑھنے والوں کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہوگا۔

خواری کا لباس

پیشہ ور علماء اور قاریوں نے اپنے اپنے الگ گروہ اور فرقے بنا لئے ان گروہوں اور فرقوں نے اپنے لئے لباس بھی الگ بنا لئے اور دیگر پیشہ ور گروہوں کی مانند اپنی الگ شناخت کے لئے جبہ و دستار کو اپنی ریاکارانہ عظمت کی نشانیاں بنا لیا۔

ایک شخص نے مسجد نبوی کے سامنے اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کا گھٹنا باندھ کر مسجد میں داخل ہوگیا اور پوچھا ''تم میں عبدالمطلب کا بیٹا کون ہے؟'' صحابہ نے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اشارہ کر دیا۔

''اے صاحب میں آپ ﷺ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں میرے انداز سوال میں کرختگی ہوگی آپ ﷺ اس پر

ناراض نہ ہونا'' اس نے اللہ کے رسول ﷺ سے درخواست کی۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو''
''اے صاحب ہمارے پاس آپ ﷺ کا ایک قاصد پہنچا اس نے ہمیں بتایا کہ آپ ﷺ کے خیال میں آپ ﷺ کو اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟''
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اس نے سچ کہا''

اس نے اسی انداز میں احکام اسلام کے بارے میں سوال پوچھے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے سارے سوالوں کے جواب دیئے وہ مسلمان ہو گیا اور اپنے قبیلہ میں واپس جا کر شام ہونے سے پہلے پہلے سارے بت توڑ دیئے اور اس کا سارا قبیلہ بھی مسلمان ہو گیا۔ اس شخص کا نام ضمامؓ بن ثعلبہ تھا اور وہ قبیلہ بنو سعد بن بکر کے نمائندے کی حیثیت میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا یہ نو ہجری کا واقعہ ہے جب جزیرہ نمائے عرب کے طول و عرض سے قبائل کے وفود اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر رہے تھے اور اسلامی ریاست سارے جزیرہ نمائے عرب تک وسیع ہو چکی تھی اس کے باوجود اتنی بڑی ریاست کے ناظم اعلیٰ جو اللہ کے رسول ﷺ بھی تھے مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے درمیان ان جیسا ہی عام لباس پہنے بیٹھے تھے اور باہر سے آنے والوں کی پہچان کے لئے بھی آپ ﷺ نے کوئی ایسا لباس نہیں پہنا تھا کہ انہیں پوچھنا نہ پڑے اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ کی فتح کے بعد اہل مکہ کو قرآن اور احکام اسلام کی تعلیم دینے کے لئے جس صحابی کو مقرر فرمایا تھا وہ حضرت معاذؓ بن جبل تھے پھر آپ ﷺ نے انہیں یمن کے سب حاکموں پر گورنر مقرر فرمایا اور ان کا ٹسٹ لیا تھا کہ وہ مقدموں کے فیصلے کیسے کیا کریں گے اور ان کے جوابات سے خوش ہو کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا حضرت عمرؓ فاروق نے اہل شام اور فلسطین کی دینی تعلیم کے لئے جن صحابہ کو بھیجا تھا ان میں حضرت معاذؓ بن جبل بھی شامل تھے اللہ کے رسول ﷺ نے جن چار صحابہ سے قرآن سیکھنے کی لوگوں کو ہدایت فرمائی تھی ان میں سے بھی ایک معاذؓ بن جبل تھے۔ حضرت ابو ادریس خولانی جامع دمشق میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ ایک نوجوان کے گرد جمع ہیں اور جب کسی مسئلے میں اختلاف ہوتا ہے تو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں انہوں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ تو بتایا گیا کہ ''معاذؓ بن جبل'' اتنے عالم و فاضل اور اعلیٰ مناصب پر فائز رہنے والے حضرت معاذؓ بن جبل نے بھی ویسا ہی لباس پہنا ہوا تھا جیسا سوال پوچھنے والے عام مسلمانوں کا تھا۔ ریاست مدینہ کے طول و عرض میں کسی بھی منصب دار یا عالم و فاضل کا وہاں کے لوگوں سے الگ کوئی لباس نہیں ہوتا تھا خلفائے راشدہ نے خود بھی کبھی کوئی امتیازی لباس نہیں پہنا تھا اسلام میں ایسے لباس کی کوئی گنجائش نہیں جس سے پہننے والا دوسروں سے امتیازی قسم کی کوئی چیز دکھائی دے اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے ''جو کوئی نام و نمود کے لئے کوئی لباس پہنے اللہ تعالیٰ اسے خواری کا لباس پہنائیں گے'' ایک دوسری حدیث میں ہے

"قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ذلت کا لباس پہنائیں گے اور پھر اس میں آگ بھڑکائی جائے گی" (صحاح ستہ/کتاب اللباس) لیکن اسلام پیشہ بنا تو ہر دینی پیشہ ور نے اپنا لباس بھی الگ بنا اور اپنا لیا ایمان اور علم کسی شخص کے عمل سے ظاہر ہوتے ہیں لباس سے نہیں۔ لیکن جس طرح سامان ضرورت فروخت کرنے والی کمپنیاں اپنی برائے فروخت اشیاء کی پیکنگ اس انداز میں کرتی ہیں کہ ان کی قابل استعمال اشیاء دوسروں سے الگ دکھائی دیں اسی طرح ان قابل استعمال نام نہاد علماء نے بھی اپنی اور کمپنی کی پیکنگ کا الگ الگ انداز بنا لیا۔ پرکشش پیکنگ سے لوگوں (گاہکوں) کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا کاروباری دھندا بھی دین کا حصہ بن گیا۔

دین پیشہ بھکاری

حضرت عبداللہؓ بن خالد بن سعد نے حرامؓ بن حکیم سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "تم ایسے زمانہ میں ہو جس میں خطیب کم ہیں اور فقیہہ بہت ہیں مانگنے والے کم ہیں اور دینے والے بہت ہیں اور عمل علم سے اچھا ہے ایک زمانہ ایسا آئے گا جب خطیب بہت ہوں گے اور فقیہہ کم ہوں گے۔ مانگنے والے بہت زیادہ ہوں گے اور دینے والے کم ہوں گے علم بڑھ جائے گا اور عمل گھٹ جائے گا" (ابن اثیر ج ۵ ص ۲۰۶) اب مانگنے والوں میں دین پیشہ لوگ غریب اور مسکین افراد سے بھی آگے ہیں اور بہت کثرت سے ہیں ایسے لوگوں کے عمل پر ان کے پیٹ اور دنیا داری کا غلبہ ہے مالی طور پر غریب اور پسماندہ افراد اللہ کے نام پر مانگتے ہیں تو عمل میں غریب اسلام کے نام پر مانگتے ہیں انداز الگ ہے پیشہ ایک ہی ہے ریاست مدینہ میں اور خلفائے راشدین کے دور تک اسلام کے نام پر اسلام کے لئے مانگنے والوں کا کہیں کوئی نشان نہیں ملتا۔

اکثم بن صیفی نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا پروگرام بنا لیا تو اس کے قبیلہ والوں نے اجازت نہ دی اکثم نے ان سے کہا کہ اچھا مجھے دو آدمی دو میں انہیں مدینہ بھیج دیتا ہوں وہ واپس آ کر جو کچھ بتائیں گے اس کے بعد فیصلہ کریں گے کہ اسلام قبول کرنا چاہئے یا نہیں اس کے دونوں قاصد مدینہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "ہمیں اکثم بن صیفی نے بھیجا ہے وہ پوچھتا ہے کہ آپ ﷺ کون ہیں اور کیا ہیں؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں محمد بن عبداللہ ﷺ ہوں دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں"

پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے سورہ نحل کی ایک آیت تلاوت فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "عدل اور بھلائی کرو قرابتداروں سے نیک سلوک کرو بے حیائی کے کام ناشائستہ حرکتیں ظلم اور زیادتی نہ کرو" (۱۶:۹۰) دونوں قاصد واپس چلے گئے اور اکثم کو بتایا کہ "اس نے صرف اپنا اور اپنے والد کا نام بتایا ہے اور وہ اپنے نسب پر کسی قسم کا کوئی فخر نہیں کرتے حالانکہ وہ بڑے اعلیٰ نسب والے ہیں" انہوں نے اکثم کو وہی

آیت پڑھ کر سنادی جوان کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دوبار پڑھی تھی اکثم بن صیفی اور اس کا سارا قبیلہ اسی وقت مسلمان ہو گئے (ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۷)۔

جن کے اجداد میں سے کسی کو اللہ نے نیکی اور دین کی خدمت کی تھوڑی بہت توفیق دی تھی ان کی نسلیں نہ صرف اپنے نسب پر فخر کرتی ہیں بلکہ ان مرحومین کی نیکی خدمت اور قبروں کو انہوں نے آمدنی اور دنیاوی کاروبار کا ذریعہ بنالیا ہے مکہ کے مشرک قریش بھی تو یہی کاروبار کرتے تھے وہ بھی تو اپنے اجداد کی نیکیوں کی وجہ سے دوسروں سے بلند ہونے کے دعویدار ہوتے تھے ان کا بھی تو یہی عقیدہ تھا کہ چونکہ وہ آل اسماعیلؑ ہیں اور بیت اللہ کے مجاور ہیں اس لئے وہ جو بھی کچھ کریں وہی عربوں کا دین ہے ان کے اسی عمل اور عقیدہ کو اللہ کے رسول ﷺ نے جاہلیت قرار دیا تھا اس عمل عقیدہ اور آباء پرستی کے سب سے بڑے علمبردار کا ہی تو نام ''ابو جہل'' یعنی جہالت کا باپ پڑ گیا تھا ورنہ دنیاوی معاملات کے حوالے سے تو اسے سارے عرب میں ''ابو الحکم'' یعنی دانائی کا باپ کہا جاتا تھا۔ جاہلیت کے عرب قریش کے عمل کو نہیں دیکھتے تھے ان کے بزرگوں کے عمل کیوجہ سے انہیں معزز اور محترم سمجھتے تے مشرکوں کے بت ان کے گھروں اور بت خانوں میں نصب ہوتے تھے مگر ان کے نام و نسب کے بت ان کے دلوں میں نصب ہیں اور ان کی بھی اسی طرح پوجا کی جاتی ہے جس طرح بیت اللہ میں نصب بتوں کی پوجا کی جاتی تھی چڑھاوے وہاں بھی چڑھتے تھے چڑھاوے یہاں بھی چڑھتے ہیں دور جاہلیت کے عربوں کا عقیدہ ہوتا تھا کہ چڑھاووں اور نذرانوں کی رشوت دے کر وہ اپنے گناہ بخشوا لیتے ہیں اور ان کی دعائیں اس کوریئر سروس کے ذریعے اللہ تک جلد پہنچ جاتی ہیں۔

قبیلہ بنو عامر کا ایک وفد مدینہ آیا۔ اہل وفد نے اللہ کے رسول ﷺ سے کہا ''آپ ﷺ ہمارے سید (سردار) ہیں''
رسول اللہ ﷺ نے انہیں ٹوک دیا ''سید صرف اللہ کی ذات ہے''
انہوں نے عرض کیا ''آپ ﷺ فضیلت اور عطاء میں ہم سے بہتر ہیں''
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایسے کہا کرو یا اس سے بھی کم جو چیز اللہ تعالیٰ کے لائق ہو اس میں میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو۔ تمہیں شیطان اپنا وکیل نہ پکڑے''
آپ ﷺ نے فرمایا ''میری اس طرح حد سے زیادہ تعریف نہ کیا کرو جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم کی بہت زیادہ تعریف کی میں تو اللہ کا بندہ ہوں اور تم میرے بارے میں صرف ''اللہ کا بندہ اور رسول'' کہا کرو۔

شیطان کی وکالت

ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کسی اور شخص کی تعریف کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹی'' اور تین دفعہ یہ بات دہرائی آپ ﷺ نے فرمایا ''جو کوئی اپنے کسی مسلمان بھائی کی

ضرور تعریف کرنا چاہے تو وہ یہ کہے کہ "میرے خیال میں فلاں ایسا ہے اس کے بارے میں باقی سب علم تو اللہ کو ہی ہے" آپ ﷺ نے فرمایا "خدا کے آگے کسی کو بے عیب نہ کہو اگر تم واقعی کسی کے بارے میں علم رکھتے ہو تو اتنا کہا کرو کہ میرے خیال میں وہ ایسا ہے" حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بہت زیادہ مدح کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالو" اور ایسے مداحوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دوسروں کی تعریف کرنا عادت بنالی ہے اور وہ تعریف کے ذریعے ممدوح سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ کسی کے اچھے کام اور عمدہ بات کی تعریف اس نیت سے کرنا کہ اسے ایسے کام کی رغبت ہو اور دوسرے بھی ایسے کاموں میں اس کی پیروی کریں ایسی مدح کی مذمت نہیں گئی (صحاح ستہ/کتاب المدح) آپ ﷺ نے فرمایا "جو مجھ پر جھوٹ بولے تو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے" (صحاح ستہ/کتاب الطہار) شام عراق اور ایران فتح ہو گئے اور دارالحکومت مدینہ سے دمشق اور بغداد منتقل ہو گیا تو شاہوں اور شہنشاہوں کی بے حد تعریف اور توصیف کے ذریعے رزق حاصل کرنے والوں اور ان کے درباروں میں مرتبے حاصل کرنے والوں کی صحبت اور تہذیب کے زیرِ اثر مسلمان تلواروں کے بعد زبانوں سے بھی اپنے بھائیوں کی گردنیں کاٹنے لگے اللہ کے رسول ﷺ نے جو جماعت، معاشرہ اور مسلمان قوم تیار کی تھی ان کی زندگیوں کا ایک ہی مقصد ہوتا تھا اور وہ تھا اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کا قیام وہ اللہ اور اللہ کے دین کے لئے جیتے تھے اور اسی کی خاطر جانیں مال اور اولاد قربان کیا کرتے تھے آپ ﷺ نے انسانوں کی زندگی کا مقصد ہی بدل دیا تھا مگر جب حکمران اور اہل علم اللہ اور اللہ کے دین کی بجائے اپنے اپنے مفادات کے حصول اور تحفظ کے لئے زندہ رہنے لگے دنیاوی شہرت نمود ونمائش دولت اور مقام ومرتبہ کے دوڑ میں شامل ہو گئے تو شیطان نے انہیں اپنا وکیل پکڑ لیا حج البلاغ کے موقع پر عرفات کے میدان میں خطبہ دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا

☆ "اے لوگو غور سے سن لو

شیطان مایوس ہے

کہ اس زمین پر اس کی کبھی عبادت کی جائے گی

لیکن اسے امید ہے

کہ وہ تم سے ایسے امور میں اپنی پیروی کرالے گا

جنہیں تم حقارت سے دیکھتے ہو

اپنے دین کے بارے میں اس سے ہوشیار رہنا"

اہل علم اور حکمران طبقے اپنے دین کی بجائے اپنے اپنے مفادات کے بارے میں ہوشیار رہنے لگے تو شیطان کی امید پوری ہو گئی لوگوں کے فکر وعمل پر نظریہ توحید کی بجائے نظریہ ضرورت کا قبضہ ہو گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ ﷺ نے ہم سے کہا ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ کبائر کے کبائر (بڑے گناہوں میں سب سے بڑے گناہ) کونسے ہیں؟''

ہم نے عرض کیا ''ہاں یارسول اللہ ﷺ''

آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' کسی کو ناحق قتل کرنا'' اتنا فرما کر آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا ''جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا''

حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ بہت دیر تک کہتے رہے ''جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا'' (صحاح ستہ/ کتاب الکبائر)

صحابہ کرام نے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ کیا کوئی مسلمان بزدل بھی ہوسکتا ہے''

آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں''

انہوں نے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ کیا کوئی مسلمان بخیل بھی ہوسکتا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں''

انہوں نے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ کیا کوئی مسلمان جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں''

جھوٹ کی حکمرانی

اور آج ہر طرف جھوٹ کی حکمرانی ہے ریاست میں' سیاست میں' قیادت میں اور صحافت میں' مسلمان معاشرے میں سچ جھوٹ کی اور دیانت بددیانتی کی غلامی کررہے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق جب مسلمان جھوٹا نہیں ہوسکتا تو کیا جھوٹا اور وہ بھی پیشہ ور جھوٹا مسلمان ہوسکتا ہے؟ وہ جو جھوٹ کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے وہ جو جھوٹ کے ذریعے رزق کماتا ہے وہ جو جھوٹ کے ذریعے سیادت اور قیادت پر قابض ہے کیا وہ پورا پورا اسلام میں داخل ہے؟ ریاست مدینہ پر عقیدے اور نظریہ کی حکومت تھی عقیدہ اور نظریہ آگے تھے اور افراد پیچھے ہوتے تھے اب ہر طرف اور ہر جگہ افراد کی حکمرانی ہے اور افراد ہی سب سے آگے ہیں عقیدے اور نظریہ کو حکمرانی سے نکال دیا گیا ہے معاشرے میں جماعتوں میں اور ریاست میں کہیں بھی عقیدے اور نظریہ کی حکمرانی نہیں جو کسی وجہ سے کسی طرح حکمرانی پر قابض ہو جائے وہ حکمرانی نہیں چھوڑنا چاہتا جو کسی جماعت کی قیادت پر قبضہ کرلے وہ اسے نہیں چھوڑتا اور جس کسی کو کسی مسجد کی امامت مل جائے وہ مسجد نہیں چھوڑتا سادہ لوح اور مخلص مسلمانوں کو دین کے نام پر دھوکہ دے کر ایک قبضہ گروپ بنالیتا ہے جو کوئی کسی کے پلاٹ یا گھر پر قبضہ کرلے وہ بدمعاش اور جو اللہ کے گھر پر قبضہ کرلے وہ اللہ اور اس کے دین کا خادم؟

جس طرح عوام کی خدمت کے نام پر کی جانے والی سیاست سب سے کامیاب صنعت بن گئی ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں ہوتا ہمیشہ فائدہ ہی ہوتا ہے اسی طرح اسلام کی خدمت کے نام پر کیا جانے والا کاروبار بھی کبھی خسارے میں نہیں جاتا خدمت اسلام بھی سب سے کامیاب تجارت بن چکی ہے ایسا آدمی جو اللہ تعالیٰ کو خالق مالک اور عزت وذلت دینے والا مانتا ہو محمد بن عبداللہ ﷺ کو اللہ کا آخری رسول مانتا ہو اس اسلام کو مانتا ہو جس کو اللہ نے مسلمانوں کے لئے دین مقرر کیا ہے اور جس کا ایمان ہو کہ اس نے قیامت کے روز اللہ کے حضور پیش ہونا ہے کیا وہ سیاست سیادت قیادت دین اور اسلام کو کاروبار بنا سکتا ہے؟ اور دین کو نمود ونمائش کا ذریعہ بنا سکتا ہے؟

پیشہ ور طبقوں کا عروج

ریاست مدینہ میں نہ پیشہ ور حکمرانوں کا کوئی طبقہ تھا نہ پیشہ ور فوجیوں کا کوئی وجود تھا اور نہ پیشہ ور خطیب ہوتے تھے۔ جب اللہ کے رسول ﷺ حکم دیتے تھے تو کاشتکار، تاجر، طلباء عالم سب اپنے اپنے ہتھیار لے کر اپنے خرچ پر لشکر اسلام میں شامل ہو جاتے تھے اور واپس آکر اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے تھے ریاست کے طول وعرض میں کہیں بھی نہ کوئی تنخواہ دار فوج تھی نہ حاضر اور سابق فوجیوں کی الگ بستیاں تھیں نہ ان کی الگ زبان تھی اور نہ ہی ان کے بچوں کے لئے الگ سکول اور مریضوں کے لئے الگ ہسپتال ہوتے تھے نہ تنخواہ دار اماموں خطیبوں اور علماء کا کوئی وجود یا طبقہ تھا نہ ان کے لئے کوئی الگ مدرسے ہوتے تھے وہاں حکمرانوں، افسروں اور قاضیوں کی تربیت کا بھی کوئی الگ ادارہ یا اکاڈمی نہیں تھی اس کے باوجود وہ ایسے مجاہد اور کمانڈر تھے کہ ان کے سامنے فارس وروم کی فوجیں کسی بھی میدان میں جم نہیں سکی تھیں اس دور کے اہل علم اور قاضیوں کے فیصلوں سے صدیوں سے رہنمائی حاصل کی جارہی ہے جس طرح اسلام ایک وحدت یا اکائی ہے اور اسے مزید اکائیوں اور ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اسلامی معاشرہ بھی ایک وحدت اور اکائی ہے جسے حاکموں، عالموں، اماموں اور فوجیوں کی ٹکڑیوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا اس امتیاز، تفریق، مفاداتی گروہ بندی اور تقسیم سے وحدت انتشار میں بدل جاتی ہے اور بدل چکی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ "تمہارے پاس واضح احکام آگئے ہیں اب تم ان کی پیروی کرنا اور ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور آپس میں جھگڑنے لگے تھے (۳:۱۰۵) یہاں فرقوں سے مراد صرف وہی فرقہ بندی نہیں جو مذہبی بنیادوں پر کاروبار کرنے والوں نے بنادی ہے اس فرقہ بندی سے مراد کسی بھی بنیاد پر ملت کی وحدت کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنا ہے کیونکہ اسلام میں کوئی چیز غیر دینی نہیں حکمرانی سیادت سیاست عبادات سب دین ہیں اور سب کے مل جانے سے دین مکمل ہوتا ہے مگر اللہ کے اس واضح حکم اور اس کی طرف سے آئی واضح ہدایات کی موجودگی میں مسلمان

سیاسی، معاشی، معاشرتی، دینی اور پیشہ ورانہ گروہوں میں بٹ گئے اللہ تعالیٰ نے تو خبردار کر دیا تھا کہ اگر آپس میں جھگڑو گے تو بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور قوت جاتی رہے گی۔

☆ ''اور اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی
اور آپس میں نزاع نہ کرو
ایسا کرو گے تو بزدل ہو جاؤ گے
اور تمہاری قوت جاتی رہے گی'' (۸:۴۶)

امت کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے اور جھگڑے پیدا کرنے میں عام مسلمان نے تو کوئی ذرہ برابر بھی کردار ادا نہیں کیا شیطان کی یہ ساری خدمت اہل علم اور اہل اقتدار نے ہی تو انجام دی ہے۔ اسلام میدان حشر کی کامیابیوں کی طرف لے جانے والا نہایت آسان اور سیدھا راستہ ہے لیکن جب مفاد پرست گروہوں نے اسے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا اور ہر مفاداتی گروہ نے سیاست سیادت علم اور خدمت اسلام کے نام پر اپنی الگ وراثتی گدی قائم کر لی تو اس گدی گردی نے شیطان کا کام اور بھی آسان کر دیا۔

بہترین نظامِ ریاست

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مسلمانوں کے پیروی کرنے کے لئے بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے (۲۱:۳۳) تو کیا مسلمانوں کے پیروی کرنے کے لئے بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ کا نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور صدقات کا عمل ہی ہے؟ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے باقی شعبوں میں آپ ﷺ کا عمل مسلمانوں کے پیروی کرنے کے لئے بہترین نمونہ نہیں؟ اور کیا اللہ تعالیٰ نے محمد بن عبداللہ ﷺ کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور صدقات کی تعلیم و تربیت کا مشن ہی سونپا تھا کہ ان امور میں ہی آپ ﷺ کے عمل کی پیروی کی جائے اور باقی امور میں جس کی چاہیں پیروی کریں؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں، ریاست اور اس کے حاکم اعلیٰ کے بارے میں کوئی واضح نظریہ ہی موجود نہیں اور نہ ہی قرآن نے بتایا ہے کہ حاکم کا انتخاب کیسے کیا جائے ریاست کے محکمے کون کون سے اور کیسے ہونا چاہئیں اور ریاست کے شہریوں کے حقوق کیا ہونے چاہئیں، اگر وہ اسلام کو نماز، روزہ اور حج، زکوٰۃ تک ہی محدود نہیں سمجھتے اور دیگر شعبوں میں بھی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کی پیروی کو لازم اور بہترین نمونہ سمجھتے ہیں تو پھر وہ صرف قرآن میں ہی یہ سب اصول کیوں تلاش کرتے ہیں؟ کیا اللہ کے رسول ﷺ نے ایک ریاست قائم کر کے اس کا نظام بنایا اور چلایا نہیں تھا؟ کیا ان معاملات میں بھی رسول اللہ ﷺ کا عمل مسلمانوں کے پیروی کرنے کے لئے بہترین نمونہ نہیں؟ قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کے عمل میں ریاست کا نظریہ بھی ہے اس کے حاکم کے بارے میں واضح اصول بھی ہیں حاکم کے انتخاب کے لئے رہنمائی بھی موجود ہے اور ریاست کے مسلمان اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض کی تفصیل بھی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جو ریاست قائم کی تھی اس ریاست کا ایک دستور تھا اللہ کے احکام کے مطابق اس ریاست میں نظام عدل' نظام تعلیم' نظام ریاست' نظام دفاع غرض سب قسم کا نظم قائم کیا گیا تھا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ بعد میں اگر اس نظام میں کہیں کوئی خرابی آ گئی تھی تو وہ اس نظام کی خامی نہیں تھی۔ اس کا سبب اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے انحراف تھا۔

نظریہ حاکمیت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

☆ ''حکومت صرف
اللہ کے لئے ہے'' (۳۹:۱۲)

☆ ''بہت ہی بابرکت ہے وہ اللہ
جس کے دست قدرت میں
بادشاہی ہے
اور جو ہر چیز پر
قدرت رکھتا ہے (۶۷:۱)
ساری قوت اللہ ہی کے پاس ہے (۲:۱۶۵)
اور تمہارا الٰہ ایک ہی ہے
اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں
اور وہ رحمٰن اور رحیم ہے'' (۲:۱۶۳)

یہ تھا ریاست مدینہ کا نظریہ حاکمیت اعلیٰ اور جہاں بھی کوئی اسلامی ریاست قائم ہوگی اس کا حاکمیت اعلیٰ کا یہی نظریہ ہوگا اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کے اس نظریہ پر قائم ریاست کے ناظم اعلیٰ تھے آپ ﷺ اللہ کے رسول بھی تھے آپ ﷺ کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی تھی آپ ﷺ نے جو ریاست قائم کی تھی وہ زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام اور استحکام کے تمام تقاضے پورے کرتی تھی اور اس کے نظام کو اللہ کی تائید حاصل تھی اللہ کا فرمان ہے:

☆ ''وہ مشرق و مغرب
کا رب ہے
اس کے سوا
کوئی معبود نہیں
پس اس کو کارساز بنا'' (۷۳:۹)

☆ ''اے لوگو
ہم نے تمہیں

ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا
اور تمہیں
قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا
تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو' (۱۳:۴۹)

اللہ ایک ہی ہے ساری قوت اسی کے پاس ہے اس کی بادشاہت مشرق ومغرب میں ہر جگہ قائم ہے اور مشرق ومغرب کی رہنے والی قومیں اور قبیلے سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے حج البلاغ کے موقعہ پر فرمایا تھا۔

☆''اے لوگو سن لو!
تمہارا (سب کا) رب ایک ہے
سن لو!
تمہارا (سب کا) باپ ایک ہے
تم سب آدمؑ کی اولاد ہو
اور آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے
سن لو!
عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں
اور نہ عجمی کو عربی پر
نہ کالے کو سرخ رنگ والے پر
اور نہ سرخ رنگ والے کو کالے پر
مگر تقویٰ کے ساتھ
اور اللہ کے ہاں تم میں سے وہی مکرم ہے
جو زیادہ متقی ہے''

گویا مشرق سے مغرب تک آباد کالے گورے سرخ سفید سب برابر ہیں اگر کسی کو کسی دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل ہے تو وہ اس کے عربی یا عجمی کالا یا گورا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے ذاتی تقویٰ کی وجہ سے ہے اور اس تقویٰ کی بنیاد وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مقرر فرمایا ہے برتری کی بنیاد تقویٰ ہے اور تقویٰ کی بنیاد قرآن وسنت کی پیروی ہے اللہ کی بادشاہت اور قوت مشرق سے مغرب تک سب زمینوں پر محیط ہے سب زمینوں پر آباد انسان ایک ہی ہیں ان میں اگر کوئی مکرم ہے تو تقویٰ کی وجہ سے ہے کسی

نسل قبیلے یا خاندان سے تعلق کی وجہ سے نہیں اور ان مشرق سے مغرب تک کی زمینوں اور انسانوں کا حاکم اعلیٰ تو وہی ہوسکتا ہے جو سب سے طاقتور ہو جس کی سب جگہ حکومت ہو اور جس نے وہ دین (راستہ) جو فلاح کا دین ہے مکمل کر دیا ہے اور ان سب انسانوں کے لئے برتری اور فضیلت کا معیار بھی مقرر کر دیا ہے۔ ریاست مدینہ کے حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ اور ناظم اعلیٰ رسول اللہ ﷺ تھے اس لئے جہاں بھی کہیں اسلامی ریاست قائم ہوگی اس کے حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہی ہوں گے۔

بہترین نمونہ

قرآن کی زبان عربی ہے جس خطہ زمین سے اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام کا مشن شروع کیا تھا وہاں کے لوگ عربی زبان بولتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ہم نے قرآن عربی زبان میں اس لئے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اسے سمجھ سکیں'' (۲:۱۲) اسی لئے زمین پر اللہ کے احکام کے مطابق حکومت چلانے والوں کے لئے بھی ایسی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں جن کے مفہوم سے عربی بولنے والے عرب لوگ واقف تھے اگر ان لوگوں کو ''خلیفہ'' اور ''امام'' کے مفہوم اور منصب کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کے فرائض اور حقوق بھی لازماً کھول کر بیان فرما دیتے۔ اگر قرآن کسی اور خطہ زمین پر نازل ہوا ہوتا تو اس کی زبان وہ ہوتی جو وہاں کے لوگ بولتے اور سمجھتے ہوتے اور اللہ کی زمین پر اللہ کے احکام کے مطابق حکومت کرنے والے کے لئے بھی وہ اصطلاح استعمال کی جاتی جس کا مفہوم وہاں کے لوگ سمجھتے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ''نماز'' کے لئے ''صلوٰۃ'' کی اصطلاح استعمال کی کیونکہ عرب کے لوگ اس قسم کی عبادت سے واقف تھے۔ مسلمانوں کو نماز کیسے پڑھنا چاہئے؟ کن کن اوقات میں پڑھنا چاہئے؟ قیام، رکوع اور سجدہ کیسے کیا جائے قیام اور سفر میں کتنی رکعت پڑھی جائیں یہ سب تعلیم و تربیت اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے عمل اور نمونہ سے دی تھی اسی طرح اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کیسے قائم کی جائے اور اگر کسی جگہ ایسی حاکمیت قائم ہو جائے تو زمین پر اس کے حاکم کے حقوق و فرائض کیا ہوں گے اور وہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کا نظم کیسے چلائے یہ سب رہنمائی اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت پاک میں موجود ہے اور ریاست کے سب امور کے بارے میں آپ ﷺ کا عمل ہی ''بہترین نمونہ'' ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

☆''یہ دین اور اس کے احکام
میرا سیدھا راستہ ہے پس اسی پر چلو
اور دوسرے راستوں پر نہ چلو
کیونکہ وہ راستے تمہیں

اللہ کی راہ سے دور کردیں گے
تمہیں اس کی ہدایت کی جاتی ہے
تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو'' (۱۵۳:۶)

رسول اللہ ﷺ کو زمین پر خلیفہ یا امت کے امام جو بھی کہہ لیں اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمایا تھا حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اللہ کے رسول ﷺ نے یہ ذمہ داری سونپی تھی اور حضرت عمرؓ فاروق کو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اس منصب کے لئے نامزد کیا تھا اور عام مسلمانوں نے بیعت کے ذریعے اس کی تائید کی تھی ''بیعت'' کا طریقہ بھی عرب میں پہلے سے رائج تھا اور اس کے مطلب اور مفہوم سے بھی عرب واقف تھے وہ جانتے تھے کہ جس کی بیعت کرلی جائے اس کی پیروی لازم ہوجاتی ہے۔ حضرت عمرؓ فاروق کی شہادت کے بعد خلیفہ یا ریاست مدینہ کے امور چلانے والے کے انتخاب کے معاملے میں جو اختلاف تھا اس میں جھگڑا اصول کا نہیں تھا اور نہ ہی حاکم اعلیٰ کی حاکمیت کے بارے میں کوئی اختلاف تھا اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں تھا کہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہی ہے یہ تو ان سب کے ایمان کی بنیاد تھی جو اس وقت منصب خلافت کے امیدوار تھے وہ سب ایک دوسرے کے تقویٰ اور فضیلت کے بھی معترف تھے اس لئے اس نزاع نے اللہ کی زمین پر حاکم کے انتخاب میں مسلمانوں کی پیروی کے لئے کوئی نیا یا الگ رہنماء اصول نہیں دیا تھا اصول اور شرائط وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر کی ہیں اور ان پر عمل کر کے ہر وقت اور ہر جگہ خلیفہ' امام یا امیر جو بھی ہو اس کا انتخاب کیا جاسکتا ہے اللہ کا نبی تو اب کوئی آئے گا نہیں اور نہ ہی اب کبھی اللہ تعالیٰ زمین پر اپنا نائب خود مقرر فرمائیں گے اور نہ ہی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ نائب اپنے بعد کسی اور کو امیر المومنین مقرر کرے گا اب تو یہ انتخاب مسلمانوں کو خود کرنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے معیار تقویٰ کو قرار دے دیا ہے اور فرمایا ہے:

☆ ''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے
کہ امانتیں
ان کے اہل کے حوالے کرو
اور جب حاکم بن جاؤ
تو لوگوں کے لئے
انصاف سے حکم جاری کرو
بلاشبہ اللہ تمہیں بہت اعلیٰ چیز
کے ساتھ ہدایت کرتا ہے
یقیناً اللہ (سب کچھ) سنتا
اور دیکھتا ہے'' (۵۸:۴)

اللہ دیکھتا ہے کہ تم امانتیں کس قسم کے لوگوں کے سپرد کرتے ہو کیا وہ لوگ اس کے اہل ہیں بھی یا نہیں؟ اور تم نے انہیں اچھی طرح جانچ پرکھ کر امانت انکے حوالے کی ہے یا ویسے ہی کسی ذاتی مفاد کے سبب سے انہیں ووٹ دیا ہے اللہ کو اس کا سب علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتا دیا ہے کہ ان کا حاکم کیسا ہونا چاہیئے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ انہیں حاکم کے انتخاب کا جو اختیار یا موجودہ دور میں ووٹ دینے کا اختیار دیا گیا ہے وہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے امانت ہے ہر مسلمان اور ہر جماعت کو اللہ کی اس امانت کو پوری دیانتداری سے استعمال کرنا چاہیئے اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو امانت میں اس خیانت کا جواب دینا ہوگا اور مسلمان جس بھی کسی کو اس اختیار کے ذریعے حاکم منتخب کرتے ہیں اس کے پاس جو حاکمیت آجاتی ہے وہ بھی اللہ کی طرف سے امانت ہے اس کے لئے بھی وہ امانت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ معیار حکمرانی کے مطابق استعمال کرنا لازم ہے ورنہ وہ بھی اللہ کی امانت میں خیانت کا مجرم ٹھہرے گا اس حوالے سے دیکھا جائے تو مسلمان جس بھی کسی کو کسی منصب کے لئے منتخب کرتے ہیں اس پر دوہری ذمہ داری ہے اللہ کی امانت ادا کرنے کی ذمہ داری اور عوام کی امانت ادا کرنے کی ذمہ داری اللہ کا حق ادا کرنا اور عوام کا حق ادا کرنا اس پر فرض ہو جاتا ہے۔

طریق انتخاب

رسول اللہ ﷺ نے جو ریاست قائم کی تھی وہ اللہ کی زمین کے ایک خاص خطہ جزیرہ نمائے عرب تک ہی وسیع تھی۔ اگر اللہ کی زمین کے سارے خطوں پر اللہ کی حاکمیت قائم ہو جائے تو کیا ان سب خطوں پر ایک ہی دنیاوی حاکم کی حکومت ہوگی یا مصر، ترکی، پاکستان، انڈونیشیا وغیرہ کے دور دراز کے خطوں کے مسلمان اپنے الگ الگ خلیفہ چنیں گے؟ اگر خلافت کا وہی مفہوم ہے جو بعض لوگ بیان کرتے ہیں تو پھر ایک ہی خلیفہ ساری زمینوں اور براعظموں پر محیط اسلامی ریاست کا نظام کیسے چلائے گا؟ اور ان سارے خطوں کے انتخاب کرنے والوں کو اس کے تقویٰ کے معیار کا ٹھیک اندازہ کیسے ہو سکے گا؟ جب جزیرہ نمائے عرب کے اہل تقویٰ میں انتخاب پر اختلاف پیدا ہو گیا تھا تو سارے خطوں کے باسیوں میں اختلاف کیسے روکا جا سکے گا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو خلافت عطاء کرنا ایک مقدس ذمہ داری ہے کوئی سزا نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو خلافت عطاء فرماتے ہیں تو اس کی رہنمائی کے لئے ایک ضابطہ بھی نازل فرماتے ہیں جس میں افراد کی انفرادی اجتماعی، معاشرتی، دینی اور دنیاوی زندگی کے رہنما اصول ہوتے ہیں اور اس خلیفہ کو اللہ کی زمین پر وہ مکمل نظام Total package نافذ کرنا ہوتا ہے جو انسانوں کی دنیاوی اور اخروی زندگی کی فلاح کا package ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ خلیفہ کی دنیاوی زندگی کے خاتمہ کے بعد اس کی جگہ لینے والے کی بھی

ذمہ داری تھی کہ وہ اس مکمل نظام کو مکمل طور پر چلائیں اور قائم رکھیں۔ اپنی ذات پر بھی اور ملک اور معاشرے پر بھی اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ صدیق خلیفۃ الرسول ﷺ تھے۔ خلیفہ اور امیر کی اصطلاحوں میں فرق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق خلیفہ تو تھے اللہ کے رسول ﷺ کے۔ کیونکہ ان کی ذمہ داری اس مکمل نظام کو قائم و دائم رکھنا تھی جو اللہ کے رسول ﷺ نے نافذ فرمایا تھا اور اپنے وصال سے پہلے یہ ذمہ داری انہیں خود اللہ کے رسول ﷺ نے سونپ دی تھی چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کو احکام اور رہنمائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے موصول ہوتے تھے اس لئے آپ ﷺ کی خلافت اللہ کی طرف سے سونپی گئی ذمہ داری تھی آپ ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی اللہ کی طرف سے وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا تو آپ ﷺ کے خلیفہ کی ذمہ داری قرآن و سنت کا وہ نظام چلانا تھی جو اللہ کے رسول ﷺ نے نافذ کیا تھا ''امیر'' کا مفہوم لیڈر یا رہنماء کا ہے۔ مثلاً اللہ کے رسول ﷺ جس کسی کو کسی دستہ کی قیادت سونپتے تھے وہ اس دستہ کا امیر ہوتا تھا لہٰذا امیر المومنین کا مطلب مومنوں کا رہنماء یا لیڈر ہے خلیفہ نہیں حضرت ابوبکرؓ صدیق خلیفہ تو اللہ کے رسول ﷺ کے تھے مگر مسلمانوں کے وہ امیر تھے۔ خلافت دینی ذمہ داری ہے جو سونپی گئی ہو۔ عام معنوں میں امارت کی اصطلاح میں اس انتقال فرض اور ذمہ داری کا شامل ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ جس کسی کو بھی خلافت عطاء فرما دیتے ہیں اس نے اللہ کی طرف سے دیا مکمل نظام انسانوں پر نافذ کرنا ہوتا ہے۔ انسان زمین پر رہتے ہیں اس لئے خلافت کے تصور کے ساتھ ایک خطہ زمین اور اس پر بسنے والے انسانوں کے گروہ بھی وابستہ ہوتے ہیں لہٰذا اگر آج خلافت کی بات کی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کا خلیفہ؟ اللہ کا خلیفہ تو کوئی ہو نہیں سکتا کہ وحی اور رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے ان معنوں میں کسی کے خلیفہ ہونے کی بھی کوئی صورت نہیں جن معنوں میں ابوبکرؓ خلیفہ تھے۔ لہٰذا اگر مسلمان عوام کسی فرد کو اپنا حاکم چن لیں تو وہ کس کا خلیفہ ہوگا؟ مگر اللہ کے رسول ﷺ نے جو نظام نافذ کیا اور چلایا تھا وہ کسی بھی حکمران کی رہنمائی کے لئے موجود ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر عام مسلمان کسی کو اس پورے نظام کو نافذ کرنے کے لئے منتخب کر لیں تو وہ خلیفہ ہوگا یا منتخب امیر ہوگا؟ اور اگر باون کے قریب مسلم ممالک کے لوگ اپنے اپنے حالات کے مطابق اپنے اپنے ہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نظام کو نافذ کرنے کے لئے باون کے قریب دنیاوی سربراہ حکومت منتخب کر لیں تو وہ سب خلیفہ ہوں گے؟ یا امیر المومنین ہوں گے؟ باون خلیفوں کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور موجودہ دنیا میں باون ممالک کے ایک ہی خلیفہ کا انتخاب بھی ممکن نہیں اور کوئی ایک ہی خلیفہ اتنی وسیع و عریض دنیا کے الگ الگ جغرافیائی، تاریخی، تہذیبی پس منظر رکھنے والے اتنے ممالک کا نظام چلا بھی نہیں سکتا۔ ہر خطہ اور ملک کی اپنی الگ آب و ہوا، تاریخ اور تہذیب ہوتے ہیں اسی لئے کسی بھی دین کا نہ کوئی لباس ہوتا ہے اور نہ کوئی زبان کسی دین کی آفیشل زبان ہو سکتی ہے۔ کسی خطہ کے رسم و رواج آرٹس اور

کرافٹس، لوگوں کے رہنے سہنے کے طریقوں اور لباس کی تشکیل اور ترتیب میں اس خطہ کی آب وہوا ماحول اور روایات کا بہت بنیادی اثر ہوتا ہے وہاں کی زمین کی ساخت اور جغرافیائی حالات بھی اس میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ملک عرب کی پرانی تہذیب کی ان روایات کو اپنانے اور بحال رکھنے کی اجازت دیدی تھی جو دین اسلام کی بنیادی روح سے متصادم نہیں تھیں فرض کریں اگر آج اللہ کی طرف سے کسی معجزہ کے نتیجے میں اللہ کی ساری زمین پر بسنے والے سب انسان اللہ کا دین قبول کر کے اپنے اپنے ہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نظام اپنانے کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو کیا ان سب کے لئے اپنی اپنی زبان، لباس، رسم ورواج اور تاریخ سے دست بردار ہو جانا اور ایک ہی لباس، زبان اور تہذیب اپنا لینا ممکن ہوگا؟ جس طرح سب زمینوں پر بسنے والے لوگوں کے لئے ایک ہی زبان لباس اور رسم ورواج اختیار کرنا ممکن نہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی مقامی تہذیب کی ان قدروں کو جاری رکھنے کی اجازت ہے جو دین اسلام کی روح سے متصادم نہ ہوں۔ اسی طرح ہر خطہ یا ملک کے مسلمانوں کو اپنے لئے ایسا نظام حکومت ترتیب دینے کا بھی اختیار ہے جو ان کی مقامی ضروریات کے مطابق بھی ہو اور اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے بنیادی اصولوں اور روح کے منافی یا اس سے متصادم بھی نہ ہو۔ یعنی حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہی ہو اور اللہ کی حاکمیت کے زمینی امور چلانے کے لئے جس فرد کا انتخاب کیا جائے اس کا معیار فضیلت، اس کا تقویٰ ہو اس کے ساتھ دیگر جسمانی' ذہنی' انتظامی اور دماغی صلاحیتوں کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اس نے ریاست کا نظم چلانا ہے رہا یہ سوال کہ اس فرد کو منتخب کون کرے گا؟ یہ ذمہ داری اس ملک یا خطہ کے مسلمانوں کی ہے نامزدگی کا معاملہ حضرت عمرؓ فاروق کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا۔ اب نہ کوئی نامزد کرنیوالا اللہ کا رسول ﷺ ہو سکتا ہے اور نہ تقویٰ میں ایسا کوئی فرد میسر آسکتا ہے جیسے ابوبکرؓ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے حضرت عمرؓ فاروق کو نامزد کیا تھا تو اس صورت میں بھی اب نہ کوئی حضرت ابوبکرؓ صدیق جیسا نامزد کرنے والا میسر آسکتا ہے اور نہ ہی حضرت عمرؓ فاروق جیسا کوئی اہل تقویٰ مل سکتا ہے جسے نامزد کیا جا سکے لہٰذا نامزدگی کا مرحلہ اسی وقت ختم ہو گیا تھا جب حضرت عمرؓ فاروق نے کسی کو نامزد کرنے کی بجائے امیر المومنین کے انتخاب کے لئے کمیٹی مقرر کر دی تھی اور کہا تھا کہ وہ اپنے میں سے کسی کو منتخب کر لیں مگر اس معاملے میں چند پہلو قابل غور ہیں ایک تو یہ کہ وہ سب اصحاب اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھیوں میں سے تھے اور سب نے آپ ﷺ کے زیر نگرانی تربیت حاصل کی تھی۔ جن صحابہ کرام کی کمیٹی بنائی گئی تھی ان میں سے ہر کوئی تقویٰ اور تربیت کے معیار پر مسلمانوں کے امیر المومنین کے طور پر چنے جانے کے قابل تھا یہ شرائط بھی اب کبھی پوری نہیں کی جاسکتیں۔

دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ وہ ہنگامی حالات تھے اور کمیٹی میں شامل سب اصحاب مدینہ میں موجود تھے امیر المومنین زخمی تھے ان کی زندگی ختم ہو رہی تھی اس تھوڑے وقت میں ریاست مدینہ کے سب لوگوں سے یا

منتخب لوگوں سے مشورہ اور رائے لینا عملاً ممکن نہیں تھا اور ریاست کے معاملات کنٹرول کرنے کے لئے فوری طور پر امیر المومنین کا انتخاب ضروری تھا ورنہ حضرت عمرؓ تو ریاست کے عام معاملات میں بھی اہل رائے سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اگر حضرت عمرؓ فاروق نے اپنی صحت اور توانائیوں کے مرحلہ میں کسی ایک دو یا زیادہ صحابہ کرام کو نامزد کر کے سارے مسلمانوں سے رائے لی ہوتی کہ ان میں سے کسے امیر المومنین ہونا چاہئے اور جس بھی کسی کے حق میں ریاست کے سارے مسلمانوں کی اکثریتی رائے ہوتی اس کے امیر المومنین ہونے کا اعلان کر دیا ہوتا تو وہ نزاع اور کشت و خون نہ ہوتا جو اس کے بعد ہوتا رہا۔ اس سے ایک تو امیر المومنین کے انتخاب کا طریقہ طے ہو جاتا اور دوسرے کوئی بھی کبھی اپنے امیر المومنین ہونے کا آپ ہی دعویٰ نہ کرتا اور ریاست کے مختلف حصوں میں مختلف اہل دعویٰ کے حامی اور مخالف گروہ پیدا نہ ہو جاتے امت مسلمہ کا ملی اتحاد بھی برقرار رہتا اور نظریاتی جھگڑے بھی پیدا نہ ہوتے جب اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھیوں اور آپ ﷺ سے تربیت حاصل کرنے والے صحابہ کو نامزد کرنے سے سیاسی جھگڑوں کی بنیادیں ختم نہیں ہو سکی تھیں تو آج تو نہ ایسے نامزد کرنے والے موجود ہیں اور نہ ہی ایسے افراد موجود ہیں جنہیں نامزد کیا جا سکے لہٰذا ایک سے زیادہ کی نامزدگی اور انہی کے باہمی فیصلہ سے امیر المومنین کے انتخاب کا طریقہ بھی اس کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے طاقت کی حاکمیت کا دور شروع ہو گیا تھا جس کے پاس طاقت زیادہ ہے وہی امیر المومنین ہو جائے۔ یہ وہی طریقہ ہے جو اسلام سے پہلے مختلف ممالک میں مختلف اوقات میں استعمال کیا جاتا تھا یہ طریقہ دین اسلام اور اس کی روح کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ اس خلاف اسلام طریقہ سے مسلمانوں کے امیر یا خلیفہ بن جانے والوں کو ایسے علماء کرام اور احادیث ایجاد کرنے والوں کی ہمیشہ شدید ضرورت رہی جو انہیں جائز اور ٹھیک ٹھاک امیر المومنین یا خلیفہ ثابت کرنے کا معاوضہ وصول کیا کرتے تھے اور ریاست کے منصب اور عہدے حاصل کر کے وقت کے حاکم کی خواہشات پوری کیا کرتے تھے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

☆ ''اے لوگو غور سے سن لو
شیطان مایوس ہے
کہ اس زمین پر اس کی کبھی عبادت کی جائے گی
لیکن اسے امید ہے کہ وہ تم سے ایسے امور میں اپنی پیروی کرا لے گا
جنہیں تم حقارت سے دیکھتے ہو
اپنے دین کے بارے میں اس سے ہوشیار رہنا''

مسلمانوں نے شیطان کی عبادت تو نہ کی مگر نظام اسلام چلانے والوں کے انتخاب کے عمل میں اس

کی پیروی سے بچ نہ سکے اور اس پیروی کو غیر اہم جانتے رہے چونکہ دین صرف کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہی نہیں اسلامی ریاست کا نظام چلانا بھی دین ہے اس لئے حاکم وقت کا انتخاب بھی دین ہے بلکہ دین کا بہت اہم جزو ہے کیونکہ اللہ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ریاست اور اس کے امور کو منظم کرنا حاکم کی ذمہ داری ہوتی ہے اللہ کا حکم ہے ''معاملات میں ان سے مشورہ کریں'' (۱۵۹:۳) مسلمانوں کے اوصاف کے بیان میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''وہ اپنے معاملات میں باہمی مشورہ کرتے ہیں'' (۳۸:۴۲) امیر یا حاکم کا انتخاب امت اور ریاست کے اہم ترین معاملات میں سے ہے مگر مسلمانوں نے اتنے اہم دینی معاملہ میں مشورہ کی بجائے قوت کی حکمرانی کو ہی اسلامی اور دینی مان لیا اور پھر اہل قوت نے اپنی نام نہاد خلافت کو خاندانی وراثت بنالیا جو اہل علم ایک فریق کے خلافت کے وراثتی دعویٰ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف قرار دیتے تھے وہی اہل علم دوسرے فریق کے وراثتی دعویٰ کو اسلامی ثابت کرنے میں لگ گئے۔ اسلام دین ہے اور دین حج البلاغ کے وقت مکمل ہو گیا تھا قیام و نظام ریاست بھی دین ہے اور یہ نظام اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں پورا پورا نافذ کر دیا تھا۔ دین کے مکمل ہو جانے کے بعد تاریخ شروع ہو جاتی ہے اور تاریخ دین نہیں ہوتی اور نہ ہی دین پیشہ ہو سکتا۔ وقت آگے نکل گیا ہے اور حالات وقت کے ساتھ بہت تبدیل ہو چکے ہیں لہٰذا حاکم وقت کے انتخاب کا طریقہ بھی بدل گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اہم معاملات میں اجتہاد کی جو اجازت دی ہے اس کے تحت اس بارے میں بھی اجتہاد کیا جا سکتا ہے اصل مسئلہ اہل حاکم کا انتخاب ہے انتخاب کا طریقہ نہیں۔

ایک اور اہم سوال یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے دنیاوی حاکم کا انتخاب کتنی مدت کے لئے کیا جائے؟ کسی بھی شخص کی زندگی کا سفر کب ختم ہو جائے گا اس کا کسی کو علم نہیں ہوتا کوئی شخص کسی بھی وقت جسمانی اور ذہنی طور پر مفلوج ہو سکتا ہے ایسا امکان خواہ کتنا ہی کم ہو یہ امکان بھی دور حاضر کی سیاست اور حکمرانی کے ماحول میں بہر حال موجود رہتا ہے کہ کوئی حاکم کسی وقت سیدھی راہ سے بھٹک جائے اور خواہش نفس کی پیروی شروع کر دے اس لئے کسی بھی شخص کو اس کی ساری زندگی کے لئے امیر المومنین منتخب کرنا دور حاضر میں مناسب نہیں اگر کوئی حاکم اسلام کے عدل و انصاف کے حکمرانی کے اصولوں پر کاربند اور جسمانی اور ذہنی طور پر بھی نظام چلانے کے قابل رہتا ہے تو اسے دوبارہ اور سہ بارہ بھی منتخب کیا جا سکتا ہے لہٰذا اس کی مدت حکمرانی کا تعین ضروری ہے ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی حکمران خواہش نفس کی پیروی شروع کر دے تو اسے ہٹانے کے لئے کوئی تحریک نہ چلانا پڑے جس سے امت میں انتشار پیدا ہو تاریخ اسلام میں بیشتر ناکامیوں اور خرابیوں کی وجہ تاحیات حکمران بنتے رہے ہیں ویسے بھی جس کسی کو معلوم ہو کہ اس نے پھر سے عام مسلمانوں سے حکمرانی کا اختیار حاصل کرنا ہے وہ محتاط رہے گا البتہ ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکتی کہ جو کوئی

فرد کسی منصب کے لئے انتخاب کی ساری شرائط پوری کرتا ہو وہ دو، تین یا چار بار سے زیادہ اس منصب کے لئے منتخب نہیں کیا سکتا۔

صدارتی اور پارلیمانی نظام کا مسئلہ

نظام صدارتی ہو یا پارلیمانی ہو؟ ریاست مدینہ کا نظام دور جدید کی اصطلاح میں نہ صدارتی تھا اور نہ ہی پارلیمانی تھا۔ اس نظام کی بنیاد توحید کے نظریہ وحدت پر تھی لیکن اگر انتظامی حوالے سے دیکھا جائے تو وہ نظام دور حاضر کے صدارتی نظام سے زیادہ قریب تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ ریاست کے چیف ایگزیکٹو کہے جا سکتے ہیں۔ مگر آپ ﷺ مختلف معاملات میں مشورہ بھی لیتے تھے اور بعض خاص قسم کے مقدمات میں خاص ماہرین کی مہارت سے بھی فیصلے میں مدد لیا کرتے تھے لیکن ریاست مدینہ کے صوبوں یا انتظامی اکائیوں کو بہت زیادہ صوبائی خود مختاری حاصل ہوتی تھی اور صوبائی گورنر اللہ کو اور اللہ کے رسول ﷺ کو اور وہاں کے عوام کو جوابدہ ہوتے تھے۔ اسلامی ریاست میں اگر اس انتظامی ڈھانچہ کو اپنایا جائے تو صدر مملکت کے مشورہ کے لئے منتخب شوریٰ یا پارلیمنٹ قائم کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں ''میں نے نبی ﷺ سے زیادہ اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے رہنے والا کوئی اور شخص نہیں دیکھا'' جب اللہ کے رسول ﷺ دنیا کے معاملات میں سب سے مشورہ کرتے تھے اور اس پر عمل بھی کیا کرتے تھے (اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) تو آپ ﷺ کی امت کے ہر حکمران پر بھی معاملات ریاست میں مشورہ کرنا لازم ہے'' حضرت ابو بکرؓ صدیق کو جب کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا اور قرآن وسنت میں اس کا حل نہ ملتا تو آپ قوم کے لیڈروں اور اچھے لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے تھے اور ان کی رائے کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے'' (دارمی) حضرت عمرؓ تمام اہم فیصلے مشورے اور کثرت رائے سے کیا کرتے تھے اور مشورہ کے لئے مہاجرین، خزرج اور اوس کے اصحاب کو جمع کیا کرتے تھے۔ مدینہ میں منادی کرادی جاتی لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے حضرت عمرؓ دو رکعت نماز پڑھتے اور خطبہ میں مسئلہ پیش کر دیتے تھے عراق اور شام کی فتح کے بعد وہاں کی زمینوں کے بارے میں مشورہ کے وقت حضرت عمرؓ نے کہا تھا ''میں نے آپ کو اس لئے زحمت دی ہے کہ مجھ پر آپ کے معاملات کی دیکھ بھال کا جو بوجھ ہے اسے اٹھانے میں آپ میری مدد کریں میں بھی تم جیسا ہی ایک انسان ہوں میں نہیں چاہتا کہ تم کسی ایسی بات کی پیروی کرو جو میری خواہش کے مطابق ہو''۔ حضرت عمرؓ نے ریاست کے معاملات کو اہل مشورہ کے معاملات قرار دیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ''میں نہیں چاہتا کہ تم ان اپنے معاملات میں میری خواہش کی پیروی کرو'' جب ریاست کے معاملات ساری امت کے مشترکہ معاملات ہیں تو انہیں چلانا بھی کسی ملک کے مسلمانوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور مشترکہ ذمہ داری ادا کرنے کا طریقہ باہمی مشورہ ہے لہٰذا امت کے مشترکہ معاملات

باہمی مشورہ سے چلانے کے لئے حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمرؓ والا طریقہ اختیار کرنا بھی اب عملاً ممکن نہیں اس کا جائز اور عملی طریقہ مسلمانوں کی رائے سے منتخب شوریٰ کا قیام ہی ہے اور ایسی شوریٰ یا پارلیمنٹ کا قیام اور انتخاب اسلامی ریاست کے نظام کی روح کے منافی نہیں جو مشورہ محدود پیمانے پر لیا جاتا تھا اب وہی مشورہ وسیع پیمانے پر کیوں نہیں لیا جاسکتا؟ حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمرؓ فاروق جن اہل فضیلت سے مشورہ کیا کرتے تھے ان کی اللہ کے رسول ﷺ نے تربیت کی تھی اور ایسے سب نہیں تو بیشتر اہل فضیلت مدینہ میں ہی رہائش پذیر ہوتے تھے جنہیں منادی کے ذریعے مسجد میں جمع کیا جاسکتا تھا اب عملاً یہ صورت بھی نہیں لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس شوریٰ یا پارلیمنٹ کے ارکان کو بھی تقویٰ کی وہی شرائط پوری کرنا چاہئے جو صدر مملکت کے لئے لازم ہیں ان کے لئے بھی ذہنی اور جسمانی طور پر صحت منداور ایمانی طور پر امین ہونا ضروری ہے شوریٰ یا پارلیمنٹ کے ہر رکن کا حق نمائندگی اسکے پاس اپنے حلقہ کے لوگوں اور اللہ تعالیٰ کی امانت ہوگا جس کے لئے وہ اللہ اور عوام دونوں کے سامنے جوابدہ ہوگا اور جو بھی شخص اس امانت میں خیانت کرے گا وہ اس امانت کے اہل نہیں ہوگا اور کسی بھی شوریٰ یا اسمبلی کے لئے انتخاب نہیں لڑ سکے گا اس بارے میں انتخاب سے پہلے جانچ پڑتال اور انتخاب کے بعد نگرانی ریاست کی ذمہ داری ہوگی اور اپنے حاکموں کے اعمال کی نگرانی اور ان کے بارے میں تنقید ریاست کے ہر فرد کا حق اور ذمہ داری ہے۔

حقوق کا تحفظ اجتماعی ذمہ داری

ریاست مدینہ میں دو ہی جماعتیں تھیں ایک وہ جماعت تھی جو اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کے لئے کام کر رہی تھی اور دوسری جماعت وہ تھی جو اس کی بجائے اپنی حاکمیت چاہتی تھی جسے منافقوں کی جماعت کہا گیا ہے اسلامی ریاست میں جماعتی سیاست اور کسی ایسی جماعت کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی جو اللہ کی حاکمیت کی بجائے اپنی یا اپنے میں سے کسی کی حاکمیت کے لئے کام کرتی ہو حاکمیت اور منصب کی خواہش اور کوشش کرنے والے کسی فرد کی اسلامی ریاست میں کوئی گنجائش نہیں اس حوالے سے اسلامی ریاست کی سیاست دور جدید کی جمہوریت کی سیاست سے مختلف ہے انتخاب میں حصہ لینے والے کسی بھی فرد کا منشور اپنے حلقہ اور ملک کے عوام کی دینی اور دنیاوی فلاح ہی ہوسکتا ہے ریاست یا مسلم امہ اور اس کا اجتماعی مفاد مقدم ہے اور کسی بھی گروہ یا پارٹی کو امت کے اجتماعی مفاد اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اور اسلامی نظام کے خلاف سرگرمیوں کی اجازت نہیں اگر کوئی گروہ یا پارٹی اس کی خلاف ورزی کرے تو اللہ کا حکم ہے کہ ساری مسلم امت اس کیخلاف اٹھ کھڑی ہو اور جب تک وہ راہ راست پر نہ آجائے اس کے خلاف لڑائی کرے تا کہ اللہ کے احکام کی پیروی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور ریاست کا نظم خراب نہ ہو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

☆''اگر مسلمانوں کے دو گروہ
آپس میں
لڑ پڑیں
تو ان کے درمیان صلح کرادیں
لیکن اگر ان میں سے ایک
دوسرے سے زیادتی کرے
تو سب مل کر زیادتی کرنے والے کیخلاف
لڑائی کرو
یہاں تک کہ وہ
اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے
اگر وہ رجوع کرلے
تو ان کے درمیان انصاف کے مطابق
صلح کرادو اور عدل کرو
کیونکہ اللہ
عدل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے
مسلمان تو
آپس میں بھائی بھائی ہیں
پس اپنے بھائیوں
کے درمیان
صلح کرادو
اور اللہ سے ڈرو
تاکہ تم پر رحم کیا جائے''(۴۹:۹،۱۰)

اللہ تعالیٰ نے آپس میں لڑنے والے دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے اور زیادتی کرنے والے کے خلاف پوری قوت سے لڑنے کا حکم اپنے نبی ﷺ اور ریاست مدینہ کے ناظم اعلیٰ کو دیا تھا اس لئے ریاست کی حدود میں کسی کے ساتھ زیادتی کرنے والے کے خلاف پوری قوت سے کارروائی کرنے کا حکم ہر مسلم ریاست کے زمینی حاکم کے لئے بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ پابندی بھی لگادی ہے کہ اگر زیادتی کرنے والا گروہ اللہ

کے حکم کی طرف رجوع کر لے تو اس کے ساتھ بھی کوئی زیادتی نہ کی جائے بلکہ اسلام کے عدل وانصاف کے اصولوں پر عمل کیا جائے اور اس کے حقوق کا تحفظ کیا جائے مسلم ریاست کی حدود میں اگر کوئی گروہ یا جماعت ریاست یا مسلم امہ کے مفاد کے خلاف سرگرم ہو اور اس زیادتی سے باز نہ آئے تو چونکہ مسلم امت بھی ایک جماعت ہے اس لئے حکمران کے لئے اس کے ساتھ زیادتی کرنے والے گروہ کے خلاف پوری قوت سے کارروائی کرنا لازم ہے جب تک وہ گروہ اللہ کے حکم کی طرف واپس آ جائے اگر وہ گروہ یا جماعت واپس آ جائے تو اللہ کا حکم ہے کہ اس کے ساتھ بھی کوئی زیادتی نہ کی جائے بلکہ اسلام کے عدل وانصاف کے اصولوں کے مطابق اس کے حقوق کا بھی تحفظ کیا جائے۔

اسلامی ریاست کا بنیادی نظریہ توحید ہے اور توحید کا مطلب ہے جس کا حق ہو اسی کو دینا اور یہ حق دینا اور دلانا صرف حاکم وقت کا ہی فرض نہیں پوری مسلم جماعت کا فرض ہے حق اللہ کا بھی ہے اور اس کے بندوں کا بھی ہے ریاست کے عوام کا بھی ہے اور اس کے انتظامی یونٹوں کا بھی حق ہوتا ہے اور ان سب کا حق دینا اور دلانا پوری مسلم جماعت کی ذمہ داری ہے اس کے لئے دور حاضر کی جمہوری سیاست کی مانند جماعتیں اور پریشر گروپ بنانے کی تو عملاً ضرورت ہی پیش نہیں آنا چاہیے۔

ریاست مدینہ کے انتظامی یونٹوں یا صوبوں کے عامل اپنے مقام قیام کی جامع مسجد میں نمازیں بھی پڑھاتے تھے اور مقامی اور صوبائی معاملات کے بارے میں لوگوں سے مشورہ بھی کرتے تھے وہ اپنے علاقہ میں گھوم پھر کر ریاستی نظم کا معائنہ بھی کیا کرتے تھے لوگوں کے معاملات کے بارے میں معلومات بھی حاصل کیا کرتے تھے اور دوران سفر وہاں کے مسلمانوں سے بھی مشورہ کیا کرتے تھے اور صوبائی معاملات چلانے میں ان مشوروں کو سامنے رکھتے تھے اس طریق انتظام اور مشورہ کو دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ لوگوں کے معاملات چلانے کے لئے انتظامی یونٹوں کی سطح پر شوریٰ یا مجلس کے قیام پر بھی اسلام میں کوئی پابندی نہیں پابندی اگر کوئی ہے تو وہ ہے ریاست کے نظریہ اور مفاد کے خلاف کوئی اقدام کرنے پر ایسے کسی بھی اقدام کی کسی صوبائی مجلس، کسی صوبائی حاکم یا گروہ کو ہرگز اجازت نہیں ایسے کسی بھی اقدام کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا اس صوبہ یا انتظامی اکائی کے مسلمانوں کی بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی مرکزی حکومت اور باقی ملک کی مسلمان جماعت کی ذمہ داری ہے۔

بہترین اور بدترین صورت حال

کیا عورتوں کو بھی مجلس شوریٰ کی رکن ہونا چاہیے؟ حدیبیہ کے میدان میں ایک نہایت نازک موقع پر جب صحابہ اسی میدان میں قربانی کرنے اور اپنے سر کے بال ترشوانے کے حکم کے باوجود غمزدہ اور افسردہ

بیٹھے رہے تھے تو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے حضور ﷺ سے درخواست کی تھی ''حضور آپ ﷺ قربانی کے اپنے جانور ذبح کر کے سر کے بال صاف کروالیں سب صحابہ آپ ﷺ کی پیروی کریں گے۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کی درخواست اور مشورہ کے مطابق عمل کیا تو سب صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے عمل کی پیروی کی تھی اور ایک نازک معاملہ حضرت ام سلمہؓ کی درخواست یا مشورہ سے نہایت خوبی سے حل ہو گیا تھا۔ بنوشیبان کے وفد نے مدینہ حاضر ہو کر اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تو وفد کے لیڈر حریثؓ بن حسان نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ دہنا کا خطہ ان کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور انہیں فرمان عطاء کر دیا جائے کہ کوئی اور اس میں مداخلت نہ کرے رسول اللہ ﷺ نے فرمان لکھوانا شروع کیا تو وفد کے ساتھ آئی ایک بیوہ خاتون قیلہ بنت مخرمہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ دہنا لکھ دینے کے بارے میں حریث کی درخواست انصاف پر مبنی نہیں دہنا تو بکریوں کی چراگاہ ہے جو بنوتمیم کے لئے بھی ہے اور عام لوگ بھی وہاں اونٹ چرا لیتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے تحریر لکھنے والے کو روک دیا اور فرمایا ''مت لکھو مسکینہ کی بات درست ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور پانی اور درخت دونوں کے لئے ہیں اور فتنہ انگیز کے مقابلہ میں مسلمان ایک دوسرے کے مددگار ہیں''

حریث نے خاتون سے کہا ''تمہارا باپ نہ رہے دہنا میں تمہارا کیا حصہ ہے؟''

خاتون نے جواب دیا ''وہ میرے اونٹ روکنے کی جگہ ہے اور تم اسے اپنی بیوی کے اونٹ کے لئے مانگ رہے ہو''

حریث نے کہا ''میں اللہ کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں ساری زندگی تمہارا بھائی بن کر رہوں گا کیونکہ تم نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے میری مدد کی ہے''۔

قیلہ کی درخواست یا وضاحت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے دہنا کی چراگاہ حریث کو عطاء کر دینے کا اپنا فیصلہ واپس لے لیا تھا اور حریث کو سمجھ آ گئی تھی کہ وہ دوسروں کا حق اپنے نام لکھوا کر غلطی کر رہا تھا۔

مگر رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ جو قوم اپنی باگ ایک عورت کے ہاتھ پکڑا دے گی وہ کبھی فلاح نہیں پائے گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب تمہارے متقی لوگ تمہارے سردار ہوں تمہارے مالدار سخی ہوں تمہارا کام تمہارے درمیان مشورے سے ہو تو زمین کا ظاہر تمہارے لئے بہتر ہے اس کے باطن سے یعنی زندگی موت سے بہتر ہے اور جب تمہارے سردار تمہارے بدتر ہوں اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارا کام عورتوں کے اختیار میں ہو تو تم کو مرنا جینے سے بہتر ہے'' (صحاح ستہ/کتاب الفتن) اگر ایسی مجالس شوریٰ میں مسلمانوں کے بدتر سرداروں کا قبضہ ہو تو وہ عوام اور قوم کی زندگی کس طرح موت سے بھی بدتر بنا دیتے ہیں کیا اس کا مشاہدہ کسی نے نہیں کیا؟ اسلام انسانوں کی دینی دنیاوی اور اخروی زندگی کی فلاح کا دین ہے اور ایسی فلاح کا نظم وہی لوگ چلا سکتے ہیں جو حکومت اور نمائندگی کو اللہ اور عوام کی

طرف سے امانت سمجھتے ہوں اور جن کا ایمان ہو کہ اگر انہوں نے اس امانت میں خیانت کی تو اللہ کے ہاں اس کا جواب دینا پڑے گا مسلمانوں کے حاکم اور منتخب نمائندے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو پورے پورے اسلام میں داخل ہوں اللہ کا حکم ہے۔

☆''اس کی اطاعت نہ کرو
جس کے دل کو ہم نے
اپنے ذکر سے
غافل کر دیا ہے
اور جو پیروی کرتا ہے
اپنی خواہش نفس کی
اور اس کے اعمال حد سے بڑھ گئے''(۲۹:۱۸)

☆''اور اطاعت نہ کرو
حد سے گزر جانے والوں کی
جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں
اور اصلاح نہیں کرتے''(۲۶:۱۵۱،۱۵۲)

مآخذ

قرآن کریم

تراجم

- o انگریزی: Mushaf Al-Madina Al-Nabwiyah 1410 H
- o فارسی: شاہ ولی اللہ دہلوی (مترجم) - دارالکتاب والسنہ - کراچی 1416ھ
- o اردو: میاں عبدالرشید (مترجم) مطالب القرآن - شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

تفاسیر

- o تفسیر ابن کثیر: ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر؛ مکتبہ قدسیہ لاہور، 1994ء
- o تفہیم القرآن: ابوالاعلیٰ مودودی؛ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1973ء
- o فی ظلال القرآن - سید قطب، البدر پبلی کیشنز لاہور، 1980ء
- o فی ظلال القرآن - سید قطب، اسلامی اکادمی لاہور، 1989ء
- o احسن التفاسیر - احمد حسن محدث دہلوی، مکتبہ سلفیہ لاہور، 1996ء

کتب حدیث

- o بخاری شریف - ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، فرید بک اسٹال لاہور، 1991ء
- o مجموعہ الصحاح الستہ - شرف الدین ہبتہ اللہ بن عبدالرحیم البازری، مکہ پبلشنگ کمپنی لاہور
- o مؤطا امام مالک - مالک بن انس بن مالک، مکتبہ رحمانیہ لاہور
- o فہم حدیث - میاں محمد جمیل، ابو ہریرہ اکادمی لاہور، 2004ء

کتب سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- o سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم - ابن ہشام، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی، 1982ء
- o سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم - ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر، مکتبہ قدسیہ لاہور 1996ء

o سیرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1978ء
o مختصر سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، جہلم، 1990ء
o رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم۔ محمد اجمل خاں، الفیصل لاہور، 2001ء
o الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ محمد رفیق ڈوگر، دید شنید پبلشرز لاہور، 2000ء
o نقوش رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر۔ محمد طفیل، ادارہ فروغ اردو لاہور

دیگر

o کتاب مقدس، پاکستان بائیبل سوسائٹی لاہور، 1992ء
o طبقات ابن سعد۔ ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری، نفیس اکادمی کراچی، 1971ء
o اسد الغابہ۔ ابی الحسن علی الجزری ابن اثیر، مکتبہ نبویہ لاہور، 1413ھ
o تاریخ طبری۔ ابی جعفر محمد بن جریر طبری، الفیصل لاہور، 2004ء
o کتاب التوحید۔ محمد بن عبدالوہاب لاہور
o منصب امارت۔ شاہ اسماعیل، آئینہ ادب لاہور
o اسلامی ریاست۔ امین احسن اصلاحی، دار التذکیر لاہور، 2002ء
o منہج انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسرار احمد، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، 1995ء
o عہد نبوی کا مدنی معاشرہ۔ محمد لقمان اعظمی ندوی، البدر پبلی کیشنز لاہور، 1996ء
o معرکہ اسلام اور جاہلیت۔ صدرالدین اصلاحی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1990ء
o اسلامی معاشرہ۔ رفیع اللہ شہاب، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، 1988ء
o پیغمبر انقلاب۔ وحیدالدین خاں، فکشن ہاؤس لاہور، 1996ء
o عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔ محمد حمید اللہ، اردو اکیڈمی کراچی، 1987ء
o آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہذیب و تمدن۔ میاں محمد جمیل، ابوہریرہ اکادمی لاہور
o عہد نبوی کا نظام حکومت۔ یٰسین مظہر صدیقی، الفیصل لاہور 1995ء
o عہد نبوی کا نظام تعلیم۔ غلام عابد خاں، عوامی کتب خانہ لاہور، 1978ء
o رسول کریم کی جنگی اسکیم۔ عبدالباری، الفیصل لاہور
o سیر الصحابہ۔ ادارہ اسلامیات لاہور

o حبیب کبریا کے تین سو اصحاب-طالب ہاشمی، پین اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1992ء

o Muhammad Man and Prophet, M.A. Salahi, Element Books Shaftesbury 1995

o Madinan Society at the Time of the Prophet, Akram Diya al Umari, The International Institute of Islamic Thought, Herdon 1995

o Muhammad at Madina, W.M. Watt, Oxford University Press 1994

o Muhammad Prophet and Statesman, W.M. Watt, Oxford University Press 1994

o Islam In Focus, Abdalati Hammudah, American Trust Publications

o Prophet Muhammad The Infinite Light, M. Fethullah Gulen, Kaynak Izmir Turkey 1998

o Prophet Muhammad as Commander, M. Fethullah Gulen, Kaynak Izmir Turkey 1988

o Islam Addresses Contemporary Issues, Ali Unal, Izmir Turkey 1998

o Al-Mawardi's Theory of the State, Qamar-ud-Din Khan Bazam-i-Iqbal Lahore

o Maulana Maududi and the Islamic State, People's Publishing House Lahore 1976

o Shatibi's Philosophy of Islamic Law, Muhammad Khalid Masud, Islamic University Islamabad 1995

o A Discourse on The Islamic Republic, Ayatullah Mutahhri, Tehran, Iran

o Fundamentals of Islamic Economic System, Chaudhry Muhammad Sharif, Burhan Education Trust Lahore 1999

o Short History of the Saracens, Ameer Ali, Macmillan and Co London 1955

o Islamic Politics and the Modern World, Andrew C. Kimmens, (Editor) The H.W. Wilson Company New York 1991

o Muslim Doctrine and Human Rights in Islam, Ministry of Justic Riyad

Author

1.	**Full Name**	Muhammad Rafique Dogar
2.	**Pen Name**	Rafique Dogar
3.	**Father's Name**	Ch. Shahab-ul-Din
4.	**Date of Birth**	June 6, 1939
5.	**Religion**	Islam

6. **Academic Qualification**

	Degree	**Subject**
(i)	Master of Arts	Urdu
(ii)	Master of Arts	English
(iii)	Bachelor of Law	British, Pakistan & Islamic Studies

7. **Professional Experience**

	Designation	**Journal**	**Years**
(i)	Senior Sub Editor	Daily Jasarat, Multan	1969-71
(ii)	Special Correspondent	Daily Jasarat, Karachi	1971-73
(iii)	Senior Reporter	Daily Nawa-i-Waqt	1973-77
(iv)	Special Correspondent	Daily Jasarat, Karachi	1977-79
(v)	Senior Reporter	Daily Nawa-i-Waqt, Lahore	1979-85
(vi)	Columnist	Monthly Sportimes, Lahore	
		Daily Morning News Karachi	
		Monthly Herald, Karachi	
		Daily Jasarat Karachi	
		Weekly Zindagi, Lahore	
		Weekly Lail-o-Nahar, Lahore	
		Monthly Dhanak, Lahore	
		Daily Arab Times, Kuwait	1981-85
		Daily Jang	1986-96
		Daily Nawa-i-Waqt 1997-85 &	1997-2005
		Weekly Akhbar-e-Jahan, Karachi	1998-upto
(vii)	Editor	Fortnightly Deed Shuneed	
(viii)	Life Member Alpine Club of Pakistan		
(ix)	Member Executive Alpine club of Pakistan		1985-95
(x)	Member Executive Pakistan Society of Archaeology & Museums		1992-97

8. **Publications**

(i)	**Al-Amin (PBUH)** Life and mission of Holy Prophet	**4 Volumes (Urdu)**
(ii)	**Seert-e-Al-Amin (PBUH) for Children**	**3 Volumes (Urdu)**

(iii) **Quaid-e-Azam soch tay siyasat** **(Punjabi)**
Life and mission of the father of the nation

(iv) **Mulana Maudoodi-say-Mulaqatein** **(Urdu)**
Details of the meetings of foreign scholars with Syed Ab-ul-Aala Maudoodi (when author was present) and authors own meetings and interviews

(v) **Pakistan - Faoj Aur Syasat** **(Urdu)**
Army and Politics in Pakistan

(vi) **Civil Aur Fauji Sazshein** **(Urdu)**
Civil and Military Intrigues in Pakistan

(vii) **Asli Zia-ul-Haque** **(Urdu)**
Study of the personality and politics of the late President Zia-ul-Haque

(viii) **Chalees Chehray** **(Urdu)**
Sketches of Forty Politicians

(ix) **Chehray Muhray** **(Urdu)**
Character Study of Political Leaders

(x) **Siyasi Mulaqatein** **(Urdu)**
Political Interviews

(xi) **Adabi Mulaqatein** **(Urdu)**
Literary Interviews

(xii) **Deed Shuneed** **(Urdu)**
Selection of Satirical and Humorous Columns

(xiii) **Ae Aab-i-Raud-i-Gangaw** **(Urdu)**
Travelogue of India

(xiv) **Andalus Kee Talash** **(Urdu)**
Travelogue of Al-Andalus & study of the causes of downfall of the Muslims in Al-Andalus.

(xv) **Japan Naward** **(Urdu)**
Travelogue of Japan

(xvi) **Aur Neel Behta Raha** **(Urdu)**
Travelogue of Egypt, U.K and France

(xvii) **Operation Somalia** **(Urdu)**
A travel to Somalia in 1994 and analytical study of UN Operation in Somalia

(xviii) **Operation Sia Chin** **(Urdu)**
Visit of the First Posts on the Frontline and study of the Sia Chin Glacier conflict

(xix) **Operation Balochistan** **(Urdu)**
Travelogue of Balochistan and Study of the Army Operation in Balochistan

(xx) **Mughlani Begum** **(Urdu)**
Historical Novel
story of the downfall of Muslim rule in India

(xxi) **Kalay Farishtay** **(Punjabi)**
Short Stories

9. **Interviews**
(i) Mrs. Indra Ghandi
(ii) Mr. Nakasone, Prime Minister, Japan

10. **Awards**
(i) Govt. Punjab, Book of the Year – Al-Amin (PBUH) 2001

(ii) Govt. Pakistan, Book of the Year – Seert-e-Al-Amin (PBUH) 2004

(iii) Academy Dawa, International Islamic University, Islamabad, Book of the Year – Seert-e-Alamin (PBUH) 2003

(iv) APNS Best News Reporter 1982-83

الامین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد رفیق ڈوگر